

الْقُدُّوسُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

القصص الحقيقية في حياة الرقيق

مؤلفه
تميز جاد حسين ابن محمد حسين صاحب مخزن متوطن بئر
سادات ضلع مظفر
جسکو

چھپوانے والے: پرنسپل محمد جواد ابن محمد حسین

پرنسپل محمد جواد ابن محمد حسین

بسم الرحمن الرحيم

بسمحمد خدا و نعت پیدالانیام و منقبت آئمہ ہدایعلیہم الصلوٰۃ والسلام - میر
 رستہد مجاہد حسین ابن مسید محمد حسین مرحوم فیخوذ متوطن بہرہ سادہ
 فرنگہ۔ حضرات اہل اسلام کی خدمت باسعادت میں عرض ہے کہ جنابے وی
 لدین صاحب نے جن کا تعلق غالباً دارالعلم علیگڑہ صاحبہ مولوی
 الرحمان صاحب شروانی متوطن حبیب گنج ضلع علیگڑہ سے روپوش کی کہ
 مدرسۃ العلوم کے سب قرون ادب کے اکابر کا حال زندگی قید قلم میں لایا
 تاکہ طالب علم ان پر نظر کر کے بزرگوں کے قدم بقدم چلے اور ان کی روش پر
 ہونے کی کوشش کریں باب مقبول ارشاد مولوی صاحب موصوف فاضل آخوالذکر
 بت گہری اور تحقیقی نظر سے گردن اُبھار کر اوپر کے طبقے والوں کو دیکھنا
 بارواح ارباب صالح مثل امام اسماعیل بخاری و دیگر محدثین و مورخین یعنی
 شہام - طبقات ابن سعد - معارف ابن قتیبہ - مروج الذهب و سوری
 ملوک و الامم - امام ابن جریر طبری - کمال ابن اثیر - نزہۃ الأبرار - اعتاب
 - مقلاتی فی الاصابہ و غیرہم نے ان کے سب سے اول کے ذی عزت
 سے اول بنیر حضرت ابو بکر کا خوش نامہ پیش کر کے رغبت دلائی
 ارگ اسلام کے حالات ہماری تابلیغات سے انتخاب کر کے طلباء کو کھلاؤ
 نے متذکرہ بالا سے مصنف نے مضامین منتخب کر کے سیرۃ الصدیق کو ترتیب
 اسد و معاشان نے اس و لفظ بقویہ کے خط و خال پر نظر ڈالی تو بدست
 محبوب سے پاک و صاف دیکھ کر ایک رسالہ بطور لائف لکھ کر سیرۃ
 سے نامزد کر کے معین احمدی علی گڑھ میں چھپو کر غالب علی کو توفیق

جو کہ مصنف مدوح نے حق عیادت سے اپنے پیشوا سے ملت کے حالات زیبا
 فرمائے ہیں! لہذا مجھ کو یونگائی کرتے کا کوئی احتیاق نہ تھا، لیکن مجھ سے
 اگر یہی کہنا پڑا تو چاہت ہے، دیگر خاموش رہی، گناہ بہت، بعض
 ایسے خیال کو فوجی اطفال بہ مقتضائے طولیت و خام کاری تھوڑی چکائی
 ہے۔ کچھ لکھائی کی طرح ہر طرف ہر پھر کر سید سے ٹیڑھے ہوئے
 ہیں! عجب نہیں کہ فاضل موصوف کی پیش کردہ لفظیروں و لفظیروں و لفظیروں
 ہو کہ حضرت ابو بکرؓ کیسی نہ سمجھ لیں! جیسا کہ غیر واقعہ طور پر مصنف نے ظاہر
 کیا ہے۔ اگر یہ سب حقیقت واقعی پر انجان طلباء مطلع ہوئے! اور اسی
 مرقع سے وحشت و بغل ہو گئے۔ تو ممکن ہے کہ ان کے پرکار خیال مرکز صبح سے
 سٹ کر کسی ایسے نقطہ پر پہنچ جائے! جو تا باب جنت پہنچانے میں کوئی رکاوٹ
 پیدا کرے۔

اس لیے یہ چند سطور لکھی گئیں! اور نظریہ مناسبت موقعہ نام ان اوراق کا
 حقیقت الصدیق ارکھا گیا! - امید ہے کہ طلباء مدرستہ العلوم و دیگر حضرات
 جن کی نگاہوں نے معانی (سیرۃ) مذکورہ صدر کو بہ طرز محبوب و دلچسپ حیرت کی خیمہ
 سطور پیش کردہ پر بھی نظر فرما کر حضرت انصاف سے فیصلہ طلب ہوں و التوفیق الابرار
 مضمون ریویلو قابل مصنف نے حب صراحت بالا اتہدائے کلام میں ارشاد
 فرمایا ہے کہ مولوی ضیاء الدین صاحب نے ان کو اس طرح
 لکھا کہ وہ ازمنہ ماضی کے مشاہیر کی مروجہ نامی کے حالات قید قلم میں
 لائیں! اور ناواقف طالب علموں کی معلومات میں اضافہ پیدا کریں! یہ تعیل ارشاد
 موصوف صدر انھوں نے حضرت ابو بکرؓ کو انتحابی مہر دیگر قرن اول کے سمانور
 سے اس طرح منتخب کر لیا کہ جیسے گلچیں پہلوانی سے پھول چن لیتا ہے۔

افسوس ہے کہ لایق مصنف نے اس گل شاہ کو صرف دُور سے دیکھا
 ناک لگا کر نہیں سونگھا! کاش ایسا کرتے تو ان کی قوت شامہ بوجہ خوش دماغی

اساس کر لیتی کہ یہ گل خوش رنگ کوئی خاص خوشور کہتا ہے! یا سدا بہار گلستا
کی طرح ہم بے سنی کا مصداق ہے! انشاء اللہ کچھ حوالہ کتب معتبرہ دکھلایا جائے گا
تو مصنف نے انتخاب میں غلطی اٹھائی ہے! اُن کو اپنے مذہب کی کتابوں کے
مسلمانین پر اطلاع نہیں ہے! اکاش وہ باریع النظر ہوتے تو کبھی اس پھول کو سرسبز
نہ دیکھتے! اگر پہلی پہل باغ اسلام میں یہ گل نہ کھلتا تو کوئی خرابی نہ ہوتی!
مسلمانوں کے دلوں میں جو ایسے کاری اور گہرے زخم لفاق و شقاق کے
سے ہوئے ہیں! جن کا اندامِ پنبہ لفاق سے تا قیام قیامت نامکن ہے
اُن کا باعث یہی گلِ خود رو ہے! جو کہ خلافتِ موسومِ زبیب وہ باغِ سلمانی ہوا
دیکھو نہد وستان کے سرد فترِ عقلا و اکثر کید مروجہ نے تہذیبِ الاخلاق
میں صاف کھدیا ہے کہ اگر مسلمان عقل سلیم سے کام لیتے اور توفیقِ ایزدی اُن کے
شامل حال ہوتی تو بعد آنحضرتؐ امامِ حسن علیہ السلام کو جو کہ مالکِ ملکِ اسلام کے
دارِ ثبوتِ حقیقی تھے مسندِ خلافت پر بٹھاتے اور سب ریل و گیل کر نیک بینی سے اُن کی پیشکش
میں بطورِ کونسل تہات اسلام کو انجام دیتے تو کبھی کوئی مضدہ برپا نہوتا! سیدِ مغفور
کا ارشادِ بزرگانِ حال بتلا رہا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت برہم زن شیرازہ اسلام
ہو گئی!

شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحبِ ہلوی کتابِ فرائضِ الحقوق و اہانتِ الائمہ
میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر صاحب کا تختِ حکومت پر قدم رکھنا اس سرے سے اٹل سرے
تک اسلام کا خاتمہ ہو گیا۔

ان دونوں بزرگوں سے بالاتر طبقے کے علامہ تہرستانی کتابِ مل و دخل میں
لکھتے ہیں کہ جس قدر جو یزیدی مسلمانوں میں سلسلہ خلافت پر ہونی اتنی کسی مسئلہ پر
ہمیں ہوئی! یہ بجز بھی صاف صاف کہہ رہی ہے! کہ اسلام کا اہم اور نزاعی معاملہ
خلافت ہے! اور وہ ایسا پیچیدہ واقعہ ہوا ہے کہ تفسیرِ مخالفت کبھی وقتِ پیام
ہوئی۔ چونکہ گوارہ خلافت میں سب سے اول اشراعت فرما حضرت ابو بکرؓ ہوئے

ہیں۔ ابتداً بلادِ قسطنطنیہ کی جگہ غلامیوں کی مضبوط جڑ اُس ہی گہر میں قائم ہوئی
میں استارہِ آئینہ بہ تفصیل دکھلاؤں گا کہ تمام مفاسد کا منبع حضرت مدوح
کی خلافت ہی ہے۔ اذی علم مولف نے چند باتیں پیش نظر فرما کر حضرت ابو بکر کو
اپنی کتاب کا ہیرو قرار دیا ہے۔ ۱۔

اول یہ کہ قرنِ اول میں باتفاقِ اہلسنت و اجماع وہ بزرگ افضل امت
کی ذات گرامی میں کچھ ایسے اوصاف جمع ہو گئے تھے جو دین و دنیا کی سہرا
کے لئے کافی تھے۔ اُس دور کے مسلمان خاص اسلامی تعلیم کا اذن تھے! وہ
اُن بیات سے محفوظ تھے جو کہ مسلمانانِ مابعد کے لاحق حال ہوئیں! اُس وقت
کے مسلمان بہترین پھر اسلام تھے! اُن کی پیروی ہر مسلمان کی ہر ایک انسان
کو سزا مستقیم کا پتا بتانے والی تھی!

دوم یہ کہ امتِ محمدی میں ابو بکر ایسے جامع کمالات تھے کہ بہ اعتبارِ خوش دہ
و صدق شکاری وہ "ریقِ اکبر" ایسے ممتاز خطاب سے عزت حاصل کئے ہوئے تھے
سوم یہ کہ اُن کی سیرت کو واجبِ عمل و قابلِ تقلید سمجھ کر کتاب کا نام سیرۃ
الصدیق تجویز کیا گیا! مناسب موقع سمجھ کر بشرِ توضیح مطالب، اس باب میں امور ذیل
نتیجہ طلب کئے جاتے ہیں۔

اول یہ کہ کتب صحاح میں مسلمانوں کی تعریف کی گئی ہے اور جو صفت و علامت
کہ مسلم کے لئے بیان ہوئی ہے وہ حضرت ابو بکر کی ذات سے کہاں تک علاقہ رکھتی ہے
اور سوائے حلیفہ اول حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان و دیگر صحابہ ممتاز بن جو کہ
حضرت ثلاثہ کے معاصر اور اُن کے اشال و اقربان تھے اُن کو اُن صفات میں کہاں
تک حصہ ملا ہے۔

دوم یہ کہ جب خیالِ مصنف زمانہ ابتدائی کے تمام تر مسلمان اچھے تھے اور عہدِ
کردار حسنہ وہ اُن بڑائیوں سے بالکل پاک و صاف تھے جو کہ مسلمانانِ مابعد سے ظاہر
ہو کر بدنام کن اسلام ہوئیں۔

سوم یہ کہ حضرت ابو بکر بہ اتفاق جمیع اہل سنت افضل امت مانے گئے ہیں
چہارم یہ کہ حضرت ابو بکر و دیگر صحابہ رسول شل حضرت عمر و غیر اُن براہوں و
بالکل پاک و صاف تھے اِجو کہ مسلمانان مابعد سے لہو پذیر ہوئیں۔

پنجم یہ کہ اُن کی سیرت ایسی اچھی اور مقبول زمانہ تھی کہ اس پر عمل کرنے سے عامل
راہ نجات پا سکتا ہے۔

ششم یہ کہ امت محمدی میں حضرت ابو بکر صدیق اکبر ہیں ایا کہ سوائے اُن کے کوئی
اور شخص اس خطاب جلیل کا حامل ہے۔

مختم یہ کہ کتاب کا نام جو سیرۃ الصدیق رکھا گیا ہے یہ باعتبار واقعہ صحیح ہے۔
انشاء اللہ ہر صفت امور مصرعہ بالا کو یاں تفصیل بیان کیا جائے گا کہ اہل دانش کا دین
رسائش کے مابنے پر تیار و آمادہ ہو جائے گا اور مصنف صاحب پیچہ جو غلطیاں کی ہیں
اسکی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔

مفتی اول اکتب صحاح میں اسلام کی کیا تشریف کی گئی ہے اور جو صفات و
علامات کہ مسلم کے لئے بیان کی گئی ہیں اُن میں حضرت ابو بکر و دیگر

حلفاء کمان تک حصہ دار ہو سکتے ہیں۔ الی اخرہ

واضح ہو کہ جلد اول بخاری شریف مطبوعہ کان پور کے باب الایمان میں صفحہ (۶)
پر لکھا ہے المسلم من سلم المسلمون عن یدہ ولسانہ یعنی مسلمان اُسکو کہا جائے
گا جس کے دست و زبان سے مسلمانوں کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ یہ تنبیہ نہایت وسیع
میدان کہتی ہے۔ تمام کتاب کے خاتمہ پر اس کا نتیجہ برآمد ہو گا اور ناظرین کو
علوم ہو جائے گا اِکہ حضرت ابو بکر و نیز اُن دیگر حلفاء کے ہاتھ سے جو کہ بعد اُن کے
امال کن مستند اسلام ہوئے مسلمانوں کو کس قدر نقصان پہنچا اور اُن کے ہاتھ۔ اُن
زبانیں و دونوں مسلمانوں کے لئے کس درجہ مضرّت رسان ثابت ہو گیا جو تشریف
کہ امام بخاری نے مسلمان کے لئے قائم فرمائی ہے۔ وہ بہت درست ہے۔

لیکن حضرت عمر و ابو بکر و غیر ذلک وہ کسی طرح منطبق نہیں ہو سکتی اِجمیع تحقیقات کے

نتائج پر قابل طلباء مدرسہ نظر فرما کر خود جانچ لیں گے کہ جو دستِ قلم تاج امام بخاری نے
 نے مسلمانوں کے لئے نیا یہ ہے وہ کسی طرح ثلاثہ کے گول سر میں پر ٹھیک نہیں لگتا
 تنقیح دوم | سب خیال مصنف رہا نہ زمانہ ابتدائی کے تمام تر مسلمان اچھے تھے
 اور یہ اعتبار کرنا درست نہ ہے ان برائیوں سے بالکل پاک و صاف تھے

جو کہ مسلمانان مابعد سے ظاہر ہو کر بدنام کنندہ اسلام ہوئے !
 روشن خیال مصنف نے جو قرون اوکے کے مسلمانوں کو مبتلا بد دیگر قرون اچھا بتلایا
 ہے اس میں غرض طلب یہ بات ہے کہ (قرن اکس کو کہتے ہیں) اکبریم اللغات کے
 دیکھنے سے معلوم ہوا کہ (قرن) کی تعداد کم از کم بیس سال اور زیادہ سے زیادہ ۵
 سو برس ہوتی ہے

پس صحابہ رسول کے حالات پر نظر کرتے ہوئے لازم آیا کہ ہم ان سربراہان
 اہل سنت کے حالات کی جانچ کریں جو کہ قرون اولیٰ میں آیا کہ کرام و تابعین عظام
 میں شمار ہو کر عند السیئہ اسلام کے رکن رکین سمجھے گئے ہیں ! قرن کی چھوٹی تعداد
 یعنی بیس سال میں حضرات ثلاثہ زیب و زینت اسلام ہوئے ہیں اور بڑی مقدار
 میں دیگر بزرگوار جن کا شمار تابعین میں ہے۔

واضح رائے ارباب نظر ہو کہ اچھے اور بُرے آدمیوں کا ہونا کسی زمانہ پر
 موقوف نہیں ہے ! اختیار و اثر اس سے پہلے کوئی وقت خالی تھا نہ اب ہی نہ آئندہ
 ہوگا۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ بعض اوقات میں ایماندار زیادہ اور بے ایمان کم
 یا اس کے خلاف ہوتے رہے ہیں

حضرات اہل سنت کا مقولہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے رخی القرون قرنی یعنی بہترین
 قرن میرا زمانہ ہے !۔ اگر فی الواقعہ حضور نے ایسا ارشاد فرمایا تو اس کی کھلی ہوئی
 وجہ یہ ہے کہ حضور پر نور کے وجودِ دنی وجود سے اس وقت خلافت مستفید ہوتی تھی !
 فرشتگان ملا و اعلیٰ نزول فرمائے خاکدانِ عالم ہوتے تھے ! احکام باری برائے
 وحی حق نزول فرماتے تھے ! آپ کے جلالِ مبارک کی زیارت سے لوگ بہرہ مند ہو کر

سعادت و ارباب حاصل کرتے تھے! اسلام چادر رحمت کی طرح سطح زمین پر پھیل رہا تھا
 اطراف و جوانب کے کفار مخدوّل و مشکوّب ہو کر بانی اسلام کی عداوی کا مقصد لگے میں
 ڈالے ہوئے سر تسلیم خم کے اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے کے لئے تیار تھے۔ اعراب کے
 نمائندہ اور سرداران قوم و قبیلہ آیات برات کے احکام سخت و شندیدہ کی بجا آوری
 پر آمادہ تھے۔ دین خدا میں فوج فوج کفار داخل ہو رہے تھے! بلاد کفر جولان گاہ چلنا
 اسلام بنے ہوئے تھے! ہر طرف دین محمدی کے ڈنکے بج رہے تھے! آنحضرت کے نام
 مبارک کی ہیبت و صولت سے سارے دور دراز کے بت پرست مثل بیدرز اس تھے! لشکر
 سر و بورد۔ بٹھانے و بران۔ اور پشت دما ت کے بت (کابج کی چوڑی) ہمیشہ جگمگ خرو
 کی طرح ریزہ ریزہ ہو رہے تھے! پیاپے معجزات سے کفاروں کے دل فرط حد سے
 مثل خانہ زبور سورخ دار بنے ہوئے تھے! کلام الہی کی فصاحت و بلاغت سے جبرائیل
 ہونڈھوئے عرب و بلخائے حجاز مثل قرآن ایک جملہ بنانے سے عاجز و سر در گریبان
 ہو کر غایت الضافت سے بول اُٹھے (ما ہذا قول البشر) کہ یہ بشر کا کلام نہیں ہے! اطراف
 عرب میں اللہ اکبر اللہ اکبر! اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ
 کا آواز بلند تھا۔ حضرت اور ان کے مقدس گہرانے کے لئے قدرتی باد درجی خانے سے
 مائدہ منت اُترنا تھا! مقربان بارگاہ ایزدی آنحضرت کے نواسوں کا گہوارہ ہلاتے
 تھے! بنی کی راجت جان کو آسبا گردانی میں مدد دیتے تھے۔

لیکن با ایہمہ یہ ضرور نہیں ہے کہ اس قرن میں جتنے بھی مسلمان تھے سب ہی کو
 ایمان ایمان کا آفتاب سمجھ لینا چاہئے بد و نالایت ہر جنس کے آدمی ان میں شامل تھے
 بار کے ساتھ اشتراک ہی کہتے۔ چونے کی کلبوں کی طرح ایک دوسرے کا پہلو دلبہ ہوئے تھے
 ان کے لئے قرآن شہادت دیر ہے! اعراب اشہد کھڑا و فقا اشدائے اسلام میں
 ان طرح کے مسلمان تھے! ایک تہا جردوم انصار! سوم وہ جو کہ ان دو کے علاوہ مسلمان
 ہوئے انہیں کو مومن و منافق و منافقہ القلوب بھی کہتے ہیں۔ ان سب کی تریف اور
 زست میں اکثر آیات قرآنی وارد ہوئی ہیں! تمام قرآن پر نظر کی جائے تو تقریباً

جہوں میں عتاب و وعید شدید کی آیات زیادہ برآمد ہوگی۔ مثلاً دو چار آیتیں
 لکھے دیتا ہوں! اگر موسیٰ کی قاتل میں (رضی اللہ عنہم ورضوعنہا) وغیرہ وغیرہ آیا
 تو منافقین و شاکین و مرتابین و مذہبین و مولفۃ القلوب و عام کارسلمانوں
 کے باب میں ایضا دعوت اللہ والذین آمنوا و ما یجدون الا الضمیر اور
 رہنمائی میں پرید الدنیا و منکم میں پرید الا حق و غیرہ درج اوراق قرآن
 ہے اس زمانہ کے بہت سے آدمی گو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے مگر بطوں اُن کے چوک
 کفر و مشرک سے اتودہ تھے جب حضرت کے سامنے آتے تھے تو مکاری سے حضور
 حضور سرکار۔ سرکار کہتے تھے اور اپنے مجمع میں بھیجے کہ آنحضرت اور اُن کے فاضل
 الایمان رفقا کا مذاق اڑاتے تھے! سورۃ منافقوں اور بالخصوص اُس میں کی
 یہ آیت (اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انک لورسل اللہ واللہ یعلم انک
 لورسلہ واللہ فشهد ان المنافقین لکاذبون) تحریر بالمالکی پوری تائید کرتی ہے
 دیکھو حدیث نے اکی مختصر جملہ میں اس کا فیصلہ کر دیا ہے (یقولون یا فواہم مالیس
 فی قلوبہم یعنی اے ہمارے حبیب تمہارے ہم نشین جو زبان سے کہتے تھے اُس کا اُتران
 کے دلوں میں کچھ نہیں ہے۔ اپنی حرکات مکاری سے اسلام کو تو ظاہر کرتے ہیں
 مگر کفر و نفاق کو دل میں لے ہوئے ہیں۔ ان کا کوئی اعتبار نہیں جو جن لوگوں کی مدت
 وارد قرآن ہوئی ہے اور خلی شان میں سورۃ منافقوں و دیگر عتاب آمیز آیات
 کا نزول ہوا وہ ملک عرب کے کفار نہ تھے بلکہ قرن اول کے جن کو ذی علم و بصیرت
 نے انتخابی بن کر دیا ہے ایسے مسلمان تھے جو کہ نماز گزار و روزہ دار ہو کر چھا دوں
 میں شرکت کرتے تھے اور صحابہ محمدی کے ذی عفت و شرف سے ممتاز تھے جن وجہ
 سے کہ اسلام کا ابتدائی زمانہ مدوح چھا گیا ہے اُس کے سبب وجہ جبر اول
 عرض کر چکا ہے کہ وہ تمام تر خیر و برکت آنحضرت کی وجہ سے تھی۔ پس اس بات کا
 بدل اعتقاد رکھنا ہوں (سابقین لسا بقون الاوتون من المهاجرون و الانصار
 و آئہ و لسا بقون لسا بقون اولئک المقربون) و دیگر آیات جن میں سمانہ مذکور

مدح بیان کی گئی ہے! قرن اول کے مسلمان دیگر اوقات کے اسلام لانے والے
 سے ممتاز تھے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اُن سب کو پیشوائے دین و اویہت مان لیا جائے
 اُن میں ہر جنس کے لوگ موافق و منافق موجود تھے! الہام میں تا قیام قیامت جس قدر
 حسانت و اعمال خیر ہوں گے اُن سب کے مضبوط پڑاؤی قرن یا قرون متعلقہ و مابعد میں
 قائم ہوئی۔ علی ہذا جو برائیاں کہ کشاں کشاں کلمہ گوہوں کو کچینج کر جنم میں لے جائیں گے
 اُن سب کا بیاد ہی بقیہ بھی انہیں از منہ میں اُن ہی نام کے مسلمانوں کے ماتھے سے رکھ لیا
 مسلمان موجودہ الوقت سے ایک طبقہ (سنی) اُن لوگوں کو جنہوں نے ایک ساعت کو
 لئے حضرت کو دیکھ لیا صحابہ کبریا پر بی گناہوں سے دیکھا تھا ہے اور اُن کی فہرستوں
 اور ناشائستہ حرکات کو محمول بہ خدا سے اجتناب اور کئے (الصحابۃ کلمہ عدولی) کا
 وظیفہ پڑتا ہے کسی کے فضل پر خضر ہونے سے۔ یہ کامیاب گئے اور لے ہے۔ اور وہ
 گروہ سنی درجہ کا ذی شرف و با وقفت اسی بنامست کو بلا سکتے! جس نے اپنے وقت
 حکومت میں مقبوضات کفار کو حکومت اسلام کے نشے میں شل کر لیا تھا! خواہ وہ
 خاسق ہو یا نیک بخت!

دوسرا طبقہ (غنیہ) کہتا ہے کہ محض حضرت کے دست حق پرست پر بیت کرنا اور
شریک جہاد و نماز ہو کر شریعت ظاہری پر نظر اریا بظاہر میں عامل ہونا اور
عظیم محاکمہ خلق کو نیاہ ویرا دکر یا زبردستی لوگوں کے منہ میں گوشت کا پھا دیدینا
کا فی نہیں سمجھا گیا۔ جو لوگ ایسا کرتے تھے ان میں حکم رد قلبیل من عادی شکور
اچھے کم اور ناہنجا زیادہ تھے۔ بلا بیان صحیح و علی نیک محض حضرت کا دیکھنا
کوئی شرف نہیں پیدا کر سکتا اسی واسطے ملا بائی نے فرمایا ہے بیت
ہر کہ را رویہ پیو دنداشت دیدن روی نبی سود داشت

۱۲۴۲۲) سطر نیز عبادت ہی صفحہ ۵ پر لکھا ہے کہ جو سلطان رسول کے محال مبارک کی زیارت سے شرف ہوا وہ محالی ہے لے صحابہ سب عادل ہیں ۴

دیکھا ایک سنگڑ کے لئے حکم ہوئی سے مخالفت نہ کی! رسولؐ نے جس بات کا حکم دیا
 اُس پر عمل ہی۔ جس سے روکا اُس تاہ پر کبھی قدم نہ رکھا۔ جہادوں میں شریک رہ کر
 وادہ روانگی دی۔ کفار کو مار لیا ہر سے۔ یا خود زخمی ہوئے۔ اپنے دلی نعمت کو
 نزعہ اعداء میں تنہا چھوڑ کر میدان سے نہ ہٹے۔ حضرت کو بنی رخن سمجھ کر کبھی نہ لگا
 بہ نبوت ہوئے۔ ان کے اقوال و افعال پر گاہے اعتراض نہ کیا۔ نہ کسی گستاخانہ
 لہجہ میں پیش آئے۔ حضرت کی حالت صحت و مرض کو یکساں سمجھا۔ فرقانِ حمید کے
 سامنے دیگر کتب مشورہ و نصیحت و عینہ کو کبھی فوق نہ دیا۔ اطاعت و درماں برداری
 سے حضورؐ کو خوش رکھا۔ خدا و رسولؐ کی رضا مندی کا نوشتہ لئے ہوئے ہفت
 فرمائے عالم بقا ہوئے۔ بعد آنحضرتؐ تک حدیثِ ثقلین و دیگر وہاں سے سرور
 عالمِ مہیبت رسولؐ کو آفا اور اپنے آپ کو غلام سمجھا۔ خدا و ان رالت کو اپنی
 خوش کرداری و سعادت شکاری سے رضا مند رکھا ایسے بزرگوار حقیقہ کاملہ میں
 جو کہ تہذیبِ انسا جدید کی دعاؤوں کا مجموعہ ہے (احسن التکلیف) بہا کا مرصع تاج
 اپنے سروں پر رکھے ہوئے ہیں! اسی واسطے ایک معزز شاہ نے لکھا ہی "سلام
 اُن پہ اُس کے جو صحابہ تھے: وہ اصحاب کیا ملک! احباب تھے: خدا اُن سے راضی
 رسولؐ اُن سے خوش: علیؑ اُن سے راضی قبول اُن سے خوش
 طلبے علیؑ گدہ کاج اور دیگر کاجوں۔ اسکو لوں کے روشن خیال و جواں
 سال اطر کے چنگِ علامہ مغربی و مشرقی سے آراستہ ہو کر حق پسندی کا فخر حاصل
 ہوئے ہیں اور بقابلہ انصاف و مہذب مذہبی و مہذب و ہری کو اخلاقی جرم سمجھتی ہیں
 ہے کہ دونوں طبقوں کی افراد غلامِ مہذبہ پر نظر فرما کر فیصلہ دیں گے۔ کہ
 اُن کے لئے کس طبقے کے لوگوں کی سیرت سبق آموز مہیبت ہو سکتی ہے۔ جس نزل
 کے نقش قدم پر چپنے کیلئے نازک خیال مصنف نے اطفال بالغ الراء کو تیار کرنا
 چاہا ہے۔ وہ دراصل اُن صفات کے حامل نہ تھے۔ جو کہ اُن کی ذات سے لائق
 گئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کی ذات مجتہدہ صفات سے جو معاملات علی صورت میں آئے

ان کو فردا خذ احوالہ قلم کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ صرف دو چار باتیں بنظر
آگے طلبائے درستہ اعلوم پہنچے دیتا ہوں

جبکہ حضرت اول کے سر مبارک پر پیچوں نے آقہ پاک و نبوت کی دستار خلافت عجب
لیج کر باندھ دی تب عام طور پر بیعت کے لئے دیکر دیکھا، شروع ہوئی اکثر نے بہ رغبت
و بعض نے بہ خوف آبرو و کراہت کے ساتھ اپنی خلافت کو تسلیم کیا۔ مگر خاندان بنی
ہاشم سے کسی نے ان کی خلافت کو نہ مانا اور حسب روایات اہل سنت بشرکت زبیر و
طلحہ و دیگر صحابہ و بنی ہاشم حضرت امیر کے گھر میں مشورہ ہوئے لگا کہ ابو بکر صاحب کو
تخت خلافت سے اتار دیا جائے! حضرت اول نے بہ بیعت (تخت) علام خود خلیفہ
دوم کو بھیجا کہ اس ناجائز جمع کو پریشان کر دو اور بائیان کمیٹی کو پکڑ کر دار
الامارۃ میں بیعت کے لئے حاضر کرو! ابن زبیر نے بہادری سے آگ اور ٹکڑیوں کے دروازہ
جناب سیدہ پر جلوہ افروز ہوئے اور بہت تیز اور خشناک لہجہ میں چیخ کر فرمایا کہ
اے بنت رسول ابن بد معاشران امت کو جو کہ کتاب سلام کے شیرازہ خلافت کو توڑنا چاہتے
ہو! پھر گھر سے نکال دو نہ ملائی قسم میں لگا کہ پھر ایسا نہ کرو گا اور بقاعدہ ارشاد حکم دے گا کہ تم اچھوڑا ہو گے
و لیکر جناب سیدہ نے جو کہ فراق پدری کے صدمے سے یم مردہ و زخمہ درخور ہو
رہی تھیں ابہ آواز خیف و ضعیف فرمایا کل کی بات ہے کہ تم میرے باپ کی بیوی
اٹھاتے ہو۔ آج تک یہ جرات ہو گئی کہ جس گھر سے اسلام سیکھا۔ جس دستار
کی بدولت غریب امیر بنے۔ حار و ذلیل مرتے سے اوج عزت پر پہنچے اٹھی ہے
پھوکنے کو آتش بدست ہو کر مجھ رنجور و غمگینہ و پدر مردہ کو دھمکانے لے ہو متفقہ
مقام یہ تھا کہ جناب سیدہ فرمائیں کہ لے عمر یہ گھر معمولی گھروں میں نہیں ہے یہاں
فرشتگان آسمانی وحی لیکر لے ہیں۔ میرے پدر بزرگوار نے ناز و تجر اکثر اسی گھر
میں پڑھی ہے۔ حور یہ جنت حنین کی تقریب ولادت میں مہمان زچہ نازان
انجام وہی کو اسی جگہ آئی ہے۔ بنی کے نواسوں کی گوارہ جنبا نی سیریل علیہ السلام
نے اٹھی لٹے پھوٹے گھر میں کی ہے۔ میری راحت رسانی کے لئے سراپیل

جس چلی کر دوش دی ہے وہ سبھی گہرے کونے میں رکھی ہوئی جن حسین کو سوکھنا کا نہ ہی
 پرچہ صاعے تھی جلی زبانی شہر طبع چوستے تھی بخشی سواری کا حضرت ادرٹ بنو تھی وہ
 میرے پہلو میں بیٹھے ہوئے اپنے گہرے کونے میں ہیں اگر اس گہرے گہرے الگ لگا دی تو اہانت
 رسول خدا صانع ہو جائے گی اور میں کہیں کی تر ہونگی۔ مجھے عزیز کو نہ تاؤ۔ خلافت
 امارت حکومت فردت سب نیکو مبارک ہو میری طبیعت میں دعا فریب باطل نہیں ہوا
 ظاہر و باطن ایک ہے میرے گہر میں تنہا ہی مخالفت کا کوئی انتہام نہیں ہوا کیونکہ علی
 کو جی حکم دے گئے ہیں کہ صبر کے گہر میں بیٹھے رہنا اپنی میراث کو لئے ہو کھینچنا اور آفت نہ
 کرنا وہ حرب صیبت بنو شکیبانی کا بہاری پتھر سینے پر رکھے ہوئے کتاب خدا کو جمع کر
 رہے ہیں۔ عمر صاحب جو سیدہ کو جواب دیا اس کے کہنے سے زبان قلم پر چلے پڑتے ہیں
 عاقبت جو شہر سے بڑھ کر ہو کر کہیدیا کہ مع حسین کے یہ گھر جدا دیا جائے گا اس معذی اور
 شکن گئے جو قلب سیدہ پر دم نہ بچایا ہو گا اولاد کا جو ب جلتے ہیں حضرات اہل سنت کی (۱۷)
 تھا بویں یہ واقعہ ہوئی بادوح ہی از الہ انھا مولفہ شاہ ولی اللہ کے مقصد دوم میں۔
 بذیل امرا ابو بکر اس کا ذکر موجود ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ کے باب ہم میں طاعن
 عمر کے موقع پر پھر پھر کر کے بالآخر یہ فیصلہ کیا ہی کہ عمر نے فاطمہ کا گھر چلایا نہ تھا صرف وہی دی
 تھی۔ لیکن اگر وہ چلا بھی تے تو ما جو دشتاب ہوئے کہ معنوب مغضوب جن کتا بوں میں واقع
 ذی کا دوح ہونا میں نے بیان کیا ہے ان کتا بوں کے نام مع عبارت اک اردو میں
 جہاں نام (النار الحاطہ) بقاصد اوراق بیت فاطمہ ہے ملاحظہ فرمائیں جناب مستطاب
 علی القاب عالم کامل شکلم بے بدل ابید مولوی حکیم سید معرب علی خان صاحب عمیر راہہ ارسطو
 جاہ جناب مولوی سید رجب علیخان مرحوم میں جگہ اوس ضلع اودیانہ نے تشریف لٹا من سے
 اردو میں ترجمہ کر کے بطع مع البحر میں چھپوایا ہی ملا دہ رہیں۔ یہ مستطاب علی القاب
 اوشخ ذاکر حسین صاحب لائق انگریزی و دہوی نے جن کا دو شکمہ دہلی میں کلاں محل کے متصل ہے
 ایک رسالہ خاص اسی بحث میں ترتیب دیکر دفتر اصلاح کچھ ضلع ساران میں بطع کرایا ہے جس کا
 نام النار الموقدہ ہے اس میں موصح الشان نے اُن علمائے اہل سنت کے نام مع کتاب و
 عبارت عربی و ترجمہ لکھائے ہیں جنہوں نے اس موذی واقعہ کو بیان کیا ہے مصنف ہر
 نے سو علمائے اسلام اُن مورچین ملک یورپ کے بیانات ہی حوالہ قلم کئے ہیں جنہوں نے اپنی
 تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے چونکہ مدرستہ علوم کے کچھانہ میں انگریزی تاجیوں کا رٹو حیرہ

طبعاً عالی قدر، ماضیہ برہا کر الماری سے کتابیں نکالیں کتب ذیل کے معاینہ ہوئیں
 دافع ہو جائے گا کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے کے اکلوتے بیٹے کے گھر جانا کیا کنز و جہ کی خدمت
 و عطا سے اتہام فرمایا تھا۔ اٹھائے کتب نور و نوحہ انگریزی جن میں حضرت ابو بکرؓ کا
 خانہ سیدہ کے چھوٹے بیٹے کی کتب حکم دیا جانا بھلا ہے،

(۱) گین۔ ڈکٹین۔ آئیڈیل فال آف دی رومن اپارٹمنٹ مطبوعہ فریڈرک وارث آئیڈیل
 کمپنی لندن جلد سوم صفحہ (۵۱۹)

۱۲) واشنگٹن آئیروک۔ سسٹمز آفٹنہ مطبوعہ جارج بل انڈینڈن (۳) اکی مٹی
 صفحہ ۸۲ زمانہ حال کے عقیق کمال مولوی شبل صاحب اپنی مشہور تصنیف الفاروق میں عقیق
 کو کہ عقیقہ عیدین فرماتے ہیں (صرف ہونے شیم اپنے ادعا پر دیکھ رہی اور حضرت فاطمہؓ کو گھر
 میں وقتاً فوقتاً جمع ہو کر مشورے کر رہی تھیں) حضرت عمرؓ نے بڑا اُن سے بیعت یعنی چاہی
 لیکن ہونا شتم حضرت علیؓ کے سوا اور کسی کے اُن کے نہ سر جھکا سکتے تھے اسی آخرہ میرزا جیرت دہلوی
 نے ایک کتاب سہمی یہ خلافت بیخین بھی ہے اسکا جواب جیرت نے سہمی بہ دلیل آخر میں لکھا
 کیا ہے مرزا صاحب موصوف نے روضۃ الاحباب کے اس مقام پر کہا کہ اُن کے تعلق سے بیعت مقرر
 سے ہے اور وہیں ترجمہ کیا ہے معنون نہایت طویل ہی اسکا خلاصہ لکھتا ہوں جبکہ جناب میر
 دریا بہت ابو بکرؓ گفتگو ہوئی تو ہاۓ خراپے یہ جواب دیا کہ میر تقی میرؒ نے یہ جواب لکھا
 جابین جان ہی مطالب خلافت کو دست کن ہو گا علیؓ گدہ کا بیج جس جس نے بیعت لکھی
 کو کتب و طوافت کے بتے میں مذہبی و دنیائی کتاب سجد کر بجا طاعت رکھا ہی میں جنابی ہاتھ دراز کر کے
 اُن کا دامن پکڑ کر پوچھتا ہوں کہ جس کلمہ کو تم صبح اٹھ کر پڑھتے ہو اُسی کی قسم لکھا کہ جواب
 کہ ایسے شخص کو کہ جہاں تک وہ جہاں مل ہی جتے اپنے ولی نعمتی کی بیعت کو جبکہ وہ فرس و زار
 بیٹھی ہوئی اپنے باپ کو رو رہی ہو۔ اُن کا سگتا ہوا اہل اوکڑیوں کا ہمارا د کہا کہ یہ کہا
 کہ تم جباری عایا ہو نہ کا اقرار کرو ورنہ تمہارا گھر تباہی اور لا دیکو جلا دیں گے

اے مسلمانو! لیکن باقی پچھ فرس کر دو کہ اگر تم اس وقت موجود ہو تو اور شل حضرت عمرؓ صدیق
 اکبرؓ کو حکم دیتے کہ تمہارے بیعت کو غلط سمجھنے لاؤ اگر انکار کریں تو اُن کا گھر جلا دو چھوڑ دو
 پچھو پچھو نہ کہ تمہارا اسلام اجازت دیتا کہ اپنے بیٹے کی بیٹی سے یہ کہتے کہ لے
 فاطمہؓ جم تبار اگر مع تبار سے فرزندوں کے چھوٹے ہیں گے۔ اگر تمہارا ایمان ایسے
 اور اوسے سے روکنا تو سمجھو کہ حدیث کی سیرت ہی حسیہ ہی کہ جس پر عمل کرینو تو ایمانی رہیں

مشہلی صاحب کا یہ فقرہ کہ عرب نے بزورِ اُن سے جویت یعنی چاہی دوبارہ پڑھ کر سمجھو کہ وہ زور کیا تھا۔ وہ زور ہوائے گھر پھونچے یا گھر پھونکنے کی دھکی دینے کے اور کچھ نہ تھا۔ جویت ہمیشہ بہ رغبت ہوا کرتی ہے اس میں حکمِ آیہ قرآن میں لا اکواہ فی الدین جبر و تعدی کو مطلق دخل نہیں ہوتا اگر حسبِ زعمِ اہل سنت جناب امیر نے خلیفہ اول کی محبتِ عمر صاحب کے دباؤ سے کی ہو تو کیا انکو صحیحِ جویت مان کر یہ اعتقاد کر لیا جائے گا کہ علیؑ نے ابوبکر کو بنی کا سچا جانشین مان کر امورِ دین میں اُن کی اطاعت اختیار کی تھی۔ نہیں ہرگز نہیں حضرت ابوبکرؓ کے اجلاس سے پہلے کچھری میں جو بصیفہ نو جداری وارث جاری ہوا وہ یہی تھا کہ جس کی تعمیل کو نول شہر بن کر حضرت عمرؓ نے کی تھی۔

دوسرا مقدمہ دیوانی کا دکھانا ہوں جو کہ رشتہٴ مقدمات میں پہلے نمبر پر درج ہے حضراتِ اہانت کی (۲۷) کتابوں میں جن کے نام مع عبارتِ تشییم المطاعن میں درج ہیں لکھا ہے کہ اول جناب سیدہٴ حضرت ابوبکرؓ کے اجلاس میں جبکہ انھوں نے فاطمہؓ علیہا السلام کے کارندے کو فدک سے نکال دیا تھا۔ یہ محبتِ پیش کی کہ بابا مجھ کو یہ علاقہ ہیہ کر گئے ہیں (چونکہ ابتدا سے اسلام میں جنابِ معصومہ کی والدہ حضرت ام المومنین خدیجہ کا روپیہ جس کی تعداد کثیر تھی تجہیزِ جوشِ اسلام و دیگر ضروریات میں صرف ہوا تھا۔ لہذا حضور نے ہل جزاء الا حان الا الحان خدیجہ صاحب کی بیٹی کو اس کے معاوضہ میں غالباً یہ عمل ہیہ کیا تھا) روزِ ہیہ سے میں برابر اس پر قابض ہوں۔ خلیفہ صاحب نے ہیہ نامہ کے گواہان حاشیہ طلب کئے۔ حضرت امیر و امین و ام ایمن و ام کلثوم نے گواہی دی مزید برآں بروایت مقصد اقصیٰ وہ نوشتہ بھی پیش کیا جو کہ حضرت نے ہجرت فرمایا تھا حضرت ابوبکرؓ نے شہادتِ ناکافی مجھ کو مقدمہ فاسح کر دیا۔ تذکرہ خوارس الامین سلطان جوزی و غیرہ علمائے اہل سنت نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابوبکرؓ نے فدک کی بحالی و واکذاشت پر اپنے اجلاس سے ایک وثیقہ لکھ دیا تھا۔ جس کو حضرت

عمرتے یا نبی کے خلاف سمجھ کر لعنہ بیدری چاک کر دیا تھا چونکہ ابوبکر خلافت
 رائے عمر کچھ نہ کر سکتے تھے کیونکہ وہ ریاست اسلام کے کارندہ مجاز و مختار عام
 تھے۔ لہذا یہ دستور ناقابلِ جواز رہا اس پر منجانبِ سیدہ یہ محبت پیش ہوئی
 کہ ہر گاہ عملِ باطل قرار دے دیا گیا تو یہ مالِ واجب کارِ الٰہی حضرت کا ہیں
 ان کی تمنا وارث ہوں ابوجہ وراثت بھی سوائے میرے کسی دوسرے کا حق نہیں
 ہے۔ اس وقت حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ نبی خاص مجھ سے کہے گئے ہیں کہ ہم انبیاء
 کا نہ کوئی وارث ہوتا ہے۔ نہ ہم کسی سے ورثہ پاتے ہیں۔ انبیاء جو چیز چھوڑتے
 ہیں۔ وہ غیروں پر حلال ہوتی ہے اور وارثوں پر قطعی حرام انجانبِ امیر نے قرآن
 سے محبت پیش کی کہ وراثہ انبیاء نے اپنے موروث کے ترکہ سے فائدہ اٹھایا ہے آپ
 خلافت قرآن یہ کیا حکم دیتے ہیں۔ یہ بات کتبِ مناظرہ میں ہزار مرتبہ زیر بحث
 آئی ہے انبیاء اطاعت میں تمام اوقات درج ہیں۔ رسالہ سجادہ و تقریر و بیاد
 سرفہ تبصر میں اس کی پوری بحث موجود ہے چونکہ اس بات پر بڑا اعتراض وارد ہوتا
 ہے کہ آنحضرت کا کام عام طور پر تبلیغ احکام الٰہی کرنا تھا نہ یہ کہ خاص ایک شخص کے
 کان میں کہ دیوں کہ آج مجھ پر یہ وحی نازل ہوئی ہے خبردار کسی سے نہ کہنا اپنی
 یادداشت میں محفوظ رکھنا۔

اس کا جواب ہدیتہ الشیعہ میں مولوی محمد قاسم صاحب نے قوتِ عقلی سے دیا ہے
 کہ آنحضرت کو معلوم تھا کہ بعد ہمارے ابوبکر تختِ خلافت پر جلوہ فرما ہوں گے ان
 کے اجلاس میں مقدمہ وراثتہ وار ہو گا۔

مکن ہے کہ اس وقت فیصلہ میں نفرتِ کریمہ دعویٰ داران کو دگری دیوں
 میں وجہ حضرت نے ان سے تخلیف میں کہ دیا تھا کہ سنو میں ابوبکر انبیاء کا کوئی وارث
 نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لا وارث مرجاتے ہیں

عالمِ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ صرف ابوبکر سے وراثت انبیاء کی نفی پر حدیث کا ذکر
 کرنا گویا ان کے حلیف ہونے کی تائید تھی۔ اس ہی ہدیتہ الشیعہ میں یہ نکال ہے کہ جب

فاطمہ ارث پدری سے محروم کی گئیں! تو مدینے کے ہر گھر میں غل پڑ گیا! مقلب یہ کہ پہلے ب لوگ یہ ہی سمجھ ہوئے تھے کہ جیسے عام لوگ اپنے موروثوں کی وراثت سے مستحق ہوتے ہیں۔ اسی طرح وراثہ انبیاء کے وراثہ بھی بہرہ باب ہونے چاہئیں۔ مگر جب کہ بمقابلہ جناب سیدہ حضرت ابوبکر نے اپنی پاکٹ بک سے حدیث پیش کی۔ تب مدینے کے ہر گھر میں ایک شور و عظم برپا ہو گیا کہ لوگوں کو نبیوں کی وراثت سے فاطمہ محروم کی نہیں بالآخر عقیقہ اس جھگڑے کا یہ ہوا کہ جناب سیدہ ابوبکر کے ناجائز فیصا سے بدد سے ناخوش و غضبناک ہوئیں کہ ابوبکر صاحب سے بولنا چھوڑ دیا۔ بول چال ترک کر دی شرح عقائد نفیسی میں ہے کہ مابین سیدہ و ابوبکر وراثت کے معاملہ میں یہاں تک شدت ہوئی اور بد مزگی برپا ہوئی کہ مہنت رسول نے اپنے باپ کے ناجائز جانشین سے ہرگز کلام نہ کیا ابوبکر جو ہری نے (کتاب استیعظ) میں لکھا ہے کہ جب وفات سیدہ کا زمانہ قریب پہنچا تو ابوبکر عفو جرایم کئے حضرت امیر کے گھر گئے اور اس بات کے مستدعی ہوئے کہ وہ معاملہ ناراضی کو خوشنودی کے ساتھ بدل دیں اس وقت جناب سیدہ نے فرمایا کہ میں کبھی تم سے رضا مند نہ ہوگی۔ ابوبکر صاحب نے فرمایا کہ تم سے میں ضرور راضی نامہ حاصل کروں گا۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے کہا کہ میں مدام تیرے حق میں دعائے بد کرتی رہوں گی ابوبکر صاحب وہ ہوئے کہ میں تمہارے حق میں دعائے نیک کروں گا۔ جب معصومہ کا وقت رحلت قریب پہنچا تو وصیت کی کہ ابوبکر و عمر کو میرے جنازے پر نہ آنے دینا۔ کتب صحاح بخاری اور مسلم ترمذی میں بھی غضب سیدہ اور برہنہ اس کے ترک کلام تائیدت حیات و عاقبت ابوبکر و عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم موجود ہے تبرک بخاری و صحیح مسلم کی روایت بحسبہ نقل کی جاتی ہے۔ عبارت بخاری فضیلت فاطمہ بنت رسول اللہ و حجت ابابکر فلم تنزل مہاجرة حتی تو فیت یعنی عقیقہ ہوئیں فاطمہ پر ابوبکر پر اور اسے یزاری اختیار کر لی اور زندگی بہرہ زاری رہیں عبارت صحیح مسلم فلما تو فیت فہما علی ابن ابیطالب لیل و لم یؤذن بہا ابابکر و صلی علیہا علی۔ یعنی جبکہ

مسمومہ نے وفات پائی تو حضرت امیر نے رات کو دفن کر دیا اور ابو بکر کو اذن
 حضوری دیا خود نماز پڑھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ شکوۃ شریف میں
 لکھتے ہیں کہ در غضب آمدہ فاطمہ و حمران کو دیا ابو بکر اور ہمیشہ ابو بکر
 رانا لکھتے وفات یافتہ واقعہ غضب میں داد اور پھر ابو بکر سے ترک کام کرنا اور حیات
 میں بکرا سے ہوئی اجازت نہ دینا ایسا مشہور عالم ہے کہ سوائے کتب صحاح فارسی نویں قرن
 نے ہی اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ روضۃ الاحیاء و حبیب السیر و معارج النبوة وغیرہ
 میں لکھا ہے ابو بکر دیگر وفات میں دے دوسرے دن ابو بکر و عمر باطلی معاہدہ کی گئی
 کہ جوں اراغہ نہ کر دی تا شرف مادہ بروے یافتنے باطلی جواب داد کہ اجازت نہ دینا
 معاملہ ایسا جانکاہ ہے کہ پناہستان کی طرح گوارا نہیں کر سکتا۔ واقعہ کی حقیقت پر مطلع
 ہو کر سخت پاپہ دست ہو جاتا ہے۔ دیکھئے شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس موقع پر
 آن کر ایسے مضطر ہوئے ہیں کہ جیسے دو تپتا ہوا آدمی گہرا ہٹ میں تنگ کا ہمارا و تپتا
 طمشت صاحب برصوف مدارج النبوة میں لکھتے ہیں و شکل ترین تقیہ فاطمہ نہرا
 است تیرا کہ اگر گویم کہ دس دہرہ و دانستہ خلاف حق دعویٰ کر دایں ہم نیشود و اگر
 گویم کہ حقیقتہ بہ ناحق حکم کر دایں ہم نیشود یا ز گویم چہ گویم
 افسوس ہے کہ محدث صاحب کوئی قطعی فیصلہ نہ دے سکے معاملے کو ڈالنا ڈول
 چھوڑ گئے۔ لیکن شاہ صاحب نے تقیہ کے باب و ہم میں اچھا فیصلہ کر دیا ہے۔
 آپ فرماتے ہیں کہ فاطمہ علیہا السلام نے جو وصیت کی تھی کہ ابو بکر میرے جانشین پر
 نہ آئے۔ وہ کسی رنج و غصہ کی جہت سے نہ تھی۔ بلکہ تقضائے حیات سو انی غایت
 اقترا پر وہ داری سے ایسا حکم دیا تھا۔ شاہ صاحب نے فاضل اہلیت بدستے نہیں پر وہ
 تو اچھا ڈالا تھا مگر عایشہ صاحبہ کے معاملے نے اس پٹے ہوئے پر دے کوچ کھٹ تو
 نہ لگے دیا۔ وہی عبدالحق صاحب جذبا القلوب میں لکھتے ہیں کہ ہمارا نسبت میں جو کہ انوقت
 مذہبیت ابو بکر میں تھی۔ حضرت سیدہ کے ماتم میں فرش عزیمتی ہوئی تھی اور ادراہ پر
 ابو بکر کی بیوی پر سے پڑے رہی نہیں۔ عایشہ صاحبہ بھی سو انی ریت دم کے طور پر

منہ ڈپکنے کے لئے تشریف لائیں۔ اے سارے کہا کہ بوی آپ یہاں نہ بیٹھیں یہی
 اپنے گرجے میں جائیں ام الکوشین نے اپنے پاس شکایت کی کہ آپ کی بی بی مجھ کو عزا
 خانہ سے باہر نکالے دیتی ہے منہ پر پلہ نہیں ڈالنے دیتی انھوں نے ڈیڑھ سو
 پر جا کر بی بی کو سمجھایا کہ تم خواہ مخواہ کیوں دراندازی کرتی ہو۔ انھوں نے جواب
 دیا کہ میرا اس میں کوئی قصور نہیں، خود سیدہ نے مجھ کو دست کی تھی کہ عایشہ پر
 ماتم پر سی میں شریک ہوں۔ اگر بقول شاہ صاحب ابو بکر بوجہ و تشریف کت جہازہ
 سے روکے گئے تھے تو عایشہ سے کہا کہ وہ تھا جیسا کہ ابو بکر صاحب بنی کی الفت بکر
 سے سخت بڑا ڈر رکھتے تھے وہ ہی حالت بوجہ سونیا ڈاہ ان کی بیٹی عایشہ کی تھی
 مدارج النبوة میں عبد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ عایشہ حضرت سیدہ سے ثقالت
 رکھتی تھیں۔ حق بات یہ ہے کہ حضرت ابو بکر و عمر نے جناب فاطمہ علیہا السلام کو ایسے
 موزی و جان گزاردے پیچائے تھے اور ان کے ادب و اجبہ میں اس درجہ کی
 کمی تھی کہ بالآخر ان کو غایت غضب سے اوجھ و صیت کرنی پڑی کہ جو اجتہاد جس کی عداوت
 میں ہوا کرتی ہے ترک کلام و عدم شرکت جہازہ (دیکھو صحیح مسلم صفحہ ۱۵۲) و صحیح
 بخاری قلمی صفحہ (۳۹۸) و از الہ (مختصر مقصد دوم صفحہ ۳۰) زمانہ حال کے
 محقق کاوش مند علماء و پیشی پذیر احمد صاحب دہلوی مرحوم نے روایات صادقہ
 میں لکھ دیا کہ جن لوگوں نے فاطمہ پر ظلم کیا تھا ان کے لئے مرتے وقت وہ یہ وصیت
 کر گئیں کہ میرے جنازے پر نہ آمیں ذکی البطن طالب علوں نے شاہ صاحب کے عذر
 پر وہ حامی کو خوب جانچ لیا ہو گا کہ یہ حمایت خلفائے کے علماء دیکھی کسی ناز کیا یا
 دکھلا کر نادانقت لوگوں کے دماغ کو صلیبت معاملہ پر عذر کرنے سے روکتے ہیں
 عالم موصوف نے خیال فرمایا ہو گا کہ اگر مسلمانوں کی طبائع میں یہ بات راسخ و متحرک
 ہو گئی کہ سیدہ ابو بکر پر ایسی غضباک ہو میں کہ ناز مذگی ان سے ہم کلام نہیں اور
 پس انداز فاسق و فاسق جہازہ کی منافقت کر گئی تھیں تو عجیب نہیں کہ ویدار لوگوں
 کی طبائع ان سے متغیر ہو جائیں نظر بران لکھ دیا کہ منافقت از جہت غضب و خصومت

یہ مثنیٰ جگہ حجاب سے تاکہ غیر مرد کی نگاہ جہاز سے پر نہ پڑے اس قسم کی
 وصیت کی گئی تھی کہ دوسرے عالم کا بیان دکھاتا ہوں! جس کو ملائم فرما کر طلباء
 بے سوچے سمجھے طے کر گئے کہ ان کے تدار ویدہ و دانسیہ غدارہ اختیار کر بیٹھے ہیں اور
 خلفاء کی طرف دہری میں ایسے جوڑ کلمات کہ اٹھتے ہیں کہ جن کو ڈیڑھ برس کا
 بچہ بھی نہ قیدم کرے! بخاری و مسلم وغیرہ میں جو یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ حجاب بیدہ ہے
 ابو بکر سے کلام نہ کیا تھا یہاں تک کہ مرگئیں اس کی وجہ یہ مولوی عبد اللہ صاحب اہمیت
 الرشید کے صفحہ (۸۶۸) سطر ۱۴ پر بایں موزون فرماتے ہیں کہ جملہ علم یلم (مقبذہ)
 فقہ فی امر فک اور فک المال - یعنی در باب فک اور دیگر مطالبات کی نسبت
 جناب سید کے تادم حیات ابو بکر سے کلام نہ کیا۔ کیونکہ ان پر ظاہر ہو گیا تھا کہ
 انبیاء کی مالی میراث نہیں ہوتی تھی کلامہ - مولوی صاحب کی ترمیم کے مطابق یہ ہے
 کہ اور معاملات میں تو حسب عادت امین سیدہ و ابو بکر گفتگو ہوتی رہی - لیکن فک
 و دیگر اموال کے متعلق انھوں نے کسی لب کشائی نہ کی مدام خاموش رہیں -
 اسے انھوں نے خلفائے خلافت کی مال میراث اہمیت کو نہ دیا ان کے در و زبے
 پر آگ سے گئے! جنین کے جلانے کا ارادہ کر لیا علمائے اہل سنت نے یہ عقد بے حجاب
 اہمیت کی قایت اور لکھ کر تو کیا کرتے اٹا اٹھیں کو ملزم قرار دیا - وہی مولوی صاحب
 جن کا ذکر نیز اوپر ہوا کتاب اول الذکر کے صفحہ ۸۶۶ پر لکھتے ہیں - جبکہ ابو بکر صدیق
 نے ایک کام موافق شرع کیا اور اس پر جناب سیدہ فاطمہ ہوش ہوئیں تو صدیق اکبر رضی
 عنہ وار دہیں ہو گئے - لیکن البتہ جناب سیدہ کی طرف فی الجملہ اعتراض ہی تو اس کا
 بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ آخر جناب سیدہ مصومہ نہ تھیں اور نفس رکھتی تھیں
 اس لیے امور ہی ظاہر ہو جاتے تھے کہ جو فضائیت کے تحت
 تھیں نہ تھیں یا کیسے! اگر جناب سیدہ حضرت ابو بکر سے ناخوش ہوئیں تو کہہ سکتیں
 یہ اپنے غم سے کچھ نہیں سمجھ سکتا ر عاقل طلباء حوقہ فقہ کمال نہیں گئے کہ اس سلمان
 عالم نے بس کی کتاب ہدایات الرشید کو دامنہ عجب قدرت خداوندی کا حلال

طلبہ روٹھو اس چورسے کا پہلا صفحہ جو کہ پنجاب مولوی محمد ناسم الہ آبادی تیار
 ہوا تھا اس میں غلطیوں سے بیسیوں نے پوچھا تھا کہ بمقابلہ خواص حضرت امیر کا یہ
 ہونا ثابت کرو۔

نئی کی بحث جگر کو فضا نیت کے ساتھ یاد کیلئے جس کا صاف و صریح ترجمہ
 ہے ایمانی ہے اور معاملہ مذک ہی میں ان کا بے ایمان نہیں بننا یا۔ بلکہ اکثر مواقع
 پر جادہ ایمان سے ان کو تیز زلی ہونا ظاہر کیا ہے۔ دیکھو وہ فقیر شذکرہ بالہا
 درجہ اب سیدہ آخر نفس رکھتی تھیں اور کبھی بے اختیار ان سے صفات فضائی ظاہر
 ہو جاتی تھیں اجنب ناظمہ سلام اللہ علیہا کے باب میں سوائے علم بکود بالا
 کے اور جن جن علمائے قدیم مثل شاد اندیا فی پتی وغیرہ نے گستاخیاں کی ہیں ان
 کے جواب بحیف نے اپنے مولفہ رسالہ تقریر دہلیز میں از صفحہ ۶۹ تا آخر
 رسالہ دئے ہیں یہ موقع ان کے بیان کرنے کا نہیں ہے۔ لیکن اہل دانش و
 انصاف کو در باب حضرت ابو بکر و عمر فیصلہ کر لینا چاہئے کہ بروایت قیامت ان کا شمار
 کیں قطار میں ہوگا۔ کتب صحاح و دیگر کتب شذکرہ بالہا ہر دو جگہ سے کہ جناب
 سیدہ و ابو بکر میں سخت دشمنی واقع ہو گئی تھی اور وہ بحالت غضب کی نفیست فرما
 عالم بقا ہو گئیں اور وصیت کر گئیں کہ ابو بکر و عمر میرے جہاز پر نہ آئیں۔ چنانچہ
 ایسا ہی ہوا کہ حضرت امیر نے دونوں کو جہز نہ کی اور مصورہ کو دفن کر دیا

الحاصل سیدہ با ایمان تھیں یا معاذ اللہ نقول اللہ سے اہل سنت ہے ایمان
 مگر اس میں شک نہیں ہے کہ رسالت اب علی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ واقعہ
 میری پارہ جگر ہے۔ جس نے اسکو اذیت دی یا کوئی ایسا عمل کیا جس کی وجہ سے
 اس کو رنج و خفت پیدا ہو گیا اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور مجھ کو غضب پہنچا
 والا اور تکلیف پہنچانے والا کا فر ہے یا یہ مضمین چند کتب شذکرہ اب سنت میں وارد
 ہوئے اسل مثل کثر اعمال و فتاح النجا مزا محمد مصطفیٰ شذکرہ اب سنت میں وارد
 سید علی حدادی مرقع الباری شرح صحیح بخاری و حوثلین پنجابی وغیرہ۔ وغیرہ

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی جن کے مبارک ہاتھوں سے دارالعلم دیوبند کا بنیادی
پتھر رکھا گیا ہے اہدیت الشیعہ میں لکھتے ہیں ایہ ہدایت مستقیم علیہ ہے کہ آخرت سے
فرمایا لان فاطمۃ بضعة منی ما احسان۔ الی آخرہ یاد رہے یہ بات کہ فاطمہ
حیرت و حزن کا ٹکڑا ہے جس سے اُسے شیعہ ہوا اس سے بھی تعلیق ہو جس بات سے
وہ گہرے اٹھائے میں ہی گہرائیوں جو شخص اُسے غصہ کرے وہ بے غصہ کرے گا اور
ظاہر ہے کہ رسول کا رنجہ کا فر ہوتا ہے۔

محمد اشد ارباب صحاح و دیگر اکابر علماء اہل سنت کے اقرار سے یہ بات پایہ ثبوت
کو پہنچ گئی کہ غضب بیدہ کا نتیجہ باہر کا فرنا دینے والا ہے۔ لیکن اس موقع پر حضرت
علماء کی ایمانداری قابلِ غور ہے اقامتِ صفائین حدیث کو صحیح تسلیم کر کے بہر کس جو بی
سے بیروں میں کھیلیاں ملائی ہیں۔ وہی عالم صاحبِ عبارت بالا کے آگے یہ فقرہ
لکھتے ہیں رسول صلعم اس حدیث میں ابو بکر کے پیچھے ہی رعایت کر گئے ہیں ابو بکر کو
فرمایا ہے اعتصموا بحکمہم جن کے معنی یہ ہیں کہ جو اُسے غصہ کرے گا وہ مجھے غصہ
ولائے گا اور یوں ہمیں فرمایا جس پر وہ غصہ ہوگی میں ہی غصہ ہوں گا اس آوجیہ سے
مطلب یہ نکالا گیا ہے کہ فاطمہ از خود غصہ ہو گئیں! ان کو غصہ دلایا نہیں گیا۔

مولوی غلیل احمد صاحب کا بیان ہدایات الرشید سے اولیٰ و کمال چکا ہوں پھر
ابو بکر نے موافق شرع ایک کام کیا چیر سیدہ کو غصہ آیا اس لئے صہبِ قریب موردا الزام
ہیں ہو سکتے! البتہ فاطمہ کی طرف الزام کا پتہ بیماری معلوم ہوتا ہے سو وہ کوئی
معلوم نہ تھا نہ فقہانیت سے ناجائز دعوے کر دیا تھا اور ان سے دیگر مواقع پر بھی
ایسے افعال سرزد ہوئے ہیں۔ یہ کہ محمول بہ نقائیت ہو سکتے ہیں مولوی محمد علی
صاحب تہار پوروی نے شیخ صہبِ احمد ہمدانی شیعہ کے اعلانِ تیش پر جو سنجاب
محمد امین ایک مضمون لکھا ہے۔ اس میں یہ مقام بحثِ غضبِ فاطمہ لکھا ہے
بجز آرزو کی غیر سببِ ناچہ علاج۔ مطلب وہ ہی ہے جو کہ صاحبِ ہدایات الرشید
کا ہے کہ سیدہ و ما و جہہ ناحق و ناروا طور پر آندہ ہو گئی نہیں۔ نظر برآں

ابو بکر پر کوئی ملامت نہیں ہو سکتی۔

وہ سچا انسان اور غایت و نوری و جانب داری و خلق سے حضرت علمائے
 کیا خوب ذیل قائل بیان فرمائی ہے۔ ولما رعلیگہ میں بہت حضرات ایسے ہو
 جہ کہ اہل اہل بی کا امتحان دے کر وکلا و برہنوں کی جماعت میں شریک ہوتا
 چاہتے ہوتے ان کو خود فرمانا چاہتے کہ صورت اور عداوت بلا مادہ ہی پیدا
 ہو سکتی ہے۔ نہ ابو بکرؓ کے گھر پر آگ بھیج کر خانہ سوزی دسکی دیتے نہ خلاف
 قرآن سلب وراثت انبیاء کی حدیث اپنے کیسہ بادداشت سے نکالتے نہ سیدہ کو
 غصہ آنا۔ اے اگر مین ابو بکر و سیدہ کوئی نزاعی بات پیش نہ آتی اور۔ ویسے
 ہی بلا سبب خواہ مخواہ جناب فاطمہ فرما دیتیں کہ ہم تو ابو بکر سے ناراض ہیں۔ تب تو
 کوئی ٹھکانے کی بات ہو ہی سکتی تھی۔ اور جبکہ ایسی سنگیں واردات ہو چکی ہوں
 کہ جس کا جرم دریا ئے ثوب کے سوا اگرہ کی جیل میں ہی نہیں بھیجا جاسکتا اس
 کی نسبت کیونکر وقف ذہن ہو سکتا ہے کہ بلا مادہ مخالفت ایک فریق کو غصہ آگیا
 جناب سیدہ کے سلسلے سے قطع نظر کر کے دیگر اہل دنیا پر لڑا ابو ہرثمہؓ فاطمہؓ باپ
 کے مال کو اپنا ذاتی مال بلکہ پیدا کردہ خود سمجھا کرتا ہے۔ ابیر تصرف کرنے سے
 نہ بچکتے ہے نہ شرماتا ہے۔ کیونکہ قانون قدرت اس سب سے کامیابی ہے کہ ہر آدمی
 اپنے باپ کے ترکے سے بہرہ ور ہوتی ہے اگر کوئی شخص بلا وجہ متوجہ کسی کو اس
 باپ کی جائداد پر تصرف ہونے سے روکے تو کس قدر صدمہ اس کے دل پر ہوگا
 پس ابو بکر صاحب سنی بنا ب سیدہ کو بلا حجت شرعی ترکہ پدری سے محروم رکھا ان
 کو اس پر غصہ آیا نہ ابو بکر درنت انداز ہوتے نہ فاطمہ علیہا السلام مودہ صد گونہ آلام
 ہوتیں۔ ا قانون موجودہ ہی پر اصل ملامت وہ قرار دیا گیا ہے جو کہ مادہ اشتعال
 کا ہیجان میں لاسنے والا ہوا ہو۔ جو لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ ابو بکر صاحب
 کوئی ایسا امر کر رہے ہیں جو شرعاً ناجائز ہو ا تھا۔ جس کا نتیجہ لازماً گنہگار ہوتا ان
 کو مذہم ہے کہ قرآن پاک سمجھیں ہم ہمیشہ کو جس کے تہا ابو بکرؓ راوی و ناقل ہیں

مطابق کردیوں تاکہ عامۃ الناس پر ظاہر ہو جائے کہ اور جبہ مطابق موروثی کے
 ترکہ سے شیعہ حاصل کرتی ہے۔ مگر صرف وراثت نے انبیاء ایسے ہیں جن کو ایک پائی
 یا بائنت ہر زمین وراثت میں یعنی حرام ہے۔ رسالہ سجادہ و تعزیر و پذیر میں
 جعفر نے ان معاملات پر پوری بحث کر کے دکھلادیا ہے کہ حضرت ابو بکر وراثت کی
 نفی پر حدیث بیان کرنے میں کچھ بہت سچے نہ تھے زائد حال کا ایک نازہ واقعہ
 دکھاتا ہوں۔

اولیٰ مئی ۱۹۱۳ء میں یہ مقام ملتان ماہر پاکستانی و شیعہ ایک بڑا مجمع کہ مناظرہ
 تھا، جاہلین سے جو مناظرہ دار ملتان ہوئے آئے پچھلے من جانب حضرات اہل
 سنت و الجماعت جناب مستطاب علی القاب مولوی محمد حسین صاحب بٹاوی
 بھی تھے جن کا شمار علمائے اہل حدیث کے ممتازین میں ہے عالم موصوف نے ۳
 مئی سنہ مذکور کو باغ عام خاص واقعہ ملحدہ مسطور پر میں کئی ہزار آدمیوں کے
 مجمع میں برسبیل وعظ فرمایا کہ سیدہ و ابو بکر صاحب ہیں جو وراثت نبوی پر نزاع
 ہوا اس نازعہ میں ابو بکر بھی سچے تھے اور دھڑلے بھی برسر حق تھیں۔ ابو بکر کے ہاتھ
 میں ایک حدیث تھی جس کے سائل سے سننے والے وہ خوف تھے۔ حدیث پیش کردہ
 حیفہ اول کا یہ مطلب تھا کہ انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی۔ دوسری سمت فاطمہ
 کے ہاتھ میں یہ دلیل قرآنی تھی وکل جملنا موالیٰ منہما ترک الوالدان و الاقربون
 الیٰ آخوہ یعنی یہ کہ ہر شخص اپنے والدین و اقربا کے متروکات سے استفادہ پانے
 کا استحقاق رکھتا ہے۔ دیکھو رسالہ واقعات مناظرہ ملتان معروف بہ دبدبہ
 سکذری کا صفحہ (۱۸) سطر ۹ و ۱۰۔

یہ بات سمات اہل عقل سے ہے کہ دو مخالفت البیان آدمی کبھی سچے نہیں
 ہو سکتے، ضرور ہے کہ ایک حق پر ہو اور دوسرا سچائی کا پہلے ہوئے ہو۔ سیدہ
 کے ہاتھ میں خدا کی کتاب تھی اور حضرت ابو بکر کی مینر پر ایک ایسی حدیث تھی جو کہ
 کسی شہادت سے ثابت نہ کی گئی تھی۔ خود تجوز مقدمہ اس کی صحت کے قاضی تھے

نیز وہ حدیث آیات و روایات سے نفی لغت امام شافعی علیہ السلام و طلباء و حوزہ اندازہ کر
 لیوں کہ ان دو مخالفت و تضاد و متضادوں میں راست بازی کے دو دلائل اکابرین
 دئے جائیں و ابحاث مذکورہ صدر پر نظر کر کے ہر عاقل و بینیدہ اخذ کرے گا کہ ابو بکر
 نے جناب بیہ کے حقوق جائز و مشروعہ کو پامال کر کے ان کو غصہ دلایا تھا وہ خود
 بے وجہ ناراض ہوئی بیٹیں میں اپنے دعوے کی تائید میں اور چند دلیلیں انشاء اللہ
 ایسی پیش کروں گا کہ جو بکر کے معاشقہ سے ہر جاہل کہے گا کہ بے شبہہ ابو بکر و عمری کو
 افعال بیہ کے سے باعث اختلاف ہوئے تھے۔ حسب تخریر بان مولوی صاحب دہلوی
 نے یہ فیہ لگائی تھی کہ آنحضرت سے فرمایا ہے کہ جو فاطمہ کو رنج و غصہ دلائے اس کو
 نے گویا بچہ کو مورد قہر کیا اور میرا اذیت دینے والا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ جس
 کو فاطمہ کو مس دے وہ بھی اس کو بید میں داخل ہے۔ یہ تہی پہاڑی مودۃ القربین میں بکھری
 ہیں امن غنیمت عبدہ غصبت غیب ایسی ہیں پر فاطمہ غصہ ہوگی جس سے غصہ ہوں گا
 یہ بات مولوی صاحب نے بعد ازاں کہہ کر تکرر فرمائی تھی وہ اہلسنت کے کتب خانہ سے
 برآمد ہو گئی۔ اب عبدہ القدر ابو بکر صاحب کی برأت ہوئی! بلکہ یہ غصہ مسک
 بھند ہو گیا۔ اس سے بالاتر بیٹے ابن قتیبہ نے کتاب البیہ است و الاما
 بہ مقام ذکر خلافت ابو بکر لکھا ہے: قریب زمانہ وفات بیہ ابو بکر نے عمر سے کہا کہ
 چلو فاطمہ کو رضامند کر میں۔ کیونکہ ہم ان کو غصہ میں لائے ہیں دونوں صاحب ان
 کے مکان پہنچے مگر اجازت حضور ہی نہ لی تاکہ ہم اس مسئلہ پر تخریرت بالاسے
 ثابت ہو سکے کہ جناب بیہ غصہ ہوئیں۔ اور حضرت ابو بکر ان کے اپنے افعال سے
 ان کو غصہ دلایا۔ حضرت ابو بکر و عمر کا وقت ارتحال بیہ عہد جوامیم کہتے ان
 کے دروازے پر جانا ایسا مشہور ہے کہ شاہ صاحب نے تھیں وہ عبدالحق صاحب
 نے دراج البیہ میں مولوی محمد قاسم نے ہدیۃ النبیین میں ذکر کیا ہے کہ جب شیخین دروازہ
 بیہ پر گئے تو وہ وقت نہایت گرم تھا واسطہ حضرت ابیہ و خواہ ہوسے گزرا

محمد قاسم صاحب کہتے ہیں کہ دونویں شخص نے ایک ننگہ زکریا مگر ان کا غصہ نہ گیا
 مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کتاب ائمہ اہل بیت میں تحریر فرماتے ہیں کہ
 فاطمہ نہایت ہی مزاج نہیں۔ ہر خید ابو بکر نے عمر نے خوشی مد کی گروہ سیدھی
 ہنویں۔ شیعہ دسویں دونوں گروہ کے علماء کہتے ہیں کہ عفو تقصیر کے لئے اہل سنت
 کے بزرگان دین بالفرد جناب فاطمہ کے خاندان نشاۃ پر گئے تھے۔ چنانچہ
 مولوی جنیل احمد صاحب ہدایات الرشید کے صفحہ ۱۸۶۶ پر علل الشرائع کتاب شیعہ
 سے بایں الفاظ عبارت نقل فرماتے ہیں ابو بکر قرین مانہ وفات شدہ اُن کے
 دروازے پر گئے اور بہت واو بلاچا کر تہو سطر و شفاعت مرتضوی و خضر رسول کے
 سامنے پہنچے۔ سیدہ نے پوچھا کہ اے ابو بکر تو گواہی دیتا ہے کہ میرے باپ نے مجھ
 سیکھ و درو سیدہ کے حق میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس سے فاطمہ نارضا مند ہے
 اُس سے میں ہی آرزوہ و دل تنگ ہوں۔ بجواب ابو بکر نے عرض کیا کہ واللہ تم
 باللہ میں نے اپنے کانوں سے حضرت کو بار بار یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ یہ سن کر
 سیدہ کہنے لگیں کہ ہر گاہ تم تصدیق کرتے ہو کہ میرا باپ محض صادق کی زبان سے یہ کلمہ صادر
 ہو چکا ہے تو میں تم سے ایسی ناراض ہوں کہ جس کا شکوہ پیش خدا و مصطفیٰ کرونگی
 ابو بکر یہ بات سن کر نہایت پیچھے چلائے۔

ناظرین کو تعجب ہو گا کہ نئی عالم نے ایسا مضمون کیوں نقل کیا جس سے
 دنیا و خلافت کا استیصال ہوا جانتے اُس کی وجہ یہ ہے عالم موصوف بہتو
 ہیں کہ جملہ لہر متکلمہ حتی کا تہ جو وارد ہوا ہے یعنی سیدہ وفات پا گئیں
 اور ابو بکر سے کلام نہ کیا یہ صحیح نہیں ہے۔ روایت علل الشرائع بتلا ہی ہے
 کہ اُن میں حزب بائیں ہوئی ہیں۔ سبحان اللہ مولوی صاحب نے بالیکہ گر
 گفت و شنود کا کیا ہی اچھا ثبوت دیا ہے۔ مبادا کسی کو خیال پیدا ہو
 کہ اس قسم کی باتوں کا ہونا شیعہ ہی کے عالم نے نکالا ہے۔ علمائے اہل سنت کو
 کوئی اس کا ناقل نہیں ہے۔ اُن کے اطمینان کے لئے عرض کرتا ہوں کہ ابن

قیس نے کتاب الیاسنہ، وایام امت کے صفحہ (۲۴) پر لکھا ہے۔ بعد از حج
و عوبہ بہ جناب سید شمس نے ابو بکر و عمر سے کہا کہ اگر میں کوئی حدیث اپنے
بیاب کی بیان کروں تو مجھ کو اس کے بیان میں چچا مانو گے و دونوں نے جواب
دیا کہ ہاں۔ معصومہ نے کہا کہ تم نے حضور صلعم سے سنا ہے کہ فاطمہ میرے
جگر کا ٹکڑا ہے اُنکی رضامندی میری خوشنودی ہے اور اس کی ناراضی میری
ناراضی ہے جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے موافقانہ بڑناؤ کیا
نیچین نے کہا کہ بے شہہ ہم نے سنا ہے جب وہ اقرار کر چکے تو آپ نے
فرمایا میں خدا اور اس کے فرشتوں کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ تم نے مجھ کو آرزو
کیا۔ میں تمہاری شکایت پایا جان سے کر دیتی۔ یہ غضب آمیز فقرہ سن کر
ابوبکر اشیت روئے فاطمہ نے کہا اب روتے ہو جبکہ مجھ کو موردِ صدقات اور
الام کر چکے۔ میں ہر نماز میں تم پر بدعا اور نفرین کروں گی

اگر بقول مولوی خلیل احمد صاحب مندرجہ بالا ان میٹھی میٹھی باتوں سے
جملہ (لم شکلم حتی ماتت) بے اثر ہو کر سیدہ و ابو بکر کی رضامندی ثابت کر سکا
تو ہم بھی اسے دینے کو تیار ہیں۔ حضرات علمائے سنیہ ہزار ہزار کوشش کر کے
طرح طرح کی توجیہات قوت عقلی سے باہر اور پیدا فرماتے ہیں کہ ان کے
محبزہ خلفاء تیر مطاعن سے بچ جائیں اور اہلبیت رسول اور ان کے باہم جو جوش
مقی اوس پر پردہ پڑ جائے۔ مگر چونکہ ایک واقعہ صحیح و اصلی کے سامنے اور
وہاں میں توجیہات بارودہ پیش کرتے ہیں کوئی ترکیب درست نہیں بیٹھتی
سب تدبیریں الٹی پڑتی ہیں

مجھ کو امید نہیں ہے کہ طلبائے مدرسہ ایسے لوگوں کی سیرت
کو اپنا دستورِ عمل بنائیں گے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پر
جا کر ان کی بیٹی کو آب لگا دینے کی دھمکی دی جو حسین کے جلانے کا مصمم ارادہ
کر لیا ہو۔

جنہوں نے خلاف قرآن حدیث بنا کر دھڑلے پر چلے گئے اور ان سے غم و غم کر دیا
 ہو۔ جن سے بعد نبیؐ ذک حضرت زہراؑ نے کیا ہون کو اپنی حجاز
 پر حاضر ہونے سے بروی وصیت روک دیا ہو وغیرہ وغیرہ ہر چند کہ اس
 ناچیز بجز کا تعلق حضرت صدیق کی سیرت سے ہے مگر مصنف نے ضنا و بیگ
 بزرگواران امت کا بھی ذکر خیر کیا ہے جسکے حضرت عمر و حضرت خالد بن ولید
 اللہ تعالیٰ یہ دونوں بزرگان اہل سنت ایسے مراتب جلیلہ پر فائز تھے کہ خلی
 قدر مریدوں کا دل کر سکتے تھے۔ حضرت خالد بقول اہل سنت حذائی توار تھے
 اور عمر صاحب کے اوصاف مستغنی عن البیان ہیں گو کہ باعتبار ترتیب خلافت
 حضرت دوم کا ادل صاحب سے ایک نمبر کم ہے مگر بجز فضائل ان کی ذات
 میں ایسے جمع ہو گئے تھے کہ حلیفہ ابو بکر صاحب کو ان کی ہوا ہی نہ لگی تھی اور
 بہ نظر عا رد بکھا جاتے تو میں بعض الوجہ وہ پیغمبر اسلام سے ہی اونچی کرسی
 پر بیٹھنے والے تھے علمائے اہل سنت میں اکثر مواقع پر نزول وحی حسب صواب
 دیدہ عمر واسے یعنی کہ اگر کسی معاملہ میں آن حضرت حلیفہ دوم کے اختلاف
 واقع ہوا تو خدا نے دوٹ اسی طرف دیا جیسے عمر صاحب کو ہر اہل حق و طبع
 صدیقی لاہور میں علامہ سیاطی کی تاریخ الخلفاء طبع ہو گئی ہے اس کے صفحہ
 (۶۴) پر لکھا ہے۔ خدا نے قرآن کے نازل کرنے میں عمر کی رائے سے اتفاق
 کیا ہے جو الفاظ عمر کی زبان سے نکلے وہ بجنہ نازل کئے گئے سوائے ازیں
 بنی سے بہ مقتضائے بشریت جو اجرائے احکام میں جلدی یا فرو گذاشت
 ہو جاتی تھی اسکی اصلاح ہی بزرگ کرتے تھے مشکوٰۃ شریف و اذالۃ الخفا
 شاہ ولی اللہ دہلوی میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت نے ابو ہریرہ کو حکم دیا
 کہ مدینہ میں منادی کر دو کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہدے میدھا بہشت میں جائے گا
 بہ نظر احتیاط اپنی عین مبارک بھی ان کے حوالہ کر دیں تا مشکوٰۃ کن کے رفع شک میں
 مدد دیوں۔ ابو ہریرہ نے ہر اک کو حکم سنا کر مذہب جو قیام دکھاتے پھرتے تھے

حضرت عمرؓ نے انکو روکا کیا ابداً اعلان مذہب وہ نہ مانے اس زور سے بھاتی پر
لات ماری کہ سادی صاف اٹھے ہو کر زمین پر جا پڑے بڑی جبر ہوئی کہ منہ کے
بل نہیں گرے ورنہ دو چار دانت رخصت ہو جاتے ان کو مارو مگر حضرت کو دانا
کہ آپ بے سنجو بوجھے ایسے بے تکلم دیدیتے ہیں آئندہ نہ کوئی جہادیں جائے گا
نہ روزہ و نماز و زکوٰۃ کو عمل میں لائے گا چار پائی پر پڑے پڑے کلمہ طیب پڑھ کر
بیکھٹہ باشی ہونے کا استحقاق پیدا کرے گا یہ نصیحت آمیز کلمہ سن کر حضرت ناموس
ہو رہے۔ اور ابو ہریرہ کے استغاثہ مار پیٹ کو داخل دفتر کر دیا۔

یہ ہی مضمون ترجمہ صحیح مسلم جلد اول مطبوعہ مطبع احمدی لاہور کے صفحہ (۱۱۹)
سطر ۱۶ پر بھی لکھا ہے افسوس ہے کہ حضرت عمرؓ کے سر پر تاج نبوت نہ رکھا گیا ورنہ
ایسی بے احتیاطی آنحضرتؐ سے ہوتی مولوی محمد قائم صاحب مانو تو قی بانی مدرسہ
دیوبند رسالہ ہدیۃ الشیخ میں لکھتے ہیں کہ چودہ موقوف ایسے ہوئے ہیں کہ حضور
پر لوز کی رائے رد ہو کر جب نشاء حضرت عمرؓ احکام باری نے حسن نزول پایا ہے
انہیں واقعات پر گہری نظر کر کے ہندوستان کے منتخب عاقل سرسید مرحوم نے سچ
اول کے زمانہ خلافت کو شمار ہی نہیں کیا بلکہ ان کے دو ڈھائی سال حکومت کو
عمر کے زمانہ خلافت کے ساتھ ٹنگتھ بیڑن میں کھینچ کر لکھ دیا ہے کہ ابو بکرؓ بذات
خود کوئی قاطبیت نہ رکھتے تھے عمر ہی نے انکو طیفہ بنایا اور وہ ہی مہات خلافت
کو انجام دیتے رہے ہمارے نزدیک دور ابو بکرؓ عین دور عمرؓ ہے اس سے بڑھ کر
کرسنو۔ ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ صدیقی لاہور کے صفحہ (۸۰۳) پر لکھا ہے کہ ابو بکرؓ
خود کوئی کام نہ کرتے تھے ہر امر میں ان کو اطاعت عمرؓ کرنی پڑتی تھی۔

بسا افسوس ہے کہ مصنف نے ایسے شخص کی سیرت پر عمل کرنے کو طلبہ کے
لئے ہدایت نامہ لکھا ہے جس میں ذاتی قاطبیت کچھ نہ تھی آخر ہو کر ماتحتوں کی
تابعہ داری کو ناخفا۔

ایک پنجابی مولوی نے رسالہ مجمع الادب میں جس کا جواب قاضی ابیانی

ہے۔ حضرت کو نبی تسلیم نہیں کیا بلکہ مثل خلفاء مجاہدانہ ہے جس سے خطا اور اجتہاد ہی کو وقوع ممکن ہے وہ بھی جی فرماتے ہیں کہ بسانو قیام اجتہاد محمدی رد و باطل ہو کر اجتہاد عمریہ پر انقطاع معائنہ ہے غرض کہ حضرت عمر ایسے باجاہ و جلال شخص ہیں جن کے حالات حضرت ابو بکر کے واقعات سے نہایت دست و گریبان ہیں اور مصنف نے ہی اپنی لا جواب تحریز میں اکثر مواقع پر اس کا ذکر کیا ہے بظہر آن حقیر بھی تحریز ہذا میں سیرت ابو بکر کو عین سیرت عمر اور سیرت عمر کو عین سیرت ابو بکر سمجھ کر قلم فرسا ہوتا ہے۔ چونکہ نازک خیال مخالف نے قرن اول کے مسلمانوں کو امتیازی مبروے کے امتحان ایمانداری میں بہت تعریف کے ساتھ ساریفکٹ دیا ہے لہذا میں تین قسم کے مسلمانوں کا ایمان طلباء و مدرسہ العلوم کے سامنے پیش کر کے اُن سے جانچ کرادوں گا کہ قابل مصنف کا زمانہ ابتدائی کے مسلمانوں کو خاص ایمانداری کے سانچے میں ڈھلا ہوا سمجھنا کس حد تک قابل تسلیم ہو سکتا ہے کتب معتبرہ السنہ سے ایسے مضامین دکھلاؤں گا کہ جن کا تعلق اُس وقت کے عام مسلمانوں سے بلا قید نام ہو گا یا یہ کہ خاص حضرت ابو بکر سے وہ مطالب متعلق ہوں گے یا انکہ ابو بکر و عمر و عثمان قینوں سے یا مھن حضرت عمر سے

قرن اول کے مسلمانوں کی فوٹو

درینولا بوجہ بے علمی عربی زبان سے اکثر و عموماً لوگوں کو دیکھی نہیں اور بعض طلباء مدارس کے سامنے عربی و فارسی بگھارنی تو ایک نوع کی نالغضانی ہے نظریات یحیف نے التزام کیلئے کہ بلا ضرورت شدید عربی نہ مکھوں بلکہ اہل اردو میں اُس کا مطلب بیان کروں کہ سمجھنے میں کیسے وقت نہو تجارتی اور مسلم میں چند موقع پر یہ تغیر الفاظ و استناد مطلب حضرت بن عباس و انس بن مالک و عایشہ صاحبہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے دوران و عطا

میں فرمایا ہے کہ ایسا انسان تم لوگوں کا حشر قیامت میں لباس بے لباسی
 (ننگے مادر زاد) ہو گا۔ پہلے پہلے جسکو لباس عطا ہو گا وہ ابراہیم خلیل اللہ ہو گا
 اسی موقع پر ہمارے اصحاب نے کچھ لوگ گرفتار ہو کر آئیں گے ان کو دیکھ کر فرشتگان
 عذاب سے کہوں گا کہ ان کو کہاں بکڑے لئے جاتے ہو یہ تو میرے اصحاب ہیں
 پر وہ عینب سے آواز اٹے گی کہ اے حبیب ملک معلوم نہیں کہ بعد آپ کے ان لوگوں
 نے دین میں کیا کیا اعدا کیے تھاری وفات پا جانے پر یہ رہینے سے برگشتہ
 ہو کر اٹے پاؤں اسی رات پر چلے گئے جہاں سے اول اُسے دیکھا اُس وقت ہم وہ
 آیت تلاوت کریں گے جو کہ اپنے امتیوں کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰؑ نے کی تھی اُس
 آیت کا مطلب یہ ہے خداوند! جب تک میں ان لوگوں میں تھا ہر قسم کی روک
 تھام کرتا رہا بعد میرے جو انھوں نے کیا اُس سے تو ہی حیران آگاہ ہے۔ میان
 افعال و کردار کا ذمہ دار نہیں ایسے ہی ہم فرشتوں سے کہیں گے کہ اگر ہوتا
 وفات کے بعد یہ لوگ محدث بدعات ہو کر دین خدا کے خراب کرنے والے
 ہوئے ہیں تو سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دو دیگر دیابت میں لفظ حوض
 ہے یعنی یہ کہ حضور پر نور حوض کوثر پر کھڑے ہوئے دیکھیں گے کہ ان کے
 وہ اصحاب جنکو حضرت جانتے پہچانتے ہونگے مومنین کے گناہ جہنم کی طرف جاتے
 گئے یہ حدیث ایسی شہور ہے کہ بہ اسم حوض معروف عالم ہے علمائے اہل سنت
 سے شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں اور مولوی حیدر علی صاحب نے مفتی الکلام
 میں اس پر بہت کچھ گفتگو کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ جو اصحاب میدانِ حشر میں گرفتار
 ہوں گے ان کا شمار صحابہ متنازین میں نہ ہو گا بلکہ دو تین عرب سے ہونگے
 ہر دو کتب تذکرہ کے جواب میں تو جیہاں شاہ صاحب کا رد و ابطال
 بطرزِ واجب کر کے دکھلایا گیا ہے کہ گواروں بادیہ نشینوں سے حدیث حوض کا
 علاقہ نہیں بلکہ یہ وہ اشخاص ہونگے جو کہ حضرت کی محبت میں رہتے تھے۔ طلباء
 تائب استقامت والا خدام و مفتی الکلام و تحفہ کے جوابوں کو جن کا آج تک جواب

نہیں ہوا اور نہ تا قیام قیامت ہوگا اگر ملاحظہ فرمایا جائے تو ان کو معلوم ہو جائے گا
 کہ یہی اصحاب جنگلی ہیں یا شہری احادیث حوض میں ان گرفتاران بلا پر احداث
 بدعات کا جرم لگا با لگیا ہے جو کہ خود مبتلائے بدعات ہوئے اور زمانہ مابعد کے
 لوگوں نے ان بدعتوں سے اپنا نامہ عمل بیاہ کیا معانہ کتب سے واضح ہوتا ہے کہ
 کسی صحرائین کی جاری کی ہوئی سنت پر مسلمانوں کا عمل نہیں ہے بلکہ انہیں صحابہ کے
 قیام کردہ مذہب پر قائم رہنا چاہیے جو کہ ناف شہر کے رہنے والے تھے حقیقاً انشاء اللہ
 سنت کے کتب خانہ سے دیکھا دے گا کہ جو اصحاب یا بدستے دگرے دست بدست
 دگرے وادی جہنم کی طرف فرشتوں کی پہنچ تان میں آئیں گے وہ بڑے ذمی تھے
 و حالچاہہ لوگ تھے موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے شہدائے احد کے
 احباب مبارک پر نظر فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ وہ مقدس لوگ ہیں جن کے دین سے
 ایمان مرنے پر ہم خدا کے روبرو تنہا و تنہا دیں گے حضرت ابو بکر نے یہ سن کر
 فرمایا کہ اے حضرت کیا ہم ان کے بہائی نہیں ہیں جس طرح کہ ان شہدائے اسلام
 قبول کیا یہ ہی عمل ہم سے وقوع پذیر ہوا جہاد میں جو جاں نشانی انھوں نے کی
 وہ ہی ہم نے حضور ہمارے ایمان پر بھی ادائے شہادت فرما سکتے ہیں جواب ملا کہ
 معلوم نہیں ہے کہ بعد ہمارے تم دین میں کیا کیا احداث کرو گے یہ نہ کہ ابو بکر روئے
 اور کہا کہ اے بعد آپ کے ہم زندہ رہیں گے دیکھو احداث کرنے والوں کا پتا
 لگ گیا اگر معلم نبوی حضرت ابو بکر اسلام میں منع بدعات ہوتے تو حضرت اٹھائے
 شہادت میں مضائقہ نہ فرماتے جس وقت ابو بکر روئے تھے اسی وقت آنسو پونچھ کر
 کہ دیتے کہ آپ صبیغ العمر ہیں فرما کر یہ سے اور منہم ہوا جاسے گئے روئے نہیں
 ہم آپ کے ایمان کی ہی تقدیر پیش خدا کریں گے انہیں ہے کہ بڑے سسرے
 کے رونے پر حضور نے مطلقاً خیال نہ کیا اہل سنت کو فکر ہوا کہ حدیث حوض
 و حدیث گریہ ابو بکر کے لئے کوئی ایسی بات بنانی چاہئے کہ جس سے خلفاء کو اس
 بلائے بے درمان سے نجات مل جائے لہذا مولوی عبد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے صفحہ (۲۰۲) پر لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے میری سنت کا تبدیل کرنے والا اپنی امیہ سے ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہے طلباء مدرسہ غور فرمیں کہ یزید اصحاب رسول میں نہ تھا بلکہ وہ حضرت کی زندگی میں پیدا ہی نہ ہوا تھا سلسلہ میں جبکہ معرکہ کربلا واقع ہوا یزید پید ۳۲ سال کا تھا اور آنحضرتؐ کی وفات سلسلہ میں واقع ہوئی یہ اس حساب سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھارہ برس بعد پیدا ہوا حدیث حوض میں باتفاق امام بخاری و مسلم لفظ اصحاب وارد ہوا ہے یزید یہی نفرنج ہے کہ حضرت اُن کو اور وہ حضرت کو پہچاننے والے تھے اندریں صورت یزید پر تطبیق حدیث کی ہو سکتی ہے اور حدیث موطا امام مالک میں تو عذرا ابو کرم صاحب کے مواجد میں کہا گیا تھا کہ بکو خیر نہیں تم بعد ہمارے کیا اعداں کرو گے نو خیر بچو کہو اپنے علماء کی ایمان داری و سخن تراشی پر نظر توجہ فرمائی چاہئے۔ بخاری شریف میں وارد ہوا ہے کہ ان حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا ستھ صون علی الامار و مستکون ندائمۃ یوم القیامۃ یعنی تم لوگ بہت جلد حرص امارت کرو گے اور وہ جاہ طلبی تم کو قیامت میں شرم دلانے والی ہوگی طلباء عالی جنس! غور فرمیں کہ بعد آنحضرتؐ فوراً سے بھی دو چار گھنٹہ پہلے کون حضرات رونق و مسند حکومت ہوئے تھے جو لوگ شخص ہو جائیں تمہارا بیٹا چاہئے کہ قیامت میں وہی فرشتگان غلاظ و شداد کی حالات میں پایہ جولان حوض کوثر پر حضرت کے سلسلے آئیں گے۔ صحیح مسلم مطبوعہ مطبع انصاری حیدر (۵۲) کے صفحہ ۱۱۲ پر لکھا ہے کہ حذیفہ صحابی سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بعد میرے ایسے لوگ حکومت فرمائے گا کہ اسلام ہوئے جن کے دل تو شیطان کے ہونگے اور صورت انسان کی حذیفہ نے عرض کیا کہ اگر اُن کے زمانہ تک میں بقید حیات رہا تو کیا روش اختیار کروں ارشاد ہوا کہ اُن شیاطین کی اطاعت کرنا اگرچہ تیرا مال لوٹ لیں اور پشت زخمی کر دیں شلوۃ شریف

کی کتاب الامارۃ کے صفحہ ۲۵ پر یہ مضمون ہے کہ حضور صلعم نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا اُس وقت تم کیا کر دے گے جبکہ بعد ہمارے لوگ دین خدا کو پامال کر کے مال میراث کو کھا جائیں گے اُنھوں نے عرض کیا کہ میں اُن سے مقابلہ کروں گا آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرنا بلکہ صبر و سکون سے کام لینا ہر دو صحابہ موصوف بالانۃ کرام کے زمانہ میں وفات پائی طالب علم خود نتیجہ نچال لیں گے کہ جن لوگوں کی حضرت نے اپنے اصحاب کو خبر دی تھی نہ وہ کون تھے کنز العمال کی چھٹی جلد میں صفحہ (۶۹) پر ایک طولا فی مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب امیر سے حضور پُر نور نے فرمایا کہ یا علی اُس موقع پر غم کیا کر و گے جب لوگ آخرت کو پس پشت ڈال کر دونوں ہاتھوں سے دنیا سمیٹنے پر استیلاں چڑھائیں گے اور مال میراث کو جلوا سٹے دودھ سمجھ کر کھا جائیں گے بچا ب عرض کیا گیا کہ میں اُن سے قطع تعلق کر کے وہ چتیر ہی چھوڑ دوں گا جیسے لوگ رعیت کے دین سے ہاتھ چھڑا دیں گے۔ حضرت نے دعا کی کہ خدایا تو اس وقت علی کی مدد کرنا جبکہ وہ امور مکروہ پیش آئیں۔ صحاح اہل سنت میں یہ مضمون بھی وارد ہوا ہے کہ غیر صادق نے خبر دی تھی کہ محکو خواب لکھا یا گیا ہے کہ لوگ شہنشاہوں کے ممبر پر چڑھنے اور اترتے ہیں اور اپنی حرکات نامہمہوں سے خلافت کو بدراہ کر کے اسطی چال چلاتے ہیں دیکھنا چاہیے کہ بعد حضور کن لوگوں نے شہنشاہوں کے ممبر پر حیت و خیز کی شیخ عبدالحی محدث دہلوی مدارج النبوت میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے وقت رحلت منجد دیگر موصیاء کے ایک بہ بھی وصیت حضرت علیؑ کو کی تھی (کہ یا علیؑ بعد از من بسے مکروہات زمانہ بنو حواہد رسید باید کہ دل تنگ نہ شوی چون منی کہ مردم دنیا را اختیار کرڈ تو دین را اختیار کنی و راہ صبر پیش گیری۔)

والتمذ عند فرمایں کہ حضرت علیؑ کے زمانہ میں وہ لوگ کون تھے جنہوں نے دنیا کو دین پر فوق دے کر راہ ماصواب اختیار کی تھی ان حملہ واقعات سے کچھ

بڑھ کر سنے سورہ محمد میں اہل کفر ہوا ہے (مثل علیکم ان قولیم ن نقصدوا
 فی الارض و تقطعوا رجاؤکم الی آخرہ) یعنی اے اصحاب محمد یہ وقت بہت
 قریب ہو کہ تم حاکم ہو کر زمین خدا میں فساد پھیلاؤ اللہ کی اس پر لعنت ہو جو کہ
 ایسے افعال فیجہ کا مرتجب ہو آید بالان لوگوں کی تنبیہ کے۔ نازل ہوئی
 تھی جو کہ قرن اول میں آنحضرت کے گرد و پیش رہ کر یہ لفظ صحابہ پر جاری تھے
 تھے صاحب روشنی آلا حجاب سمجھتے ہیں کہ قریب زمانہ وفات آنحضرت نے
 ایک طولانی خطبہ پڑھ کر آپہ صدر کی تلاوت کر کے صحابہ موجود اوقات کی
 کان کھول دے تھے کہ جو لوگ دین خدا کو برباد کر کے ناپسندیدہ اور مفسدہ
 فی الاسلام ہونگے ان پر ابد الابد خدا کی لعنت ہو گی جیسا کہ حسب مقتضی بال
 آنحضرت نے شہدائے احد پر دعائے جبر کرتے ہوئے حضرت ابو بکر کے با
 ایمان پر ادائے شہادت سے مضائقہ کر کے ان کو محدث بدعات قرار
 دیا تھا اسی طرح یہ الفاظ صاف روشن ان کے شرک ہونے کو بھی ظاہر کر دیا
 تھا اذ اللہ الخفا شاہ ولی اللہ کے صفحہ (۱۹۹) پر لکھا ہے کہ: ابو بکر تمہاری
 طبیعت میں شرک اثر کئے ہوئے ہے جس طرح کہ چنبوٹی آہستہ آہستہ رینگا
 کرتی ہے ایسے ہی تمہارے قلب میں اس کا اثر ہے اول حضرت مصنف کتاب
 مذکور کو دیکھیں پہر طلباء کو دکھائیوں شرک کی کالی پگڑی جلیفہ اول کے سفید
 سر پر بندھی ہوئی دیکھیں گے کتاب مذکور میں شرک و لامصنوع دو راویوں کے
 نقل ہوا ہے ایک حضرت حذیفہ دوم مفضل بن یسار خدا قرآن پاک میں سناتا
 ہے کہ سب قسم کے گناہ بخشے جاسکتے ہیں مگر شرک کی نجات نہیں ہوسکتی (ان
 التراتلیم عظیم) تحقیق شرک سخت ترین گناہ ہے۔ غالباً اب کسی شخص اور
 خصوصاً طلباء اعلیٰ گدھ کو ابو بکر صاحب کے شرک سمجھنے میں ذرہ پس و پیش نہ
 رہے گا کیا اچھا ہو کہ سب لڑکے کھیل کود سے فراغت پا کر بچنے ہوئے مصنف
 صاحب کے مکان پر جا کر تفریبا کہیں کہ (ول مولوی صاحب تم نے ایسے شخص

کی سیرت کو ہمارے سبق میں داخل کرنا چاہا ہے جو ایمان صحیح سے کوئی بہرہ نہ
 رکھتا تھا بلکہ شرک کو دل میں چھپائے ہوئے تھا۔ ہم لوگ مجسٹریٹ کے اجلاس
 میں متبرد ہو کر وہی کا مقدمہ چلا کر وہی سزا دلائیں گے جو کہ دھوکہ باز کے لئے
 قانون میں تجویز کیا گیا ہے۔ واہ سبحان اللہ دنیا اسلام کے ابتدائے زمانہ والوں
 کی کجاویہ حال کتب اہل سنت میں دکھائی گئی ہے کہیں فرشتے مجرم بدعات
 اُن کی سوچہ پکڑے ہوئے جہنم کی طرف گسیٹے لئے جاتے ہیں کہیں اُن کی سبوت
 یہ استہنار دیا جاتا ہے کہ سما لہو جنہ دار ہو عنقریب شیاطین کی حکومت ہونے
 والی ہے کسی موقع پر ایمان دار لوگوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ مثل یا جنت با جوج
 جب شیاطین حملہ آور ہوں تو تم دم بخود ہو جانا گردن یثی کے ہوئے ہرناشیندنی
 سزا رہنا اُن کے سلسلے مخالفانہ راہ نہ چلنا ورنہ سر توڑ کروادی ناکامی کی
 تکراریں گے۔ خدائی اعلان جہانگھوم گشت کر رہا ہے کہ اے محمد کے ہم نشینوں
 عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تم متولی امرات ہو کر خدا کے دین میں مناد
 پیلا کر رشتہ رحم کو قطع کرنے والے ثابت ہو گے کیسکو حضرت سمجھا رہے ہیں
 کہ تم خالص مومن نہیں ہو۔ بلکہ شرک کو پہلو میں دیائے ہوئے ہو نہ معلوم ایسے
 پر شور زمانہ کے لوگوں کو غیبت کر کے حضرت اول کی سیرت کو مصنف صاحب نے
 کس دلیل قاطع سے قابل تقلید سمجھ کر لڑکوں کو آمادہ بتالعت کیا اگر موصوف
 الصدر کی لطو یسع ہوتی اور انہیں کتابوں کو اول سے آخر تک ملاحظہ فرمایا ہوتا
 جنکو اپنی کتاب کے ادائی میں ذکر کیا ہے تو کبھی اس وادی پر خاریں
 قدم نہ رکھتے جس میں گام فرسا ہونے سے اُن کا دامن تحقیقات دھجی دھجی
 ہو رہا ہے۔ اس عنوان کے اخبار جو کتب معتبرہ میں وارد ہوئے ہیں
 اُن کی مبت مصنف صاحب اور اُن کے ہم مذہب نگاہ بند کر کے یہ قیاس
 فرمایا کرتے ہیں کہ یہ واقعات اس وقت درجہ صداقت پر پہنچے تھے

جبکہ بنی امیہ و بنی عباسی باہمالک کن کثرت اسلام ہوئے تھے۔ خلفاء ثلاثہ سے ان کا کوئی علاقہ نہیں ہے۔ چنانچہ مولوی حیدر علی صاحب مصنف منہج الکلام کا بیان کتاب بصائر الصبیح سے اول نقل کر دیا گیا ہے۔ لیکن آنحضرت نے ان معصومین فی الدین کے نشان ایسے صریح بتلا دئے ہیں کہ تقبیش کنندہ بے تکلف ثلاثہ کے دروازہ پر پہنچ کر معلوم کر لیتا ہے کہ جن جرائم پیشہ لوگوں کی حضرت نے جزدی تھی وہ اسی سہ دری کے رہنے والے ہیں جس میں ثلاثہ کرام سکین گزرے ہیں۔ کنز العمال کے صفحہ (۱۲۹) پر یہ روایت ابو ہریرہؓ سے ہے کہ آنحضرت نے فرمایا (بعد جارسے ایسے آئینہ ہوں گے کہ اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو تمکو کافر بنادین گے۔ مخالفت کرنے سے گردن مروڑ دیاں گے وہ لوگ آئمہ کبر اور ریشہ خلافت ہوں گے صاحبان عقل کو تامل فرمانا چاہئے کہ بعد وفات سرور عالم کون لوگ مدعی امامت ہوئے اور اپنے مخالفین کے ساتھ ان کا کیا عمل ہوا اظاہر ہے کہ سب سے اول تحت خلافت پر قدم رکھنے والے حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں جن کی سیرت کو قابل مصنف نے طلباء کا کورس تجویز کیا ہو ان کی یہ حالت تھی کہ خاندان بنو تہ نے ان کی خلافت تسلیم کرنے میں عذر کیا فوراً مارنے مرنے لگے مگر جلانے پر آمادہ ہو گئے حدیث کا مطلب واضح ہو گیا کہ اگر ان کی مخالفت کی گئی تو وہ گردن مار دیں گے۔ خاندان بنو تہ معمولی لوگوں میں نہ تھا وہ گہرا نہ خاندان شاہی کے معزز لقب سے عزت حاصل کئے ہوئے تھا اگر حضرت اویہ متابعت ان کے دیگر بنی امیہ نے صدیق کو حلیف ماننے میں کچھ پس و پیش کیا تھا تو چند دنوں کے لئے ان کو آزادی و بچائی و فتنا یہ زیادتی نہ کی جاتی ابھی بنی کا خیر عزابھی اہل بیت کے گھر سے نہ اٹھا تھا بلکہ دل بھر کر حضرت کی صاحبزادی اپنے باپ کو رہنے ہی نہ پائی تھی کہ حضرت اول نے اپنے فوٹ باز و عمر صاحب کو حکم دے دیا تھا کہ داماد رسول کو پکڑاؤ اگر انے میں کوتاہی کریں تو بے تکلف ان کا گھر

بھونکدو۔ وہ جس گھر سے ابو بکر صاحب نے ایمان کی گھڑیاں سر پر رکھیں
 اُسی کے جانے کو آتش بدست ہو گئے، مختصر ائمہ مکفر و ضلالت وہ ہی لوگ بائیں
 کئے گئے ہیں جو کہ بعد اُن حضرت فرمان روائے ملک اسلام ہوئے تھے اور مملکت
 دینی میں اپنی رائے کو دخل دیکر بدعات کا دروازہ کھول دیا تھا اگر احیاناً تذکرہ
 بالا کو زبرد و غیرہ پر منطبق کیا جائے تو ثابت کرنا پڑے گا کہ اُن لوگوں کی
 وہ کوئی سنت ہے جس پر مسلمان اب عامل ہیں یا کبھی پہلے ہوئے ہوں ہیں
 بات کی تحقیقات کئے جب کتابوں کی ورق گردانی کی جائے گی تو موسیٰ
 ثلثہ و دعا و وہ صاحب کے اور کس کے سر پر اجراء بدعات کا سہرا نہ باندھا
 جائے گا۔ دیکھ لو، فقہ کنگن کو اُسی کیلئے۔ کتاب میں موجود ہیں جب نظر
 دور او گئے یہ بھی پتہ چلے گا کہ فلاں چیز حضرت ابو بکر نے قائم کی اور فلاں
 فلاں حضرت عمر و عثمان نے۔ مولوی محمد قاسم صاحب باقی مدرسہ دیوبند جو کہ
 فرقہ اہل سنت میں اعلیٰ درجہ کے ستلم و مناظر گذرے ہیں اپنے مولفہ رسالہ
 ہدینہ الینبعہ میں جس کا رد پنجاب گردہ امامیہ تحفۃ الاشعریہ سے کیا گیا ہے
 لکھتے ہیں ایہ بھی اہل فہم پر ظاہر ہو گیا کہ اُن کے زمانہ میں اُن کے عقوبت
 جو کچھ دین کے مقدمہ میں ظہور میں آیا اور اس نے رواج پایا جیسے ابو بکر صدیق
 رضی اللہ عنہ کا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک ندینا اور حضرت عمر رضی اللہ
 عنہ کا منقہ کو حرام کرنا اور تراویح کی تاکید اور حضرت عثمان کا جمعہ میں پاک
 زان کا بڑا عائدہ سب بخندہ دین پسندیدہ اور مصداق ارتضیٰ الہم ہے
 علیٰ ہذا القیاس جس مسئلہ پر اُن کے زمانہ میں اجماع اور اتفاق ہو گیا
 وہ لازماً حق و صواب ہے اس سے جو منکر ہے وہ دین پسندیدہ خلاف دین
 سے منحرف ہے اور جو اس کا شکر ہے وہ حق کا منکر ہے۔ انہما کلامہ
 یہ بھی مضمون بہ لفظہ رسالہ تہذیب العین و ایمان فی اثبات خلافت
 شیخین من القرآن مطبوعہ خیر الطالیع شہر میرٹھ کے صفحہ ۱۵۵ پر شیخ

احمد حسن صاحب پیر شیخ مدار اللہ متوکل صدر میرٹھ نے نقل کیا ہے پھر بالاسے
 ظاہر ہو گیا کہ دین میں جقدر بائیں فرمایا داخل ہوئیں وہ سب خلفاء ثلاثہ کے زمانہ حکومت
 میں رواج پزیر ہوئے حضرت کے وقت میں کہیں اُن کا وجود نہ تھا پس احداث
 بدعات کی خبر غلاتہ سے ایسی چپاں ہو گئی کہ جیسے اوراق وصلی با حوزہ چسپیدہ
 ہوتے ہیں چونکہ ہر دو علماء موصوف الصدور تخریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے
 سیدہ کو فدک مندا عمر نے تراویح قائم کیں اور متعہ کرنے سے غلاتین کو روکا لہذا
 مناسب معلوم ہوا ہے کہ اس موقع پر اُن باتوں کی نسبت بغرض آگاہی طلبا
 کچھ لکھ دیا جائے جو کہ تخمین نے اپنی اوقات میں جاری کی ہیں فدک کا حال
 اوپر ظاہر ہو چکا کہ اسی قصہ میں مابین ابو بکر و عطاء ایسا نزاع پڑا تھا
 کہ باہم بات چیت موقوف ہو کر مرنے جینے کی شرکت چھوٹ گئی تھی اگر قبول
 مولوی محمد قاسم صاحب مندرجہ صدر تجمہ و نزہت خلفاء دین پسندیدہ و ارتضیٰ ہم
 کی صفت سے موصوف نہیں ہے اور اُن کا منکر حق کا منکر ہے تو سیدہ
 و حضرت کی سخت مطاعن کی دار و گیر میں آسکتے ہیں کیونکہ دونوں نے فدک
 کی بازیابی میں انتہا کی کوشش کی تھی و فروع بہہ پر گواہی دی درباب
 ثبوت و ارثت انبیاء و آیات قرآن سے احتجاج کیا اسکے غلنے سے ہٹا
 کے آئندہ خاطر ہوئی اس کا صریح نتیجہ یہ نکلیے گا کہ خاندان نبوت دین
 پسندیدہ اور امر حق کا منکر تھا اور یہ انکار اُن کو حسب قیود مقرر کردہ مولیٰ صاحب
 معاذ اللہ کا فریاد دینے والا ہو گا طلباء مدرسہ توجہ فرمائیں کہ مخبر صادق
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خبریں دیں ہیں وہ ثلاثہ کے افعال سے شل
 اکتاب نیم روز نمایاں ہوتی چلی آرہی ہیں مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ میرٹھ
 نے تراویح کی تاکید کی اور متعہ کرنے سے غلاتین کو روکا - صاف طور پر پستہ
 دے رہا ہے کہ تراویح آنحضرت کے زمانہ میں نہ پڑھی جاتی تھیں اگر سلسلہ
 و ارمہ مبارکہ رمضان میں سلمان تراویح پڑھنے کے عادی ہوتے تو تاکید

کی کیا ضرورت تھی تراویح کا بدعت ہونا ایسا سہل بات ہے کہ جب اندراج بخاری و مسلم و موطا امام مالک کنز العمال و تارخ ابن واضح و کرمانی شرح غیبی و رسالہ مصابیح امام سیوطی و غیرہ خود حضرت عمرؓ نے اقرار کیا ہے کہ نماز تراویح پڑھنے کے لئے جو میں نے لوگوں کو جمع کیا ہے گو کہ یہ طریقہ آنحضرتؐ اور حلیف اول کے زمانہ میں نہ تھا اور بوجہ جدت ایسا شمار بدعت میں ہے لیکن یہ کوئی بڑی بات نہیں بدعت حسنہ ہے کسی شاعر نے کہا ہی خوب کہا ہے۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو دہ سر پہ چڑھ کے بولے
حلیفہ صاحب نے اپنے فضل کو خود بدعت تسلیم کر لیا جس سے خفی مرتب کے ارشاد کی تصدیق ہو گئی اس موقع پر طرط داران حضرت عمرؓ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہاں یہ حلیفہ نے کوئی بڑی بات تو قائم کی ہی نہیں صرف عبادت میں اضافہ کیا ہے اس پر اعتراض کیا دوزہ اسکے فوائد ہی دیکھو رمضان شریف میں رات کو کچھ کیا چل پہل رہتی ہے مسلمان مصروف عبادت ہوتے ہیں یہ آواز بلند کلام مجید سنایا جاتا ہے۔ ختم قرآن پڑھائی تقیم ہوتی ہے اندھے کانے حافظوں کو صد پارہ مل جاتا ہے اس میں حرج کیا ہوا جو خواد مجواہ حلیفہ کو مطعون کرنے ہو حقیق عرض کرتا ہے کہ دینی معاملات میں کسی کو گھٹانے پڑھانے کا مطلق اختیار نہیں جو ایسا کرے گا وہ بدعتی کہلائے گا اگر کوئی شخص پانچ وقت کی نماز کی جگہ دس وقت کر دے تو کون عقل کا دشمن، اس کو پسند کرے گا۔ ملاحظہ ہو کہ عبادت کی افزائش خاندان نبوت نے ہی بقول اہل سنت تسلیم نہیں کی شاہ صاحب تحفہ کے باب دہم میں لکھتے ہیں کہ اگر عمرؓ نے دوات و قلم نہ دینے میں حضرت مسلم کی نافرمانی کی تو بسا موقع پر علیؓ و قبول نے ہی احکام نبویؐ سے انحراف کیا ہی صاحب معدوح بحوالہ بخاری شریف لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ایک شب خانہ بیتہ میں جا کر ارشاد فرمایا کہ تم سوائے پہنچکانہ کے نماز شب یعنی نہی پڑھا کرو یہ سنکر دونوں بزرگوار جواب دہ ہوئے کہ ہمارا نفس خدا کے قبضہ قدرت

میں ہے۔ اگر وہ توفیق دے گا تو پڑا ہوا کلمہ حضورؐ کو ناگوار گذرا ہے
دو دنوں راتوں کو پیٹتے ہوئے اُن کے گھر سے یہ گہرا برآمد ہوئے، (کان الا نسان
الکثر مشیٰ جک) یعنی آدمی اکثر باتوں میں ماہ کیج اختیار کرتے، (والا ہے طالب علم
جیال فرمائی کہ امام بخاری صاحب نے خاندان نبوتؐ معدن علم عبادت پر کیا سخت
وناگوار حملہ کیا ہے تعجب ہے کہ جن لوگوں نے طرز عبادت خدا بتلایا اور تمام
عابدوں میں سر دفتر عبادت و زمانہ دہلائے وہ نماز تہجد سے انکار کر پ اور سو بخدا
سے محض بدایت عبادت پر آمادہ جدال ہو جائیں۔ بہر حال، تہجد بخاری اور
نصرت شاہ صاحب سے واضح ہو گیا کہ جناب فاطمہؓ و حضرت امیر نے عبادت کی
زیادتی کو ناپسند فرمایا۔ جبکہ خانوادہ نبوتؐ کی یہ حالت ہو کہ سوائے فرضیہ کوئی
دوسری نماز پر نہ ناپسند کریں تو عمر صاحب کو کیا استحقاق تھا کہ مقررہ کردہ
خدا و رسول پر اور ایک دم چلا لگا دیوں، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے مقام
سیالکوٹ لیکچر دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ حضرت عمرؓ تراویح ایجاد کر کے
مسلمانوں کے ایک دم چلا لگا گئے تمام دن لوگ روزہ رکھیں بھوک پیاس کے
صدمہ اٹھا کر خدا خدا کر کے شام پچڑیں سورج دوڑے ہی تراویح کے بل میں
جوت دے جائیں اسی واسطے بعض آزاد منش لوگوں نے بہ تنگ آ کر کہہ دیا کہ
بابا رمضان ہی کثرت ملکہ تراویح می کشد۔ پس عمر صاحب کا یہ ایجاد تازہ
کسی طرح مبلوع و مدوح نہیں ہو سکتا رہا متعجب اس کی یہ صورت ہو کہ حیرت
ایک مبسوط رسالہ مسئلہ مذکور کی بحث میں لکھ دیا۔ ہے ایجا کہ ضرورت موقع پر نظر
کرتے ہوئے بعد اختصار لکھتا ہوں۔ حضرات ان سنت فرماتے ہیں کہ شتہ بحکم
آیہ (فما استمتعتم) الی آخرہ انحضرت کے زمانہ کرامت نشانی میں جائز و حلال تھا
جفیغہ اول کے عہد میں ایسا ہی رہا اوائل خلافت دوم تک ہی وہی عمل تھا
حضرت عمرؓ نے ایک روز حکم دے دیا کہ ایسا انسان دو چیزیں رسولؐ پاؤں کے وقت
میں جائز تھیں میں اُن کو حرام کرتا ہوں آئندہ اگر کسی نے ایسا کیا تو میں سخت

سزا دوں گا ان میں ایک متعنتہ النساء ہے۔ دوم متعنتہ الرجال بہ نظر لکین طلباء
 فیتن دو دیگر ناظرین بالنگین متعنتہ کے متعلق ایسا قوی ثبوت پیش کرتا ہوں کہ جس
 کسی کو اس کے جائز و حلال ہونے میں دایمہ نہ رہے گا۔ ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ مطبع صدیقی
 لاہور کے صفحہ ۱۲۴ سے لغایت ۱۳۲: اس مسئلہ مذکور کی نکتہ چند احادیث بیان
 کی گئی ہیں ان جملہ اخبار کا نتیجہ یہ ہے کہ متعنتہ بحکم خدا بائز و سلال تھا مگر ان متعند
 احادیث کے صرف ایک حدیث اس جگہ نقل کی جاتی ہے (بہ مفاد آیا) نماز مستتم
 بدھن (احمد بن) الما آخوہ آنحضرت نے صحابہ کو متعنتہ کرنے کا حکم دیا وہ برابر
 کرتے رہے کئی دفعہ حکم دیا اور کئی دفعہ منع کیا احزاب اول و دوم خلفاء کے زمانہ
 تک عامل بہ متعنتہ ہے پس حلت متعنتہ قطعی ہے اور حرمت ابدی قطعی قطعی نے کہا
 ہے کہ جمہور اس کا معقول جواب نہیں دے سکتے یہاں اس نظر کی جوئی نگاہ سے
 کام لیں پڑھنے میں جلدی نہ کریں جو لوگ بے سچے بوجھے متعنتہ کو زنا اور فحش سے
 فحیر کرتے ہیں وہ آنکھ اٹھا کر عبارت بالاول ویکہیں جس میں اسکی حلت قطعی ہی
 اور دائمی حرمت قطعی علاوہ بریں موطا را نام مالک کا ترجمہ سہمی بہ کشف الخطا
 مطبع صدیقی لاہور میں طبع ہوا ہے اس کے صفحہ ۱۳۹ و ۱۴۰ پر یہ عبارت ہے
 سنہ ۳۰ آئمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک متعنتہ ناجائز ہے اوایل اسلام میں درست
 تھا پھر غیر کے مؤذ حرام ہوا پھر عمرہ قضا میں درست ہوا پھر فتح مکہ کے روز حرام
 ہوا پھر جنگ اوطاس میں درست ہوا۔ پھر حرام ہوا پھر فتوک میں درست ہوا پھر
 حجة الوداع میں حرام ہوا اس بار بار کی حلت و حرمت سے لوگوں کو شبہ پیدا
 ہوا بعض لوگ متعنتہ کرتے تھے بعض نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت کی وفات
 ہو گئی اور حضرت ابو بکر خلافت میں آیا ہی رہا اور حضرت کی اوائل خلافت میں
 یہی ہی حال رہا بعد اسکے حضرت عمر نے اسکی حرمت برسر مہربان کر دی جسے
 لوگوں نے متعنتہ کرنا چھوڑ دیا مگر بعض صحابہ اس کے حواز کے قابل رہے جیسے کہ
 جابر بن عبد اللہ انصاری اور عبد اللہ ابن مسعود اور ابوسعید اور اسار بنت

ایو بکھ اور عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن حویرث و سلمہ بن الکوع اور
ایک جماعت تابعین میں سے اس کے جواز کی قابل رہی یہ اس کتاب کے صفحہ ۳۲
صفحہ ۴ پر ہے اسلئے کہنے والے پر یہ اتفاق زمانہ کی حد لازم نہیں آتی حضرت عمرؓ
ڈرانے کے واسلئے کہا تھا کہ لوگ متعہ سے باز رہیں اچھوٹا منہ اور بڑی بات ہو
تو حضرت عمرؓ نسبت الاما قباہ میں کر سکتا کہ انھوں نے ایک امر جائز و حلال کرنے
میں اجتہاد سے کام نہیں لیا لیکن خلیفہ صاحب کا یہ حکم ایسا کچھ بے قطع تھا کہ سوائے
اصحاب موصوفین بالا و طبقہ تابعین ان کے سبکے بیسے عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی مانا
اور یہ مخالفت پھر برابر متعہ کرتے رہے ان کا قول تھا کہ خدا اور رسول نے متعہ کا
حکم دیا اور والد بزرگوار نے اسکو حرام فرمایا مجھ پر خدا کے حکم کی پابندی واجب
ہے نہ کہ پدر عالی مقدار کی ارشاد کی دیکھو صحیح مسلم مطبوعہ مکتبہ مئیسوئہ صفحہ ۳۹۳ و
۳۹۴ و دررقانی شرح موطا امام مالک مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۳ و ظفر المسبین
مطبوعہ لاہور صفحہ ۵۵ و ۵۶ و ترمذی شریف مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۳۴ و غیرہ
چونکہ حب تو ضیح صدر مولوی محمد قاسم و شیخ احمد حسین نے کہا ہے کہ جس شخص نے
ان باتوں سے انکار کیا جبکو خلفاء نے اپنے اوقات میں جاری کیا وہ دین
حق کا منکر ہے ہر گاہ یہ چند صحابہ و تابعین حق کو حیا یز
سمجھ کر مخالفت عمرؓ کرتے رہے لہذا سمجھا گیا کہ سب کے سب حب مذاق علمائے
سنذکرین کا فرستے اسکا صل حضرت عمرؓ کے منع کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسلامی دنیا
میں زنا کاری پھیل گئی۔ محمد ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت ام
نے فرمایا کہ اگر عمرؓ متعہ کو حرام نہ کرتے تو کوئی مسلمان زنا دے کے لے کر بند نہ کہوتا
اس موقع کی عبارت یہ ہے عن علی قال لو لا نفعی عمر عن المتعہ فاذنی الا
شقی سوائے از این کتاب نہایہ ابن اثیر میں جناب عبد اللہ ابن عباس سے
نقل ہوا ہے کہ امت محمدی کے لئے متعہ ایک رحمت الہی تھا اگر عمر اس کے مرتکب
کو عفو بت سلطانی سے نہ ڈراتے تو اسلام میں ایک شخص یہی زمانہ کرتا عبارت

یہ ہے دما کا مت المنقہ الاحمہ اللہ بما اتمہ محمد لولا نھی عمر ما احتاج الی
الزناء الا شیعہ مناد ہر دو آیات یہ ہے کہ اگر منجانب حضرت عمر حرمت متعہ واقع ہوئی
تو سوائے شقی کے کوئی مسلمان زمانہ کرتا چونکہ سنی مسلمان متعہ نہیں کرتے دوسرے
طریقہ سے خواہش طبعیت کو پورا کر لیتے ہیں اس سلسلہ سے اولاد مراد ہی کاشم
ہو جایا کرتی ہے زانی فی الواقع اور حسب تصریح صدر شقی ہوتا ہے لہذا اولاد سوا
شقاوت کے حرامی ہی ہوگی چونکہ مروج زنا کاری حضرت عمر ہوئے ہیں۔ لہذا یغیب
کر گیا۔ سیلا۔ بھاگ بھری۔ مٹو۔ مٹو۔ سب کے تحت جگہ حضرت عمر کا دین دو امت
سنبھالے ہوئے ہذا اما ماکا دم بھرتے ہوئے خدا کے سامنے پیش ہونگے یا نہ کہ چونکہ
حضرت عمر نے حرمت متعہ کو اپنی ذات سے چپاں فرمایا تھا تا برائ صاحب غلطی کہ
سخت چیدگی ہوگی کہ بڑا غضب ہو گیا۔ عمر نے متعہ کی حرمت کو اپنی ذات سے وابستہ
کر لیا ممکن ہے کہ دانشمند مسلمان کہد یوں کہ یہ کون ہے کہ حلال خدا کو حرام کر دیو
لہذا انھوں نے ایک بات نبائی اور وہ یہ کہ اے لوگو یہ خیال نہ کرنا کہ عمر نے متعہ
کو خود حرام کیا ہے بلکہ اصل منع کرنے والا تو خدا ہی ہے۔ لیکن اس زمانہ کے آدمی
حکم خدا سے نہ رکنے چوری چھپے سے یہ عمل بد (متعہ) کرتے رہے خدا اور رسول
کے احکام خود بخود نفاذ پذیر نہیں ہو سکتے ان کے لئے سیاست کی ضرورت ہی
حضرت عمر چونکہ قدرتشاہد المذاج اور احکام خدا کے پابند کرنے میں سخت گیر تھے
لہذا انھوں نے حرمت کو اپنی ذات سے یہ این جہت نسبت دی تاکہ لوگ سمجھ جائیں
کہ اس کے حرام کرنے والے خدا و رسول نہیں ہیں بلکہ عمر صاحب ہیں خلیفہ صاحب
کا مطلب یہ تھا کہ میرے حوالہ سے جو حکم منہر ہو گا اسکو لوگ مان جائیں گے فقیر
شاہ صاحب پر جو تدرع دار و ہو سکتی ہے محتاج بیان نہیں آزاںجہ یہ کہ جیسی
سیاست حضرت عمر کو حاصل تھی وہ یہی استحضرت و ابو بکر کو بھی عجب ہے کہ
رسول سے لوگ نہ ڈرے اور عمر کا نام سنتے ہی مثل پیکر بیجان دم بخود ہو گئے
اگر خدا کو اپنے احکام کا اجرا منظور تھا تو ابتداء اسلام سے عنان اطمینان

حضرت عمر کے ہاتھ میں دجائی عداوت خدا سے بڑی فروگزاشت ہوئی کہ حضرت
محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درجہ نبوت عطا فرمایا جو کہ نہایت کمزوری کے
سابقہ کام کرتے تھے۔ بدانت خیر اگر حضرت عمر اپنی تقریر میں اتنا اضافہ اور
فرمادیتے کہ سب مسلمانوں رسولؐ نے جو کئی مرتبہ ملک کو حکمت سے دیا اور پھر اس سے
منع فرمایا اس کی آخری درجہ برحمت ہو چکی ہے جھوٹا بزرگہ معتبر خبر پہنچی ہے کہ
تم لوگ اس حرام شدہ فعل کے مرتکب ہوئے رہتے ہو آنحضرتؐ اور نبیؐ کے
زرم طبعیت تھے اور میں ایسا بلائے ہے دربان ہوں کہ شیطان ہی میرے سامنے
سے گریز کرتا ہے۔ اگر آئینہ کسی نے یہ بنا جائز فعل کیا تو مارے دروڑ کے
چوتڑ و نیکی کہاں اوڑھڑا دوں گا اگر ایسا آڑ جا رہی کیا جانا تو شاہ صاحب کی
حضرت عمر کے صاف اور پتے بیان پر بطح زاد حاشیہ کی چڑھنے کی ضرورت
ہوتی طالب علم اس موقع پر قوت عقلی سے کام لیں کہ جو لوگ حکم خدا و رسولؐ
کو یہ وقت بھوکہ شیعہ جو کہ بعد میں یقیناً حرام تھا کرتے رہے وہ کون لوگ بنو خا ہے
کہ اکثر صحابہ رسولؐ تھے اور بعض تابعین صحابہ کے آنحضرتؐ کے صحبت یافتہ حقیقت
نبوت سے آگاہی پاسے ہوئے ایسے ناجائز تھے کہ باوصف امتناع رسولؐ
زنا کاری کے لئے نکلی کھڑے ہوئے تھے۔ علماء درویشہ علوم مصنف ذی لیاقت
سے دریافت کریں کہ حضورؐ آپ نے جو عمر بروزنا پایا ہے کہ قرن اول کے مسلمان اسلام
خاص کے منظر تھے ان کی پیروی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ تلخہ کو دیکھئے شاہ صاحب
تو کہتے ہیں کہ وہ بڑے زانی و بدگال تھے خدا و رسولؐ کے احکام ان کی نظر میں
کوئی اقتدار نہ رکھتے تھے۔ افسوس ہے کہ آپ ایسے لوگوں کے واقعات زندگی
میں کتاب کو ہا سہ کہیں میں رکھنا چاہتے ہیں۔ شاید بعض لوگوں کو یہ خیال ہو
کہ شاہ صاحب و محمد تقی صاحب و شیخ احمد بن صاحب مند و سستان کے
معاے آدمی ہیں ان کی بات کا اعتبار نہ کرنا چاہئے لہذا ان کے اطمینان خاطر کے
لئے لکھتا ہوں کہ گورے چبے پیہ چمڑے واسے عربی اسل عالم ہی ایسا ہی

کہتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اُن باتوں کا ذکر کیا ہے جو کہ علویوں
 نے اپنے اپنے اوقات حکومت میں بہ خلاف طریقہ رسول جاری کی تھیں اُن کو بہ لفظ
 اولیاء علامہ موصوف نے ظاہر کیا ہے یعنی فلان جلیفہ نے اول یہ کہا اور فلان نے یہ اس
 سلسلہ میں حضرت عمر کی بدعت کہتے ہیں کہ سب سے اول امیر المومنین کا خطاب انھوں نے اپنے
 واسطہ تجویز فرمایا۔ ماہ رمضان میں نوافل کی بنیاد ڈالی منہ کہ حرام کیا اور نماز بیعت
 میں بجائے پانچ کے چار تکبیریں مقرر فرمائیں بجگوا میں یہ کہ اب طالب مفسر وہی
 سمجھے جائیں گے کہ جو لوگ فرشتگانِ غلاظہ و شداد کی جومات میں ہوئے گناہان
 جہنم کی طرف منہ کاسے جائیں گے یہ وہی ہوں گے جنہوں نے احداث بدعات کر کے
 دین محمدی کو برباد کیا۔ یہ قصہ کو نامہ مصنف نے صفحہ اول سطر ۱۰ پر اہتمام فرمایا ہے
 کہ حضرت ابوبکر کے حالات زندگی بہت کم اہل دنیا کے پیش نظر ہیں (ابھیضرت اگر
 اُن کی ذاتِ سنوہ صفات میں کوئی کمال ہوتا تو حضور سے پہلے بڑے بڑے علما
 گزر گئے ہیں حضرت اول کی وادی تو صیغہ میں صرفہ اسب دوانی کرتے۔ مگر
 آپ ایسے جبر نہ تھے اُن کی نگاہ میں وہ باتیں کچی ہوئیں تھیں جو کہ حسبِ صراحت
 بالا اور ارق کتب میں جلی قلم سے لکھی ہوئی ہیں حضرت ابوبکر تو ایک سادہ و رفقہ
 اُن میں کمالات کہاں تھے جو محدثین و مورخین کے قلم پر آتے حضرت عمر کو دیکھنے
 جو کہ خلفائے مسینر کہے جاتے ہیں اُن کا مانہ محال ہی سفر۔ کتنا متاثر ہے
 صحیح مسلم کے صفحہ (۲۲۱) سطر ۱۱ پر طولانی مضمون ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمر
 اکثر بازار میں مصروف خرید و فروخت رہتے تھے احادیث سننے کا اُن کو
 کم اتفاق ہوا۔ انوس کہ مصنف صاحب ایسے لوگوں کے واقعات سے جو کہ
 احادیث نبوی کی طرف توجہ نہ کرتے تھے۔ مثل لاؤں جتنے بقاؤں کے ہر وقت
 بازار نشین رہتے تھے طلباء کے اخلاق کو خراب کرنا چاہتے ہیں طالب علم ایسے کچھ
 خیال دے رہے نہیں ہو سکتے کہ مولوی صاحب کی دو چار بے سرو پا باتیں پر حضرت
 کی بیعت کو پر اندہ بھارت سمجھ بویں وہ ہونا رہے ماشاء اللہ بڑے ناخوش

بال کی کہاں کھینچنے والے ہیں اوتنے شبہ برخلات فلسفہ و سائنس سمجھ کر
 وہ اکثر باتوں میں متزلزل ہو کر علماء سے دست و پا چڑھ جاتے ہیں۔ آقاؑ وہ بولتے
 ہیں کہ قرن اول کے مسلمان کی عکسی تصویر پہلے پیش کر چکا ہوں مگر دل چاہتا ہے
 کہ کچھ اور مرتفع بھی دکھلا دینا۔ ازالۃ الخفا کے صفحہ (۲۵۶) پر لکھا ہے حضرت
 نے ایک معاملہ میں قریش پر غصہ کیا کہ جو کہ فرمایا کہ میں تمہاری بیچ کنی پر اس
 شخص کو مسلط کروں گا کہ جس نے قلب کا خدا بنے دریا لیا۔ امتحان کر لیا ہے وہ
 حمایت دین کے لئے تمہاری گردنوں کو توڑ مروڑ کر صفحہ عالم سے شامے گا یہ
 سن کر حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ ایسی حضرت کیا وہ شخص یہ فدوی ہے جواب
 ملا کہ ہیں پہر حضرت عمر نے ابھر کر پوچھا کہ نیا ذمہ کے باب میں ایسا ارشاد
 ہوا ہے اُن کا جواب بھی انکار سے دیا گیا حضور مسلم نے فرمایا کہ جب کا خدا
 نے امتحان لے لیا ہے اور جو شخص کہ بیچ دین کا مضبوط کرنے والا ہے یہ وہ
 ہے جو میری بعین کو درست کر رہا ہے دیکھتے سے معلوم ہوا کہ حضرت اسیر
 آنحضرت کے نقشہ کے مبارک کو جو کہ عرش الہی کی گوشوارہ نہیں مرست فرما
 رہے ہیں یہ موقع عذر کرنے کا ہے کہ شیخین یہ اس تقریب و اختصا صغیالی
 ایمان سے ایسے بے بہرہ تھے کہ بن کو ایمان داری کا سارٹیفکٹ و فقر خداوندی
 سے عطا ہوا تھا جس سے صاف ثابت ہو گیا کہ وہ ضارب علی الدین نہ تھے بلکہ
 خارج حویب جانتے ہیں کہ جن کو امتحان میں ناکامی رہتی ہے وہ کبھی سلطنت
 کی جانب سے کوئی عہدہ نہیں پاسکتے افسوس ہے کہ جو لوگ فیل ہو کر مدرسہ سے
 خارج کر دیئے گئے ہیں اُن کی سیرت کو مصنف نے نوا آموز بچوں کے سامنے
 عمل کرنے کے لئے پیش کیا یا در کہ ایسے شخصوں کے قدم بقدم چلنے کا جو ارادہ
 کرے گا وہ منزل مقصود پر نہ پہنچ سکیگا حضرات شیخین صفات عمدہ سے
 کسی ایک صفت میں بھی کوئی حق حصہ نہ کہتے تھے اُن کے نام پر فہرست کلمات
 میں ہر جگہ چارہ نشان لگا ہوا تھا۔ تمام ارباب صالح و اہل سیرت و تقویٰ لفظ

بیان کرتے ہیں کہ میدان جہنم میں سب تین روز تک حضرت ابوبکر و عمرؓ میا پے
 ناکام واپس آئے اور صورت فسخ نمایاں ہوئی تب حضرت نے تیسرے روز
 کی شام کو فرمایا کہ فرزندِ اعلم شکراؤ کو دیا جائے گا جو کہ کر اور غیر فراری۔ وہ
 بلا فتح آئے واپس ہوا خدا اور رسولؐ اسکو دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا و
 رسولؐ کو دوست رکھتا ہے ان بنود سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت اولینؓ نہ
 کرار تھے اور نہ غیر فرار نہ خدا اور رسولؐ ان کو دوست رکھتے تھے نہ وہ خدا و رسولؐ
 سے محبت رکھتے تھے دانشمند طالب علم خود نتیجہ کمال لیں گے کہ جو شخص امداد میں
 میں مکرر حملہ پر حملہ کرنے والا نہ تھا اور فرار شکار ہو کر جہاد سے کب کی طرف گرم
 عنان ہونے والا نہ تھا نہ خدا اور رسولؐ اس سے محبت رکھتے تھے نہ اس کے قلب
 کا کوئی حصہ خدا اور رسولؐ کے محبت کے لئے وقف ہوا تھا اسکی عادات و فضائل
 کہاں تک واجب الاتباع ہیں امامِ اعظم علیہ الرحمۃ چونکہ فرزانہ کار و دانائے
 روزگار تھے انھوں نے صاف کہہ دیا کہ شیطان اور ابوبکرؓ کا ایمان کانٹے
 میں نکلا ہوا تھا اور اقوالِ عمرؓ قولِ شیطان سے ملتے جلتے تھے نہ اسے رنج بخدا
 مولفہ خلیب بغدادی میں واقعہ اول و جامع الصغیر بن اثرائی دیکھو میں یقین
 کرتا ہوں کہ کوئی طالب علم ایسے شخص کی سیرت پر نہ عمل کرے گا جس کے ایمان میں
 شیطان کے ایمان سے رقی بہر فرق ہوگا اور دربابِ کلمہ کلام گویا اس کے
 منہ میں شیطان کی زبان تھی۔ ترجمہ صحیح مسلم میں یہ صفحہ (۲۷۸۲) مطرا یہ عبارت
 ہے (ابو سعید نافل ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ و ابوبکرؓ و عمرؓ دجال سے
 ملے آنحضرتؐ نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس کون کون ہیں اس نے جواب دیا
 کہ دو چھوٹے ہیں اور ایک بچا مشکوۃ شریف میں یہ ہے کہ ایک ایماندار اور
 دو بے ایمان بہر حال مطلب ہر دو کتب کی عبارت کا ایک ہے صاحبانِ بصیرت
 بہ چشمِ انصاف دیکھ لیں کہ ان تینوں میں دو چھوٹے اور بے ایمان کون کون
 بزرگ ہیں چونکہ دجال کا ذکر آگیا لہذا مناسب موقع سمجھ کر کہتا ہوں علامہؒ

کثر اجمال میں حضرت خذیفہ سے روایت کی ہے کہ جب دجال خروج کرے گا تو
 تابان حضرت عثمان اٹھ کے لشکر میں ہوں گے۔ حضرت ابو بکر کو حلیفہ برحق
 سمجھو واسے اور اُن کی سیرت کو واجب اہل جانتے واسے بغیر ذہابین عثمان
 جہتے ہیں۔ جنہ پر صفات صادق آتی ہوں وہ خود فیصلہ کر لیں کہ اُن کا
 رشتہ اچھا چال کے مانند کس حد تک کی مضبوطی میں ہے حضرت عثمان کی ذات ہی
 کچھ ایسی ہی سادگت و بیکار ہوتے۔ جس سے اُن کا اور اُن کے تابعین کا شکوہ
 میں قائل ہو تا رہی ہے دیکھئے اس زیادہ اور کیا بدعت ہو سکتی ہے کہ قانون
 خدا اور اس کی شرح کو پھونک پھانک کر خاکستریا دیا غریب جاہلوں کو تو کبھی نہیں
 نہیں آسکتے کہ حضرت عثمان نے یا وصیفہ کہ صحبت رسول اٹھائے ہوئے سے
 کتاب خدا سے سادہ ایسی ہی ادبی کی جو کہ اسکو جلا دیا ہو۔ مگر علماء چونکہ کتب
 پر نظر رکھتے ہیں اُنکو یہ خیال پیدا ہوا کہ مصنفین قدیم کے قلم سے مضامین قرآن
 معجزی غل گئے۔ اب اُن پر وہ ڈانٹ مٹل ہے نہ شاہ صاحب نے محض یہ
 بات بیان کی کہ اُن قراءوں میں جو کہ عثمان نے یہ صدا اہتمام و سرکشی اطراف عالم
 سے جمع کئے تھے ادعیہ و تفسیر آنحضرت شامل تھی اس بزرگ نے جاننا کہ کلام خدا و
 تقریر بشر کو ایک دوسرے سے جدا کر دے نظر براں آیا نہ قرآن انتخاب کر کے
 ادعیہ و تفسیر کو نکال دیا لیکن شاہ صاحب نے اسکو ظاہر نہیں کیا کہ جو مصاحف کلام
 خدا و تفسیر مخلوط ہوئے تھے اُن کو حضرت عثمان نے کیا کیا حضور مدوح کو غالباً
 یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مہنے صاف طور پر لکھ دیا کہ قرآن جلا دے گئے تو لوگ حلیفہ
 صاحب سے نفرت پیدا کر دیں گے یہ اس توہم اُنھوں نے گول کر دیا۔ لیکن نسخ اہل
 شرح بخا دی بھی لکھا ہے کہ بعد ترقیب و تکمیل قرآن دیگر مصاحف جلا دے گئے
 مولوی رافقت علی صاحب شون امر وہ رسالہ جواب باصواب میں مقررین میں
 جب حضرت عثمان نے صحیح قرآن ترتیب دے لیا تو دیگر قرائن کو جو کہ زمانہ
 تخنین میں لوگوں نے جمع کئے تھے اولاً بہ شست و شود ثانیاً بہ اوراق قرطیس

صفحہ عالم سے محو کر دیا زمانہ حال میں مولوی خلیل احمد صاحب کنہسہ سندھ بھار
سر آمد تعلیم نے قرائن کا جلانا جائز سمجھ کر شعبہ سے اپنی کتاب بدایا نشا الرشید
میں فتوے طلب کیا ہے کہ پیٹے پڑانے بے ترتیب اور اوراق قرآن کے جملانے سے
عثمان پر کیا جرم شرعی وارد ہوتا ہے جس میں ثابت ہوا کہ ثالث صاحب سے کلام خدا
کے ساتھ تفسیر آنحضرت کو بھی پھونک دیا۔ تازہ خیال مصنف نے قرن اول کے لوگوں
کی متابعت پر جو خلیفہ اعلیٰ کذہ کو رعیت دلائی ہے اس کی تکمیل اس طرح رہی ہے کہ
ہے کہ اطراف ہندوستان سے دو چار ہزار پیٹے پڑانے قرآن طالبہ کے ہر طرف
حال میں پرنسپل صاحب کے سامنے اول پہاڑے چیرے جائیں پھر ان کے حروف
دھو کر سادہ ورق دھو ہوں کو دیدے جائیں کہ پیٹی میں ڈال کر انکی حرارت
سے کپڑوں کا میل کچل صاف کریں یہ ہی وجہ تھی کہ حضرت عائشہ نے غنوی کا
کر دیا تھا کہ اس نوے قرآن جملانے واسے کی گردن مارو کتاب سید صاحب عبد
البر میں لکھا ہے کہ بی بی صاحبہ نے حکم دیا تھا کہ راقلاً احراقہ کر دو ہم نے اسے

روضۃ الاحباب میں تین جگہ یہ ہے کہ اس نے کفر کیا۔ یہ کام قذریں بیان سرور اور
کہ اس ہم شبیہ نعل بیودی کو قتل کر دیا جائے حضرت خلیفۃ المسیحؒ بجا آئی اور خلافت کی
کا ہندوستان بنا رکھا تھا جیل القذری صاحب کے ہوئے تو انھار کی رائے پر خلافت
گھر سے بے گھر کر کے ٹنہر بدر کر دیا۔ فخری اسلام ہوتا کہ اس کی خواہش
ہیں کہ عثمان نے ابن مسعود و عمار یا سرکنا حبشہ کی عدم حضوری جواز
ڈو کو مدنیہ سے نکال باہر کیا ریزہ ہ موی روم صاحب نے اس اصل عرض کو
میں ہے کہ عثمان صاحب نے ابن مسعود و عمار یا سرکنا نے جواز کو چھوڑ دیا تھا چنانچہ
تہذیب شخص تھے ملائے حسن کتب

کہ حضرت عثمان سے چند امور کا تعلق مصطفیٰ را بے کفر بگذاشتند
آنا پٹوایا کہ پسلی کی ہڈی دے اسلام ان میں یہ عام رسم ہے بلکہ شیعہ و سنیہ
اور عمار یا سرکنا ایسا مارا کہ اس پر خاک ڈال کر پہلے مردے کو دفن کر لیتے ہیں

دریہ سے نکال دیا۔ معارف ابن عقیقہ اور استیعاب عبدالرب ہی یہ ہی معنوں پر
 سوائے انہیں شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں لکھا ہے و علامان عثمان البتہ بہ
 ابن ہشام و خستہ کر دہ بودند و حضرت و صدیقہ ہم یہ اور یہ ہا کو عثمان
 ماہرین امر کردہ باشند یا غیب بات ہے کہ عثمان صاحب کے غلاموں نے ایک
 ذی حوت صحابی کا مار کراچور کر دیا اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ علامان عثمان
 فی الجملہ خستہ کر دہ بودند طالب علم شاہ صاحب کی راست بیانی کا اندازہ نہ کرے
 کہ کس حد تک سچ کہنے والے تھے چونکہ حلیفہ صاحب ایک سنگین جرم صریح نہ یہ
 میں ماحوذ ہو سکتے تھے ان کی بریت کے لئے یہ حاشیہ چڑھا دیا کہ بلا اجازت
 علامہ مار کر لگے تھے غلاموں کی کہا جالی تھی کہ عمار صحابی پر دست درازی کو سنے
 صحیح بات یہ ہے کہ غلام مار لے گئے اور عثمان مروا تھے وہ سبحان اللہ قرآن
 اول کے خلفا جب ایسے حضرات زریہ کے حامل تھے تو عوام الناس کا کیا ذکر ہو سکتا
 ہے ہر چند کہ میں نے قرآن سوزی کا پورا ثبوت دے دیا ہے۔ لیکن یہ نظر نہیں
 ناظرین صحیح مسلمان کا نہ ثابت کیا جاتا ہے۔ صحیح موصوف کے ترجمہ کا صفحہ
 پہلی عجیب ہے کہ تین برابر عبارت وقت نظر ہوگی۔

یہ رے رہے۔ تفسیر صحف جلانے کے واسطے طلب کیا لیکن انھوں نے
 میں اس موقع پر یہ لکھا ہے کہ عبدالغفور ظاہر کیا جاتا ہے
 دفن ہوئے جن کا مردہ تھا سارا مل بردیا نہ ان ہی پر یہ سید سید اچھے
 مرد دینے والا نہ تھا کہ عزیز سید کی لے والا ہے دینے اسی زمانہ کے حضرات
 کا پیشہ گوئی تھی وہ ہی شیخین کے سارے حضرت عثمان کو قتل کروا لان
 سبحان اللہ قرون اولی کے کیا پچانے میں کوشش کرتی تھی ان کی
 نبی کے جنازہ کو گاندہ بھی نہ دیا۔ تو انہیں نہ پڑھی ان کا جدمبارک
 تھے فارسی و عربی و دیگر زبانوں پر بہار کے انہیں پڑھنا نہ ملے نہ کن
 مرحوم والی کابل جب وروند و سمنان فی کتاب ہی ایک ٹانگ توڑ کر

کہا تھا۔ صحابہ رسول نے جو حضرت عثمان کے کفن و دفن میں مدد فرمائی تھی وہ
 دیگر ضروریات متعلق میت سے روئے تو جہ پھر الیٰ ھقی اس کا لوازم یہ سبب
 معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جس کو ذبح و کف سے بہتر طریق
 سمجھا ہے اسوات کے گارنے و اپنے نماز میت وغیرہ پڑھنے کا یہی طریقہ تھا۔
 و منورہ تھا۔ کیونکہ صحابہ کرام نے رسول پاک کے تجہیز و تہارہ پر (تیم نظریاتی) اور
 اور طلب حکومت میں پیروں و تہ سنیقہ پر جو کہ حسب تصریح صحابہ کرام
 اللغات بدعاشوں کے جاؤ اٹھاؤ تھا تشریف لے گئے تھے۔ حضرت ادا
 جن کی سیرت پر قائم ہونے کے لئے قابل مصنف نے طلباء علیہ السلام کو توجہ والی
 ہے کہ اسے مبارک منزل میں جہاں چور اچکے و کیت ڈاکہ مارے۔ اسے ہندو
 رجسٹر بن جائیں ہوا کرتے تھے تاج خلافت سے ممتاز ہوسکتے تھے۔

مولوی خلیل احمد صاحب نے مہاراجہ الہ شہید کے ہم عصر ۱۵۱۱ ہجری میں لکھا ہے
 کہ آنحضرت روز وفات سے تین روز بعد دفن ہوئے بلا ذری میں ہے کہ نظام خلافت
 کو مقدم کر دیا اور کفن و دفن کو بایں خیال کیا گئے عمر نے بڑید کو کہا کہ حضور کی
 گئے مقفن ہونے سے محفوظ تھا موخر۔ اگر بت ہوگی۔ اس نے جواب دیا
 طرف اصحاب باعزت و جلال توجہ ہوئے قابینوں اور سچی ہوئی آرام
 کا مفید ہو جانا اور وہ یقیناً موت کوئی امتیازی مرتبہ رکھتے تھے تو پہلے
 بنائے نہ لیں۔ خلیل احمد صاحب سے ان کی کرسی اٹھو کر ناکیہ
 ہر مصنف ان آفرینی کی ہے لیکن

نہا پر گردیا ہے جس سبب سے ایک خط طلباء کو دکھانا ہوں جو کہ
 کہتے ہیں۔ بلا ذری سے نقل کیا ہے۔ عربی عبارت
 چوں کہ صحابہ حبیب دنیا و حصہ اول معروف بہ ذریق مطبوعہ مراد آباد
 طلباء مدرسہ عزیز فرما ہیں۔ اسے۔ اس کو اس کا یہ ہے کہ جب عید اتد
 ہزار دہاوی ضرورتوں

جب دوسرا کام کرتے ہیں۔ انقطاع رہا
 جاتی ہے کہ یہاں تک بغیر ہو سکے میت کو۔ بکر کو یہ کھنہ ناگوار گذرا ان کے
 صحابہ اور حضور ابو بکر و عمر صاحب حضرت کی ہر موقع کا ایک جملہ کھتا ہوں
 انتقام عداوت کی طاعت توجہ فرماتے تو دو جاؤ غبار پاک لے آئے مقدم کلام
 انکس جاتی ۲۳ سال تک جو اجرائے دین بنی وہ کفار کے چھوٹے خدا کو
 فرمائی ہتی وہ ایک بار دو پیر میں ربابہ مودت لکھنے لگے کہ جن لوگوں کی خفا
 قرآن و احادیث میں ہیں اس کے بعد وفات حضور آزاد
 تبارش اس وقت موجود ہیں سہیلوی درمستور کے صفحہ ۲۰۳ احادیث
 لا الہ الا اللہ چھوڑ کر کافر و بت بن گئے نہ رشتہ ولا منق و فی حدال فی الحج
 اگر میں میت واقع ہوتی ہے۔ ۱۔ عینہ ابی بکر عت سے کہا ہے کہ ابو بکر عین
 جوار کے اندھی کہا ناہیں کہا کہ سر کا بٹنے اپنے منام کو مارا اور گاہیاں
 بدلی اہل بیت سے تھا۔ مگر مدنیہ۔ ۲۔ اہلبہ وزاد بکر ہا سہی یہ بزرگ
 کہ وہ ایک بچہ تھا ان کا سر میں پوند زینہ لگا کی بے خدا قویۃ میں کہ شہر جبہ باناس
 بیٹے عجب ہے کہ یمن میں خاندان رسول میں۔ ۳۔ فرمائی اور میں اول عمر بنی
 یہ بڑے رہے۔ ۴۔ یہ کر اگر ایسا بے اتمہ ار کو دیوں
 میں اس موقع پر یہ کہ نہیں چاہتا خرید قیمت واقعی یہ ہے کہ یہ بزرگوں
 دفن ہوئے عین کا مردہ تھا (اہل بیت) انکی بیوی سے۔ آگاہ نہ تھے حضرت کو
 مدد دینے والا نہ تھا کہ عزیز بید قبر کہدقت اسکی واسطے سورج جمعہ میں خدا
 کا پیشہ گور کنی تھا وہ ہی شیخین کے رفیقہ ازوفن بٹھا رہے ہم نشین تھے کہ حضرت
 بحاث اند قرون اولی کے کیا با و بنو جو یہ صاحب نے اس موقع پر خط
 بنی کے جنازہ کو گاندما بھی ندیا۔ ۵۔ ڈاکٹر لیکھ کر کہ نقطہ کا تھا ظہرین کی منار
 خط فارسی عربی و دیگر زبانوں پر بہار شکر کی اللہ اور صحابہ کو معلوم ہوتا تھا
 مرحوم والی کا بن جب وارد شد وستان میں اس کے خرمینہ کے رہے
 شکر سوڈا اسد خرمینہ

نہ بد نے چپے جاتے تھے نیز بنایا اسلام تھا۔ ادایا شریعت سے پورے
 اگاہ نہ تھے اس واسطے ایسی بے اعتنائی ہو جاتی تھی ذی مرتبہ طلباء و عورتوں
 کہ جن لوگوں کے ایسے فضائل ہوں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے وہ اس قابل
 تھے کہ ان کے افغانی کو قابل تہنیت سمجھا جائے۔ دانشمند مصنف نے اس جگہ
 پر لکھی ہے اجیناطی سے کام لیا کہ نوخیز بچوں کے سامنے یہی تصویر پیش کی جس کے
 خط و خال جا بجا یہ ناموں زور پیر نہ آکر کوئی خوبصورت متناسب لفظ
 مرتفع پیش کر کے لڑکوں کا کھنڈور بناتے تو مضائقہ نہ تھا۔ قرونِ اوّل میں
 تو ایسے بد وضع و حاسد و آچرط الوود غایات و کذب شعراء لوگ تھے جنہا
 ثانی دنیا میں کوئی پیدا ہی نہ ہوا۔ اہر قلم کی برائیوں کے وہ تباہ و درخت جو
 اس وقت مسلمانوں کے تپس پر سایہ فگن معلوم ہوتے ہیں ان سب کے
 تھانوں پر مسلمانانِ قدیم الایام کی کدال تدبیر سے کھود گئے۔ اس قسم
 واقعہ کو بلا سخت و شدید حوادث میں مانا گیا ہے اس عمارت کا بنیاد ہی مختصر
 بھی پرانے مسلمانوں نے رکھا تھا۔ تاریخ بلا ذری میں ہے کہ بعد
 شہادت جناب امام علیہ السلام عبداللہ ابن عمر نے بزد کو کہا کہ حضور کی
 یہ عجیب حرکت بنیاد اسلام اکھاڑنے والی ثابت ہوگی۔ اس نے جواب دیا
 نا شیخ صاحب ہمنوار آستہ مکروں اور نیچے ہوئے قابینوں اور سبھی ہوئی آرام
 کر سیونیر آکر بیٹھ ہیں اگر اہل بیت کوئی امتیازی مرتبہ رکھتے تھے تو پہلے
 آپ کے باپ میں جنہوں نے دربار اسلام سے ان کی کرسی اٹھوا کر ناکہ
 گرٹے میں پھینک دی۔

مناسب موقع سمجھ کر بزد کا ایک خط طلباء کو دکھانا ہوں جو کہ
 صاحب انوار نے یہ سنی تاریخ بلا ذری سے نقل کیا ہے۔ عربی عبارت
 رسالہ مادم اصلاح خادم کے حصہ اول معروف بہ ورتق مطبوعہ مراد آباد
 کے صفحہ ۸۰ و ۸۱ پر درج ہے۔ اردو اس کا یہ ہے کہ جب عید اتم

ابن عمر نے یزید کو درباب قتل حسین علیہ السلام سرزنش کی تو یزید نے اپنی
دقت سے ایک خط کی نقل اُن کے پاس بھیج دی جو کہ لہجہ راز داری حضرت عمرؓ کے ہیر
معاویہ کو لکھا تھا۔

نقل چھٹی حضرت عمرؓ بنام معاویہ

اے معاویہ آگاہ ہو کہ محمدؐ نے جو کچھ ہم کو سکھایا اور بتلایا دوسرا مہمان اُن
جھوٹ تھا لات و عنری کی پرستش سے ہم کو روکا کہ یہ کی طاعت ہمارا منہ پیردا کر
نماز پڑھوائی ۵۰ ایسے جادوگر تھے جس نے جو کچھ ہمارے چرخ ہند سے
کودے ہم نے اپنے معبودان حقیقیات و حقیقی پرستش سے انحراف نہیں
کیا جب محمدؐ مر گئے تو ہم نے اپنے جتنے اور قوم کو اپنا پیغمبر کی امداد سے زمین اسلام
کو روند ڈالا اور امامت کو قریش میں منحصر کر دیا۔ اُن کی کجی جس خلافت کو علیؓ سے
مخصوص کیا تھا وہ ہم نے اُس سے لے لی اور ابو جحر کی اطاعت کا طوق اُس کے
گلے میں ڈال دیا۔ ہم بہ ایچ تو ہم کہ طباغ خلافت ہم سے متنفر ہو جائیں بظاہر
سنت محمدی کا اتباع کرتے رہے اور یہ باطن اپنے اعتقاد قدیم پر قائم
رہے۔ ذریت محمد سے پورا انتقام لیا میں تنکو مصیبت کرتا ہوں کہ آل محمد کی
بیعت کئی سے خاف نہ رہنا۔ اگر بخانا اسلام تم خود ایسا نہ کر سکو تو وہ تدا پر
شقت کرنا جس سے ذریت محمدی کا صفحہ عالم پر نشان و نام نہ رہے۔ الیٰ آذر
میں سمجھتا ہوں کہ بعض حضرات بوجہ محبت مذہبی و نیز شوکت و فتوحات
عمریہ پر نظر کر کے فرمادیوں گے کہ استغفر اللہ یہ کیہ ممکن ہو سکتا ہے کہ
عمر ایسا جلیل القدر کفر کو دل میں جگہ دے ہوئے تھا۔ اُن کو لازم ہے کہ
قرآن پاک پر نظر غائر فرمائیں چند آیات ایسی وقت نظر ہوں گی۔ جن میں
صاف و صریح اُن لوگوں کی خبر دی گئی ہے جو کہ لباس کفر و شقاق اور
لفاق سے آماستہ و پیراستہ ہو کہ آنحضرتؐ کے ہمراہیوں میں مشرک رہ کر

اصحاب محمدی کے ممتاز خطابت سے مشہور تھے۔ انفاق کی ترغیب یہ ہے کہ
 بظاہر مسلمان ہو تمام احکام الہی کو بجا لانا ہو۔ بلکہ اپنا عیب منافقت چھپانے کے
 لئے مومنین سے بچ کر بڑھ کر مکاری سے اطاعت اسلام کا دم بہرنا ہو اور
 دوسرے لفظوں میں نفاق کی علامت یہ بتلائی گئی ہے کہ کفر و دلی بردبان
 اللہ اکبر و اشتن۔ ہر گاہ یہ ایسے زلمات اہل اسلام سے ہے کہ کتاب اللہ مذمت
 اہل نفاق سے ملو ہے اور سچا پردہ کچھ ایسا ترقی پذیر ہو کر زور پکڑ گیا ہوتا کہ حکم
 یا ایہا النبی جاهد الکفار و المنافقین مذر جب سورہ تحریم آنحضرت
 کو حکم ہوا تھا کہ لے بنی کر اہل نفاق کی سرکوبی و کلو ترشی کے لئے مزار کو
 گوارہ پیام سے باہر کر دو پس معلوم ہوا کہ آنحضرت میں منافق یعنی کلمہ جو کلمہ
 یہ کثرت تھے۔ قرآن میں نہ کسی منافق کا نام ہے اور نہ کسی کے پرہ پر لکھا ہوا تھا
 کہ ہذا منافق یہاں تک کہ لوگ عیب نفاق کو چھپائے ہوئے تھے کہ آنحضرت کو
 ہی خبر نہ تھی کہ کون کون منافق ہیں۔ چنانچہ پارہ (الم) میں یہ آیت موجود
 ہے کہ اے محمد صلعم تم اہل نفاق کو نہیں جانتے۔ ہم اُن لوگوں کی قلبی
 حالت سے آگاہی رکھتے ہیں اندر میں حالت لاعلم تسلیم کرنا یہ طے گا
 کہ اصحاب آنحضرت کی جماعت میں مومنین کے ساتھ منافقین ضرور ملے
 جلے ہوئے ایک دوسرے کے ہم پہلو رہتے تھے۔ عام از این کہ عروجر
 و خالد و عابد کوئی صاحب ہی کیوں نہیں۔ صحیح ترمذی میں لکھا ہے کہ عہد
 رسول میں مومنین و منافقین کی کوئی محبت و عداوت مرقضوی ہی جس
 کو خدا نے رسالت کا فدائی دیکھا سمجھ لیا کہ اس کا سینہ نذر ایمان سے
 بہرا ہوا ہے اور جیسا کہ معزز گہرانہ سے مایل بہ کجی یا ایمان لیا کہ اس کے
 دل میں عداوت اہل بیت کا دھوان بہا ہو اسنے۔ ہر بات قرینہ سے
 معلوم ہوا کرتی ہے۔ جن لوگوں نے رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نزع
 شقیان گزشتہ آج چوہر راہ گریز اختیار کی اپنی جان کو آنحضرت کی جان سے

بہتر جانا۔ صلح عربیہ کے وقت نبوت میں نہ لکھا دافع عن اہل بیت کا غرض
 جو حضرت اہل بیت کے وفات پہنچا چاہتے تھے انکو لوگ قلم پر نہ آتے دیا۔ حضور
 پر روز کے جہازہ کو بے کفن و دفن چھوڑ کر دہائے زشت کے پیچھے پڑ گئے
 اہل بیت کو ستایا ان کو عبور کر کے و فرہ میا جبین میں داخل کرنے کی کوشش
 کی۔ جناب سیدہ کو ایسی حالت میں جبکہ وہ سرج مرگ پڑی سے زندہ در کوہِ بونہ
 تھیں گھر ہو تک دینے کی دھکی دی ان کے حقوق چائز اور حلال کو ضبط کر لیا
 اہل بیت بنوی سے حسن کو روک لیا خاندانِ نبوی سے اپنے عہد و دولت میں کسی
 کو چیرا سی تک نہ لکھا۔ خاندانِ نبوی امیہ کو جو کہ نہ جاہلیت سے مخالف تھا
 انہم تھا قوت دے کر شام کا گورنر بنایا ان سے کچھ پیچیدہ تہذیب ہے کہ معاویہ کو دلی
 دست سچہ کر راز طبیعت سے آگاہی دی ہو۔ حضرت ابو بکر و عمر و جبرہ کے
 مسلمان ہونے کی ایک بڑی قوی دلیل یہ ہے کہ حسبِ اذکارِ مسلم و بخاری
 اب اسلام کا چوتھا حلیفہ (امیر المومنین) و دونوں بزرگوں کو کا ذبِ قادرِ خاتم
 ثم۔ یعنی چھوٹا۔ بے ایمان۔ دغا باز۔ ناہنجار۔ بدکردار جانتا تھا مقام
 مال ہے کہ جن لوگوں کو قرنِ اول کا ایسا مقدس شخص جس کے فضائل محتاج
 بیان نہیں۔ جبکہ شیخین وغیرہ کو صفاتِ مندرکہ عذر و حیانت وغیرہ سے متصف
 سمجھتا ہوا وہ حضرت مصوف اہل اسلام میں بیٹھ کر کیونکر یہ اقتدار پا سکتے ہیں کہ
 ان کی سیرۃ کو مسلمان شاہِ راہ مستقیم سمجھ کر اس پر عمل کریں، جو بڑے دغا باز
 بے ایمان کی جو پردی کرے گا وہ بروز قیامت جبکہ ازیم تلخ علی الناس
 بامامہم) یعنی ہر شخص اسی امام کے ساتھ بلا یا جائے گا جس کو وہ اپنا پیشوئے
 دین جانتا اور سمجھتا ہو گا۔ میں کہی خیال نہیں کر سکتا کہ کوئی مسلمان خواہ مخواہ
 اس (عقیدہ) پر قائم ہونے کے لئے کمر بستہ ہو جائے کہ جن لوگوں نے حبیبِ امت
 بالا آنحضرت کو تکالیف دیں اور خاندانِ رسالت کی بے وفائی و منظر کر کے
 دہقہ از دہاقین فرو گذاشت ہنس کیا اور حوکہ حضرت اس کے نزدیک شکار

ان کی پیروی کرنے طلباء علیہ السلام جو کہ عاقل و فرزاندہ کار و آزاد خیال ہیں
 ممکن نہیں کہ وہ ایسے لوگوں کے ملک پر چہنہ کئے گئے گم قدم ہوں جو کہ
 حضرت علیؑ کے نزدیک کاویہ غیرہ تھے۔ حواری و نواصب البتہ ایسے حضرات
 کی شناخت کو اپنا فخر سمجھ سکتے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ معارف اول جس طرح دیوار کو
 اٹھائے گا اُس سے بعد جتنے چٹائی کرنے والے ہوں گے اسی آثار پر رد اکٹو
 چلے جائیں گے۔ علیؑ ہذا بعد وفات سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس عزان
 سے قرن اول کے مسلمان اپنے آپ کو اپنے نبی کے پس ماندگان کی توقیر کی وہی پاس
 حواظ ان کے قائم مقام بنے۔ طاہرین کو رہا۔ حضرت عمرؓ آتش بدست ہو کر۔ قادیان
 پر گئے۔ اسی تہذیب کے کوئیلہ کا ایک ریزہ چمخ کر کر بلا میں پہنچا جس نے
 خیمہ بے جینی کو ایا علیہ السلام کے تغلہ قیامت تک عین ہو ہو کر کشت اسلام
 کو چھوٹتے رہے۔ انہیں مبارک برسوں کی جنگ و مصنف صاحب نے جنرل برکت کا
 زمانہ بتوڑ کیا ہے ابک مختصر حکایت کہتا ہوں۔ حافظ عبدالرحمن صاحب سنی
 المذہب متوطن ملک پنجاب نے حضرت امیر کی سوانح عمری "سیرت بہ المقتنی"
 ۱۸۹۹ء میں مطبع روز ادرت سرے شائع کرائی ہے اس کے صفحہ (۵۹) پر
 بحوالہ میجر مسلم و بخاری لکھا ہے کہ فاطمہ علیہا السلام کی زندگی میں لوگ علیؑ مرتضیٰ
 کی کچھ آویخت کرتے تھے ان کے مرنے پر وہ چھوٹ گئی تھی علیؑ عدم تو بھی صحابہ
 سے مضطر ہو گئے اور ابو بکرؓ سے کہنا بھیجا کہ آپ مجھ سے تنہائی میں ملاقات
 کریں۔ مگر آپ کے ساتھ عمرؓ تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ عمرؓ کی صورت دیکھنا
 بکروہ جانتے تھے اسی کتاب کے صفحہ (۶۱) پر لکھا ہے کہ خیال میر نے
 فرمایا خلافت ہمارا حق تھا مگر ابو بکرؓ نے اس کو لے لیا۔ اس کا مکور رخ ہوا یہ کہ
 کہ بیعت کر لی اس وقت پہر مسلمان علیؑ کی طرف رجوع ہو گئے۔ طلباء مدرسہ
 العلوم کی نظر میں۔ اگر خاندان نبوت کی کچھ فخر و منزلت ہے تو وہ اپنے
 دماغ مبارک پر نور دے کو نتیجہ پر آمد کریں کہ کیا قرن اول کے مسلمانوں اور

بالخصوص حضرت ابو بکر و عمر کو یہی زبیا تھا کہ اپنے بھائی کے گھرانے کو ایسا تلک کریں
 کہ وہ مضطر پریشان ہو کر غایت افسردگی سے حضرت ابو بکر کی خدمت میں
 یہ این مضمون کا دوا بھیجیں کہ آپ تمہاری میں مجھ سے ملاقات کریں مگر آپ کے
 مہدم عمر صاحب ساقہ ہوں رد و تحضوں کا میل ملاپ طلباء کو دکھایا جاتا ہے
 ان میں ایک مستقل ہے (ابو بکر) اور دوسرا وہ جسکو صحابہ موجود الوقت نے بہ جرم
 عدم اطاعت ابو بکر مضطر و پریشان کر رکھا تھا مقتدر نے مقام یہ تھا کہ جب ہر دو
 مستقل و مضطر یکجا ہوئے ہوں گے تو مسئلہ کلام اس طرح چلا ہو گا۔ علی المرتضیٰ
 نے جو کہ عدم تو بھی صحابہ سے از بس بر خاستہ غلطی تہذیبہ صاحب سے کہا
 تھا کہ جس خلافت پر آپ مستقر ہیں یہ در اہل سیرا حق سے محکوم اپنی ناکامی
 سے از بس رنج ہے۔ آج تک باہر اجداد کا نقطہ ساؤر سے رہا شاید آپ پہلے
 سوچا تھا کہ حق بحق دار در پس دایہ کے مصداق جس جس گئے۔ مگر اپنے تو سخت
 خلافت پر یہ ابن مبنو علی پہنچے گا کہ جسے چیل گوشت کے پٹے کو دوج
 یعنی ہے۔ محکوم صحابہ گرام نے از بس تنگ کر دیا ہے نہ کوئی مسلم و پیغام کرتا
 ہے نہ اپنی محبت میں بیٹھا ہے۔ غلطی نہ لگائی تک تو لوگ کہہ ظاہر رہتے
 تھے اون کے بعد وہ بالکل جاتی رہی میں نہایت دل تنگ ہو رہا ہوں گوشت
 نشینی سے طبیعت اگتا لگتی ہے۔ ہاں بڑھا ہے تاکہ میں ہی زمرہ تابعین
 کی فرد میں شمار کیا جاؤں اور یہ افسوس کیسے جو میرے شامل حال ہو رہی
 ہے دور ہو جائے الموقع پر یہ توجہ کرنا ہی ضروری ہے کہ علی کو کن لوگوں
 نے کس کے اشارہ سے پریشان کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جسکو علی کا سلسلہ تابعین
 میں داخل کرنا منظور تھا اُنہی نے یہ تہ سیر کی ہوگی کہ ان کو ایسا تنگ کیا جائے
 کہ بالآخر مجبور ہو کر میری متابعت اختیار کریں چنانچہ یہی ہوا کہ جب علی نے
 معاذ اللہ حجت کر لی تو یہ مسلمان ان سے رضا مند ہو گئے۔ دیکھو موقف
 المرتضیٰ کا یہ جملہ متذکرہ (جب علی نے بیعت کرنی اس وقت مسلمان پہرٹی کی

رجوع ہو گئے۔ اہل ایمان اللہ قرن اول کے کیا ہی پاک نسبت مسلمان تھے
 بعد رسول اپنے بنی کی مانند ان کی خوب عزت کی اول مرتبہ جو حضرت ابوبکر کو
 بیعت کرنے پر مجبور کیا تھا اس وقت تو آپ نے اپنے بھائی پر خلافت ہونے کی
 ایسی دلائل پیش فرمائی تھیں کہ ناچار ہو کر ابو بکر صاحب کا علی کو چھوڑنا پڑا تھا
 مگر کب تک بچ سکتے تھے و قانع بیعت اول اس طرح پسہ - مرد ابن رفته
 الاحباب جب حضرت ابو بکر نے دیکھا کہ علی کے بقدر سہولتیں نہایت سنگم و استوار
 بلکہ مقابل صد ہزار ہیں تب اپنے وزیر ائمہ عمر صاحب کو فرمایا کہ اب ان کو
 چھوڑ دو کچھ تفرض نہ کرو فاطمہ کی زندگی تک میں ان کی سخی کو رفاہ نہیں کرتا
 جو سعاد علی کے آزاد رہنے کے لئے حلیفہ صاحب نے مقرر فرمائی تھی وہ فاطمہ
 کی زندگی کے ساتھ ختم ہو چکی تھی اب وہ کیونکر آزاد رہ سکتے تھے حلیفہ صاحب
 نے اپنے دمسازوں کو اشارہ کیا ہو گا کہ یہ اپنا موقع ہو گا علی کو ایسا تنگ
 کرو کہ یہ بالآخر مجبور ہو کر میرے حلقہ اطاعت میں داخل ہو جائیں۔ ناذک
 طبیعت لوگوں کو اس موقع پر یہ بھی قیاس کرنا چاہیے کہ حضرت ابو بکر نے
 یہ کیوں فرمایا تھا کہ تاجیات سیدہ میں علی کے ساتھ کوئی جابرانہ کارروائی
 نہیں کر سکتا بعد ان کے دیکھ لیا جائے گا جن کارروائیوں پر یہ حکم لکھا گیا تھا اس وقت
 حلیفہ صاحب کی عمر ۶۱ سال کی تھی اور جناب سیدہ جوان اس نہیں ایک بڑے
 آدمی کو جو ان لڑکی کے مرنے اور وہ بھی زمانہ قریب میں کیونکر یقین ہو گیا
 حلیفہ صاحب کو باعتبار اس صریح شہید کے جو کہ بوقت آتش بازی حضرت
 فاروق اعظم نے سیدہ کو پہنچائی تھیں۔ یقین کامل تھا کہ میرے قوت بازو
 اور یقین خلافت کے مصبوط پر نرے نے فاطمہ کو اس قابل ہی نہیں رکھا
 کہ وہ کچھ زیادہ دون دنیا میں زندہ رہ سکیں طلباء آئینہ خن نما مطوعہ
 مقبول پر یسین متصل جتنی قبر دہلی سے منگوا کر ملاحظہ فرمائیں رسالہ مذکور صرف
 ایک آنہ کو ملتا ہے اس میں جو الہ کتب علمائے اہل سنت دکھلا دیا گیا کہ

حکم حضرت ابو بکر فاروق اعظم نے بیعت کی گیر و دار میں جناب سیدہ کو عاؤ
 صدمہ پہنچایا۔ مقام تامل نہ تھا کہ جس زمانہ میں گروہ اصحاب کی یہ حالت ہو
 کہ وہ اپنے ولی نعمت کے خاندان کو مضطرب پریشان کر دیں اور حوزہ حلیفہ وقت
 لوگوں کو ابھار کر ان کے تنگ کرنے پر آمادہ کر دے اسوقت کے آدمیوں کو
 یہ کب وقار مل سکتا ہے کہ ان کی لالفت بہ نظر علحدہ حوالہ قلم کی جائے۔ انوس
 ہے کہ مصنف باقین نے اپنے کتب خانہ پر نظر نہیں ڈالی اگر ایسا کرتے تو کبھی میر
 الصدوق لکھنے پر ان کی امت اجازت مذہبی جن کتابوں کو پیش نظر کر کے سیرۃ
 مذکورہ ترتیب دی گئی ہے ان کا ذکر ذی الطبع مصنف نے صفحہ ۲۲ (سطر ۹) کے
 تا آخر صفحہ مذکور کیا ہے۔ جیسے اپنے اس ناچیز تالیف میں جو مضامین اس
 وقت تک پیش کئے اور آمیزہ انشاد امتد ثنائے کرنے والا ہوں وہ اکثر
 بیشتر انہیں کتابوں سے ہیں جن کو مصنف محل استدلال میں لائے ہیں۔ مثلاً
 بخاری و مسلم۔ معارف ابن قتیبہ۔ کمال ابن اثیر۔ استیعاب فی معرفت اہل
 مولفہ عبد البر۔ تاریخ الخلفاء سیوطی۔ ازانۃ النسخ۔ تاریخ بلاذری۔ عقد
 الفریذ۔ ریاض النظرہ وغیرہ وغیرہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب کتاب سے وقت
 مصنف کی نظر سے کتب بالاکے وہ اوراق جن سے میں نے اقتباس و مطالب
 کیا ہے۔ پوشیدہ ہو گئے ہوں یا قدرت نے ان پر نظر ڈالنے سے آنکھوں
 پر پٹی باندھ دی ہو حضرت ممدوح الوصف چونکہ ایک طبائے اسلام میں بڑے
 عالم مانے گئے ہیں اور بقول ان کے مولوی ضیاء الدین صاحب نے انکو
 نقد یہ و یا تھا کہ قرون اولی کے سربراہ آردہ و نمایذہ صنادید لوگوں
 کے حالات سے وہ طلباء و مہتممۃ العلوم کو آگاہ فرمائیں۔ لہذا حسب طریقہ
 مروجہ زمانہ حال ان پر لازم تھا کہ جو مضامین درج کتب کئے گئے ہیں
 بقید صفحہ و سطر یا خود مدد کا بیجہ دینیئے تاکہ عند الضرورت معلوم کرنے والا
 ہر کتاب سے مطابق کر لیتا۔ اگر انوس ہے کہ انکوں نے متن کتاب میں

میں کہیں ایسا نہیں کیا۔ ضرور ہمارا حال کتاب کہتے چلے گئے ہیں میں یہ تو نہ کہوں گا کہ
 ایسے عالم نے غلطی اٹھائی۔ مگر اس پر ضرور عرض کروں گا کہ اُن سے سخت فروگزاشت
 ہوئی اگر وہ آئندہ مابقی خلفاء سے کسی کی پیروی کو ہدیہ انظار اطفال کریں تو ان باتوں
 کا لحاظ فرمائیں جو نہ کرنے پر دار دیگر کی گئی ہے۔ صحابہ موجودہ مدینہ کا حضرت علی کو
 آزدہ کرنا اور اُن کے احرام سے روئے لوقہ پھر الینا اور اُن کا مضطر پریشان ہونا
 یہ مجبوری ابو بکر صاحب صلح کر لینا یہ بازاری جنر نہیں ہے بلکہ مسلم و نجاشی شریف کا
 مضمون ہے طلباء کو اس بات سے اُس قرن مقدس کے لوگوں کا اندازہ کرنا چاہیو
 کہ کس درجہ بے ادب تھے کہ آنحضرت موانع متعدد پر اہل بیت کی تعظیم و تکریم کرنے
 پر صحابہ کو ہدایت فرمائیں اور لوگ بعد وصال حضور اُن کی پریشانی کا سبب بن کر
 ورطہ اضطراب میں ڈالیں گو کہ حضرت امیر نے یہ ظاہر صلح کر لی تھی مگر کبھی اُن لوگوں
 سے شیر و شکر نہ ہوئے۔ ہمیشہ الگ تہلک ہے۔ چنانچہ عبدالرحمان بن عوف ابی ریحان
 کے صفحہ ۶۳۲ پر لکھتے ہیں کہ حضرت امیر عمر کی خلافت دہ سال میں بہ مثل زمانہ
 خلافت اول گوشہ نشین رہے۔ اے افسوس صحابہ نے ارشاد رسول کی کپیہ پورا
 نہ کی اور اُن کے خاندان کا قطع قلع کر دیا۔

الحاصل قروں اولیٰ میں ایسے ناشائستہ لوگ تھے اور وہی خاص صحابہ آنحضرت
 جن سے تبلیغ رسالت میں حضور پر لوزر گر کر کام کرتے تھے اور اُن کی نجات
 و سربازی پیش نظر کر کے ضروری احکام الہی کو قتل میں ڈال دیتے تھے۔ قرآن
 پاک بہ الفاظ صاف و صریح شہادت دے رہا ہے کہ بے شبہہ اس وقت
 کے مسلمان ایسے نامسلمان تھے جن سے خوف کہا کہ حضور صلعم بعض احکام الہی کے
 بیان فرماتے ہیں پس و پیش کرتے تھے۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل من ربک
 وان لم تفعل فما لبخت رسالتہ واللہ یعصم الناس الی آخرہ
 یعنی اے رسول جو حکم کہ میرے پاس پہنچا گیا ہے اسکو خلافت تک پہنچا دو

اور اگر تو نے اسکو نہ پہنچایا تو گویا باری رسالت ہی نہ کی تم جو لوگوں سے اس حکم کے بیان کرنے میں پہنچتے ہو، دروہیں اذیہوں کے شرور سے ہم تمہارے بچانے والے ہیں، جسکے منکوبہ دکھلانا منظور نہیں ہے کہ وہ کیا حکم تھا جس کے پہنچانے میں خدام ختمی مرتبت، کونال تھا اسکی پوری بحث میرے رسالہ آفتاب خلافت میں موجود ہے۔ لیکن آیہ میار کہ تذکرہ بالا سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت پر کوئی حکم آیا تھا۔ جس کی تبلیغ موعظ تامل میں متی اسپر تاکیدی رو بکار ایک اور آیا کہ اگر آپ نے عقیل نہ کی تو خدمات رسالت کی عدم بجا آوری ثابت ہوگی، لازم ہے کہ میدٹرک ہو کر بجد و خوف مت کرو جو لوگ شیعت کر کے آپ کے ارشاد کی نقیل ہیں بچکا پیدا کریں گے اُن کی گوشمالی اسطرح سے ہو جائے گی یہ آیہ شریفہ قریب دمانہ وفات نازل ہوئی ہے اس وقت آنحضرت تمام مہات رسالت سے فراغت پا چکے تھے۔ اکثر و تمام ترا حکام الہی خلافت تک پہنچ گئے تھے۔ مگر یہ پچھلا حکم کچھ ایسا دُبل تیربی و جبریلی کا پہلوئے ہوئے تھا کہ اگر اسکی نقیل نہ ہوتی تو ۲۳ برس تک جو اجرائے کار رسالت میں حضرت نے محنت و جانفشانی فرمائی تھی۔ سب پر پانی پہر جاتا۔ اہل اسلام یہ خیال فرمائیں کہ آنحضرت ویدہ و دانستہ اس حکم کو غیر ضروری سمجھ کر ٹالم ٹولا کر رہے تھے۔ نہیں حضرت چاہتے تھے کہ در انداز و اجبار لوگ علحدہ ہوں تو وہ حکم پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ ابن مردویہ نے کتاب مناقب میں اور علامہ سیوطی نے تفسیر درنثور میں۔ نیز صاحب جمیل السیر نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے جناب باری سے عرض کیا کہ خدا یا میرے ساتھ یہ نئے مسلمان ہیں زمانہ جاہلیت کی خو بو ابھی ان کے طابع سے نہیں گئی بڑے مفسر جاہل و کندہ نا تراش ہیں۔ مجھ کو خوف ہے کہ کہیں اس علم کو سنکر میری تکذیب نہ کر بیٹیں اس پر حکم آیا کہ تم توشیح نہ کرو ان شیاطین کے شر سے ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ ہر سہ کتب مذکورہ کی عبارت رسالہ آفتاب خلافت کے صفحہ (۱۳) پر موجود ہے ۲۲ کس علمائے اہل سنت جن کے نام سے کتاب اور

وعبارت و توثیق علماء جلد دوم عقبات الالوار کے صفحہ ۹۳۳ ہے تا صفحہ ۹۳۴ (۵۴۲) درج ہے لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر منیہ میں پہنچے اسی وقت آیہ یا ایہا الرسول بلغ نازل ہوئی بہ نظر تقویت کلام ایک مشہور عالم امام فخر الدین رازی کا بیان حوالہ قلم کرتا ہوں عالم موصوف نے تفسیر کبیر میں آیہ موصوفہ بالا کی تفسیر میں دس سبب بیان فرمائے ہیں لیکن بروایت حضرت ابن عباس و برادر ابن عازب و امام محمد باقر علیہ السلام و سوان سبب یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ آیت در باب حضرت امیر نازل ہوئی ہے۔ نہ گام نزول آپ نے عذیر پر تمام صحابہ کی موجودگی میں علی کا ہاتھ پکڑ کر سبک کہدیا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اسی کے علی مولا باہیں حضرت عمرؓ نے یہ حکم سن کر فرمایا کہ اے علی تم کو مبارک ہوئے کہ آج آپ میرے اور جمع مومنین کے مولا ہوئے۔

انجیب جب کہ حضرت عمرؓ نے یہ حکم سن کر فرمایا کہ اے علی مت کو مبارک ہو کہ آج آپ میرے اور جمع مومنین کے مولا ہوئے اسی کی پریشانی گئے لئے ایسے باب ہیم ہنچائے کہ ناچار ہو کر حضرت امیر نے ابو بکر سے کہلا بھیجا کہ آپ مجھ سے تجلیہ میں ملاقات کریں لیکن عمر صاحب کو اپنے ساتھ نہ دلائیں کیوں کہ اُن کے رُخ الیہ نہ گماہ ڈالنا حضرت امیر کے نزدیک مکروہ تھا بالآخر نتیجہ کلام یہ نکلا کہ قرن اول بالکل اس قابل نہ تھا کہ اس کو زمانہ خیر و برکت سمجھ کر لائق مصنف انتخابی مبر عنایت فرماتے وہ ایسا پر آشوب وقت تھا کہ آنحضرت قوی و فعلی دونوں قسم کے معاملات میں بعض مواقع پر اپنے رفقا کی ناشائستگی سے کار فرما ہوتے تھے قوی کا حال تو سن لیا کہ حکم خدا کے پہنچانے میں حضرت کو کسہ رحمہ تیرودو لاحق حال تھا اپنی فعلی کی حقیقت طلبا و سماعت فرمایا

صاحِبِ یہ یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے بی بی عاتشہ صاحبہ

سے فرمایا کہ میرا اگر حکم تیری قیامت میں سزا بنی و بغاوت کا گھٹک نہ ہوتا تو ابھی حکم دیتا کہ کعبہ معظمہ کو اسی بنیاد پر قائم کریں کہ جس پر میرے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم نے کہا تھا چونکہ حضرت نے قوم عایشہ کے خلل انداز ہونے کا منظرہ ظاہر فرمایا
 ابتدا شاہ صاحب کو اس موقع پر یہ نجان واقع ہوا کہ قدم عایشہ کی بتیس سو سے
 ابوبکر و عمر و دیگر قریش کے اور کسی پر نہیں ہو سکتی ہے۔ لہذا انھوں نے یہ بات
 بتائی کہ قوم عائشہ سے ان کا قبیلہ و غیرہ و غریز قریب اہل خاندان مراد ہیں
 بلکہ جس کے خوف سے حضرت نے کعبہ کی درستی نہ کی تھی وہ تانہ مسلمان لوگ
 تھے یہ ہی عذر مولوی محمد قاسم صاحب ناؤ ٹوٹی نے رسالہ تصفیۃ الفقائد مطبوعہ
 مطبع عثمانی دہلی کے صفحہ (۸) سطر اپر لکھا ہے، جناب راسخا علی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے جابلان امت سے جو اخیر میں بکثرت مسلمان ہو گئے تھے یقیناً ارتداد
 و مخالفت کر کے کعبہ کو مہدم نہ کیا ورنہ بنیاد ابراہیمی پر بناتے اور دہلیز کو زمین سے
 نکالتے اور شرقی و غربی دو دروازے بناتے) دیکھئے شاہ صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب
 ہر دو علمائے اسلام کا یہ باطن کد رجب توہین کی ہے محض قدم عایشہ کے پجانے
 ہیں یہ ایمان بازی کی کہ احاطہ اسلام میں ایسے جہلا کا داخل ہونا تسلیم کر لیا جن
 کی نسبت آنحضرت کا یہ خیال تھا کہ اگر ہم بنیاد ابراہیم پر قائم کریں گے تو ابھی یہ
 لوگ مرند ہو کر مخالفت پر کمر باندھ لیں گے معلوم ہوا کہ زمانہ آخر میں جو مسلمان
 ہوئے تھے اور بعد اسلام حضرت کی صحبت میں رہ کر شرف صحابیت سے بہرہ ور
 ہوئے وہ لوگ سچے ایماندار نہ تھے بلکہ کفر نے ان کے قلوب کو ایسا سخر کر لیا تھا
 کہ اپنے پیغمبر کے امر جائز (درستی کعبہ پر نیائے قدیم) پر بگڑ جانا اور اٹھنے پاؤں کھڑ
 کی طرف لوٹ پڑنا ان کے نزدیک ایسا ہی آسان تھا جیسا کہ آج کل سلاطین اسلام
 کے بنائے ہوئے مسلمانوں کا آریہ و نصرانی دھچار و بھگی ہو جانا ہے۔ سورہ
 بقرہ میں خدا فرماتا ہے۔ اے محمد جب خدا کی مدد و پیچیدگی۔ تم دیکھو گے کہ فوج فوج
 لوگ دین خدا میں داخل ہوتے ہیں اس وقت تم شیخ و مستفاد میں غفل ہونا یہ عجیب

متاثر ہے احاطہ اسلام میں داخل تو ایسے لوگ ہوں جن کے دلوں پر کفر و ارتداد
 کا نمک چھڑکا ہوا تھا اور خدا اُن کا عاقبت اندیشوں کا دین الہی میں داخل ہونا
 بیان فرما کر حضرت کو حکم بہ تہجد و تسبیح کر کے خیر کچھ بھی ہو مصنف صاحب جو قرآن
 منتخب کر کے لڑکوں کو سبق پڑھایا تھا کہ اس دور کے مسلمان غاصب اسلامی تعلیم کا
 نمونہ تھے اور وہ بہترین منظر اسلام تھے ان کی پیروی ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کو مفاد
 مستقیم کا پتہ دینے والی ہے اُنکی قلبی کھل گئی۔ وہ ایسے تھے کہ جن کے خوف از اللہ
 سے حضرت بہت سے ضروری کام چھوڑ دیتے تھے اس موقع پر تو حضرت علماء
 موصوفہ الصدر نے قوم غائبہ میں جہلا و وجدید الاسلام لوگوں کو بتلا کر اپنے
 محبوب نرگسوں کو پچایا مگر عقبہ کی واردات پر کیا حاشیہ چڑھائیں گے بالفاظی۔
 جمیع اہل اسلام منافقین نے آنحضرت کا اونٹ بہر کانے کے لئے جبکہ وہ لات کو
 پہاڑ کی گھاٹی (عقبہ) میں سفر کر رہے تھے اونچے اونچے مقام سے بڑے بڑے
 پتھر بہ اس عرض ڈھلکائے۔ کہ حضرت کا اونٹ چونک اور بدک کر ایسے سوار
 کو گرا دیوے۔ سات تار یک تھی بجلی چمک رہی تھی حضرت نے ان سے استعجال
 کو دیکھ کر پہچان لیا کہ فلاں فلاں صاحب ہیں۔ لیکن۔ بخوف شرارت عام طور
 پر اُن کے نام شہر نہ کئے بعض صحابہ مخصوصین (حدیفہ) کو بتلادیا کہ جن کو کور
 نے میری ہلاکت کا سامان ہم پہنچایا تھا خالد و حامد و عمر و یحییٰ فلاں آدمی تھے
 یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ حضرت کس سفر سے واپس آتے تھے جس میں بیشک
 واردات اصحاب با وفانے کی تھی حم عذیر سے اعلان ہوا نیت حضرت امیر کے
 جب آپ مدینہ واپس آ رہے تھے۔ اس وقت یہ امر مکروہ پیش آیا تھا جو لوگ
 کہ حضرت علی کی ولایت سے منکر تھے وہ ہی اس فعل کے مرتکب ہوئے تھے۔ اگر حضرت
 اُن کے نام بتلا کر بغیر قبضہ چوتروں پر کوڑے لگواتے تو فوراً وہ لوگ اسلام
 ظاہر چھوڑ کر فرار ہو جاتے۔ حدیفہ کا منافقین کے نام سے آگاہ ہونا ایسا شہور
 ہے کہ شاہ صاحب نے بھی تحفہ میں تسلیم کر لیا ہے کہ آنحضرت نے اُن کو منافقوں

کے نام سے آگاہ فرمادیا تھا۔ لیکن حذیفہ کیسے بتلاتے نہ تھے۔ حضرت عمر کو تشویش
 پیدا ہوئی کہ کسی طرح پھانسی سے بٹہ کھائے، انھوں نے دریافت کیا کہ بھائی حذیفہ
 آپ کے پاس جو فرد منافقین ہے اس میں بندہ کا نام تو نہیں حذیفہ صاحب نے
 جواب دیا کہ میں امین ہوں کشف اسرار نہیں کر سکتا (انت اعلم بحکمک) آپ اپنی
 لغنائی حالت پر کما ہی آگاہی رکھتے ہیں خود سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لیجئے اگر حضور
 داخل جماعت مفیدین ہو کر مرتجب بے ادبی ہوئے تھے تو میری فرد کے کسی
 گوشہ میں آپ کا نام ضرور ہو گا بصورت دیگر خدام دولت کو کوئی تردد نہ ہونا
 چاہئے۔ حقیقہ عرض کرتا ہے کہ حضرت حذیفہ نے حذیفہ صاحب کو کیوں اطمینان
 دلایا اگر ان کی یادداشت میں عمر صاحب کا نام نہ تھا تو صاف کھدیتے کہ بندہ
 پرور آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ خالص ایمان دار لوگوں میں جناب شمار کئے گئے
 ہیں نزول وحی آپ کی رائے پر ہوا کرتا تھا اکثر مواقع پر آنحضرت کی رائے رو
 ہو کر حب صواب و بد حضور احکام اتھانی نازل ہوئے ہیں بعض باتوں کے
 نفاذ میں جو رسول سے لغزش ہو جاتی ہے اس کی روک تھام آپ ہی تو کیا
 کرتے ہیں بنی صاحب آپ کے داماد تھے۔ بھلا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ ان کو
 ضرر پہنچا کر جو ان بیٹی کی منتھہ جوڑیاں ٹھنڈی مہونے کا سبب بنتے آپ کا
 یہ محض خیال ہی خیال ہے کوئی اصلیت نہیں رکھتا ایسا کھدینے سے حذیفہ پر
 کوئی الزام اقبالے راز عاید ہو سکتا تھا ایک ایک طرح کا ممدوح فعل ہونا کہ ہر آدمی
 مومن کو ورطہ شکوک سے نکال دیتے۔ حذیفہ اس وقت اس وقت ملزم بہ جرم
 بیانت ہو سکتے تھے جبکہ کمی ایسے شخص سے کھدیتے جو کہ درحقیقت منافق ہونا
 اس سے بالآخر شبہ حضرت عمر کے استفسار پر وارد ہوتا ہے یہ بزرگ تو حضرت
 کے اتالیق و معاصب خاص تھے۔ چار یا ان رسول میں دوسرے بزرگ کی کرسی
 ان کے پائے نام تھی بقول اہل سنت آنحضرت نے ان کی سنت بشارت نبوت
 دی تھی فرمایا تھا کہ ہم پر نبوت ہو گئی اگر یہ سلسلہ جاری رہتا تو عمر پہلے

تخص تھے جو بعد بارے ہی ہوتے۔ ایسے حال اوصاف جلیلہ کو یہ وہم کیوں پیدا ہو گیا تھا کہ اپنے ایمان و نفاق کی لذت استفسار کرتے پھرتے تھے۔ علاوہ بریں اس پوچھ گچھ کا ایک نتیجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ عمرضاجب کو آنحضرت کے صادق القول ہونے کا پورا یقین نہ تھا اگر وہ فی الواقع منافق نہ تھے تو کیا ان کو یہ خیال تھا کہ حضرت کسی ایسے شخص کو بھی منافق بتلا دیں گے جو کہ درحقیقت مومن تھا۔ جو ایسے خیال والے کی لذت لیا جاسکتا ہے کہ وہ مرتبہ نبوت سے بالکل ہی نادانفت تھا۔ حضرت عمر کی طبیعت میں کچھ ایسا شک پیدا ہو گیا تھا کہ ان کو اپنے ایمان ہونے کا بالکل یقین نہ رہا تھا۔

ابن عبد البر نے کتاب استیعاب کے صفحہ (۴۰۴) پر نقل کیا ہے ابو داؤد و سرقی کی چند روایتیں بھی ہیں جو کہ حضرت ام سلمہ سے کی گئی ہیں۔ خلاصہ روایات یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا بعض اصحاب ایسے ہونگے کہ جن کی قیامت میں میں نہ دیکھ سکوں گا نہ وہ ہم کو دیکھیں گے حضرت ام سلمہ نے عرض کیا میں پوچھا کہ کیا میں بھی ان لوگوں میں داخل ہوں جو کہ حضرت کو نہ دیکھ سکیں گے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں تم کو اس جماعت سے نہ خارج بتلاتی ہوں نہ داؤد (افوس ہے کہ مثل حدیفہ ام المومنین نے ہی حیفہ صاحب کو دام تشویش میں الجھا ہوا رکھا اپنی بعض خوش عملی سے حضرت عمر کو اپنے منافق ہونے کا کچھ ایسا یقین کمال ہو گیا تھا کہ ایک موقع پر قسم کہا کہ کھدیا کہ رب اللہ یا حدیفہ اذا من المناقضین اس واقعہ کو امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں تحریر فرمایا ہے۔ قابل مصنف نے جس زمانہ کو لائن بحیثین سمجھ کر ان اوقات کے حکام کو استحق سرداری سمجھا تھا بعنایت الہی اس وقت کے مشاہیر لوگوں کی حالت ظاہر ہو گئی کہ منبع مفسد تھے۔ ممکن تھا کہ میں اسی جگہ یا اس موقع سے پہلے قلم روک لیتا کہ نہ خیف نے اتنا ثبوت برد و عوے مصنف پیش کیا ہے کہ جس کے ابطال پر تمام عالم کے علماء اگر جمع ہوں تب بھی ممکن نہیں ہے کہ قلم اٹھا سکیں

مگر چونکہ تا وقت طالب علموں کا علمی سرمایہ بڑھانا مد نظر ہے۔ لہذا کچھ اور حالات و وقت خامہ کرتا ہوں شاہ ولی اللہ و ہلوی ایک رسالہ میں جو کہ سنی تہذیب و قبیہ فی البیضۃ الاصبیہ ہے ذی عزت اصحاب رسول کے باہمی ارتباط کا نقشہ یہ ہیں عنوان لکھتے ہیں کہ در حق اصحاب آنحضرت اعتقاد نیک باید داشت و زبان را بجز بنادب ایشان جاری نیاید ساخت و برین سلسلہ را جو صف خطا کردہ اند تو سے گمان می کنند کہ ایشان با ہم سبب صاف بودند و ہرگز مشاجرات میان ایشان نگذشتہ و ہم صرف بہت زیرا کہ نقل مستفیض شاہد است بر مشاجرات ایشان و انکار این نقل مستفیض نمی توان کرد تو سے اس چیز کا بدیشان منسوب دیدند زبان بہ طعن و لعن کشاوند و در وادی ہلاکت افتادند برین تغیر بخینہ اند کہ اگرچہ اصحاب معصوم نہ بودند و از بعض عوام ایشان یکن کہ جنیرہ بوجود آمدہ باشد کہ اگر از دیگران نقل آن بوجود آید مورد طعن و جرح گردد اما ما موریم کہبت اللسان از مساوی ایشان و ممنوع علیہم از سب و طعن بقدر ابرائے مصلحت و آن مصلحت این بہت کہ اگر فتح باب جرح در ایشان شود روایت از حضرت پیغمبر منقطع گردد و در انقطاع روایت بر ہم خوردن ملت مست اہتہی کلامہ۔

طلبائے مدرسہ العلوم کو تجر صدر کے چند مقامات پر نظر فرمائی چلے ہے اول یہ کہ اصحاب آنحضرت جن کا نشو و نما قرون اولے میں تھا صاف باطن نہ تھی اور بایکدگر مشاجرت و مخالفت جو کہ بدترین اخلاق انسانی ہے رکھتے تھے عند السببہ بغض صحابہ ایک سنگین جرم قرار دیا گیا ہے و رہا جبکہ وہ لوگ باہم حد و عقد و عناد و عداوت رکھتے تھے۔ لہذا سب کے سب مجرم و خطاوار تھے دوم یہ کہ ایک قوم نے اصحاب کو متبادلے بلائے حضومت دیکھ کر ان کو لعن و طعن کرنا شروع کیا بدانت حقیر جہوں نے ایسا کیا یا کرتے ہیں بہت خوب کیا مخالفت و بنا موقوف بحالات ظاہری ہیں اچھے کو اچھا اور برے کو برا کہا جاسکے گا۔ سوم یہ کہ ایک قوم نے انکار کیا کہ ان میں مخالفت نہ تھی بلکہ موافقت

رکھتے تھے اس گروہ کو دلی اللہ صاحب و بھی بتلاتے ہیں کہ اس معنی کہ وہ اپنی
طاہری امر سے انکار کرتے ہیں جو کہ نقل مستفیض بہ شامت ہے طالب علموں کو معلوم
کر لینا چاہیے کہ اسلام میں وہ کون گروہ ہے جو کہ (اصحابۃ کلم عدول)
کا قابل ہو کر پاو صفت تشاہد و تخاصم ان کے اتحاد و سینہ صاف ہو بیک معتقد
ہے جو گروہ اس عقیدہ کا متخض ہو جائے اس کی پیشانی پر وہی ہونے کا چمکدار
ٹیکا لگا دیں۔

چارم یہ کہ اصحاب نہیں ہے درحقیقت ایسے امر گروہ و ناشائستہ معرض
ظہور ہیں اُن کے اگر سوائے اُن کے کسی دوسرے نفس سے وہ حرکات واقع ہوتی
تو سورہ جرح و طعن ہو سکتا تھا اس کا دفعیہ شاہ صاحب یہ کرتے ہیں کہ وہ لوگ مسلم
نہ تھے ہیں عرب من کرنا ہوں کہ ہے شہداء اہل عصمت ہیں اُن کا شواہد تھا اور جو کہ پہلے
ادنیٰ ہوئے چاہیں وہ ایسے نہ تھے بعض اُن میں حد درجہ کے شور و پشت تھے مگر کیا
اُن میں آدیت و شرافت و تہذیب انسانی ہی نہ تھی۔ ابتیار کے صاحب
ایسے ہی عامیہ نہ طبیعت کے ہوا کرتے ہیں جیسے صحابہ کرام تھے۔ پنجم یہ کہ اُن کے
معاشرت میں کچھ چون و چرا نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ کھٹ اللسان رہنا مناسب ہے
روبان و زبان پر تیلی رکھ کر چپ ہو جانا یہ عجیب تماشا ہے کہ قرن اول کے
ذی عزت بزم کو رکھی کا مال چرائیں۔ کھی کا گھر جلا میں کسی کو ضرب چوب و
لکد و مشت سے ادیت پہنچائیں کسی کو شہر بار کریں کسی کو اس کے حق واجب
سے محروم کر دیں اور اُن واقعات کے دیکھنے اور سننے سے دہشت و وحشت کے دھانگی
سے دُشمنوں کا بچہ گرانے کے دم بخود ہو جائیں مستحکم یہ کہ اگر اُن کی بدکرداری
پر نظر کے قطع قتل کو کیا جائے تو مختصر کے احکام امت تک کیونکر
پہنچیں اس سورت میں مذہب بھی درجہ و برج ہو جائے۔ عینت کہتا ہے کہ
ایسے لوگوں کی روایات کا کیا اعتبار ہے کہ اپنی اطوار میں کو خصل
دے کر دینی فطرت و روایات بیان کریں جو جن سے اقلت و مذہب جانا رہی

کیونکہ راویان حدیث کے لئے تقاہت و عدالت ایک لازمی بات مانی گئی ہے۔ بہر کیف اکثر اصحاب رسول ایسے تھے کہ جیسے عام جہلا و لوطے و جہگڑنے و ذنگا مشتی کرنے والے ہوا کرتے ہیں ان کی سیرت پر جو عمل کرے گا اس کے تمام افعال و اقوال درجہ اعتبار سے گرے ہوئے ہوں گے۔ مرزا حیرت دہلوی ایسے باقتدار شخص حضرات اہل سنت میں مانے گئے ہیں کہ ان کی نایبغات اور کمرز گزٹ سے کوئی گہرا بیانا نہیں جو خالی رہا ہو۔ و چون بزرگان دین اعلیٰ خلفائے ثلاثہ کی متابعت اور عال بہ سیرت ہوتے ہیں لیکتائے دہر شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ انھوں نے امانتِ اہلبیت کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا کتاب شہادت، مؤلف مرزا صاحب کے جس نے دیکھا ہے وہ پیر حقیقہ گورے طور پر تائید کر سکتا ہے۔ بطور نمونہ اس حال سیرت ابوبکر و دیگر خلفاء کا عقیدہ لکھتا ہوں۔ وہو ہذا

کمرز گزٹ۔ سورخہ ۲۳۔ فردری سنہ ۱۶ مطابق ۹ محرم ۱۳۲۵ھ میں فقرات ذیل دربابِ یزید مرزا صاحب نے حوالہ قلم فرمائے ہیں فقرہ اول حضرت یزید علیہ الرحمۃ

دیگم اب ہم اس بات کو دکھانے ہیں کہ حضرت یزید علیہ الرحمۃ کی نسبت۔ سوم اس شاہ اسلام کو بدنام کرنے کے لئے بعض لوگوں نے عربی کے چند اشعار موزوں کئے۔

جہا رم اسوقت دمشق میں سیکڑون جلیل القدر صحابہ یزید علیہ الرحمۃ کے دربار میں موجود تھے خیم جس جوش اور صاف دلی سے حضرت یزید علیہ الرحمۃ کی تفریغ کی ہے طلبار کو تعجب ہو گا کہ چارے طبقہ کا مسلم الثبوت معروف عالم شخص یزید ایسے بدشمار کے باب میں ایسا نیک خیال رکھتا ہے کہ اسکو حضرت اور علیہ الرحمۃ کہتا ہے ان کو تعجب نہ کرنا چاہئے قرن اولیٰ کے اکثر مسلمان اور خصوصاً آنحضرت کے اصحاب اس

مردود کو اپنا امام جانتے تھے۔ چنانچہ وہی مرزا صاحب اپنے اخبار
مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۲۱۷ (۲) کالم ۳ پر لکھتے ہیں۔ جو لوگ یزید
پر لعنت بھیجتے ہیں وہ درپردہ ہزار گنا اصحاب رسول کو گالیان دیتے
ہیں جنہوں نے یزید سے اٹھتے پر سبت کر لی تھی اور آخر تک اسی بیعت پر
قائم رہے انتہی کلامہ

چونکہ قرون اوّل کے مسلمان منظر اسلام اور خالص مسلمانی کا نشانہ
تھے اور ان کی تقلید و پیروی مسلمانان موجود اوقات کے لئے ذریعہ نجات تھے
لہذا باقاعدہ مصنف کو چاہئے کہ طلباء کو ان صحابہ رسول کی متابعت پر
آمادہ کریں جو کہ حبیب اللہ مرزا حیرت اطاعت یزید کی کھنی پشیاہوں پر گواہی
ہوئے تھے دقیقہ بخ طلباء غور فرمائیں قرن اول میں ایسے مسلمان تھے اور وہ
بھی عوام نہیں بلکہ صحابہ رسول کریم ایسے نابکار کی جوتیاد اٹھاتا فخر
دارین جانتے تھے۔ یزید کے زمانے سے اوپر کے طبقہ پر نظر ڈالئے امیر
معاویہ کا نورانی مرقع نظر آئے گا یہ بزرگ معہ اپنے ارباب کی بیعت کے جیسے تمام تر
صحابہ رسول یا تابعین شامل تھے اور جن کا فتوہ و منا قرن اول میں ہوا تھا
ممبر نبوی پر مبنیہ کہ خاندان نبوت کو گالیان دیا کرتے تھے اور جو شخص خدا
و رسول سے شرم کر کے گالی دینے میں تامل کرتا تھا اس سے تعجباً پوچھا کرتے
تھے کہ تم کو کون امرائے ہے جو ابو تراب کو تاسر نہیں کہتے۔ اٹھارہ کتب میں
لکھا ہے کہ قرن اول کے اہل مکہ و مدینہ و شامی و بصری حکم معاویہ جلوسہ فرماتے
ممبر ہو کر خاندان نبوت کو گالیان دیا کرتے تھے۔ تمام کتابوں کے نام
بحیف نے رسالہ اصل تحقیقت برد الحقیقت میں لکھ دیے ہیں یہ نظر اطمینان
طلباء ایک سہل ترکیب لکھتا ہوں۔ کالج علی گڑھ کے دفتری کو حکم دیں کہ جلد
درم صحیح مسلم کا صفحہ (۲۶۸) دکھاؤ جب ایسا ہوگا یہ معلوم ہو جائے گا کہ
معاویہ صاحب عذوبہ گالیاں دیا کرتے تھے اور جو شخص اس امر حرام کے

اور کجاہ میں پس و پیش کیا کرتے تھے اس سے پوچھا کرتے تھے کہ تیرا کون انگریز
 دیکھنے سے روکتا ہے۔ مدد و احسان کا بغیر مصیبت گھائیوں ہی تک قابل
 دینیہ نہ تھا بلکہ جناب امام حسن علیہ السلام۔ جگر گوشہ رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم کو زہر دلا کر ان کے مرنے پر یہ نظر اٹھا رہا تھا سخت خوشی کی تکمیر یہ
 بھی گئی ہیں۔ ایسے بزرگ کی نسبت شاہ ولی اللہ و پیران پیر حضرت عزت
 الاعظم و ابن حجر کی صاحب موافق حرقہ و غیرہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ امام جائز
 الاماعت اور صلحہ حق تھے۔ یہ سب بزرگان دین اہل سنت پیر شاہ ابو بکر
 و عمر پر عمل کرنے والے تھے۔ اگر قلباً نہ تھے حب بدایت و ختم مصنف سترہ صدیق
 کو اپنا معمول بہ بنایا تو لا محالہ لازم آئے گا کہ وہ بزرگ کو خال حجاز رحمت پر و گنا
 مثل ہزار جبریت تھیں اور حضرت امیر معاویہ کی طرح اہل بیت کو گائیاں دیں دو چار
 سیدوں کو جو ہر سنگھیا کہلا میں دس پانچ بیگہ زمین جو کھی مید کے زیر
 قبضہ ہو اسکو ضبط کریں چھوٹے امیر معاویہ غرض کو جو کہ حق سادات تھا
 و با بیٹے تھے و یکھو صحیح مسلم صحیحہ صدیقی لا نور کا صفحہ (۲۰۶۱) و (۲۰۶۲)
 جب طلبا آیا کریں گے تب پورے عالم بہ سیرت صدیق ہوں گے اے طلبا
 درود میں گھبراہٹ آپ کی مسخراتی کروں قرن اول کے اکثر مسلمان جن کے
 نقش قدم پر سر رکھنے کی دنی علم مصنف نے آپ کو ہدایت کی ہر ہرگز ایسے نہ
 تھے کہ ان کو اسلام صحیح کا مظہر سمجھ کر واجب الاتباع سمجھا جائے جن لوگوں کو
 خدا تعالیٰ عقل سلیم عنایت فرمائی ہے انہوں نے کبھی زمانہ ابتدائی کے تمام
 مسلمانوں کو اچھا نہیں سمجھا لایق و قابل تقلید وہ ہی مسلمان تسلیم کئے گئے ہیں
 جن کا چال چلن درست تھا علامہ نقض رانی نے شرح مشاہد میں ان
 لوگوں کے حالات کی قدر معلول کی ہے حقیر کچھ مختصر عرض کرتا ہے۔ علامہ
 موصوف کہتے ہیں (جو امور کہ صحابہ بنویں ہیں از قلم معاذت و ناصحت
 واقع ہوئے انہ تمام حالت کی فرستہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ

مرکز حق و صواب سے بفراسخ و درہم و کرحد و علم و فہم پر پہنچ گئے تھے ان میں
جو جھگڑے واقع ہوئے ان کا سبب سوائے حب ملکیت و ریاست و میل بہ دنیا
و شہوات اور کچھ نہ تھا ایسے مکروہ باتوں کا صحابہ بنوی سے واقع ہونا مستبعد
ہیں ہے۔ کیونکہ وہ لوگ مصوم نہ تھے نہ خیر کے ساتھ موسوم علمائے اپنے من
طن سے ان کے افعال و کردار میں محال و ترجیحات بہ اس عرض پیدا کئے ہیں
کہ لوگوں کی طبائع ان سے متغیر نہو جائیں کیونکہ صحابہ کبار بشر بہ صواب و انصاف
ہیں اہلبیت بنوی پر۔ جو کہ اللہ ان کے اہل و عیال سے گرائے گئے وہ ایسے ہیں
ہیں کہ ان کو کوئی پوشیدہ کریمے قریب ہے کہ ان بہ عنوانیونگی۔ جمادات
و حیوانات۔ و نباتات گواہی دیں پہاڑ ان صدقات سے پہٹ جائیں تہاں
سے خون کے آنسو ٹپکیں پتھروں کے سینے شکافہ ہو جائیں جو برائیاں کہ خاندان
بنوت کے ساتھ ان جہلانے کی تہیں اس کا اثر کسی سے زائل ہونے والا نہیں
ہے جو شخص کہ ان بدحرکات و وسیئات و بدعات کا باعث ہو اس کی گردن
میں خدا کی لعنت کا طوق ہمیشہ بڑا رہے گا (طالب علم اپنے دل میں سوچیں کہ جو
صحابہ کبار بشر بہ صواب دار القرار ہو کر یا شر حرکات ناشائستہ ہوئے وہ
کون اور کس قرآن کے تھے آیا ان جھگڑا و طامع یا بند شہوات نفسانی کی
اطاعت راہ نجات دکھلانے والی ہے یا کہ جہنم کے تنگ و تاریک گڑھے میں
پھالنے والی ہے دیکھو علامہ موصوف نے اس بدکیش گروہ کو صحابہ کبار
اور بشر بہ صواب دار القرار فرمایا ہے۔ یہ ہی لوگ عشرہ مبشرہ کہے جاتے ہیں
الگوان لوگوں کو مہر اسلام و ایمان سمجھا جائے تو نہ معلوم ناخجاہ و بدشمار
کس گروہ کا نام تجویز کیا جائے گا۔ مصنف صاحب نے جو زمانہ پہلے مانتوں کا
تجویز کیا تھا وہ اسی طرے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہ
مطبوعہ مطبع مجتہبی کے صفحہ (۱۶۲) پر لکھتے ہیں۔ (۱) کارنی کہیم کہ در عصر
اول مسلمانان خوشے فتنہ نہ دستند حق بنی کہ بعد وفات آنحضرت علی علیہ

والکہ وسلم بسیار مرتد گشتند۔ ظلماء و ذمہ پوش توجہ فرمایں کہ بقول تہ
 ولی اللہ صاحب عصر اول کے مسلمان مملو از خونِ فتنہ و فساد ہوں اور مصنف
 صاحب اس وقت کو لوگوں کو اسلام کا صحیح نمونہ بتلائیں اور انکی پیروی کو راہِ نجات
 کی مثل تجویز کر کے۔ نادان۔ بچو کو ہکا بن کہ تم ہی انہیں بد قماش و گونچی اطاعت
 اختیار کرو۔ عاقل آدمی کو سوچنا چاہیے کہ عصراول میں جن مسلمانوں کا دباغ خوئے
 فتنہ سے جگر کجبار تھا اور زان بعد اُنہیں سے اکثر مرتد بھی ہو گئے وہ اصحابِ رسول
 تھے یا کہ ملکِ افریقہ کے مروجہ خود آدمی۔ مولوی مہدی علی خاں صاحب ہمدان
 حسن الملک شروع آیاتِ نبیات میں تحریر فرماتے ہیں۔

اکثر مسلمانوں کو بعد اسلام شیطان نے بہکایا، معجب ہے کہ جس وقت کے مسلمان
 شکار۔ شیطان ہوئے ان کو مولوی مصنف بہترین خلافتِ بتلاتے ہیں اور ان
 کی زندگی کو بیرونی اثر سے پاک ظاہر کرتے ہیں۔ میں بخاری شریف سے ثبوت
 دیتا ہوں کہ جس زمانہ کو مصنف نے تمام ازمنہ میں۔ منتخب کیا ہے وہ زمانہ بالکل کفر
 سے بھرا ہوا تھا۔ صحیح موصوف کے باب الفتن میں صفحہ ۴۲ و ۴۱ پر لکھا ہے
 عن حذیفۃ قال انما کان النفاق علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاما الیوم فاما
 ہوا الکفر بعد الایمان حذیفہ کہتے ہیں کہ عہدِ نبی میں لوگ نفاق کو عقیدہ بازو
 بنائے ہوئے تھے اور اب تو ایسے اچھے گھرے صاف و سہرے کافر ہیں کہ
 جن میں ایمان کا مطلق لگاؤ نہیں

واہ جناب مصنف صاحب امام بخاری توجب روایت حذیفہ صحابی اس
 زمانہ کو دور کفر بتلائیں اور آپ اپنی کتاب کے صفحہ اول سطر ۷ و ۸ پر یہ تحریر
 فرمائیں (اتج کل جواہل اسلام تغریب و افراط میں مبتلا ہیں اُمم کا موثر اور عمدہ
 علاج یہ ہے کہ قرآن اوسے کے بزرگوں کے واقعات کثرت سے شائع کئے
 جائیں تاکہ مسلمان ان کو پڑھ کر سبق حاصل کریں۔

مصنف کو یاد رہے کہ قروں اوئے کے مسلمان سے جو کہنا مسلمان تھے

جس کثرت سے آپ واقعات شائع فرمائیں گے ایسی قدر دینائے اسلام میں
 کفر پھیلنا جیسے گا جس سے پہلے ہی لکھ چکا ہوں اور بلا خوف اعتراض اعادہ پھر
 عرصہ کرنا ہوں کہ اسلام میں جب قدر تقزیط و افراط ہو رہی ہے یہ ایسی زمانہ کی
 لوگوں کی تعلیم کا اثر تھا جو کہ بقول خذیفہ دور تغافل و کفر میں جلوہ فرمے گا کہ
 عالم ہوئے تھے۔ مولف رسالہ کو لازم تھا کہ زمانہ ابتدائی مابعد کے ایسے بزرگوں
 کی بہت جو الہ قلم فرماتے جو کہ سوائے خوارج و فاسق کے دیگر تمام طبقات اسلام
 میں ممدوح ہیں۔ اگر مصنف روشن دماغ یہ روش اختیار کرتے تو وہ ہی
 فائدہ اٹھاتے جو کہ نصیب العین تھا حقیقت الامر یہ ہے کہ جن لوگوں کو حجاب
 مصنف نے بدانت خود اس قابل سمجھا ہے کہ ان کی سیرت پر عمل کرنا حال
 کو شاہراہ مقصود پر پہچاننے والا ہے یہ قطعاً غیر صحیح ہے کیونکہ انھوں نے
 دین محمدی میں احداث بدعات کر کے اسلام کے خوشامرقع کو نہایت مجھدا
 بنا دیا ہے۔ ناظرین رسالہ اوراق بالا میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت عمر
 نے یہ مخالفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حرام کر کے مسلمانوں کو حرام کار اور ان کی
 اولاد کو غیر طیب بنایا۔ مگر علامہ قوشچی کہتے ہیں کہ حلیفہ دوم نے ایک حلب میں
 تین چیرین یہ حکم خود حرام تجویز فرمایا تھا دو اول الذکر منقنۃ السناد و متعہ
 الحج اور تیسرا جملہ رحمی علی غیر اعمل ازارکان اذان مگر ایسا حکم جو کہ سنائی ارشاد
 رسول تھا حضرت عمر کے بارہ میں کوئی محذور شرعی پیدا نہیں کر سکتا۔ اس معنی
 کہ آنحضرت مجتہد تھے ان کو اختیار تھا۔ جو چاہا حکم دیا۔ علی ہذا حضرت عمر
 ہی اختیارات اجتہاد رکھتے تھے انھوں نے احکام سابق کو نامناسب سمجھا منسوخ
 کر دیا۔ مجتہدین اپنے اپنے زمانہ میں اجتہاد میں ترمیم و تنسیخ کا اختیار رکھتے
 ہیں سخت افسوس ہے کہ علماء اہل سنت آنحضرت کی نبوت کا کچھ اقتدار
 نہیں کرتے زبانی ان کو خاتم انبیاء سمجھتے ہیں اور عقیدہ تادیکر انخاص کو ان کی
 شریعت کا نسخہ بتلاتے ہیں۔ ایک مولوی پنجابی نے جن کا ذکر اور اوراق اول میں

کیا گیا ہے اپنے مولدہ رسالہ مجمع الادب ص ۱۱ میں لکھا ہے کہ آنحضرت کا اجتہاد
کئی مرتبہ بارگاہ خداوندی سے رو ہو کر حسب نشار حضرت عمر نزول وحی ہوا
ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند بدیہ النبۃ یہ کہتے
ہیں کہ چودہ موقع ایسے پیش آئے ہیں کہ آنحضرت کی رائے کے خلاف اور
صاحب کی نشار کے موافق ہونے کے حکم دیا ہے۔ تاسع اختلاف مطبوعہ مطبعہ
لاہور ص ۱۶۲ سطر ۱۱ پر لکھا ہے کہ جو رائے حضرت عمر دیتے تھے قرآن الہی
کے موافق نازل ہوتا تھا۔

باتفاق مجمع اہل سنت شان مجتہد یہ ہے کہ مسائل میں خطا و صواب
دونوں کا ارتکاب کیا ہو گا یا عین السبۃ ایسے ہی آنحضرت تھے گاہے غلطی
کرتے اور گاہے بہرہ و مسلک صحیح ہوتے تھے۔ کمال افسوس ہے کہ خلفاء کی
بعض بے احتیاطیوں کی اصلاح مد نظر کر کے اہل سنت جاوہ ایمان سے منحرف
ہو جاتے ہیں۔ سوائے علامہ قسطنطینی علامہ تقی زانی شرح عضدی میں کہتے ہیں
کہ علی خیر اہل عمر صاحب نے اذان سے خارج کر دیا ابو الدین جانی شافعی کتاب
انسان العیون میں رقمطراز ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے اپنے باپ کے کلمے
پر عمل نہیں کیا وہ برابر اذان میں کلمہ موصوف کو اسی طرح کہتے رہے جیسکہ
پاک کے زمانہ میں کہا کرتے تھے ان سب سے بالاتر سننے ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ
صدیقی لاہور کے صفحہ (۵۲۸) سطر ۸ پر لکھا ہے۔ علی خیر اہل کتبنا اکثر
علماء کے نزدیک ثابت نہیں اسے علامہ اہل سنت و اہل بیت کی کتاب
علی خیر اہل کتب کا داخل اذان ہونا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے و حکام
میں ہے یہ کتاب اہل سنت کی ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں علی خیر اہل
راج تھا پر حضرت عمر کے زمانہ میں حقوق کیا گیا اور یہی حق نے سب سے
غیر میں بہرہ و صحیح عبداللہ ابن عمر روایت کی ہے کہ وہ کبھی کسی
اذان میں علی خیر اہل کہتے تھے اور علی ابن ابیہر سے روایت ہے

کہ پہلے اذان پڑھی جاتی تھی۔ اس عمارت اور دیگر عمارات مندرجہ بالا سے چند باتیں
 ظاہر ہوئیں۔ اول یہ کہ اہلبیت بنوی کی کتابوں سے کتابت ہوتا ہے کہ زمانہ حضور پر نور
 میں اذان با شحال جملہ موصوفہ پڑھایا کرتی تھی دوم یہ کہ حسب روایات مندرجہ
 اہل سنت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام (علی ابن الحسین) کا بھی یہی ارشاد تھا کہ پہلے
 اذان بالغام خیر اعلیٰ جاتی تھی سو ہم یہ کہ حسب تسلیم عالم کامل مدینی وغیرہ عبد اللہ ابن عمر
 بھی اسی کے معتقد تھے کہ جی علی خیر اعلیٰ از ارکان اذان ہے اور انھوں نے بعد مذکور
 کے کہنے کو ترک نہ کیا چہاں یہ کہ حضرت عمر نے تجویز خود جی علی خیر اعلیٰ کو اذان سے
 خارج کر دیا غرض کہ رواد معاملہ میں سرسری کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کے
 زمانہ میں جو عمل تھا اسکو حضرت عمر نے توڑ دیا یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ موصول اذان حضرت
 خیر سل علیہ السلام سبحان ملکہ العلام لائے تھے پس حضرت عمر نے گویا خدا کے ارشاد و تمیہ
 اصلاح فرمائی۔ عجیب ہیں کہ طرفداران جلیفہ صاحب فرما دین کہ خدا بھی یہ مثل رسول مجتہد
 ہے اور حضرت عمر بھی مجتہد اور ایک مجتہد دوسرے کو حکم کو توڑ سکتا ہے اندریں صورت فعل عمر
 پر کوئی قدر وار نہیں ہو سکتی شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ ترک تقلید
 ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت نے در باب و بیانات عنان امامت اہل بیت کے دست کہ
 بنی ہے جو مذہب کا امور دینی میں مخالف اہل بیت ہو وہ عقلاً اور شرعاً درجہ اعتبار سے
 اگر اہوا ہے۔ طلبہ مدرسہ ایمان داری فرما کر دیکھ لیوں درجہ ایکہ ان کی اذان جو کہ
 مقدمہ نماز ہے خلافت اہل بیت بلکہ مخالف رسول و خدا سے برحق ہے تو وہ لوگ کیونکر
 یقین کر سکتے ہیں کہ انہی نماز جو کہ مثل یہ اذان غلط ہو درجہ قبولیت حاصل کر سکتی ہو بقول
 سعدی علیہ الرحمۃ خلافت پیغمبر کے رہ گزیدہ کہ ہرگز منزل نخواہد رسید رسول اللہ
 مدوئی رشید الدین عنان صاحب جو کہ صاحب تحفہ کے ارشد تلامذہ سے ہیں ثبوت عمر
 میں غزلتے ہیں کہ ائمہ اہلبیت انوار شریفیت و شکوہ موت ہیں ان کا ہر حکم امت کے
 کافر من ہے اگر بہ طریق اہل سنت و الجماعت ان سے روایات وارد ہوں تو ان کے
 ماننے میں اصلاً تامل نہیں ہو سکتا۔ صاحبان الصفات تو قہ فرمائیں جبکہ حسب تسلیم رشید

صاحب وہ ارشاد اہلبیت جو کہ کتاب اہل سنت میں مسج ہر واجباً لائق ہے تو لازم
آیا کہ نبی بیت حضرت علی ابن حسین اہل سنت اذان میں جملہ خارج شدہ کو وحسن
فرمایا میں ورنہ محسن زبان و دعویٰ کرنے والوں میں اُن کا شمار ہوگا علمائے اہل سنت
کتنا بومین سب کچھ لکھ جاتے ہیں مگر عمل بالکل خلاف ہی طلباء مدرسہ العلوم کے سامنے
دو گروہ پیش کئے جاتے ہیں ایک وہ جو کہ بغاوت خدا و رسول حلال کو حرام سمجھنے
والا (اہل سنت) ہے اور دوسرا وہ کہ جو حلال محمد کو حلال اور حرام محمد کو حرام جانتا
ہے اور اذان کو اسی طریقہ پر کہتا ہے جو کہ رسول پاک نے یتیم فرمایا تھا طلباء کو
اختیار ہے خدائی گروہ میں داخل ہوں یا عمری جماعت میں چہرہ دکھائیں۔ لے طلباء
مدرسہ علوم محی علی خیر اصل کی بہار کو تو آپ دیکھ چکے اب ذرا ٹیٹل چل قدمی کرتے ہو
(الصلوۃ خیر من النوم) کی روش اور پیری کی طرف سے آئے معلوم ہو جائیگا کہ حسانہ
بر انداز چمن شریعت نے کس جن و لطافت سے یہ بونا قیام کیا ہے جملہ مذکورہ تخفیر کے
زمانہ میں داخل اذان نہ تھا یہ ہی حضرت عمر کے پر نور زمانہ کی یادگار ہے جو کہ مثل
سارہ صبح السنہ کی مساجد میں چمکتا رہے گا۔ شکوۃ شریف کے صفحہ (۵۶) پر بحوالہ
مولانا امام مالک لکھا ہے کہ ایک روز حضرت عمر کا غلام اپنے آقا کو نماز صبح کے لئے جگانے
آیا حلیفہ صاحب اس وقت سرگرم خواب راحت تھو غلام نے آواز دی کہ ملے امیر المومنین
(الصلوۃ خیر من النوم) فریضہ سحری یاد کیجئے اس سونے سے غنا اچھی ہے۔ حلیفہ صاحب
کو نیند کے جھوکے میں یہ فقرہ بہا معلوم ہوا کہ دیا کہ آمیزہ ہر صباح اس طرح پکارا جاوے
لفظ ہر توبہ لفظ مناسب موقع سے اچھا معلوم ہوتا ہے مگر غار نگاہ ڈالنے سے بے وقت
ہے کیونکہ غناد یا ابی عبادت ہی سکوا عراج المومنین و فضل العبادت کیا گیا ہے کسی عمل
خیر کو اس سے نسبت نہیں دی جاسکتی مگر اس کے واضح نے ایسی ذیشان خیر کی یہ یہ قدری
کی کہ صرف خواب غفلت سے اٹھا ملک نیر پڑھ دیا دیکھئے اس میں نماز کی کس قدر بیوقوفی
ہوئی۔ حلیفہ ہے کہ حضرت عمر نے غنادی انتظام کو توڑا اور غلام کی یادگار قایم
فرمائی روز اہل سنت جو مساجد میں صبح پکار کرتے ہیں غلام عمر کی یاد تازہ کرنے

والے ہیں۔ بہنو کیا ایجاد عمر کو پسند کرتے تو ان عمر صاحب کے بیٹے نے کہہ دیا کہ والدہ
 صاحب کی یہ بدعت ہوا ان میں ہرگز یہ کلمہ نہ کہنا چاہیے چنانچہ ترمذی شریف کی
 جلد اول میں یہ صفحہ ۲۸۸ لکھا ہے کہ جس مسجد میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جاتا تھا عبد اللہ
 ابن عمروؓ نماز نہ پڑھتے تھے۔ قبل ازین یہ نقل: اقول لعل اہل سنت عرض کر چکا ہوں
 کہ بروئے حدیث ثقیلین سلمہ فریقین عقلاً و شرعاً مذہب صحیح اہل بیت علیہم السلام کا ہی
 اس کے خلاف جو چال چلے وہ اوندھے منہ جہنم کے تاریک گڑھے میں گرے لیکن غرض
 کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے اہل سنت کا یہ دعوئے گھڑا ہوا تھا کہ اہل بیت علیہم السلام
 نے ہے اور نہ ان کے معتمدین علماء اقرار کرتے ہیں کہ یہ کو دسباب مسائل وغیرہ خاندان
 بنو سے کوئی علاقہ نہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ دہلوی قرۃ العینین کے صفحہ ۲۰۹ پر
 تحریر فرماتے ہیں (اکثر اہل اسلام مالکیان وشافعیان وحنابلہ واصل مذہب اہل بیت
 معتقد است بہ مسائل اجماعیہ فاروق و بجز چند مسائل برآنا مرئضی اعتماد دارند
 و در بیچ کتب از فنون شرعی مدار کلی برآنا مرئضی نیست بلکہ بر اجماعیان عمر بن خطاب
 وقتا وائے ابن مہدیست) یہ کیفیت تو سبیل کی ہے اب میدان حدیث کی سیر
 کیجئے بخاری شریف کو دیکھئے کوئی حدیث آئمہ اہل بیت سے پچیس ہی نہ ملے گی
 آیات کی شہادت میں ہم ولی اللہ صاحب کی مذکورہ بالا کتاب سے یہ عبارت پیش کرتے
 ہیں (پیش محدثین اتوی حدیث و اکثر ان روایات از ابوہریرہ و ابن عمر و عائشہ
 و ابن المن و غیرہ ہمست و علم ایشان ہمہ متخذہست از شیعین و روایات حضرت تھامی
 مسطور الحال اند) فضل ابن روز بہان البطل الباطل میں لکھتے ہیں کہ مجرد حضرت امیر
 کا قول امور دین میں حجت نہیں ہے جبکہ جمہور صحابہ انکے مخالف ہوں بلکہ اسی کا قول
 حجت ہے ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ مطبع احمدی لاہور کے صفحہ ۲۷۰ پر یہ عبارت ہو (ابوہریرہ
 بن عیاش سے روایت ہے کہ میں نے بغیرہ سے سنا وہ کہتے تھے حضرت علی سے جو لوگ
 روایت کرتے تھے ان کی روایت غامی جاتی تھی جیسا کہ عبد اللہ ابن مسعود کے ساتھی
 اسی تصدیق نہ کرتے تھے۔ تحفہ اشاعرہ کے یکہ شہادت و پنج میں لکھا ہے حضرت آئمہ

در زمان خود اہم مقامات سلاطین و طرفیت راسخہ اند و مقدمات شریعت را
 بر دہنہ یاران رشید و صاحبان حمید خود حوالہ فرمودند۔ طلباء مدرسہ العلوم کو
 آگاہ ہونا چاہیے کہ جس مذہب پر وہ چل رہے ہیں اس کا تعلق خاندان نبوت سے
 اتنا ہی نہیں جتنا ماش پر سفیدی کا نشان ہوتا ہے اُن کی غلامی و اذیت و اقامت وغیرہ
 صفات حکم خدا و رسول یعنی فاضل مصنف نے ایسے لوگوں کا مرقع بھونے کا بھلو کو سنا ہے
 پیش کیا جنہوں نے ایجا دہندہ کر کے خدا و رسول کے احکام کو بدل دیا سوائے ازین حقیر نے
 رسالہ جام جہاں نما مطبوعہ مطبع یوسفی دلی کے صفحہ ۱۲۶ سے تا صفحہ ۱۶۰) بہ نقل
 اقوال علمائے اہل سنت یہ بات ثابت کر دی ہے کہ جس طرح شیعہ وضو کرتے ہیں وہ
 ہی ترکیب علمائے قدیم اہل سنت نے تسلیم کر کے اپنی اپنی کتابوں میں درج فرمائی ہے مثلاً
 دونوں کاؤں کے درمیان فی رقبہ کو تباہ ٹھوری دھونا یہ ہے طریقہ ہے کہنی تک
 ہاتھوں کا غسل کرنا اور پیر و سر کا مسح کرنا۔ ہاتھ کھول کر مناد پر ہٹنا میت کے بدن کو قبل از
 غسل ہاتھ لگانے سے ہٹانے کا واجب ہونا ہفت پانچہ کا کفن دینا نماز میت میں پانچ
 یکسر یہ کہنا حضرت عمرؓ ترمیم سنت رسولؐ کیلئے پانچ کے چار تکبیریں پھر فرمانا وغیرہ وغیرہ
 سے طلباء مدرسہ العلوم آپ نے معلوم کر لیا کہ فاروق اعظمؓ نے جمیع امور دینی میں آنحضرتؐ کی
 کس درجہ مخالفت کی کہ دین محمدیؐ کو بالکل بدل دیا یہ حالت تو اس وقت کی ہے جبکہ وہ لوگ
 خود فرمانروا تھے جو چاہا کیا یہ بزرگواران اہل سنت تو آنحضرتؐ کی زندگانی میں بھی الٹی
 جال چلتے تھے حضورؐ پر روز کے احکام بالکل نہ مانتے تھے اگر سرور عالم دن کہتے تھے تو یہ
 اوجھڑات بتلاتے تھے خدا نے قرآن میں صاف ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارا نبی بلا نزول
 وحی کوئی کام نہیں کرتا محلی زبان پر وہی بات جاری ہوتی ہے جو کہ لوح محفوظ پر ثبت ہی
 مگر عمر صاحب کو اس کا بالکل یقین نہ تھا وہ خدا کا سچا نبی حضرت کو بناتے تھے جیسا کہ شاہد
 آئندہ ظاہر کیا جائے گا اس وقت میں بیہوش طلباء کے سامنے ایک ایسے محقق کا کلام
 و کہلاتا ہوں جس کی کتاب الفاروق کو رس میں داخل ہے اس کے معانی سے ظاہر ہو چکا
 کہ فاروق اعظمؓ سرور کو خین سے کیسی کہلی ہوئی مخالفت رکھتے تھے مولوی شبلی صاحب

کتاب مذکور کے صفحہ (۲۳۷) پر ارقام فرماتے ہیں (مستطاب) ایسے موقع پیش گئے کہ
 جناب سولیڈ نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمرؓ نے اس کے خلاف
 رائے ظاہر کی، ان واقعات پر مطلع ہو کر کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ حضرت کی پشت
 کا بدلہ اتھا در کہتے تھے مادہ مخالفت تو اس درجہ عرصا جب کی طبیعت پر جس بن تھا کہ جب
 حد عینت ثانیہ ہوتی اور واقفیت مسائل کی یہ حالت تھی کہ حضرت کے بھانے سے بھی
 نہ سمجھ سکے وہ ہیں مولوی شبلی صاحب کتاب مذکور کے صفحہ (۲۳۳) پر لکھتے ہیں (حضرت عمر
 اکثر کہا کرتے تھے کہ کاش رسول اللہؐ تین سکوں کے متعلق کوئی تحریر قلم بند فرما جاتے۔ کلام
 دادا کی میراث۔ رہا کے بعض اقسام۔ مسائل فقہ کے متعلق اسکو جو کدو کاوش رہتی تھی اس
 کے اندازہ کرنے کے ذیل کی مثال کافی ہوگی) ورثہ کے بیان میں حدائے ایک قسم
 کے وارث کو کلام سے بغیر کیا ہو لیکن چونکہ قرآن مجید میں اسکی تعریف بفضل مذکور نہیں اس
 لئے صحابہ میں اختلاف تھا کہ کلام میں کون کون ورثہ داخل ہیں حضرت عمرؓ نے غذا حضرت
 سے چند بار دریافت کیا مگر اپرستلی ہوئی تو حضرت کو ایک یادداشت لکھا جسکی کہ رسول اللہؐ
 در یافت کرے اور پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں تمام صحابہ کو جمع کر کے اس مسئلہ کو پیش
 کیا لیکن ان تمام باتوں پر اسکو تسلی ہوئی اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہؐ اگر تین چیزوں
 کی حقیقت تبا جلتے تو جلد دینا اور یا نہا سے زیادہ عزیز ہوتی۔ ایک خلافت دوم
 وراثت کلام سوم رہا چنانچہ ان تمام واقعات کو محدث علامہ ابن بن کثیر نے صریح مذکور
 سے اپنی تفسیر قرآن مجید میں نقل کیا ہے قبل ازین کہ میں اصل معاملہ پر گفتگو کروں لوگا
 شبلی صاحب کی تحریر کی طرف طلباء کو توجہ دلاتا ہوں مولوی صاحب نے حضرت عمرؓ کی
 مدح میں ابن کثیر کی عبارت کو پیش کیا ہے منشاء کلام یہ ہے کہ عمر صاحب کو مسائل
 کی جانچ میں اسدجہ اتہاک تھا کہ جب کا پتہ کلام وغیرہ کی چہان میں سے بخوبی معلوم
 ہوتا ہے دیکھو تحریر بالا کا یہ جملہ رسائل فقہ کے متعلق جو ان کو کدو کاوش تھی اس
 بات کے اندازہ کرنے کے لئے مثال ذیل کافی ہوگی (آخری) مگر چونکہ نوشتہ کے ساتھ نمبر
 ہی ہوتا ہے لہذا حد اور رسول کی صاف و صریح لفظوں میں شبلی صاحب نے اس کا

میں تو جن کی ہے اور بعض مخالف پر یہ حمایت عینہ دوم پر وہ بھی ڈالا گیا ہوتا کہ
 اصلیت مخفی رہے جو لوگ کہ قرآن کو تمام تضایا کا مفسد کن اعتقاد کرتے ہیں وہ چشم
 حقیقت میں کھو کر دیکھیں کہ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ چونکہ قرآن مجید میں اس کی
 مسائل خلاف و کلام و ربما (تقریباً) بعض مفسر مذکور نہیں اس لئے صحابہ میں اختلاف تھا کہ کلام
 میں کون کون ورثہ داخل ہیں (کس حد تک خدا اور اسکے کلام کی امانت کہہ نوالا ہے
 تو یہ یہ اعتقاد مولوی صاحب موصوف کتاب خدا مبہم ہے مفسر ہیں حضرت عمر کی
 وائتمندی پر رجب آتا ہے جبکہ کلام اللہ تفصیلی حالت سے مطلق تھا تو حسینا کتاب اللہ
 کس بہرہ و سہ پر کہہ حضرت کو بخیر و وصیت آخر سے رد کیا تھا مولوی شبلی صاحب نے یہ توخیر
 فرمایا کہ عمر صاحب نے اپنی دختر حفصہ کو ایک یادداشت لکھ کر دی تھی کہ مسئلہ کلام کو حضور پرورد
 سے دریافت کر کے اطلاع دیں مگر پھر کچھ بتہ نہیں دیا کہ حفصہ صاحبہ کو یہ یادداشت حضرت
 کی خدمت میں پیش کی یا نہیں کیے پیچھے رکھے کے بھول گئیں اور حقیقی پہرتی کوئی بکری اسکو کھا گئی
 جیسا کہ بی بی عائشہ صاحبہ کا نامہ بانس (دبھا) کہ قرآن مجید کا ایک بڑا حصہ کھا گئی تھی
 جو کہ اب کتاب اللہ میں موجود نہیں ہے۔ دیکھو رسالہ بحث قرآن و لفظ حفصہ شبلی صاحب پر
 واجب تھا کہ جس واقعہ کو لکھا تھا اس پر حقائق و روشنی ڈالنے مفسرین کو تشنہ نہ رکھتے۔
 لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے عیدہ و دانستہ حفصہ و اسے واقعہ پر پردہ
 ڈالا ہے کیونکہ اس سے حضرت عمر کی قابلیت و ذمات کا پتہ چلتا تھا کثر الحال کی چھٹی
 جلد میں صفحہ (۲۰) پر ہے سعید بن اسیب روایت کرتے ہیں کہ عمر نے حضرت سے وراثت
 کلام کو دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کیا خدا نے نہیں بیان کیا و ان کان حبل کلام
 مگر نہ سمجھے تو خدا نے دوسرا یہ دینے تو نہ کہ فی الکلام نازل اللہ عمر یہی نہ سمجھو تو حفصہ سے کہا
 جس وقت حضرت کا مزاج خوش دیکھنا تو بطور خود اسکو دریافت کرنا حفصہ نے جب اس بات میں
 مسئلہ کلام اٹھایا تو معا حضرت نے فرمایا کہ اس کی پرچینے والی تم نہیں ہو بلکہ آپ کے باپ
 چاہتے ہیں کہ تمہارا دزیرہ سے وہ استفادہ کریں اُن سے کہہ دینا کہ تم قیامت تک سمجھو
 عمر صاحب کا قول تھا کہ مجھ کو یہی یقین ہے جس طرح رسول خدا نے فرمایا ہی ایسا ہی ہوگا کہ

کہ میں کبھی وراثت کلالہ کے مسئلہ کو نہ سمجھ سکوں گا۔ طلحہ اور مدرسہ جہاں فرمایا کہ اگر
 شبلی صاحب کا فرمائے وراثت ہو کر حصہ کے معاملہ میں درست کلامی اختیار فرماتے تو
 گویا اپنے مافقہ سے عمر کے مینار آقدار کو گرانے والے ثابت ہوتے ہیں سینوں میں اٹکی یہ
 آویہٹ کیونکر قائم رہتی طلحہ اور ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ ان کو اصلی راز سے آگاہ کر دیا
 طلحہ اور حضرت ابو بکر کی واقفیت قرآن سے مطلع کرتا ہوں طاہر ہے کہ حضرت عمر مقابل
 ابو بکر پست درجہ پر تھے اور خود عمر صاحب فرمایا بھی کرتے تھے کہ کاش میں ابو بکر کا
 ایک بال ہوتا چونکہ یہ استدعا بہ مقام نذل و انحسار کی گئی تھی لہذا وہ بالوں میں
 ناک کا بال ہونا نہ چاہتے ہونگے بلکہ کسی ایسے موقع کا بال ہونا پسند کرتے ہونگے جو
 کہ دولت و صفات کا پہلو لئے ہوئے ہوتا ہے ایسا حلیل اثن حلیفہ ہی قبولے سے
 وزیرے جنس شہر بارے چناں کلالہ کی حقیقت سے بے بہرہ ہنا علامہ سیوطی کی تاریخ
 الخلفاء ۳۳۰ ہجری میں بمقام لاہور مطبع زمیندارین ترجمہ ہو کر طبع ہوئی ہے اس کے
 صفحہ ۴۰ پر از سطر ۲ تا ۲۴ لکھا ہے کلالہ کے معنی حضرت ابو بکر کو بھی معلوم تھے علاوہ
 بریں قلمتہ و ابابکے معنی ہی آپ تجانتے تھے (وہ بجان اللہ آنحضرت کے کیا ہی قال
 ولایت جانین تھے جو کہ قانون الہی کے معنی ہی نہ جانتے تھے چونکہ وراثت کے معاملات
 دارالقضا میں پیش ہو کر تھے۔ ہر گاہ خلفاء کلالہ و غیرہ کی حقیقت پر کیا ہی لگائی
 نہ رکھتے تھے تو مفصلہ کیا خاک کیا جاتا ہو گا اور معاملات ریا کیونکر تصفیہ پذیر ہوتے
 ہونگے ایسی شبلیس عالتا ہمیشہ کے لئے داخل دفتر کی جاتی ہو گی مولوی شبلی صاحب نے یہ بھی
 صحیح نہیں کہا کہ درباب وراثت کلالہ مابین صحابہ اختلاف تھا ہرگز اختلاف نہ تھا حضرت
 ابو بکر و عمر کی سمجھ کا پھیر تھا صحابہ رسول میں درباب کلالہ کوئی اختلاف نہیں پایا گیا
 ملاحظہ ہو کنز العمال کی جلد ششم کا صفحہ ۲۰ عرب مرہ صحابی سے ایک طولانی مضمون متعلق
 بکلالہ نقل ہوا ہے اس کا جملہ آخر یہ یہ نظر کیا جاتا ہے عرب مرہ سے خلیفہ عمر نے کہا کہ اگر
 رسول خدا تین چیزوں کو بیان فرما جالتے تو مہارے لئے دینا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتی
 ان تین میں ایک خلافت ہے دوم کلالہ و سوم ربا عمر نے اپنے باپ سے اس حکایت کو

کو قتل کرتے ہوئے کہا کہ ابا جان (وہ منیشک فی الکلامہ ہو ما دون الوالد والوالد)
 یعنی کلامہ میں کون شخص شک کر سکتا ہے وہ تو سوائے باپ اور بیٹے کے ہوتا ہے مگر نہ کوئی
 اپنے بیٹے سے یہ نہ کر فرمایا کہ بہائی اُن کے شکوک کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے (انہم کا نویشکون
 فی الوالد) امین وہ تو باپ میں ہی شک کیا کرتے تھے۔ طلبہ ادوی قدیر خیال فرمائیں کہ اگر
 درباب یقین و تحفیض کلامہ بقول مولوی شبلی صاحب مابین صحابہ اختلاف ہوتا اور قرآن میں ابہام
 ہے اور یہ اعتقاد عمر انحضرت نے اسکو واضح طور پر بیان نہ فرمایا تھا ویسے ہی دبا دبا
 چھوڑ گئے تھے تو یہ صحابی جلیل القدر اپنے باپ سے تعجباً کیوں کہتا کہ کلامہ میں کون شک
 کر سکتا ہے وہ تو سوائے والدین اور اولاد کے ہوتا ہے۔ مگر یہ پندرہ عمر کے بیان سے
 معلوم ہوا کہ یہ بزرگوار اب یعنی باپ کے معنی سمجھنے سے ہی قاصر تھے۔ معلوم ہوا کہ شبلی
 صاحب محض بیاض خاطر حضرت عمرؓ کے خدا کے کلام اور رسولؐ انام کے مصنف رسالت دونوں
 کو نشانہ تیر ملامت بنا دیا۔ مسلمانوں کو اپسر بڑا نام ہے کہ قرآن ہر طرح یا بس پر مشتمل ہے
 اور انحضرت نے ہر ضروری بات بہ الفاظ صاف و روشن امت تک پہنچا دی تھی۔ مگر
 افسوس ہے کہ حضرت ابو بکرؓ ابن لقریب اخقصاص نہ سمجھ سکے اور اس پر طرہ یہ ہوئی
 باپ ہمہ فرزند کی و دشمنی مولوی شبلی صاحب کا دماغ بھی اسکی کہنے کے اور اک پر قادر
 نہ ہوا وہ بھی قرآن میں جال و ابہام کے محقق ہو کر ابھی ملک عدم ہو گئے چونکہ معاملہ
 کلامہ ایسا معرکہ الارے کہ تخمین عظام بھی اسکی حقیقت سے جا مل مھن ہے اور بقول عمرؓ
 شبلی صاحب انحضرتؓ ہی صحابہ سے اس کے سمجھائیں بخل فرمایا خدا نے ہی پہل و محل اٹھا
 سے کام لیا لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی صلیت پر طلبہ کو مطلع کیا جائے عجب نہیں کہ
 اس سلسلہ سے حضرت ابو بکر و عمر و شبلی صاحب کی اردو ہی ورطہ جہالت سے نکل کر
 پہنچاں واقفیت ہو جائے واضح ہو کہ کلامہ کا ذکر صرف سورہٴ نسا میں ہے جبکہ آج سے
 اولاً شروع سورہٴ موصوفہ اور ثانیاً اسکے آخر میں سو اُن بن تمام قرآن میں اور کسی جگہ
 اسکا ذکر نہیں ہے ہر وہ مقام مع اس یا محاورہ ترجمہ کے دکھلائے جاتے ہیں
 جو کہ دینی نذیر صاحب دہلوی نے کہا ہے عبارت حصہ ابتدائی متعلق بہ کلامہ مندرجہ مسطورہ

سارے ترجمہ نذیر احمد صاحب (فان کان رجل قوٹ کلاہا وامرؤ ولد
 آخ واخت فکل واحد منہما السدس فان کلوا اکثر من ذالک فہم شرکاء فی
 الثلث اور اگر کسی مرد یا عورت کی میراث ہو اور اُس کے باپ بیٹا نہ ہو اور اُسکی دوسری ماں
 سے بھائی بہن ہو تو اس میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ایک
 تہائی ہیں سب شریک (حاشیہ پر یہ عبارت ہے) وارثان کلاہ کی تین صورتیں ہیں ایک
 یہ کہ کلاہ عینی اور حقیقی بھائی بہن چھوڑ کر مرے یعنی ایک ماں باپ کے سگے بھائی بہن دوسرے
 علاقے یعنی ایک باپ کی اولاد و خلی ماہیں منقٹ ہوں میرے اجائی جن کی ماں ایک
 ہو اور باپ مختلف (عبارت حصہ آخر سورہ نسا و متعلق یہ کلاہ سے ترجمہ
 یستفتونک قل اللہ یفیکم فی الکلاہ الی اخوہ) اسے پیغمبر لوگ تم سے کلاہ کے
 بارہ میں فتوے طلب کرتے ہیں تو ان لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ کلاہ کے بارہ میں متکو
 حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مر جائے کہ اس کے اولاد نہ ہو اور نہ باپ دادا کہ اسکو کلاہ
 کہتے ہیں اور اس کے صرف ایک بہن ہو تو بہن کو اس کے ترکہ کا آدھا اور بہن مر جائے اور اس
 کے اولاد نہ ہو تو سارے مال کا وارث۔ بھائی پھر اگر بہن دو ہوں یا زیادہ تو ان کو
 اس ترکہ میں سے دو تہائی اور اگر بھائی بہن ملے جائیں گے ہوں گے مرد اور کچھ عورتیں تو
 عورتیں کے حصہ کی قدر ایک مرد کا حصہ تم لوگوں کے بٹکنے کے خیال سے اللہ اپنے
 پیغمبر سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے پس جب مفرد
 آیات بالا کلاہ ہر اس میت کو کہتے ہیں جس کے والدین اور اولاد نہ ہو اور حقیقی اور
 علاقے یا اجائی بھائی بہن رہتا ہو لیکن حقیقی کلاہ اسکو کہتے ہیں جس کے اجائی بھائی
 اور بہن ہوں یعنی میت کی والدہ کے شوہر اول سے جو اولاد بطریق مادر جلد کے
 دیکھو حدائے پاک نے اپنے مقدس کلام میں کلاہ کو کس وضاحت و صفائی سے بیان فرمایا
 بالآخر قطعی طور پر فرمایا انہم لوگوں کے بٹکنے کے خیال سے اللہ اپنے حکم کو تم سے کھول کھول
 کر ارشاد فرمایا ہے اسوں سے کہ ایسے صاف و روشن کلام کو حضرت عمر اور بہ تمام
 ان کے مودعی شہیل صاحب مطہر نے سمجھ لطف یہ کہ قرآن کے مفسر حقیقی آنحضرت کے

کے کر رہا ہے۔ جو کہ خدا نے لوگوں کے بھٹکنے کا خیال فرما کر اپنے جملہ احکام اور باتوں میں کلام کو کھول کر بیان فرمایا ہے مگر حضرت عمر و شبلی صلی اللہ علیہما علیہ السلام وضاحت نہیں کیجے اور عبارت قرآن میں ابہام کے متقد ہوئے ہیں لہذا بلا تردید واضح ہو گیا کہ حضرت عمر و شبلی صاحب مع تابعین خود راہِ معیم سے بھٹکنے ہوئے اور ہر ادھر مارے مارے پھر رہے ہیں۔ کیوں طلباء و مدرسہ ہر گاہ ابو بکر و عمر اور کالج علی گڑھ کے نمایندہ مولوی شبلی کا داغ آیات قرآن کے سمجھنے سے تیرہ تھا تو سچ فرمایا ایسے نا فہم لوگوں کی لائف آپ کو کوئی فائدہ پہنچائے گی یا غلطی میں ڈالنے والی ثابت ہوگی میں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ آپ صاحبِ فیض اعلیٰ اور صبر کے صاحبِ فہم اور بال کی کمال نکالنے والے ہیں بجائے خود فیصلہ فرمائیں کہ بیکے بیکے ہونے شخص کا مقلد و متفقد بھی شاہِ راہِ صحیح سے فرعون بلکہ منروں و رور مارا مارا پھرنے والہ ہوا کرتا ہے اگر تم حضرت ابو بکر و عمر کے دہم نا خریدہ غلام ہونا پسند کرتے ہو تو اس بات کا بھی اعتقاد کرو کہ خدا کی کتاب ہمہ ہے فیصلہ کن نہیں اگر تم کو حجتی کی کرسی پر اجلاس کرنے کا اتفاق ہوا اور خلافت و کلام و ربان کے متعلق کوئی مباحثہ پیدا ہو تو سر رشتہ دار سے کہد بناؤ لڑائی ان مسئلہ کو داخل دفتر کرو یہ ایسا پیچیدہ معاملہ ہے کہ جسکو باوصف و نحوے فصاحت خدا بھی قرآن میں واضح طور پر بیان نہیں کر سکا اور ہمارے مرشد طریقت حضرت ابو بکر و عمر ہی ان مسائل کے سمجھنے سے قاصر رہے اور سنئے اسی مسئلہ کلام کی رد و بال ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کہل چکے ہیں اور لطف یہ کہ اپنی بلاوت و عبادت و حسن و برائی کے خود ہی قائل ہی ہیں مسند احمد بن حنبل مطبوعہ بیبی کے صفحہ ۲۴۴ پر ایک طولانی عربی سہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت دوم نے قریب زمانہ وفات خود و ارشاد فرمایا کہ اے خداوند خدا کی قسم میں اپنے بعد کوئی اہم اور پیچیدہ مسئلہ ایسا نہیں چھوڑا جو کہ کلام سے زیادہ لمبٹ دار ہو میں نے آنحضرت کو اس کی توضیح میں تہا بیت حق اور پریشان کیا بالآخر حضور نے ایک مرتبہ تنگ آکر میرے سینہ پر اپنی انگشت مبارک سے عرب لکائی اگر میں زندہ رہا تو عنقریب اس بارہ میں ایسا قطعی فیصلہ دینے لگا کہ

کہ ان پر وہ لوگ بھی اسکو سمجھ جائیں مولف رسانہ ہذا عرض کرتا ہے کہ مجمع اہل
 ابوہریرہ نے بے وقت جینہ صاحب کا ماتمہ کر دیا اگرچہ وہیں دندہ رشتہ تو کلامی
 گہتی کو سمجھا جاتے اب قیامت کے مرید لکھے رہیں گے مگر بہ متابعت امام خود حقیقت کلام
 پر مطلع ہوں گے۔ تیسریہ تو مجدد مقرر تھا سلسلہ کلام اس پر ہے کہ حضرات خلفائے علم نبوی
 سے مخالفت کر کے اہل بیت نبوی کی فرمان برداری سے درباب دینیات بکروی کی
 لہذا عنان انہب کلام پھر اسی طرف پہرا کر گذارش کرنا ہوں۔ غورازی پھر فرماتے
 ہیں کہ مذہب اہل بیت یہ تھا کہ نماز میں ہر سورہ کے بعد بسم اللہ باواز بلند کہتے تھے جن
 لوگوں کا عمل سیرت خلفا پر ہے انھوں نے نماز کو بسم اللہ سے باطل بیکدوش کر دیا ہے
 قرآن پاک میں ہر سورہ کے شروع پر بسم اللہ موجود مگر نماز میں نماز و بسم اللہ کے
 موقوف کرنے سے عالمان سیرت کی نماز ایسی ہے کہ جیسے بلا گجھاری سورہ کی
 والی یاد رکھنا چاہئے کہ سیرت اسی شخص کی قابل عمل ہوتی ہے جو کہ اپنے اسلاف
 صالح کے عادات و مضامین کو معمولی بناتے ہوئے ہو حضرات خلفا دکایہ مذہب
 کہ جہاں تک اس سے ممکن ہو سکا اپنے ہادی ملت و مرشد طریقت کی سیرت سے
 اختلاف کیا یہ بات عام طور پر مشہور ہے ہر سلمان کا بچہ بچہ اس سے آگاہ ہے کہ
 آنحضرت نے مروان کو مدینہ سے خارج البلد کر دیا تھا اسی واسطے اس مردود کو موطر و
 رسول کہتے ہیں مگر جناب ثالث صاحب جب زب دہ تحت حکومت ہوئے اور اس
 راندہ درگاہ کو بڑے ناز و نعم سے مدینہ میں بلایا اسلامی انتظامات کی دُور اس کے
 ہاتھ میں دے دی سلمانان با استحقاق کے حقوق و واجہہ سلب کر کے لاکھوں روپیہ
 نقد اور کھوکھا روپیہ کی جائداد اس کے حوالہ کر دی علاقہ فدک جو کہ
 جینہ اول نے و خنز رسول کو بخیرہ کر کے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا وہ عثمان
 نے اپنے سالہ مروان کو عنایت فرمایا اسی قسم کی داد و دہش نے حضرات علما کی
 توجہ سے جملہ شریف (حما غریبہم) سدرجہ قرآن کا بلا شرکت غیر سے
 ان کو مالک بنا دیا ہے اس سے کچھ اور بڑا چرہ کر سنئے روضۃ الاحباب

وسارح البتہ میں نکاح ہے کہ (عبداللہ بن ابی مرثد) اور چنانچہ اگر وہ ہوشیار
 آدمی تھا آنحضرت نے اسکو کایت وحی ہونے کی خدمت سپرد فرمائی تھی چونکہ جلال
 از میں تھا یہ اس خیال کہ حضرت مجھے پڑھے ہیں اس حکام الہی میں رد و بدل
 کر دیا (عزیز حکیم) کی عہدہ حکیم (کھدیا ایک موقع پر نکاح کہ محمد جو کہتے ہیں کہ نہیں
 کہتا۔ میں جو چاہتا ہوں کہہ دیتا ہوں نزول وحی میں میرا اور اس کا برابر درجہ
 ہے یا آخر یہ راز فاش ہو گیا۔ بوقت سیاست مکہ سے بیرونی مقامات پر
 بھاگ گیا اور پھر مدینہ ہو کر سرارت پیٹیہ جماعت کا سرگرم رہا۔ یہ کہ جب
 حضرت کو مکہ پر علیہ ہوا تو آپ نے اس کی گرفتاری کا وارنٹ کاٹ دیا وہ
 مردود حضرت عثمان کا برابر و رضاعی (عثمان نے اس کی مان کا دودہ پیا تھا
 تھا انھوں نے بقیہ قصاصے برادر نوازی اپنے گھر میں محض عہدہ پر پوشیدہ کر دیا
 جب حضرت کو مکہ پر سزا ہو گیا آپ نے اس نجات کی معافی قصور کاٹ دیا اور
 پٹو اویا۔ حضرت عثمان نے اس موقع کو عینیت سمجھ کر برابر با جان برابر کو
 لاکھڑا کیا کہ اس کی ہی جھنجھڑی جائے چونکہ ہر گنہگار کی حالت جدا اور ہر گناہ
 کی پاداش علیحدہ ہوتی ہے۔ عبداللہ مذکور کی خطا ایسی نہ تھی کہ مثل دیگر شخص
 اس پر بھی معافی دیجاتی حضرت نے برعقب ہو کر حاضرین و برابر سے فرمایا کہ تم میں
 ایسا کوئی شخص نہ تھا کہ اسکو مجھ تک نہ آنے دیتا اور بغور وقوع سفارش میں
 شفیق دون و مرند و زبون کی گردن اوڑھ لیا میں پسند نہیں کرتا کہ خائن سے چارچشم
 ہوں یہ مہمیت و پر رعب کلمہ نہ کہ حضرت عثمان نے اپنے دودیا بھائی کو الگ
 کر دیا حضرت کے زمانہ تک عثمان صاحب ادھر اور اسکو لگائے رہے جب خود
 مد حکومت پر بیٹھے مصر کی صوبہ داری کا فرمان لکھ کر اس کے حوالہ کیا اٹلیا
 عالی خیال توجہ فرما میں کہ قرن اولی کے یہ سرگرم اسلام جن کی لائف لایق
 مصنف و پیش فرمائی ہے ایسے با ایمان۔ تھے کہ رسول کی مخالفت پر کمر باندھی
 ہوئے مرتدین و ضامینین کے پشت نہا رہے ہوئے تھے۔ قانوناً وہ شخص لوہا

بد معاش کہا جاتا ہے جو کہ بدکردار و ناہنجار آدمی کی جانب داری کرنے
 اس کو اپنی پناہ میں لے لیا ہو اصطلاح زمانہ حال میں ایسے لوگوں کو تھا مگر اکثر
 ہیں اگر حضرت عثمان کو اہل بدعت و ارباب بغاوت و شقاوت و مردود
 کا پناہ دینا سمجھ کر پورا تھا نگلی لفظ کر رہے تو ظاہر کوئی قبح لازم نہیں
 آتی عقل حکم دیتی ہے کہ حضرت عثمان مترصد مرگ ہو کر طبعیت میں میضون
 پیدا کرتے رہتے ہونگے کہ کب نبی مرے اور ہم گستاہ ہمار ہو کر مرد و دین
 و مطرو دین کو ملک اسلام کا مالک بنا میں یہ ہی بے احتیاطی یعنی جانب داری
 بد معاشان بالآخر حلیفہ صاحب کے قتل کا سبب بن گئی یہ اتفاق امت حلیفہ
 کے سر پر حقدار آفت آئی یہ سب مردان کی بدولت تھی اگر حلیفہ صاحب بد
 حکم نبوی اس نابکار کو قتل دان وزارت حوالہ نہ فرماتے تو مرد و بلیات و آفات
 نہوتے۔ جن حضرات کی سیرت پر کام فرما ہونے کے لئے قابل مصنف نے
 طلباء و اوقف حال مذہب کو تحریر میں لائی ہے وہ حقون اولی کے مدد و
 نقب لوگوں میں ہرگز داخل نہ تھے بد معاش لوگوں کی جانب داری ان کا شمار
 تھا عثمان صاحب کی حالت تو معلوم ہو گئی ابو بکر صاحب کو دیکھئے یہ بھی اس
 مرض سے حالی نہ تھے اسلام ظاہری کے زمانہ میں ان کا دل بھی کفار سے سیر
 مانوس تھا جیسا کہ حالت کفر میں مرتبط تھا صحیح مسلم میں فضائل سلمان فارسی کا
 ذکر دیکھئے وہ معلوم ہو جائے گا کہ ابوسہیلان ایسے شورش و معاند کی آغوش
 کس شند سے حمایت کی ہے سوائے ابن ازیلہ انھما شاہ ولی اللہ صاحب کا
 صفحہ ۶۵۶، طلباء ملاحظہ فرمائیں اس کے معائنہ سے واضح ہو جائے گا کہ ایک
 کافر کی حضرت ابو بکر نے آنحضرت سے سفارش کی آپ نے عمل طر فزاری کرنے سے
 ناخوش و غضبناک ہوئے حضرت عمر نے بہ ابن امیہ کی جو کہ جب عقیدہ مقلدین
 ان کو منجانب قدرت عطا ہوئی تھی بلا جہاں ایسے کہ ابو بکر سعی بیجا کرنے سے غضب
 و معتبوب ہو چکے ہیں خود ہی و ہی عمل کیا و سفارش کافر جس پر ابو بکر نے حضرت

کو غصہ دلایا تھا۔ یہ اتفاق اہل اسلام جو شخص اپنی بدامانی سے بچی کو غصہ
 دلا کر اذیت روحانی پہنچائے وہ بچا کا فر ہے ایسے انخاص قرون اولیٰ والے جو کہ
 اسلامی تہذیب کے میں ڈاکرا کا بر اسلام کی جماعت میں علی درجہ کی کڑی پریشانی کا
 ارادہ کرنے لگے اتفاقات وقت کے یہ قوت ایمانی رکھتے تھے کہ بد معاشرتی فعل ضامنی
 کے فارم پر دستخط کیا بلکہ انگوٹھے کا نشان کرنے کو فخر و سعادت جانتے تھے یہی
 حضرات کی نسبت کوئی عاقل گمان نہیں کر سکتا تھا کہ وہ لوگ تہ دل سے ایمان
 بخدا و رسول لائے ہوئے تھے۔ علامہ ہمامہ عبدالمکرم شہرستان نے مل و محل
 کے صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے کہ آنحضرت کے اصحاب میں بہت لوگ ایسے داخل تھے کہ
 بظاہر مسلمان سمجھے جاتے تھے مگر بطون اُن کا نفاق و شقاق سے بہرا ہوا تھا
 ہر چند عیب زمان چھپاتے تھے مگر کبھی بھی راز سر بستہ کھل جاتا تھا اہل نظر
 ایمان نفاق اس وقت بخوبی کر لیا کرتے تھے جبکہ اصحاب یا آنحضرت حضور
 پر نور کے افعال پر اعتراض کیا کرتے تھے وہ زمانہ حضرت کی حکومت و سلطنت
 کا تھا زمانہ قوت و شوکت میں وہ کہہ دے دیاتے منافقانہ چال چلتے رہے
 حضرت کے صاحب فراش ہونے پر کھل کھیلے جس نفاق کو دل میں چھپائے ہوئے
 تھے وہ اُن کی حرکات سے مترشح ہونے لگا دیکھنا چاہیے کہ جب بیان شہادت
 وہ کون بزرگوار ان اسلام تھے جو کہ آنحضرت کے افعال پر جن کا وقوع
 وحی سے ہوتا تھا معترض ہو کر اہل دانش کے دفتر سے نفاق کا سارٹیفکیٹ
 حاصل کرتے تھے ایسے حضرات بہت کچھ تھے۔ مگر اس موقع پر انہیں لوگوں کے
 حالات مختصراً حوالہ قلم کئے جاتے ہیں جنکی سیرت کا خوش رنگ نقشہ طلباء کو دکھایا
 گیا ہے۔ سیوطی نے جمع الجوامع اور ملا علی قلی نے کنتراہال میں لکھا ہے کہ محاصرہ
 مدائن کے وقت آنحضرت جناب امیر کا ہاتھ ہاتھ میں بیکریر تک کچھ مشورہ کرتے رہے
 اکثر لوگوں کو یہ بات ناگوار گذری کہ ہم سے بالا بالا صرف ایک علی رضی اللہ
 عنہ حضرت خاص خاص باتیں کر رہے ہیں یہ کوشش ایک تجلیہ نہیں کرتے معمولی مشیت

کے حاسد تو اپنی بے وقوفی پیش نظر کر کے دم بخود رہے مگر حضرت ابو بکر کو
شدت حسد سے یارائے مضبوط نہ رہا۔ فرمانے لگے کہ عجب طویل دور راز دار
ہے جس کی طوالت ختم ہی نہیں ہو سکتی آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے علی کو مخصوص یہ
راز داری نہیں کیا بلکہ عدائے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فلاح اسلام کے متعلق اچھے شیعوں
کو وہ بھیج تمہاری وجہ نسانی و رحم کبیر طرائی میں ہے اس راز داری پر صحابہ کی متحضر
ہونے کا ذکر ہے ابن مردودہ نے اس سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے بروز طائف
مترصنین کا اعتراض مذکورہ بالا نہ فرمایا کہ جس نے علی سے حسد کیا اس نے ہم سے
کیا اور میرے مقابلہ میں حسد کرنا والا کا قرب ہے جن لوگوں نے حضرت امیر مومنان
راہ اختیار کی وہ قرن اول کے اعلیٰ درجہ میں شمار کئے جاتے ہیں اور سب کے سب سلمان
اس وقت بہ لفظ اصحاب پکارے جاتے تھے اس میں ہے کہ اس پاکیزہ وقت کی سلمان
ایسے حاسد تھے کہ آنحضرت کے افعال پر متحضر ہو کر ہرست کھار میں درج چوٹ
کی قابلیت رکھتے تھے حضرات طلباء کو اگر کتب محولہ بالا دستیاب ہوں تو آج علم کا
مرتبہ جناب عبداللہ بنہل امت سری میں صفحہ (۹۸۱) تا صفحہ (۹۸۳) ملاحظہ
فرمائیں انشاء اللہ واقعات راز واضح ہو جائیں گے ملاحظین نے حبیب الیریں
سوائے آنحضرت حضرت ابو بکر و دیگر صحابہ طابعین و مترصنین میں حضرت عمر کا
نام گرامی ہی تحریر فرمایا ہے۔ ابی بن کعب ایسا منافق تھا کہ جس کا نفاق پشت
از بام ہو گیا تھا جب وہ مرے تو حضرت نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی عمر صاحب
نے حضور پر روز کا دامن پکڑ کر کہا کہ آپ اس منافق کے جنازہ پر کیوں نماز
پڑھتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ ازالہ الخفایں کہتے ہیں روکا اعتراض لے
اعتراف عمر علی علی اللہ علیہ وسلم جین صل علی عبد اللہ بن ابی۔ حقیقت حال یہ
ہے کہ آنحضرت چونکہ حامل خلق عظیم تھے اور لیت و تواضع و عار اپنی
کی ذات میں ولایت کی گئی تھی لہذا ان شوریشوں میں ہر گز ہزار ہا طرح کے
کتب نفس اقدس پر گوارا فرماتے تھے حضور کا منشاء ولی بھی تھا کہ کسی

دیکھی طرح یہ جملہ عرب نجی و اعلیٰ جان چوڑ کر مسلک خدا دانی اختیار کر گئے
 مگر ان لوگوں میں بعض ایسے شدید الطبع و بیدار اخلاق تھے کہ مرتے مرتے یہ لوگ
 اخلاقِ رزویہ ان کے طابع سے نہ نکلے حضرت کی زندگی میں ان کو تلاتے
 رہے بعد وفات حضور ان کی ذریت کے ساتھ جو بدسلوکی کی گئی اُنھیں بیان
 نہیں اونی بات یہ ہے کہ بیدہ کو عطیہ نبوی جس کو اہل سنت چند درخت خرما
 قربا پا کرتے ہیں نہ دیوں اور کھار و منافقین کے ساتھ ایسی رحمت و دست
 افشانی فرمائیں کہ پابان نہیں ازالہ الخفا کے صفحہ (۱۹۲ و ۱۹۵) پر لکھا ہے
 کہ حلیفہ اول نے عیینہ بن حصین کو بارہ دیہات کا وثیقہ لکھ کر دیدیا افسوس
 ہے کہ دختر رسول کو چند کھجور و مکے درخت دینے میں وہ تنگ چینی کرپ کہ جب
 صراحت اور اقبالا بالیکہ کرنا جینا چوٹ جائے اور ایک معمولی غیر مصرف
 شخص کے ساتھ یہ سلوک و احسان فرمائیں کہ بارہ گاؤں کا مستاجر با اختیار
 بنادیوں اگر ظالمان راہ حق صرف اسی ایک بات پر تنازعات مذہبی کا
 اندازہ فرمائیں گے تو امر حق واضح ہو جائے گا اور دیکھئے زکوٰۃ چونکہ مال کی حیرت
 ہے اور چرک دولت اُسکو کہا گیا ہے لہذا خدا نے اُسکو رسول پر حرام کر کے کیتوں
 پر حلال کر دیا اور جن سے زکوٰۃ روکی گئی تھی ان کے لئے جس کو جائز قرار دیا
 مگر حضراتِ حکماءِ دین نے اُسکو ایسا مٹا دیا کہ اپنے بنی کی ذریت کو محتاج
 بنا کر تباہ و برباد کر دیا ازالہ الخفا کے صفحہ (۱۸۵) پر لکھا ہے
 ابو بکر و ولایت ابو بکر احماس بنود یعنی ابو بکر کے عہد حکومت میں جس کا
 نام نہ تھا سنن ابن داؤد مطبوعہ دہلی کے صفحہ (۲۱۲) پر دربابِ عمن
 ایک طو لانی عبارت ہے جن کا حاصل یہ ہے کہ ابو بکر مالِ عمن اسی طرح تقسیم
 کر دیا کرتے تھے جیسا کہ آنحضرت دربابِ احقاق کو دیتے تھے فرق اتنا تھا
 کہ اہل بیت رسول کو بالکل محروم کر دیا تھا انہیں ایک جہہ بھی نہ دیتے تھے -
 تحفہ کے بابِ دہم میں شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عمر نے اولاد علی

وال ابو طالب سے حسن کو روک دیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ جو شخص عثمان حکومت اسلام مانتے
 میں لیکر فرمان رفا ہوا اس نے پہلے اولاد رسول ہی کا قلع قمع کیا بعد اچھین حضرت عثمان
 مالک ملک اسلام ہوئے انھوں نے فذک اپنے سالہ صاحبان کے حوالہ کیا اور تمام
 بنی امیہ کو داد و دہش سے مارواڑ کا سیٹھ بنا دیا ان کے ہم قدم اور جانین اہل عرب
 نے جو بید وں کی خدمت گذاری کی وہ عیان ہے ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ صدیقی لاہور کے
 صفحہ ۱۹۵ (۱۹۵۷ء) پر لکھا ہے) امام نووی فرماتے ہیں جس جگہ سیدوں کا حق تھا
 اسکو معاویہ اور بنی امیہ نے دیا لیا اور سید و کنو نریا) طلباء و مدرستہ معلوم میں سستی
 سادات کے لڑکے بھی ہوں گے چونکہ مقتضائے بہت حضرت کے معاویہ نے ضروریات
 دار میں گئے وہ آنکھ کھول کر دیکھیں کہ جن لوگوں کے نام پر آپ صاحب فدا ہیں انھوں
 نے آپ کے پزرگوں کو ان کے حقوق و اجنبہ سے کس بیدردی کے ساتھ روک دیا تھا
 بخیہ ہو کہ فاضل مضمت ایسے لوگوں کی سیرت پر ناواقف طلباء کو چلانا چاہا ہے
 جو کہ آنحضرت کے احکام کو پرکاش کی بار باریت تھے اور ان کی دولاو کے ایسے دشمن
 تھے کہ سوکھا ہو کا گڑھ ان کے ہاتھ میں نہ دیکھ سکتے تھے کوئی عاقل ان اشخاص کی
 سیرت کو سوائے نفرت کے کبھی وقعت سے نہ دیکھو گا۔ نائے پیشوا باں اہل سنت
 کے حالات پر نظر کرنے سے سخت افسوس ہوتا ہے کہ وہ لوگ کیسے سلمان تھے کہ عدلے
 در رسول کے احکام کی مطلق پابندی نہ کرتے تھے بلکہ جہاں تک ہو سکتا تھا مخالفت کو
 اپنا عین ایمان جانتے تھے سقیفہ میں جبکہ مابین مہاجر و انصار خلافت پر گفتگو
 ہوئی اُنھیں دو گروہ تھے ایک مہاجر و ہم انصار اور قرآن پاک میں ان دونوں کی
 ترجیح دار ہوئی ہے۔ مگر موقع مذکور پر گروہ مہاجرین نے جن کے پیشوا حضرت
 ابو بکر تھے مات حکم و بدیا کہ سعد عبادہ مدعی خلافت کو قتل کر دیا جائے طرفداران
 حضرت ابو بکر کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا (اقتلو سعدا قتل اللہ سعدا قتل کر و سعدو
 قتل کر) اللہ اسکو دیکھواتا لہ آنحضرت کے مقصد دوم میں صفحہ ۲۶۷) وہ بھان احمد رسول
 بگور و کفن بتر مرگ پر پڑے ہیں اور اُن کے دوست باصفا حضرت ابو بکر مع اپنی پارے

کے ایک ذی عزت صحابی رسول کے قتل کا حکم جاری فرما رہے ہیں خلافت کی طبع میں
 تین دن تک بنی کے لاشہ کی خبر نہ لیں دیکھو متقی الکلام مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی
 کا صفحہ ۳۳۴ سوائے کتاب بالا دیگر کتب اہل سنت میں بھی مضمون عدم حضور خجانبہ
 وارد ہوا ہے دیکھو اوراق بالا۔ اصل میں یہ جنگی لوگ وحشیان عرب اکثر بہ طمع مال و
 زر و اغل اسلام ہو گئے تھے تجویسوں پند و نطق یعنی کانٹوں کو ہاتھ کی ریکھا دکھاتے
 پھرا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ نے اذاتہ انتقام میں لکھا ہے کہ ایک کانٹے پر جو کچھ
 دھڑکے کہا تھا کہ عفریہ ایک شخص کہہ میں مدعی ہو گا موت کا تھوڑے زمانہ میں اس کا معاملہ قی
 پا کہ ایک عالم کو حیرانی میں ڈال دے گا تم دونوں اس کے جانشین ہو گے۔ شاہ صاحب کا مطلب یہ
 ہے کہ شخصین کی خلافت ایسی زبردست و باقوت تھی جس کی ضرورت اب کجالت بھی رکھتے تھے چونکہ یہ لوگ
 بہ طمع مال و جاہ و ثروت بہ طمع اسلام ہوئے تھے لہذا ہر وقت یہی تک دو وقت کی کسی طرح روزانہ
 لگے نہ ادب و عزت سے واقف تھے اور نہ خاصان خدا کے خطا مرتبہ کی خیال تھا مثل عوام ان اس
 جی معلوم کو جانتے تھے شہرستانی مل و نخل میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت اپنے دست اوصاف سے صحابہ کو ہوا
 غیبت قیم فرماتے تھے اور صحابہ دینا طلب حضور پر نور کا دامن دولت پکڑ کر کیسے تھے۔ اور
 حیح پکار کر کہتے تھے کہ (اعدل یا محمد انک لہ تعدل) یعنی اے محمد عادلانہ طور پر قیسم کرو و تحقیق کہ
 تم اوصاف سے قیسم نہیں کرتے خیال کرنے کا موقع ہے کہ اگر کسی ادنیٰ ادنیٰ کو کہا جائے کہ فلاں شخص
 صنعت مزاج نہیں ہے تو اسکو کیا صدمہ ہو گا۔ آنحضرت ایسا صاحب خلق عظیم جس نے جہاں عرب پر
 ابواب سلوک جان کنا دہ فرمائے اس کے قلب پر اس مودی کلمہ نے کیا اثر پیدا کیا ہو گا قربان صبر
 و تحمل مصطفوی اپنے نفس مقدس پر صبر کر کے قائل کلمہ مذکور کو سوزنش لغزانی صرف اتنا کہید بار و
 جھل ان لم اعدل فمن تعدل یعنی افسوس اگر میں عدالت نہ کروں گا تو پھر کون عدل پر عمل
 کرے گا ہو گا۔ اس موقع پر تحقیق طلب یہ ہے کہ وہ گستاخ و بے ادب کون شخص تھا جس نے ایسا یال
 کلمہ زبان سے نکالا تھا۔ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ وہ بزرگ عمر تھے عبارت یہ ہے عن سیدھا ن
 ابن ابی بکر قال قال عمر بن الخطاب لعمر رسول الله قسا اهلک یارسول الله قیدر ہو کا رو کا ن
 احق یغنم مطلب یہ ہوا کہ عمر صاحب فرمایا کہ اے حضرت آپ جکو دینا چاہیے اسکو نہیں دیتی

اور غیر مستحق کا پیٹ پر دیتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ ایسی حرکات نامناسبہ کرتے رہتے ہیں جن سے حضور والا کو صدمہ پہنچتا رہتا تھا کچھ ایسی پر موقوف نہیں کہ حالت محنت ہی میں بزرگانِ اہلسنت حضرت کو ادیت دے ہوئے ہوں بلکہ مرض الموت میں ایسا مودی و جان شکن مددہ حضور کو پہنچایا کہ تمام امت و مضمون عائدانِ ہوت کو وہ عظیم رنج پہنچا کہ ابن عباس حضرت کے چچا داد بہائی جب اس واقعہ کو یاد کرتے تھے انھوں سے اشکوں کی ندی بہا دیتے تھے ہنوز معروف بات ہے کہ حضرت نے نہنگامِ علالت دوات و قلمِ محاب سے یہ لکھا کہ میں تم کو ایسی چیز کہے دیتا ہوں کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گئے حضرت عمر کو یہ لکب گوارا تھا کہ امت محمدی جاوہِ مستقیم ہے قائم رہ کر مستحکم ہو انھوں نے حاضرینِ موقع کو متوجہ کر کے فرمایا کہ یہ شخص شدتِ مرض میں بزیانِ بک رہا ہے اس وقت کی بات قابلِ اعتبار نہیں۔ مگر خدا کی کتاب کافی ہو۔

فہرستانی نے عل و دخل میں لکھا ہے کہ اول شبہ جو نوعِ انسان میں پڑا وہ ادم علیہ السلام کے لئے اٹھارہ سجدہ تھا جو کہ شیطان سے مرض وقوع میں آیا اور دوسرا شبہ امت محمدی میں عمر نے دالا جبکہ دوات و قلمِ دینی میں اس نے خلل اندازی کی صاحبِ عل و دخل کا خیال نہایت ہی درست ہے اگر حلیفہ دوم اس وقت سنگ راہ ہوتے تو حضور انور ایک صریحی نوشتہ امت کو ہاتھ میں لیا دیکھتے جو کہ قاطع بنیاد اختلاف ہونا ہر چند کہ تبلیغات میں آنحضرت نے دقیقہ از دقیقہ فرو گذاشت نہ فرمایا ہر بات کو ایک بار نہیں بلکہ چند بار مواقعِ متعددہ پر امت کو سمجھا دیا مگر کوئی امرا ہم اور اشد ضروری ایسا سمجھا تو کہ جس کی نسبت خیال کیا گیا کہ امت اس میں اختلاف کر کے غریقِ جو مہلات ہو جائے گی لہذا مناسب تھا کہ تقریری ہدایت کے ماسوا در تجزیہ و بحث ہی امت کے حوالہ کو دی جائے تاکہ اپنی ناہنسی سے مختلف اہلِ اہل ہو کر مرکزِ جمع سے دور تر نہ چلے جائیں اگر ایسی تجزیہ و تکریر نہ ہو جاتی تو مسلمانوں کے پاس ایک قوی دلیل اُن لوگوں کے مقابلہ میں ہوتی جو کہ نوشتہ محمدی روگردان ہوتے مگر محنت افسوس ہے کہ حضرت عمر نے خل و در معقولات کو کہ امت محمدی کو ہمیشہ کے لئے بتا دے و برباد کر دیا۔ اہل اسلام میں جقدر تنازعات و اختلافات برپا ہو کر رہ گئے مگر اتحاد ہو رہے ہیں ان سب کا وبال و کمال بر گردن حضرت عمر ہے۔ نہ وہ خلاف منصب مصالح نبوی میں دست انداز

جوتے نہ آج امت محمدی کی یہ حالت ہوتی کہ باوصف کلمہ گو ہونے نماز پر طہ ہے
 روزہ رکھنے زکوٰۃ دینے احکام حج بجالانے قیامت پر اعتقاد رکھنے کے باوجود
 قنادائے کفر کی بوجھار کرتے چلے آ رہے ہیں ایک فرقہ واسے سے جب پوچھا جائے
 کہ تم دوسروں کو کیسا سمجھتے ہو بے تکان جواب دیں گے کہ کافر کافر کافر۔ بلکہ کفر دہشت
 و قلم کے قینہ کو حقیر نے دلیل التحریج مطبوعہ مطبعہ یوسفی دہلی میں بوضاحت تمام تر بیان
 کر کے اُن متمم اعداء بارودہ کو بھی رو کیا گیا ہے جو کہ علامان حضرت
 عمران کی طرف داری سے وارو کیا کرتے ہیں اختلافات اسلام کی سیرتھی کا یہ پسلا
 زنیہ ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کے بطون میں کفر و نفاق کی ریشہ وانی ہو رہی تھی وہ
 طلب اشت خامہ و قرقاس پر ظاہر ہو گئی اسی واسطے جناب شمس العلماء دہلوی نے تداخیر
 صاحب دہلوی مولف توثیقہ المنصوح وغیرہ نے کتاب الفرائض و الحقوق میں لکھ دیا
 و جن لوگوں کے دلوں میں خلافت کی کھڑی پک رہی تھی اس کا بھانڈا دوان و خام
 کی طلب کے وقت پھوٹ گیا۔ سن ۱۲۱۹ھ کو قیام ملتان یاغ عام خاص میں جناب
 مولوی محمد حسین صاحب ٹیابوی نے ہزار آدھائیوں کے جلسہ میں بیان فرمایا کہ اس میں
 کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمر نے وہ کاغذ سرور عالم کو نہ لکھانے دیا جو کہ بقول
 آنحضرت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مینا دگر ای کا قطع کرے والا تھا میرے نزدیک اُن کا یہ فعل ایسا
 نہ تھا حضرت عمر نے صبا کتاب بند کر کے یہ اس مطلب کتاب سے روک دیا کہ حضرت کی امت
 و مکرگون سے مبادا کوئی ایسی بات فرما دیوں کہ جس سے اسلام ہی الٹ جائے لیکن یہ
 جیال ہی اُکا اچھا تھا کیونکہ نبی بلانزدل و محی کوئی کام نہ کرتے تھے الی آخر وہ دیکھو صفحہ
 ۱۶۱ سطر ۱۵ لغبت ہروداد مناظرہ ملتان معروف بہ دبدبہ سکندری تذکرہ بالاسوائے
 روک ٹوک کے حضرت عمر پر یہ بڑا اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ مرتبہ شناس انبیاء نہ تھے
 اگر ہوتے تو حضرت پر الزام ہدیان ربہودہ کوئی نہ لگاتے اہل سنت و جماعت حضرت سے
 اکثر حیا کیا کہ ایسی باتیں بیان فرمایا کرتے ہیں جس سے یہ الزام اُن کی ذات سے اٹھ جائے
 مگر مولوی صاحب ٹیابوی نے قیام فرمایا کہ عمر صاحبین بالضرور حضرت کو بیکی بیکی باتیں

بیان کرنا انا سمجھ لیا تھا دیکھو مولوی صاحب کی تقریر کا یہ جملہ متذکرہ بالا حضرت
کی حالت دگرگوں ہے مبادا کوئی ایسی بات فرمادیں کہ جن سے اسلام ہی الٹ جائے
لیکن یہ خیال بھی اُکا اچھا نہ تھا کیونکہ نبی بلا نزول وحی کوئی کام نہ کر سکتے تھے مولوی
صاحب موصوف نے گو کہ لفظ ہذیان بیان فرمایا تھا مگر جو تاج کہ ہذیان سے
پیدا ہوا کرتے ہیں ان کو بیان فرمادیا مثلاً حالت کے دگرگوں ہونے سے عجب نہیں
کہ کوئی ایسی بات کہیں جس سے کتاب اسلام کا شیرازہ اکھڑ کر ورق ورق علیحدہ ہو جا
۲۳ سال تک نبی کی صحبت شرف یاب ہو کر عمر صاحب کجا اچھا تجربہ حاصل کیا تھا کہ
نبی کو برہمن زن اسلام سمجھ لیا تھا حین ہوا کہ وہ نوشتہ حوالہ امت نہ کیا گیا ورنہ
محکم تھا کہ حب مظنہ عمر صاحب حضرت مرص کی شدت اور بخاری کی بہک میں بجا دیتی
کہ میرے کھانے کمانے اپنی ہوا بندی کرنے کے لئے تیوت کا دعویٰ یہ مل و مینا دیکر
تھا۔ اب تم لوگ نماز و روزہ چھوڑ کر شراب پیو زنا کرو مان بہنوں کو جو رو و بناؤ
لوٹ کے شاق بنو۔ سو اور بچہ کا گوشت کھاؤ جن کلمات و فقرات کو تم قرآن مجہ
رہے ہو اسکو بھڑ بھڑ کر دو افراد شوں کے ہاتھ پوٹیاں بنانے کے لئے سیلام کرو
جس قدر سجدیں بنا ہی گئی ہیں سب کو کھدو اگر بتجارت تیار کرو کہ حضرت ایسا فرمانے
تو بالضرور اسلام اُٹ جاتا افسوس ہے کہ علمائے اہل سنت قوت و داعی سے ایسی بات
تراشتے ہیں کہ جن کا سر سیر بدار و ہول ہے بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ عمر نے حضرت کو ہذا
گو کہا اُنکی رائے میں موقت بنی سلیم الطبع اور با حواس نہ تھے اور ان کے ہوش اس وقت
مجھ ایسے ضل پر رہے تھے کہ اگر فرمودہ نبی قید قلم میں آتا تو اسلام کا کیل کانٹہ دھبلا ہو جاتا
طلبا و مدرسہ یہ خیال فرمایا کہ مولوی بنا لوی ہی نے ہذیان نسیم کیا ہے اور کوئی عالم
اس کا قایل نہوا ہو گا خیریت سے ارباب محاح ہی بخیر فرماتے ہیں کہ سببہ عمر سے اس
گستاخی کا وقوع ہوا ہے دیکھو صحیح مسلم و بخاری شریف و دیگر صحاح و طل و غلی صفحہ
(۱۱) و مدارج النبوة و جمیع بیرو و جنتہ الصفاد غیرہ جناب شاہ صاحب نے تھیں
تھیں مذکورہ صدر کی سبب طولانی گفتگو کر کے تحریر فرمایا ہے کہ دوات و قلم کے معاملہ میں

یہ بات کہاں سے ثابت ہو سکتی ہے کہ عمر نے کاغذ لکھنے سے حضرت کو روکا تھا دلیل
 ایتقرین میں حقیر نے کتب معبرہ اہل سنت سے ثابت کر دیا کہ حضرت کو ہذیان کو کہہ کر
 حبس کتاب اللہ کا لغو عمر صاحب نے بلند کیا تھا عمر صاحب نے کتاب ہوئے ہوں یا کوئی
 دوسرے بزرگ اہل سنت مگر اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ جس کی ذات سے اس فعل
 ناشائستہ کا وقوع ہوا وہ شیطان بلکہ اگر کا بھی خدا اعلیٰ تھا۔ مانع کتابت کو نہیں
 نہیں کہتا بلکہ تحفہ میں شاہ صاحب مصوف نے بھی اسکو اسی خطاب سے یاد فرمایا ہے
 چنانچہ لکھتے ہیں کہ اگر در واقع عمر مانع شدنت عمر حاشا چوں شیطان شد ہر گاہ
 منع کاغذ و قلم حبس مذراہ کتب سینہ مصرعہ دلیل ایتقرین عمر صاحب کی ذات سے
 واقع ہوا ہے تو ان کے شیطان ہونے میں کیا تامل رشاہ صاحب تحفہ کے باب ہم یہاں
 لکھتے ہیں کہ جس وقت حجرہ طاہرہ میں ودات و قلم پر قصہ بر طعا تو وہاں دو گروہ ہو گئے
 ایک مانعین۔ دوم مجوزین گروہ اول کا اصرار تھا کہ ہرگز سامان کتابت حاضر نہ کیا جائے
 دوسرے لوگ لکھتے تھے کہ ضرور وصیت آخری کا قید قلم میں آنا چاہئے کیونکہ وہ تحریر
 واقع صلاحت ہو گی بالآخر دونوں میں شور و غضب ہوا حضرت نے فرمایا کہ میرے
 سامنے تمکو یہ بے حجابی کی طرح جائز نہیں اس حجرہ سے نکل جاؤ کتبا حدیث میں
 اس کے متعلق جملہ (قد معنی) وارد ہوا ہے یعنی یہ کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ
 جو لوگ کہ عرصہ کثیر تک سفر و حضر حضور کے ساتھ رہے شامت کو دار سے اٹھی
 یہ نوبت پہنچی کہ بقول مشہور پابد سے دگرے ایوان مقدس سے اس طرح نکلوا گئے
 کہ پھر ان کو دیدار بنوی نصیب ہوا ایسے ہی لوگوں کی نسبت کسی شاعر نے کہا ہے
 ع بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے اس گروہ بندی سے یہ بات بھی ثابت
 ہو گئی کہ جو پارٹی مجوزین کی تھی ان کا ہرگز یہ خیال نہ تھا کہ حضرت شدت مرض
 میں بہک رہے ہیں بلکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ حضرت بہ صحت نفس و ثبات عقل محض
 بہ نظر مفاد امت دستاویز مرتب کرنا چاہتے ہیں تاکہ آئندہ کیونکہ جنات انسانی
 سے محال ہجیا پیدا کرنے کی گنجائش نہ ملے چوتھ یہ مقام معرکہ الارار اور تصنیف کنندہ کفر

و اسلام ہے۔ لہذا دیگر کتب مستبرہ سے اس واقعہ کے متعلق مزید ثبوت پیش کرتا ہوں
 تا کہ طلباء دنازک فہمی کو دخل دے کر حق میں تفریق فرمائیں امام علیی شارح بخاری
 و ابن حجر عسقلانی بخاری کے شارح ثانی کا واقعہ مذکورہ کی نسبت بیان پیش کرتا
 ہوں و یکہنا چلتے ہیں کہ ان دو مقدس شراحین نے الزام دہندہ کو ہدیان کی نوعیت
 ایمان کیا قائم فرمائی ہے۔ امام عینی موصوف الصدور شرح بخاری کے باب مرض البنی
 آخر کتاب المعاذی میں صفحہ (۲۰۵) پر لکھتے ہیں ہجر بدون ہجرہ جس کے معنی ہجریاں
 کے ہیں ایک مرتبہ رسول کے سامنے بولا گیا اور یہ روایت کثمتی نہ تکرار ہجر کہا گیا
 تاحی عیاض نے کہا ہے کہ ہجر کچی کو کہنا درست نہیں ہے کیونکہ ہجر رجل جب کہا جائیگا
 اس کا یہ ہی مطلب ہوگا کہ یہ شخص ہدیان بچتا ہے کی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ
 بنی سے صدور ہدیان بوجہ اُنکی عصمت کے محال ہے وہ ہر حال میں مصوم ہیں خواہ
 نریض ہوں یا تندرست اسی واسطے خدا فرماتا ہے کہ ہمارا بنی بلا نزول وحی کوئی
 کلام نہیں کر سکتا۔ خود حضرت نے ہی فرمایا ہے کہ ہم صحت و مرض میں سوائے کلمہ
 حق کے کوئی بات نہیں کر سکتے لیکن لوگوں نے اس جگہ بہت باتیں بنائیں ہیں کوئی
 نسخ بخش نہیں ہو سکتی۔ مطلب یہ کہ حضرت عمر کی بات میں اس کے ہوا خواہوں نہایت کچھ
 چند سگوریاں کی ہیں مگر کوئی بات کار آمد ثابت نہیں ہوئی۔ پہر لکھتے ہیں سیر نزدیک
 جن شخص نے ہجریا ہجور کچھ کر حضرت کو ہدیان کو کہا وہ تازہ سلمان تھا اور مدرج
 بنو کو نہ پہچانتا ہوتا نہ اسکو یہ خبر تھی کہ حضور صلی علیہ وسلم کی نسبت ایسا کہنا اثر رکھتا ہے
 جیسا کہ اس نے عام مریضوں کو ہماری میں بکھتے جاوے بجا کہتے سنا تھا ایسی چائی ہے
 بصیرتی و جہالت سے اس نے حضرت کو سمجھ کر یہودہ سرای اختیار کی۔ (انتہی رقمہ)
 کلام امام عینی ابن حجر عسقلانی بخاری کی شرح میں یہ لکھتے ہیں کہ قابل کلمہ ہدیان وہ
 شخص ہو سکتا ہے جو کہ قریب قریب دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا اور ادب و عزت
 سے اسکو واقفیت نہ تھی ہر گاہ حیلہ مذکور کتب صحیح مسلم و بخاری و کتب
 میر مدارج النبوة و غیرہ مذکورہ بالا و اتفاقاً اکثر عظامے سنہ ۱۰۱۰ھ میں

جزری فی النہایہ وحقاجی فی نیہم الریاض و امام لودوی فی شرح مسلم و شیخ عبدالحق
دہلوی فی شرح مشکوٰۃ و غیرہ قابل کلمہ (بذالرجل لیہجر) یعنی یہ مرد ہذیان میں جا
و بیجا باتیں کر رہے حضرت عمرؓ تھے تو اب بہ ترتیب مقدمات نتیجہ یہ برآمد ہوا
کہ حلیضہ دوم محض بے بصیرت تھے ماسیحا بنیاد سے اُن کو آگاہی نہ تھی بوجہ جہل و
الاسلام ہونے کے اُن سے یہ نادر واجب حرکت طاقع ہوئی تھی۔ طلباء مدرستہ اعلوم
توجہ فرمائے واقعات بالا ہو کر ارشاد فرمایاں کہ فاضل مصنف کو کب یہ زیبا تھا کہ
ایسے بے ادب و دانش من مرا بہت نبوت کی سیرت پر نادر واقعہ لوگوں کی چٹنے کی ہدایت
فرمایاں لایق مصنف کی یہ تجویز کی طرح قابل بغیر نہیں ہے کہ قرن اول کے جملہ مسلمان
نظر اسلام صحیح تھے میں طلباء سے بخلت پوچھتا ہوں کہ جن قرن کے مسلمانوں کے حالات آپ
تحریر حقیقہ میں بحوالہ کتب خود و کچھ چکے ہیں وہ فی الواقع اس رتبہ کے تھے کہ انکی رفتار
و کردار سے کوئی عمدہ سبق حاصل کیا جائے۔ سچ فرمائے اگر آپ اس وقت موجود ہوتے
اور آنحضرتؐ فرماتے کہ دوات و قلم حاضر کرو تا کہ میں تمہارے لئے لکھی دستاویز لکھ جاؤں
کہ اس پر عامل ہونے سے تم ہرگز گمراہ نہ ہو تو کیا آپ صاحبے عجاہانہ یہ کہنے کی جرأت
کر سکتے تھے کہ آپ کہتے ہیں آپ کا کوئی بات قابل اعتبار نہیں اگر دوات و قلم دے بھی دیا
جائے تو چونکہ جناب فاتر القلم و سلوب لکھاس ہو رہے ہیں مبادا ناہنجی و بہالت و
لا یقینی سے کوئی ایسی بات کہیں جس سے اسلام بدل کر کچھ اور ہو جائے آنحضرتؐ آپ
کا غلام بھی ایسا ناہنجار کلمہ زبان سے نہ نکالتا چونکہ آپ ماسیحا اندہ ہزاروں برسوں کے
مسلمان ہو کر حیح بنیاد اور بالخصوص اپنے نبی کی شان رفیع سے پوری واقفیت رکھتے
ہیں ضرور ہے کہ اس وقت دست ادب باندھ کر عرض کرتے کہ حضور ہمارے آقا اور خدا
نعمت ہیں ہم لوگ سرکار کے غلامان غلام ہیں جو کچھ ارشاد ہو گا اسکی تعمیل کو یہ سر و چشم
حاضر ہیں یہ جامہ خیاط ازل نے اُنہیں سخت مسلمانوں کے لئے قطع کیا تھا جو کہ قرن
اول میں جلوہ فرمائے ملک اسلام ہو کر بے بصیرت محض تھے جو کچھ حب تو ضیح پلاشاہ
صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ بات کہاں سے ثابت ہوئی کہ دوات و قلم کے حاضر کرنا

محرارح اور خلل انداز ہوئے ابیات کا ثبوت کہ عمر صاحب نے ہوئے محال ہیں
 سے دلیل اخیر میں حقیقہ طرز واجب ہو چکا ہو مگر اس موقع پر یہ نظر رخ شکوک الہی میاں
 کرتا ہوں کہ جس سے یا نکل کوئی واہمہ نہ رہے اور بلا وقت سمجھ لیا جائے کہ بے شبہہ
 ذات حنیفہ دایم سے منع واقعہ ہو جس صلبہ میں نبی صلعم ہدایت نامہ لکھنے سے روکے
 گئے تھے وہاں کے متعلق ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ مانع دوات و قلم نے یہ کہا تھا کہ یہ شخص
 شدت بیماری میں اول و جلول بے سرو پا یا بقیں خاسج از عقل ہو کر کہ رہا ہے اُن
 پر اعتقاد نہ کرنا چاہئے (حبنا کتاب اللہ) سہلو کتاب خدا کافی ہے پس جس نے ظلم
 مذکورۃ الصدر زبان پر جاری کیا وہی مانع کتابت قرار پائے گا جن جن کتب صحاح
 و سیر وغیرہ میں یہ واقعہ درج ہے وہاں قایل قیل بطور حضرت عمر کو کہا گیا ہے۔
 بخاری جلد دوم مطبوع مطبع نظامی کا پتھر کے صفحہ (۶۳۸) پر کلمہ چمر ہذیان بوقت
 نظر ہو گا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ کس کس دوات و قلم سے روکا اور کون حبنا کتاب
 کا قایل تھا۔ امام بخاری نے اپنی عبارت میں حضرت عمر کا نام جیسا یا ہے اسکی جگہ
 (قال بعضی) لکھ دیا ہے مگر موقع مذکور پر لفظ بعض کے اوپر لکھا ہے (عمر ابن خطاب)
 یعنی دوات و قلم سے روکنے والے حضرت کو ہذیان گو کہنے والے اور حبنا کتاب اللہ
 کا رد و فرمانے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ مرزا جیرت دہلوی نے جو قرآن کا ترجمہ اردو
 میں کیا ہے اسکے صفحہ ۲۰ سطر ۱۱ پر مرزا صاحب صوفی نے لکھا ہے کہ قرآن چونکہ ہر
 ضرورت کا پورا کرنے والا ہے اسی لئے تو حضرت امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی
 اللہ عنہ نے کہا تھا کہ حبنا کتاب اللہ میں خدا کی کتاب کافی ہے۔ پس جس نے کلمہ
 مسطور کیا تھا وہی ارشاد بنوی کی بغیل میں رکاوٹ پیدا کر لو والا تھا شاہ صاحب
 موصوف تحفہ میں لکھتے ہیں کہ اگر عمر مانع ہوئے تھے تو نسبت عمر حاشا چون شیطاں
 شاہر گاہ بوجہ اتم ثبات ہو گیا کہ یہ فعل ناہنجار حنیفہ دوم سے واقع ہوا تھا
 پس اے خود وجہ جائیں گے کہ حنیفہ صاحب اسی صفت سے موصوف ہوں گے
 جو کہ شاہ صاحب نے کتابت کی ذات سے لاحق کی ہے اہل سنت نے خواہ مخواہ

ان لوگوں کو بزرگ دین مان رکھا ہے ورنہ باعتبار اعتقادات یہ کسی ادنیٰ مسلمان
 کی بھی مثال نہیں دی جاسکتی۔ دیکھئے طلباء عالی خیال کو ایک اور واقعہ پر اطلاع دیتا
 ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ جن لوگوں کی لالٹ اُن کے سامنے پیش کی
 گئی ہے وہ ہرگز مومن نہ تھے پہلے ایک مثال عرض کرتا ہوں زان بعد مطلب بیان
 کروں گا مثال اس وقت کی مسلمان سے پوچھا جائے کہ تم آنحضرت سے کس رشتہ
 پر محبت رکھتے ہو وہ بصد بشارت یہ ہی جواب دے گا کہ مال تو ایک بے حقیقت ہے
 جان ابی پیاری چیز اگر فدا کے قدم آنحضرت سے چلائے تو ہزار سعادت ہے
 مگر قرن اول کے مسلمان ایسے نامسلمان تھے کہ اپنی جان کو مقابلہ سرور عالم بہت
 عزیز جانتے تھے از بخلمہ ایک حضرت ہجر ہیں از آلہ الخلفاء کے صفحہ ۱۷۶ پر لکھا ہے
 کہ آنحضرت نے حنیفہ دوم سے پوچھا کہ تم ہیکہ کس قدر دوست رکھتے ہو حنیفہ صاحبہ
 جواب دیا کہ میں آپ کو بہت دوست رکھتا ہوں مگر آپ نفس کے مقابلہ میں کم چھٹا ہوا
 حضرت نے جواب دیا کہ اے عمر وہ شخص کہی مومن نہیں ہو سکتا جو کہ شل تھارے اپنی
 جان کو سری جان سے عزیز سمجھو حقیقت عرض کرتا ہے کہ یہی وجہ تھی کہ قرن اول کے
 مسلمان عین میدان جنگ میں حضرت کو محصور لشکر کفار دیکھ کر اپنی جان کے
 بچانے کے لئے بھاگ جاتے تھے از آلہ الخلفاء کا صفحہ ۱۷۸ دیکھو جس میں حنیفہ
 دوم کا صفت قتال سے سر توڑ بھاگنا لکھا ہے طالب علم خیال فرمائیں حالیکہ
 حضرت خود زبان مبارک سے فرما چکے کہ وہ شخص ہرگز مومن نہیں ہو سکتا
 جو کہ اپنی زندگی کو میری جانت پر فوق دے تو کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے
 کہ حنیفہ صاحب ارباب لیان سے تھے حقیقت واقعی یہ ہے کہ حضرت ابو بکر
 و عمر و امثالہم کو سرور عالم سے بالکل ثابت نہ تھی نہ اُن کے مزینا کو کوئی غم تھا
 بلکہ جن لوگوں کو وفات نبوی سے محزوں و مہنوم دیکھتے تھے اُن سے براہ
 سنا تے پوچھتے کہ کیا آپ پر کوئی صدمہ یا حادثہ گذرا ہے جو چہرے سے آثار
 غم و ہم نمایان ہیں اسی بنا پر حضرت ابو بکر نے جب روایات منذرہ کنز

افسوس کماں حضرت امیر سے بعد وفات بنی صلعم دریافت کیا (کہ یا ابوالحسن مالی ادا کیا تھا زنا) یعنی اے علیؑ میں محروں و ذل شکستہ دیکھتا ہوں آپ کی یہ حالت کیوں ہو رہی ہے آپ نے فرمایا کہ اے رسول کے یا ربانی و محبت مساوات جو واقعہ تھے آپ کو دل شاد کیا ہے وہ ہی میرے رنج کا باعث ہوا ہے حضرت ابوبکر بعد وفات سرور عالم سوائے حضرت امیر کے اپنے احباب خاص پر بھی مقرر فرمائے ہیں شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا کے صفحہ ۱۷۹ پر لکھتے ہیں کہ خلیفہ اول نے حضرت طلحہ سے بھی (جو کہ بقول اہل سنت عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں) دریافت کیا تھا کہ بہائی صاحب جیسے رسول صلعم نے وفات پائی ہے میں آپ کو شکستہ رو بہنیں دیکھتا بلکہ افروہ طبعیت پاتا ہوں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ میری خلافت سے کچھ خوش نہیں ہیں حضرت ابوبکر و عمر لوگوں کو مرگ نبوی پر متالم و متاسف دیکھ کر قہقہہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ سعیدؓ کے مرنے سے کیوں دل تنگ و کبیدہ خاطر ہو رہے ہیں واقعی بات یہ ہے کہ درد کی حالت صاحب درد سمجھا کرتا ہے۔ ان لوگوں کو وفات رسول سے کہ باغم ہوتا پہلے آنحضرت کے درمنا خریدہ غلام تھے اب ملکہ اسلام کے بادشاہ ہو گئے فقیر سے امیر بن کر اگر کسی کو افسردگی ہوئی ہو تو ان حضرت کو ہی ہوتی۔ ہر بات کا نشان قرآن و عہد ان سے بچایا کرتا ہے شیخین کے دل میں اگر ذرہ بہر بھی نبیؐ کی محبت ہوتی تو ان کے جنازہ کو حبس و حبس بالایہ عمل و کفن چھوڑ کر خلافت کے لئے لڑنے جھگڑنے کے واسطے سقیفہ نبی ساعدہ میں بجاتے ازالۃ الخفا کے مقصد دوم میں صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے کہ ابوبکر و عمر ایک دوسرے کو کھینچتے ہوئے سقیفہ کی طرف گرم پوہ تھے مزارعت نے ہی رسالت خلافت شیخین میں اس کشاکش کو تسلیم کیا ہے مگر رعایت خلفائے نازک جنابی و جدت ذہن سے اتنا امانہ فرمایا ہے کہ ابوبکر و عمر خود سقیفہ میں پہنچ گئے بلکہ اور لوگ ان کو کھینچ کر گئے حقیقت قہقہہ کماں

عوض کرتا ہے کہ حضرت عمر با شاد اللہ بڑے لمبے چوڑے فدا اور گران ڈیل
 تھے اور ابو بکر بھی بفضلہ قامت میں اُن سے چندان کچھ ہوئے نہ تھے شہر
 سے جنگ کی طرف دونوں کا عہد پادبہتے دگرے دست بدستے دگرے جانا ہوتا
 کاحیرت افزا ہے اگر یہ بزرگواران اہل سنت اپنی خواہش سے نہیں گھٹتے
 اور اس حیثیت سے کہنے گئے تھے کہ جیسے بھیریا شیر خوار بچے کو اٹھایا جاتا ہے یہ
 ممکن تھا کہ شور و غل مچا دیتے کہ اے اہل مدینہ ہذا را جکو ان ناجی را وکر
 پنجم سے چڑاویہ نامسلماناں حکومت قائم سے زیر دستی لئے جاتے ہیں چڑیا نہایت
 خیفہ اچھٹ ہے اس کے بچہ کو جب کوئی موزی جالوز اٹھایا جاتا ہے تو دس پانچ
 چڑیاں مل کر اپنے امکان کے موافق بچہ کے چڑانے میں کوشش کرتی ہیں اور بچہ
 بھی چین چین کے مچاتا ہے افسوس ہے کہ اتنے بڑے ڈیل ڈول والے آدمی
 گرفتار پنجمہ امتیاز ہو کر عزاحانہ سے ایک دیران جنگل میں کٹاں کٹاں گھٹتے
 ہوئے چلے گئے اور مطلق دم نہ مارا عجب نہیں کہ کہینے والوں نے دونوں کے منہ
 میں روئی ٹھونس دی ہو جس سے چیخ پکار نہ کر سکے حالت واقعی یہ ہے کہ حضرت ابو بکر
 و عمر سقیفہ میں بنی کے جناح کو بلا کفن و دفن چھوڑ کر ارادتاً تشریف لے گئے تھے نہ
 کہ زبردستی گھٹتے ہوئے چنانچہ سقیفہ مذکور سے واپس ہو کر یہ دونوں صاحبوں نے
 احکام جاری کئے اپنر طلباء مدرسۃ العلوم کو آکاہ کیا جاتا ہے ۔ میرزا جیرت دہلوی
 نے اپنے موقوفہ رسالہ سنی بہ خلافت شیخین کے صفحہ (۸۷) پر روضۃ الاحباب کے اس مقام
 کا ترجمہ لکھا ہے جو کہ سقیفہ سے واپس ہو کر اُن بزرگواران نے جو کہ زبردستی گھٹتے
 ہوئے گئے ظاہر فرمایا

ترجمہ عبارت موصوفۃ الاحباب بندہ چھ رسالہ خلافت شیخین
 موقوفہ مرزا جیرت

جبکہ ہذا حرم و انصار نے سقیفہ میں حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو دوسرے روز
 ایک بہت بڑا جلسہ قمار دیا گیا ہزارا محاسب اس جلسہ میں انخرج ہوئے پھر حضرت

علی کو اس موقع پر بلا یا گیا آپ تشریف لائے اور مناسب موقع پر بیٹھے پہنچنے پر فرمایا کہ تم لوگوں
 نے مجھے کیوں بلا یا ہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ آپ کے بلانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ بھی کل صبح کے
 ساتھ اتفاق کریں یعنی جس طرح انھوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا حلیفہ بنایا ہے آپ بھی
 اُس کے ساتھ بیعت کریں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا تم لوگوں نے حضور انور رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قرابتی بیان کر کے انصار کو تنگی دی اور ابو بکر کو حلیفہ بنا دیا میں کھتا
 ہوں کہ رسول اللہ سے جو کچھ مجھے قرابت ہو تم میں سے ایک کو بھی نہیں اور اسکو کل انصار جانتے
 ہیں خدا سے ڈرو اور انصاف کرو ورنہ درستی سے کہا جیتا کہ ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنے
 کے ہیں آپ کو ہرگز نہ چھوڑوں گا رسولؐ نے سبحان اللہ کیا شان بیعت ہے کہ دھکی دے دے کہ
 ہاتھ سے ہاتھ ملوایا جاتا ہے حضرت علیؓ نے جواب دیا میں بی باقوں سے نہیں ڈرتا اور جب تک
 میری جان میں جان باقی ہے اپنے حق سے کبھی دست بردار نہیں گا پس ابو عبیدہ جراح پوئے یا
 ابو بکرؓ آپ کی حیثیت و بعثت ایمان ہم سب پر روشن ہے کیونکہ تم جو اہل بیت ہونے کے
 خلافت کا استحقاق رکھتے ہو بلکہ خلافت سے زیادہ بزرگی میں تمہارا استحقاق ہے لیکن
 جبکہ صحابہؓ نے اتفاق کر کے ابو بکر کو حلیفہ بنا لیا ہے تو تو بھی حلیفہ تسلیم کرے حضرت علیؓ
 نے فرمایا اسے ابو عبیدہ کو مضرب سلت پناہی اور معذرت ہو کہ یہ کہتا ہے مجھے سچی بات کہنی
 چاہیے جو فخر کہ حضرت عتبتؓ نے خاندان نبی کو بخشا ہے تو دوسروں کے قبضہ میں اُس بزرگی
 کو نہ کہ قرآن ہمارے گھر میں مازل ہو اور معدن علم و دین سنت ہم میرا ضلع شریعت اور صالح
 ملت کو ہم سے بہتر کوئی نہیں جاتا اپنی طبیعت کے اقتضا پر عمل نہ کرو تمہیں اس سے نقصان پہنچے گا
 عبارت بالا پر باسماں نظر کرنے والا کہہ سکتا ہے کہ علی المرتضیٰ اقرب ترین پیغمبر سے جوہر قرابت
 تربیہ اُن کے ہوتے ہوئے درباب خلافت کیسے کہ استحقاق مریع نہ تھا ابو بکر رسول اللہ کے جڑے
 ہوئے حلیفہ نہ تھے بلکہ چند آدمیوں نے اتفاق کر کے اُن کو نبی کا جانشین مان لیا تھا جس کو
 اہل بیت حلیفہ باطل و ایسرنا جائز تجویز کرتے تھے بلکہ چند آدمیوں نے اتفاق کر کے اُن کو نبی کا
 جائز جانشین مان لیا تھا کہ حضرت عمرؓ ایسے تہ مزاج کے دھمکانے ڈرانے پر رحم کاویا و ڈالنے کو
 باوصت یکہ و تنہا ہونے کے ہرگز نہ گھبرائے صاف کہہ دیا کہ میں تمہاری غرض کو پرکاش کی برابر

بھی نہیں جانتا جب تک میرے جنم میں روح ہے اپنے دعوے سے دست بردار نہیں گا
 یہ دلیرانہ فیہا کا نہ تفریر سنکر جس میں خوف و ہراس کا شائبہ نہ تھا آخر کار ابو
 عبیدہ سر بیخ سقیقہ کو ہی کہنا پڑا کہ حضور خلافت کیا مال ہے آپ تو بوجہ الہیبت
 ہونے کے اس سے بھی بالاتر مراتب پر فائز ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں بھواب ابو عبیدہ
 مذکور حضرت امیر کا یہ فرمانا کہ مہبط وحی ہمارا گھر ہے نزول قرآن ہم پر ہوا اصلاح ملت
 و او صناع شریعت کے جاننے والے ہم ہیں۔ تم لوگ ہماری عزت خدا داد کی برباد
 کرنے میں کوشش نہ کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے) صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ
 اس وقت کے چند آدمیوں نے باگپھڑی کر کے امر حق کو خطا مستقیم سے ٹھاکر ایسے برے
 خط پر نہجا دیا تھا جو کہ مرکزِ میح سے بُعد الشرفین رکھتا تھا۔ عبارت روفۃ الاحباب
 کا جملہ ترجمہ مرزا جبر تھا صاحب نے کیا ہے حق طلب کے لئے نہایت کافی ہے۔ مگر
 بشر انصاری سے جو گفتگو ہوئی اسکو مرزا صاحب میدان ترجمہ میں نہیں لائے۔
 شرم سے ہاتھ روک لیا روفۃ الاحباب جلد دوم کے صفحہ (۲۳) پر لکھا ہے اسی جہ
 میں بشر مذکورۃ الصدر نے کہا تھا کہ اے ابوالحسن اگر سقیقہ میں آپ ہی ہوتے تو ممکن نہ
 تھا کہ جناب کی موجودگی میں محبت کے لئے لوگوں کے ہاتھ کسی اور طرف بڑھتے آپ نے
 فرمایا کیا تم باوصف مسلمان ہونے کے جذبہ پر معترض ہوتے ہو کہ میں ہی حضرت کے
 مقدس لائے سے وہی ہے پرواہی کرتا جو کہ تم نے کی۔ میرے گھر میں حضرت کی وفات
 حسرت آیات سے تہلکہ عظیم برپا تھا حضور مسلم کے وجود فی جود سے جو خیر و برکت و بہتہ
 حق وہ ہمارے گھر سے اٹھ گئی تھی جذبہ سے کیونکر ہو سکتا تھا کہ اپنے خون اپنے جگر اپنے
 سرو اپنے پیشوا اپنے مابہ عزت دین و دنیا کا لاشہ بیگور و کفن چھوڑ کر تم لوگوں کی
 جماعت میں شریک غوغا ہوتا اہل سنت خلفاء کے اُن عیوب ظاہری پر جن سے اُن کی
 ذات موردِ عناب ہوتی ہو۔ ایسا باریک پردہ ڈالتے ہیں جو کہ حقیقت ہوائے ابراد
 سے برطرف ہو کر اُن کے دونوں اصلی حالت دکھاتا ہے حقیقت واقعی یہ ہے کہ خلفاء
 ر۔ ح۔ ۲۱۔ ہذات کو نہ خدا سے محبت تھی نہ اس کے رسول سے اور نہ کلام خدا سے

طلباء انصاف فرمائیں کہ قرآنِ مسلمانوں کے لئے ایسی جامع اور واضح فصیح و بلیغ
 انوارِ اہلئ سے پہری ہوئی کتاب ہے کہ جس کے سلسلے کئی دوسری چیز کی ضرورت مطلق
 نہیں مگر جو لوگ کہ میلان بند ہی ہو رہے تھے ان کو قرآن سے بالکل دلچسپی نہ تھی۔ بلکہ
 کتبِ منوطہ سے توحیدِ شریف پر دل دادہ تھے اذالہٗ الخفا کے صفحہ (۲۲۰) پر ایک
 طو لانی عبارت ہے۔ جس کا لغزِ مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطابؓ کی خدمت میں ایک
 توحید کا نخل لائے اور حجبِ جہوم جہوم کو پرٹنے لگے۔ حضورؐ پر نود کو یہ حرکت نا دیکھا
 نہایت ناگوار گدڑی چہرہ مبارکِ عصفہ سے زعفرانی ہو گیا افاقہ ابوبکر صاحبِ بی
 و اں موجود تھے حضرت کو پر غضب دیکھ کر کہنے لگے کہ اے عمرؓ تیری مان نیزے سوگ میں
 بیٹھ دے عرب کی یہ گالی ہے ا دیکھتا نہیں کہ سرکار کو اس بے محل خواہش کی پر کس قدر غصہ
 طاری ہو رہا ہے عراۃ کھ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو حضورؐ کو انتہا کا پر غضب پاتے ہیں مگر ٹکڑا
 کر کہنے لگے کہ میں پناہ مانگتا ہوں خدا اور رسول کے غضب سے اور میں راضی ہوا خدا کی جدائی
 اور اُن کی بڑت پر حضرت نے فرمایا اے عمرؓ خدا کی قسم اگر موسیٰ اس وقت ظاہر ہوں اور تم
 اُن کی پیروی کرو تو گمراہ ہو۔ اگر انھی موسیٰ بقید حیات ہوتے تو اُن کو سوائے ہمارے کسی
 متابعت کے کوئی چارہ نہ ہوتا جس عربی عبارت کا میں نے اردو میں حسبِ تصریح بالا
 خلاصہ عرض کیا ہے اس کے شروع میں ولی اللہ صاحب نے فارسی میں یہ عبارت لکھی ہے
 (فاش شدن اخبار بنی اسرائیل در روایت اذان ازاہل کتاب و اذان اول علوم بیگانہ
 است کہ با علوم دینیہ مختلط شد) خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کے علم دین میں علم بیگانہ
 دیہودوں کا علم داخل ہو گیا ہے۔ یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ اسلام کے دینی امور
 میں کون ایسا شخص ہے کہ جس نے مسائلِ دیہود کو داخل کر دیا۔ یہ اتفاق جیسے حضرات اہل
 سنت بانیؑ نہ ہی ہیں حضرت عمر فاروقؓ ہیں چنانچہ وہی شاہ ولی اللہ کتابؒ نے مذکورہ
 الصدر میں لکھے ہیں کہ بولے مذہبِ نبیہ بر سبیل اجماعیہ فاروقِ ست۔ اوراق بالا
 میں یوجو مات شایستہ دیکھا یا گیا ہے کہ سرچشمہ مذہبِ نبیہ حضرت عمرؓ کی ذاتِ خستہ صفات
 ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ دینِ محمدیؐ و دینِ یہود کو ملا کر کے شیرو شکر بنانے والے

جلیفہ دوم تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کی نسبت شمس العلماء علامہ دہر مولوی شبلی صاحب
 نقاشی کتاب سیرۃ النعمانیہ میں لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے اکثر مسایں دینی میں یہودان روم
 سے امداد لی ہے طلباء و مدرستہ العلوم چونکہ عاقل و فرزندانہ اور اسلام کے نام پر جان
 فدا کرنے والے ہیں۔ امید ہے کہ وہ کبھی ایسے لوگوں کی ہیرت پر چٹنے کے لئے قدم نہ
 اٹھائیں گے جنہوں نے دین محمدی کو اخلاطِ حیاسے از بس بے مزہ کر دیا ہے روایت
 بالاثواریت پر ہونے سے متعلق ہے لکھتے کا بھی حال سن لو اُسے ازالۃ الخفا کے صفحہ ۱۹
 پر ہے حضرت عمر حوذ ناقل ہیں کہ میں کتاب یہود لکھا کر حضرت کے پاس لایا اور عرض
 کیا کہ حضور یہ کتاب میں نے اس واسطے لکھوائی ہے کہ ہماری معلومات میں اضافہ ہو اور
 علمی پایہ ترقی پا جائے یہ سنکر حضرت اس درجہ پر غضب ہوئے کہ شدت غیظ و نقب و
 آپ کے رخسار سے سرخ ہو گئے اُسی وقت منادی کرائی گئی کہ مسلمان مسجد میں جمع ہوں
 انصار سمجھے کہ شاید کبھی یہاں کا حکم سنایا جائے گا وہ تہیار لگا کر حضور کے چپ و راست
 آن کر کھڑے ہو گئے حضرت نے فرمایا کہ خدا نے تم کو جو مانع الکلم اور خواہ تم کلم عطا فرمایا ہے
 اور میں پاک و صاف دین لایا ہوں تم لوگ حیران و گمراہ ہو اور ایسے لوگ تم کو گمراہ نہ کریں
 جو کہ حوذ متحر ہیں اُس وقت عمر صاحب عرض کیا کہ میں خدا کی خدائی اور آپ کی نبوت اور
 دین اسلام کی سچائی پر ایمان لایا اور اُس سے رضامند ہوا یہ موقع ہے مسلمان اور طالب
 حق کے نہایت عزیز و نیکو کرنے کا ہے کہ عمر صاحب ابنیہ و ماسبقی کی کتابوں سے
 جو کہ منوع ہو کر متروک العمل ہو چکی ہیں دل آویزی رکھنے میں کس پایہ کے مسلمان
 تھے اگر ان کا یہ مثل قابل گرفت نہ ہوتا تو آنحضرت (ع) درجہ غفہ ہوتے کہ انصار
 کو تہیار لگانے کی حاضر ہونے کی ضرورت پیدا ہوتی بہ اتفاق مسابغہ شخص کہ
 آنحضرت کو غصہ دلائے یا انکی بخشش طبیعت کے سامان فراہم کرے وہ مرد و دونوں
 و شقی ازلی ہے کیا اب بھی کوئی شخص حضرت عمر کو اس حیثیت کا شخص سمجھنے میں تامل
 کرے گا کہ موبذیلان رسول کے سمجھنے کی ضرورت ہے حقیقت الامر یہ ہے کہ آنحضرت نے
 ہر چند تمینہ و تادیب کی مگر این بزرگوں نے کتب منوطہ کے میلان سے ہرگز

اپنے طبائع صافحہ کو مقصود لفظ یا رسالہ الیابن عمادی کہوئی میں ہے کہ اکثر
 اصحاب شریعت یہود کو دوست رکھتے تھے۔ فاروق و عثمان غنی کے عہد حکومت میں مت
 یہود بہ کثرت زیرِ مظلوم رہتی تھیں حضرت عمرؓ یہودیوں کی صحبت میں بیٹھ کر سنا کرتے تھے اور
 حضرت عثمان غنی نے خود ترجمہ عبرانی سے عربی میں کیا تھا۔ زید ابن ثابت بھی ایسا ہی
 عثمان صاحب کتب امانت فرماتے تھے حالِ کلام قرن اول کے مسلمانوں کو کتب پارہیہ سے بخدے
 و انت ہوئی کہ قرآن سے روئے توجہ پہر اگر دوسری طرف متوجہ ہو گئے چنانچہ بخاری
 شریف میں لکھا ہے کہ جب حضرات اہل اسلام کی یہ حالت ہوئی کہ امور دین میں علمائے
 غیر اسلام کی درباری کرنے لگے تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے بھانا شروع کیا۔ کہ اے
 کہ وہ اسلام نیکو۔ شامت نے لکھا ہے کہ اپنی کتاب چھوڑ کر کھار کی کتے پیوستگی کر
 ہو قرآن میں کیا چیز نہیں ہے جس سے تم جیرانی میں پڑتے ہو اس کے مطلق بخاری شریف
 کی عبارت بھی لکھے رہتا ہوں (یا معشر المسلمین کیف تستملون اهل الکتاب عن لشیئ
 و کتابکم الذی انزل اللہ علی بنکم الی اخرہ) فوس ہے کہ قرن اول کی اکثر حضرات
 بلکہ متاخرین صحابہ مذہب یہود سے پیوستہ ہوں اور قابلِ مصنف ان کی تقلید پر
 بالیق طلباء کو توجہ دلائیں۔ (حضرت عمرؓ کی ذات بابرکات مجموعہ محاسن حق سوائے
 سخات تذکرہ یا لا آپ کو شراب خواری کا بھی چکا تھا رسالہ الہادی مؤلفہ حوزہ خیر
 انکی نے نوئی کے واقعات کو بہ صراحت بیان کیا ہے اس جگہ کتاب منظر سے کہتا ہوں
 کہ بعد زول آہ حرمت جلیفہ دم نے شراب نوش جان فرمائی ہے قاعدہ ہے کہ
 شرابی جب بدست ہوتا ہے تو یہ حکم مقولہ۔ می تراود اچھہ درآوند دل رست بخوئی
 میں وہ ہی باتیں کہنے لگتا ہے جن کو یہ صبیحہ راز دل میں پوشیدہ رکھا کرتا ہے
 بحر بہ کار ان محکمہ فوجدار می ملزم کو شراب و کباب کھلا کر ان یا توں کا پتہ لگا دیتے
 میں جیکو ملزم بحالت ہوش و حواس بیان کرنے سے اپنا ضرر سمجھتا ہے علیٰ ہذا جبکہ حضرت
 عمرؓ کی عقل خانہ اعتدال سے نکل گئی تو عالم سرور میں وہ ہی اول ذول یکنے لگے جن کو
 دل میں جگہ دے ہوئے تھے جو محبت کفر مرتفع ہو کر نور ایمان آپ کی طبیعت میں

مستقر بنوا تھا۔ لہذا اپنے اُن پورے بھائی خیدنگو بیابار کافروں کو یاد کر گئے۔ رونے لگے جو کہ جنگ یدر میں مسلمانوں کی فتوحات کے گھاٹ کا چور کر چکے تھے۔ آنحضرتؐ یہ ناشائستہ حرکت دیکھ کر ایک کھڑی سے اُن کی ایسی مرمت کی کہ نشہ ہرن ہو گیا تفسیر عالم التشریع کے صفحہ ۱۹۳ پر لکھا ہے کہ آہ لیسُونَدَّ عَنْ الْحَزْمِ الْمُبَسَّرِ الْحَاخُوہُ نَزَلَتْ فِي عَمْرِو بْنِ الْحَضَابِ وَمَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ (یعنی یہ آیت بحجاب عمرو معاذ نازل ہوئی۔ شراب خوری کی مخالفت میں چند مرتبہ نزول آیات ہوا کہ میں چار آیتیں نازل ہوئیں مگر صحابہ نے اپنی پہلی عادت کو نہ چھوڑا ایک مرتبہ عبد الرحمان ابن عوفؓ نے دعوت بحباب کی جس میں عرب حُب شراب کی بیابیاں چلیں نہ ہو دو دفعہ ہوا تھا کہ مودن نے اذان مغرب پکار دی تمام شرابی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اُنہ میں چور ہو رہے تھے رقتل یا ایہا الکافرون لا عبد ما تقیدون السُّبُطِ کما یس طرح پڑھا ریا ایہا الکافرون عبد ما تقیدون۔ یعنی اے کافر وہم ہی اُنھی کے ماننے والے اور پرستش کرنے والے ہیں جن کو تم اپنا معبود سمجھتے ہو صحابہ محمدی کی اس ناشائستہ حرکت پر خدا نے یہ انتظام فرمایا کہ آیت (لا تقربوا الصلوات و انتم سکادری) نازل فرما کر ہدایت فرمائی کہ بحالت خموری نماز نہ پڑھا کرو۔ اور صحابہ نے یہ انتظام کیا کہ بعد نماز عشاء شراب پینے شروع کی سبیدہ صبح کے ظاہر ہونے تک نشہ اُتر جاتا تھا اور بقیہ صبح سے فارغ ہو کر پہرہ پہنائی جتنی تھی۔ پھر تک فارغ ہو جاتے تھے اسی اثنا میں عُبَیْنُ بن مالک صحابی نے کسی تقریب کے ایک جلسہ دعوت اہل کیم کیا۔ جس میں اکابر صحابی مدعو کئے گئے بعد فراغ طعام تفریح طبعیت کے لئے ساغر مینا کا دُور شروع ہوا سعد و قاص جو کہ طبقہ اعلیٰ کے صحابہ میں داخل ہیں اور جن کا شمار عشرہ مبشر میں ہے عقیق کی شراب سے کچھ زیادہ مدبوش ہو گئے تھے انصار کی ہجو میں اشعار پڑھنے لگے نوبت یہ ایجا رسید کہ گم کردہ عقل لوگوں میں خوب جویتوں میں دال پئی ایک انصاری نے اونٹ کا کلمہ اس رُذرت سے سعد صاحب کے مارا کہ سر پہنچ گیا اُسے شدید عافیت وارد ہوئی جن کا ذکر سورۃ مائدہ میں ہے حضرت عکرم کو شراب خواری کی کچھ ایسی لٹ اور دہشت ہو گئی

قحی کہ تادم واپسین ہفتہ سے پہلانی نہ چوٹی چنانچہ مولوی شبلی صاحب نے بھی انصار وقت میں
 تسلیم فرمایا ہے کہ نیکو جو ایک قسم کی شراب ہے عالم اقتضائیں اُن کو پلائی گئی مگر پاس طرہ
 صاحب مولوی صاحب موصوف نے ذمت سے اتنا اضافہ فرمایا ہے کہ تجویز اکثر اُن کو
 گو کہ شراب پلائی گئی تھی مگر وہ اُن کے فہم مبارک میں ٹھہری ہیں زعم کی راہ سے
 نکل گئی۔ حقیقت عرض کرتا ہے کہ مولوی صاحب نے کرامات فاروقیہ پر محمول کر کے ایسا جملہ
 تراشا ہے اُن کی نظر اس پر نہیں گئی کہ مرتے وقت کام و وہن سب شراب آلود تھے
 رسالہ الہادی منذ کہہ بالا و رسالہ حرمتنا بجز طلباء مدرستہ العلوم ملاحظہ فرمائیں۔
 انشاء اللہ اُن کو معلوم ہو جائے گا کہ حلیفہ صاحب کس درجہ حریف شراب تھے۔ دوم
 صاحب منذ شراب میں پانی ملا کر زور گھٹا دیا کرتے تھے اس ترکیب سے خود ہی پیتے
 تھے اور لوگوں کو پینے کی ہدایت فرماتے تھے حضرت ابو بکر و عمرو دیگر صحابہ انشاء اللہ
 کے فضائل کا بیان کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ یکے از ہزار و قدر سے از بسبار
 طلباء کو دکھانا آتا ہوں ان بزرگواران اہل سنت نے جیسا کہ شراب حذی و ولایت
 کو نہ چھوڑا تھا اور زمانہ جہالت کی عادت پر قائم و برقرار تھے اسی طرح بت پرستی کی
 محبت بھی اُن کے دلوں سے ہر طرف ہندی تھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب
 مدارج النبوة کے صفحہ (۳۵۸) پر لکھا ہے کہ آنحضرت بجز خطاب امر فرمودہ ہو کر دن
 صورا نبیا و ملائکہ کہ کفار و دیوانہ نہ کہیں شہیدہ بودند پس عہد را چھو کر دھماکا صورت
 ابراہیم و اسمعیل را۔ حقیقت عرض کرتا ہے کہ قاضی بہ اعتقاد حضرت عمر صورا نبیا و ملائکہ
 بت پرستی انہوں نے تھی ہے کہ آنحضرت انبیاء کے بتوں کا ٹھوکنا تجویز فرمایا اور عمر
 صاحب اپنی رائے کو دخل دے کر بتوں کی صورت کو قائم رکھیں۔ حضرت عمر نے اپنے عہد
 دولت میں مسجد نبوی کی روشنی کے لئے ابواب چاندنی کا مجر بنوایا تھا جس پر ہر چہار
 طرف زینت کئے گئے تھا و بر بنی ہوئی تھیں حلیفہ صاحب کی جلالت شان سے
 یہ امر بہت عجیب ہے مگر کیا کرتے زمانہ کفر کی سبقت عادت نے اُن کو مجبور کیا
 تھا کہ بجائے بت پرستی نظارہ تھا و پر کرتے رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی قائم

میں جس نے خلافت بنوی کا تاج اپنے سر پر کیا وہ اصنام پرستی کرتا را عبد الملک
جو کہ حبش نشا اعدیث بنوی (حلفاء من بعدی اثنی عشر کلہم من قریش) اہ سنت کا
آٹھواں خلیفہ ہے اسکی بیعت علامہ ابن ابی عمیر آغا ثمة الہقان کے صفحہ (۳۴۳) پر
محرر فرماتے ہیں کہ شہر مدائن زمانہ حجاج میں فتح ہوا اسوقت فاطمین نے چاہا کہ معبد
یہود کا بڑا مینار اکھاڑ لیوں۔ چند تون نے استدعا کی کہ یہ موقع مفتاح الدولت
ہے سالانہ بہ کثرت روپیہ اس پر اطراف عالم سے چڑھایا جاتا ہے اگر خلیفہ سوئی
اسکو برقرار رہنے دیں تو پورا ایک ٹلٹ اسلامی بیت المال کا ہوگا خلیفہ رسول نے حکم
دیہا کہ یہ مہاراج کی صورت خزانہ کی کجی ہے بحالت اصلی قدام و برقرار رکھی جائے۔
چڑھا دے ہیں دو حصہ دو چار یوں کے رہیں اور ایک حصہ سے سلمان اپنا پیٹ بہریں اس
موقع پر محو غزوی کے حالات مذکور تاریخ قابل داد ہیں جس نے سو منات کے چند تون
کے جواب میں جبکہ انھوں نے ایک جواہر بیت کے قائم رہنے کی استدعا کر کے سلطان
کو زکیر مزار اندہ دینے کا اقرار کیا تھا اپنے من شکن ہونے اور بیت فخر بنونے کا اعلان
کیا تھا اگر حضرت عمر مرتضیٰ ابنیار و ملائکہ کو محو کر دیتے تو عبد الملک کو ایک بیت کی تصدیق
لینے ہر جرات نہوتی۔ بقولے الا بلا سر ملا خلیفہ شہم کا یہ عمل بدیہی اسی ہی کہاتے ہیں
مذکور ہوا ہوگا جس میں حضرت عمر کا بیکہا ہے۔ (حساب کتاب) عالی خیال مستغنی
جو یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ آج کل سلمان اس تغریل و افراط میں مبتلا ہیں اس کا موثر
علاج یہ ہے کہ قرون اولی کے بزرگوں کے واقعات کثرت سے شائے کے جاہل ہونا کہ
سلمان ان کو پڑھیں اور سبق حاصل کریں کہ محمد اس دور کے سلمان خاص مدانی کے نمونہ تھے
واقعات بالا پر نظر کرنے سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے اکثر و بیشتر ادنی حکم ران
اکثر (مفسقون) خوش کردار نہ تھے جو مکہ بدوں کے پہلو میں نیک بھی ہوتے ہیں۔ لہذا
جن بزرگواران اسلام کی ہیبت قابل تقلید ہے وہ نہایت قبل تھے صفت و بقدر دیکھ
چکے ہیں کہ ان کے مدد و جن کس پایہ و وقت کے آدمی تھے وہ اس قابل نہ تھے کہ انکی
لائف کو طلباء و تلمذ متبع بنائیں اور نہ اس زمانہ کے۔ اور اکثر آدمی یہ وقار رکھتے تھے

بلکہ قرن اول میں ایسے بد صفات لوگ جمع ہو گئے تھے جن کے افعال ناشائستہ کھار
 سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر تھے مختصر یہ کہ حضرات مہاجرین ایسے تھے کہ باہر میں ہمہ عقل و دانش
 حلیفہ دوم بھی اُن کے ہاتھوں سے بہ تنگ آ گئے تھے۔ تاریخ کا کل جلد ۳ کے صفحہ ۱۷۱
 پر لکھا ہے (امام شہابی کہتے ہیں کہ قریش مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تھے انھوں نے
 عمر کا ناک بے دم کر دیا تھا بالآخر حلیفہ صاحب یتیم کی کمر و کمر مالک میں آئے اُنکو
 روک کر حدود مدینہ میں نظر بند کر دیا جب کوئی شخص یہ بہانہ کر کے اجازت خروج
 طلب کرتا کہ میں بغرض جہاں دسرون مدینہ جانا چاہتا ہوں تو حضرت عمر فرمایا کرتے تھے
 کہ یہ ہجر کا بی رسول جو جہاد کر چکے ہو تنہا رہے وہ ہی کافی ہے تم اس قابل ہو کہ باہر
 جا کر نہ تنہا رہی صورت کوئی دیکھنے پائے نہ تم کسی سے ملو جلو عثمان صاحب نے اپنے زمانہ
 خلافت میں سب کو آراوی دیدی یہ ہی وجہ ہے کہ قریش بہ نسبت عمر کے عثمان کو
 زیادہ دوست رکھتے تھے مصنف خوش دماغ عوز فرمایا کہ قرن اول کے مسلمان عمر
 ایسے شخص کو جو کہ غلاطت و فطاطت پر مزاجی و تند خوی میں اپنا فیروز ہی تھا۔
 تاک چنے چبائیں اور آپ اُن کے حالات بہ کثرت شائع کرنے کے خود ہی قلم اٹھائیں
 اور دوسروں کو بھی تحریریں فرمائیں یاد رکھو جتنا اپنا اسلاف کی لاف لگتے
 ہیں آپ رور لگائیں گے اسی قدر اُن لوگوں کی بدنامی ہوگی کیونکہ اُن کی ذات تعالیٰ
 بڑائی کی کوئی خرابی نہ تھی اُن کے کارناموں سے جم اسلام پر سیاہ داغ لگ چکے ہیں۔
 مصنف مدثر دماغ کو شرم دلانے اور طلباء مدرستہ العلوم کی واقفیت بڑھانے کے لئے
 انشاء مسند قرن اول کے اُن اکابر اسلام کے حالات حوالہ قلم کروں گا جو کہ اہل سنت
 کے نزدیک ارکان دین میں سمجھے جاتے ہیں۔ ہر چند کہ گفتگو حضرت ابو بکر کی سیرت سے
 علاقہ رکھتی ہے مگر مضمون تمام پیشوایان اہل سنت کے حالات یہ ہیں وضاحت بیان کو
 جائیں گے کہ پھر مصنف صاحب یا کسی دوسرے اہل یقین کو کسی اپنے بزرگی کی سو بھری
 سیکھے کا حوصلہ نہ ہو گا۔ اکثر اصحاب آنحضرت اور باخصوص حضرت ابو بکر و عمر ایسے طامع بینانہ
 حقائق تھے کہ لوٹ گئے مال پر جو کہ انصافاً اُن کا حق نہ تھا اپنے بھائی بیٹوں

سے لڑ پڑتے تھے جنگ بدر کی عینیت کے پاب ہیں امام محمد الدین رازی نے بغیر کبیر کی
 کی جلد ۲ میں صفحہ ۵۰۹ پر لکھا ہے کہ لڑائی فتح ہونے پر مابین سپاہ مصطفوی
 لڑتے باٹنے پر نزاع ہوا۔ اس جنگ میں جو انان اسلام نے کفار کے ساتھ محاربت
 کی تھی اور بڑھے اور ادھر آدمی اسباب سمجھائے ہوئے پڑا اور موجود تھے جو انوں
 نے کہا کہ جن لوگوں نے کفار کا مقابلہ نہیں کیا نہ خود مرے نہ کسی کو مارا نہ زخم کھایا
 اُن کا اس مال میں جو کہ یہیں لوٹ قبضہ کفار سے دستیاب ہوا ہے کوئی حق نہیں ہے بڑھے
 نے جواب دیا کہ وہ ہم کینو کھر محروم رہ سکتے ہیں تم لوگوں کے کپڑے ہوئے موقوفہ پر
 موجود ہے اگر تم ہزیمت پاتے تو سوائے چار سے پاس آنے کے کہاں جاتے ہنوز
 تلوار کی دھار سے ایک چنا دو وال کر دیں گے جیسا کہ میں نزاع زیادہ ہوا تو آپہ
 (سینونک عن الا نفال) نازل ہوا دشمنان اہل سنت تمام قارتخ اسلام پڑے جیسا
 حضرت ابو بکر و عمر وغیرہ کا جنگ بدر کے فاتحین میں نام نہ پائیں گے یہ بزرگان اہل سنت
 ڈیرہ جینہ پر بوجہ پیرانہ سالی موجود تھے اُنہیں کا اصرار تھا کہ قاعدین و مجاہدین
 برابر کے حصہ دار قرار دے جائیں علاوہ بریں تاریخ طبری کی جلد ہفتم میں صفحہ ۱۰
 پر ہے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ بروز جنگ بدر حضرت لوگوں کو امیدوار ہے تھے
 کہ جو یہ کام کرے گا اسکو فلاں انعام ملیگا اور فلاں خدمت کی انجام دہی کا یہ صلہ ہوگا جو
 جو ان اتین آدمی دوڑ دوڑ کر ان خدمات کا سر انجام کرتے تھے اور بوسے ناکار
 علم شکر کے پاس کھڑے کھڑے نفاذ کر رہے تھے جب فوج و طاقتور لوگوں نے لڑائی
 کو سر کر لیا تب بڑھوں نے بھی سوال پھیلادیا کہ تنہا تم ہی اس کے حصہ دار نہیں ہو
 ہم بھی برابر کے شریک ہیں تاریخ مذکورہ بالا میں اس واقعہ کے متعلق پانچ چھپ چڑ
 نقل ہوئی ہیں جن میں آخر کی حدیث کا یہ مضمون ہے ابو امامہ باہلی عبادہ بن صامت
 سے روایت کرتے ہیں کہ آپہ سینونک موصوفہ بالا ہم اصحاب بدر کے بارہ میں نازل
 ہوئی۔ کیونکہ ہم لوگوں نے اپنی بد اخلاقی سے دریا ب مال عینیت با یک دیگر نزاع
 کیا اس کا اثر یہ ہلا کہ خدا نے چار سے ہاتھ سے اسکو چھین لیا اور رسول اللہ کے

حوالہ کیا حضرت نے بہ اہتمام خود اسکو قیتم فرمایا طلباء غور فرمائیے کہ عبادہ بن صامت
 ویسا جلیل القدر صحابی جبکہ اپنے اور اپنے معاصرین اصحاب کی بد اخلاقی و زراعت
 طبعی کی شہادت دے رہا ہے تو ہم مصنف صاحب کو سچا باور کر کے کیونکر یقین
 کریں گے کہ قرن اول کے تمام تر مسلمان اسلام اہلی کا جامہ زیب بدن فرماتے ہوئے
 تھے اور وہ ان جھگڑوں اور نفوس سے پاک تھے جو کہ زمانہ حال کے مسلمانوں سے لاحق
 ہیں حاضرین معرکہ بدر کے بوڑھے اور جوان میں بحدے نزاع کو طول ہوا کہ خدا کو بیج
 بچاؤ کرنا پڑا۔ چنانچہ آیہ مبارکہ تذکرہ بالا ارسلناک عن الانفال کے متصل ہی
 یہ آیت ہے رفا تقوا للہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ انکم موعنین
 یعنی اے لشکریاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے ڈرو اور باہم صلح و آشتی رکھو اور اگر تم مومن ہو تو خدا
 و رسول کی اطاعت کرو۔ عثمان مفاہات آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ تھے جو خدا و رسول
 سے ڈرتے تھے اور نہ بایک دگر محبت و مصافحت رکھتے تھے اور نہ ان میں اثر و مبتلا
 تھا نہ اصلاح ذات البین کا مادہ اور نہ میں ودیعت ہوا تھا جملہ و کینہ طبعیت لوگوں
 کی طرح ذرہ برابر چنبر پر خون خرابہ کرنے کو چاہتا تو بدست ہو جاتے تھے۔ دیکھو خدا
 نے کن پُرورد لفظوں میں ان کی دولت و عزالت کا ذکر فرمایا ہے جھگڑا میں نہیں ہو
 کہ بدر میں العلوم علی گڑھ کے شریف الطبع و پاکیزہ مزاج و با اعتماد طلب علم
 ایسے لوگوں کی لائف کو اپنا نصیب العین قرار دیں۔ واقعی بات یہ ہے کہ اس وقت
 جتنے بھی آدمی مسلمان تھے ان میں سوائے محمد و آلہ کے چاند کے باایمان کسی نہ تھا
 اسی مومن و مسلم وہ ہے جو کہ علم رسول سے مطلق اخراجات نہ کرے جس بات کا بنی حکم و بنائیں
 پر عامل ہو جس سے منع فرمائیے اس کام کے پاس بچائے اسی عنیت بدر کے تقبیر پر نظر
 فرمائے وہ فتنہ کے جھگڑے پیش آئے ایک بوڑھے اور جوانوں میں جس کا ذکر اوپر کیا گیا
 دوسرا خود رسول مقبول سے نزاع پیدا ہوا تفسیر کبیر میں درباب بحث انفال لکھا ہے
 کہ آنحضرت نے اپنے آپ کو عینیت بدر سے حصہ دیا جو کہ موقعہ جنگ پر حاضر
 نہ تھے بلکہ مختلف مقامات پر کچھ خداوند انجام دے رہے تھے محفلہ ان اکٹھے کے تھے

اتنی مہاجرین سے تھے اور پانچ انصاری مہاجرین میں ایک عثمان دوم طلحہ - سوم
 سعید بن رند - انصاریں ایک ابو انباہ - دوم عامر - سوم حارث بن حنظلہ
 حارث بن حبیبہ بن جمح حذات بن جیسر - جبکہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ نے انہیں
 موصوف بالا کو عنایت کا حصہ دار قرار دیا اصحاب بکڑ گئے کہ مرنے کو ہم اور حصہ
 لینے کو وہ جو کہ شریک جنگ تھے مہفت صاحب جو مکہ بقیعہ زیرک وار باب
 ثنات سے ہیں بلا جنبہ مذہبی انصاف فرمادیں کہ اگر جنگ بدر میں وہ موجود ہوتے
 تو بقیم رسول پر ایسی ہی نیلی پیلی آنکھیں کھاتے جیسے کہ حب حضرت صدر احماد یا صفی
 نے کیا ہیں تہیں یا دھو اگر آپ ایسا کرتے تو تو شہ خانہ قدر شاہ سے وہ بھی خلعت
 پاتے جو کہ اس وقت بدرجہ اربعہ مذکورہ بالا فائق اللہ و صلوا الی آخوہ شہ کا
 جنگ بدر کو ملتا تھا مقام تال ہے در حالیکہ آنحضرت کی زندگی میں ان طاع جہلا
 کی یہ حالت تھی کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے برسر نافرمانی مہ جلتے
 تھے تو بعد وصال سرور عالم اگر ان کے اہل بیت سے روگردان ہو کر ورطہ صلاحت
 میں پڑ گئے ہوں تو کیا امر مستبعد ہے اہل بیت ہونی پر جو ظلم و ستم کہ حضرت ابو بکر اور
 ان کے نفس نا حقہ حضرت عمر رضوان اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں ان کا قید قلم میں
 لانا مجھے ہچکچاتا تو کیا بڑے بڑے عقلا و زمانہ کی امکان سے باہر ہے بطور نمونہ کچھ
 مختصر لکھتا ہوں بغی کی آنکھ بند ہوتے ہی ان نام کے مسلمانوں نے پہلے اسی گھر کا
 قلعہ کیا جس کے دروازہ پر نسل علماؤں کے جہہ سائی کیا کرتے تھے اہل سنت کا
 عالم جلیل القدر ابن قتیبہ نے (ابن قتیبہ ایسا معتبر ہے کہ فاضل مخاطب نے بھی کیا
 موصوفہ خود میں ان کے کلام سے استناد کیا ہے) کتاب الامانۃ والاسبانۃ کے صفحہ
 (۱۸) و (۲۲) پر جو مضمون ہے اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب علی المرتضیٰ کو
 ان کے گھر سے پکڑ کر کو مسلمان صاحب حضرت ابو بکر کی کچری میں لائے تو ان سے
 کہا گیا کہ حلیفہ وقت کی بیعت کرو - حضرت امیر نے جواب دیا کہ اگر میں تمہاری
 اطاعت امور دین میں نہ کروں تو پھر کیا کروں گے ابو بکر و عمر نے جواب دیا کہ ہم تم کو ہم

کر ڈا پس کے حضرت امیر نے جواب دیا کہ اگر مجھ کو غم نے قتل کر دیا تو خدا کے بندہ اور
 رسول کے بھائی کے خون کا منظمہ ہتھاری گردن پر پہنوں گا حضرت عمرؓ نے یہ سختی جواب دیا
 کہ خدا کے بندہ تو تم ضرور ہو لیکن رسول کا بھائی تم کو تسلیم نہیں کرتے حضرت امیرؓ نے
 یہ منکر فرمایا کہ میں ہتھاری بیعت ہرگز نہیں کر سکتا اسکو لازم ہے کہ میری اطاعت کر دے
 کیوں طلباء مدرسہ صحیح کہنا اگر تم اس زمانہ کے زنگروٹوں اور دانشوروں میں بہرتی
 ہوتے اور تکون پھیرا پھینک سچے حضرت ابو بکر حکم دیتے کہ علیؓ کو ان کے گھر سے جبر
 بکھڑاؤ تو کیا تم وہی عمل کرتے جو کہ اس وقت کے مسلمانوں نے کیا تھا۔ یہ بھی فرض
 کر لو کہ تم میں سے کوئی سیاست گاہ اسلام کا جلاذ مہنوا جس کا کام گردن مارنا ہو
 اور ابو بکر حکم دیتے کہ علیؓ کو یہ جرم موجب قتل کر ڈالو تو کیا تم حرات کر سکتے تھے کہ علیؓ
 کو قتل کر کے حضرت سیدہ علیہ السلام کو در دیوہ لگی میں مبتلا کرتے اور حنین شریفین
 کے گلے مبارک میں شال عزا ڈالتے جن وقت کہ گار پر دازان خلافت حضرت
 امیرؓ کو گرفتار کر کے حج کی کوٹھی پر بیچے تو آپؐ نے قبر رسولؐ کی طرف رخ کر کے عرض کیا
 کہ اے میرے بھائی آپؐ کی وفات کے بعد اس قوم نے مجھ کو صلیف کر دیا اور درجے
 قتل کے جھوٹے میں آپؐ کی روح پر فتوح سے ان مظالم کا شکوہ کرتا ہوں جو کہ ان امتوں
 کے ہاتھ سے لاحق حال ہوئے ہیں۔ طلباء ذی قدر کو آگاہ ہونا چاہئے کہ حضرت
 موسیٰ علیہ السلام جب یثاقت بدر شریف سے گئے اور حضرت ہارون علیہ السلام کو
 اپنا قیام مقام کیا تو قوم موسیٰ نے ہارون موسیٰ کے ساتھ وہ ہی عمل کیا جو کہ
 محمدیوں نے ہارون احمدی کے ساتھ کیا تھا قرآن پاک میں اسکا ذکر مہض موجود
 ہے۔ اتفاق امت آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ اے علیؓ تمکو مجھ سے وہ نسبت ہے جو
 کہ ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ پس جو موسیٰ گروہ نے ہارون سے کیا
 وہ ہی محمدیوں نے علیؓ کے ساتھ عمل کیا اگر آپؐ بہ نصاریٰ و مجوس کے پیشوا بن
 دین کے ساتھ کوئی شخص ایسی گستاخی کرے جیسے کہ حضرت ابو بکر و عمر اور ان کے
 جان نثاروں نے جانداں نبوت کے ساتھ کئے تھے تو با یقین وہ لوگ کاٹے گئے

سے اس کے منہ میں مٹوا دیں۔ دیدہ یابد کہ طلباء علی گڑھ اسی لوگوں کے ساتھ
کیا سلوک کریں گے جھوٹے رسول کی دختر کو بیوہ بنائے اور بنزدان رسول کو
در دیتی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی۔ مولف رسالہ ہذا چونکہ منسوب بہ بیادیت
ہے اور اس کے جد اعلیٰ اور جدہ عالیہ کے ساتھ خلفائے اربعہ نے اس زیادتی کی ہے اگر
اس موقع پر کوئی جوش آمیز جملہ زبان قلم پر آگیا ہو تو ناظرین رسالہ بازخواست
نفرناکر معافی عطا فرمائیں گے۔ قرن اول کے مسلمانوں کے حالات پر نظر کر کے کوئی نام
مسلمان ہی ان کو مسلمان نہیں بتا سکتا۔ بلکہ یہ ہی کہے گا کہ اگر اسلام اسی کا نام
ہے تو اس سحر اور رجم کفر بہتر ہے کیونکہ کچھ صحیح مکتد انچہ مسلمان کر دند۔

جس شخص کے قتل کرانے کا حضرت ابو بکر نے ارادہ کیا تھا اس کا اقتدار بھی کمایا
جاتا ہے۔ حضراتِ ثانی میں جو کہ از جملہ صحاح ستہ نہایت معتبر کتاب ہوا اس کے
صفحہ ۹۰۶ پر لکھا ہے کہ عمر بن عبید بن جراح نے کہا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ
افسوس ہے لوگوں کے حالات پر کہ وہ ایسے بزرگ کے بارہ میں گفتگو کرتے ہیں

کہ جس میں دس صفات ایسی ہیں کہ جن کا اثر کسی دوسرے وجود میں نہ تھا
(۱) آنحضرت نے بروزِ محرابہ جنس فرمایا کہ فرماہم اسکو مامور کریں گے جسکو خدا
و رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ ان کا دوست ہے یہ شکر لوگوں نے گردن طع
بلند کی کہ شاید ہمیشہ لوادہم سے متعلق ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ علی کہاں ہیں لوگوں
نے کہا کہ وہ چلی پیس رہے ہیں آپ نے فرمایا تم میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ ان کی بدل
ایا کر دانی کرے۔ پھر ان کو بلایا تو معلوم ہوا کہ آشوبِ جنم ازیں ہے حضور نے اپنا
عاب دہن ان کی آنکھوں میں لگا دیا اور عام عنایت فرمایا نتیجہ یہ ہوا کہ قلعہ
فتح کر کے صبیحہ کو لائے۔

(۲) اول حضرت ابو بکر کو سورج رات، دیگر مکہ کو روانہ کیا تھا تب علی المرتضیٰ

کو یہ کہہ بھیجا کہ تبلیغ احکام الہی امر عظیم ہے اسکو ہم انجام دے سکتے ہیں یا تم اور

علی تم چھپے ہو اور میں تم سے ہوں۔

(۳) آنحضرت نے علی و فاطمہ و حسین کو اپنی چادر اوڑھ کر فرمایا **اللہم ھوکلہ**
اہلبیتی و خاصتی فاذهب عنہم الا جس و طھر ھم تطہیرا

(۴) جناب امیر ربیع پہلے وہ شخص ہیں جو کہ آنحضرت پر ایمان لائے۔

(۵) شب ہجرت بجائے رسول چادر اوڑھ کر سو رہے دیکھنے والے سمجھتے تھے کہ خود
 رسول پاک استراحت فرما ہیں اسی اثنا میں ابو بکر آئے حضرت علی نے ان سے کہا کہ
 حضور چاہے بیویوں کی طرف چلے گئے تم بھی جاؤ جناب امیر بے خوف و خطر فرش
 رسول پر بیٹے رہے اور کفار چار طرف سے محاصرہ کئے ہوئے پنہن برساتے رہے
 یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

(۶) جبکہ خباہتوں میں حضرت تشریف لے گئے تو جناب امیر نے فرمایا کہ میں
 بھی آپ کے ہمراہ چلوں آپ نے فرمایا کہ تم گھر پر رہو اے علی کیا تم پسر راضی نہیں
 ہو کہ میرے مقابلہ میں ایسے رہو جسکے موسے کے سہنے ماروں تھے عرق صرف اتنا
 ہے کہ بعد میرے تم بنی ہین ہو سکتے کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں اگر سلسلہ نبوت مجھ
 پر ختم ہو تا تو پھر تم بھی درجہ رفیعہ نبوت پر فائز ہوتے پھر فرمایا کہ بعد میرے تم حلیف ہو
 (۷) ایک مرتبہ آنحضرت نے حکم دیا کہ سب لوگوں کے دروازہ مسجد کی طرف سے
 بند کر دے جائیں صرف ہمارا اور علی کا دروازہ کھلا رہے جس طرح کہ موسے اور
 ہارون اور ذریت ہارون کو داخلہ مسجد کا حکم تھا اسی طرح علی اور ان کی اولاد
 خاندانہ میں اندوشتہ رکھنے کی سختی ہے۔

(۸) محالیت جنابت حضرت امیر و اہل مسجد ہو سکتے تھے کیونکہ ان کے لئے حائضہ
 بیوا مل ہونے کے لئے کوئی اور راہ نہ تھی۔ حضرات ان کی جو مصر میں بھیجے گئے
 (۹) پر ہے کہ آنحضرت نے بحق جناب امیر فرمایا کہ اے علی اگر میں کہیں باہر جاؤں
 تو میرے ایامِ عنیت میں منہ خلافت پر سوائے تمہارے دوسرا جلوہ فرما نہیں ہو سکتا
 انوس ہے کہ ایسے حالِ فضائلِ جلیلہ کو ابو بکر یہ جبرِ جیت کے لئے پکڑ داکر بلوائیں
 اور پھر اسکو قتل کر دینے کی دھمکی دینے انوس بھیجے شدتِ بغت سے گلہ پڑتا ہے جس

وقت کہ حسین اور جناب سیدہ اور حضرت امیر کی صاحبزادیوں نے سنا ہو گا کہ دار الخلافہ میں حضرت ابو بکر علی المرتضیٰ کو گردن مارنے کا حکم دے رہے ہیں اس وقت ان ماتم لینیوں کے نفس پر کیا صدمہ ہوا ہو گا واقعی امر ہے کہ قرن اول کے اکابر و ممتاز لوگ اور بالخصوص حضرت ابو بکر و عمر و عیسیٰ جانتے تھے کہ خلافت نبوی کے اہل حق و حقاہت حضرت امیر ہیں مگر چونکہ ذرا ایمان ان لوگوں کے طبع میں نہ تھا اور صدائی وعدوں اور نبی کی ہدایتوں پر وثوق و اعتماد نہ رکھتے تھے۔ لہذا دیدہ و دانستہ وہ عمل کرتے تھے جو کہ خلاف حکم خدا و رسول ان کے نفوس چاہتے تھے تنبیذ المطاعن کے صفحہ (۱۵۲۳) پر کتاب احکام سلطانہ ابو الحسن ماورائے نفل ہوا ہے ابن اسحاق راوی ہے کہ جب عمر زحنی ہوئے تو ان کے پاس لوگوں نے آگیا جاکا۔ جب اجازت پا کر حاضر ہوئے تو انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ عثمان بن عفان کو ہم پر حلیفہ کر دیجئے۔ عمر نے جواب دیا کہ وہ مال اور جنت دونوں چیزوں کو محبوب رکھتا ہے۔

پھر اور لوگوں نے کہا کہ اگر ان کا حلیفہ کرنا مصلحت میں ہے تو علی المرتضیٰ کو اپنا قائم مقام بنائے یہ سن کر عمر صاحب نے جواب دیا کہ بے شبہ وہ ایسے ہیں کہ نکوراء حق پر چلا بیٹھ گئے۔ عید اللہ ان عمر کا بیان ہے کہ یہ سنکر میں ان کے قدموں پر سر رکھ دیا کہ ہر گاہ علی ایسے ہیں تو پھر ان پر احکام استخلاف جاری کرنے میں کیا تاثر ہے ارشاد ہوا کہ اے جان پدر کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم زندگی اور موت میں اس کے مغل ہوں۔

مولف عرض کرتا ہے کہ حلیفہ صاحب کا یہ فرمانا کہ علی المرتضیٰ خلافت کو ایسے سیدے راستہ پر چلا دیں گے جو کہ بلا حتم و بینج کہلاتے باب جنت پر پہنچ جائے گا مگر جو اہل نفاقانی سے چھوڑتے تھے گو کہ امت محمدی کبھی دوسرے کے حلیفہ ہونے سے ورطہ منکرات میں پڑ جائے مگر ان کا نفس گمراہ نہ کرتا تھا کہ خلاف تقرب و باطن علی کلمہ زبان سے نکالے اللہ اکبر حصہ ۱۱ سیکو کہتے ہیں ابو بکر کے زخم بے درمان ہے

لیوں پر دم ہے۔ سائنس کی آمد و شد میں کمی ہے مگر دل گوارا نہیں کرتا ہے۔ کہ
 فقط خلافت علیؑ کے نام چسپاں ہو۔ کاٹش صاحبزادہ سے اتنا ہی کہہ دینے کے
 امیرانہ زک قلب خلافت مرتضوی کے سینے کا نخل نہیں کرتا۔ میں اپنے نافعہ سے
 ان کو چارج نہیں دے سکتا۔ مگر چونکہ وہ مسلمان کو شاہ راہ صواب کے بھٹکے ذہن
 لگے۔ لہذا تم بعد چارے ان کی اطاعت اختیار کر لینا اگر ایسا ہوتا تو حلیفہ صاحب
 کو صدمہ نہ پہنچتا۔ حلیفہ جائز و راہ منائے صراطِ مستقیم کی منصوبی سے صرف ان کی
 روح پاک کو مبتلائے عذاب شدید ہونا پڑتا۔ بکوں بیان لڑ کو کچھ سمجھے
 بھی تم تو ماشاء اللہ ایسے فرزاند و روشن طبیعت ہو کہ ورنہ برابر مسئلہ اسلام
 کو خلافت سائنس و فلسفہ سمجھ کر علمائے دست و گریباں ہو جاتے ہو۔ دیکھو
 بھی ہو اسلام کا ایسا نامور و باجاہ و جلال حلیفہ (جس کے زمانہ کی فتوحات
 پر نظر کر کے بوجہ جنگی طبیعت ہونے کے ہتھار ا غنیہ طبیعت شکستہ ہو جاتا ہے
 نقیب کے نیلہ ماٹ میں کبیرا شک پر طاؤس بنا ہوا تھا۔ بہ نظر اطمینان طلبا
 اور ثبوت پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عمرؓ کی رائے خباثت
 امیر مسند خلافت کے لئے بہر عنوان زیبا تھے۔ مگر حلیفہ دوم نے دیدہ و
 دانستہ ان کے حلیفہ بنانے سے انعام کیا۔

شاہ ولی اللہ ازالہ الخفا کے صفحہ (۱۹۵) پر تحریر فرماتے ہیں۔ ابن
 عباس راوی ہیں کہ جب عمر صاحبؓ کو گوں نے انتظام نیابت کے لئے کہا
 تو انھوں نے فرمایا خدا اس کا ولی ہے (یعنی ہم خلافت کا) اگر وہ چاہے
 تو کتاب خدا اور سنت رسول اللہ پر سب کو چلا سکتا ہے مگر یہ خوب سمجھ لو
 کہ اگر حضرت امیر خلیفہ ہوئے تو حجت بمیضا اور صراطِ مستقیم پر لوگوں کو قیام
 کر دیں گے۔

علاوہ بریں کتاب استیعاب کی جلد دوم میں صفحہ ۴۸ پر ہے عبد
 ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرے پدر ہز گوار نے فرمایا کہ اگر اہل شوریٰ نے خلافت

کے علی کو منتخب کیا تو وہ اُن کو راہ راست پر لے چلیں گے۔ اگر تلوار
 انکی گردن پر رکھ دی جائے تو امر حق سے انحراف نہ کریں گے موصوف اصد
 کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا با جبکہ آپ کو حضرت علی کی طرف ایسا حسن ظن ہی
 تو اس وقت اُن کے حلیفہ قائم کر دینے پر کون امر مانع ہے حلیفہ صاحب نے
 فرمایا کہ اگر میں کسیکو خلافت سے نام زد نہ کروں تو کوئی بیجا بات نہی۔
 ہم سے بہتر آنحضرت تھے انھوں نے ہی اپنا قائم مقام کسیکو نہ کیا
 تھا۔ مضمون بالا بہ روایت عبداللہ ابن عمر مستدرک حاکم و کنز العمال و
 ریاض الفطرہ و طبقات ابن سعد و فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہی
 موجود ہے۔ یا پڑھیے میں جو کلمات واقع ہوئے اُن سے صاف ظاہر
 ہے کہ حضرت عمر لعلم الیقین جانتے تھے کہ اصلاح امت محمدی موقوف بہ
 حکومت مرقنوی ہے۔

طلباء و انصاف فرمایں جبکہ حلیفہ صاحب امر و کل امر کی خلافت کو اسدرجہ
 مرتبہ رشوات پر جاتے تھے تو زبان مبارک سے یہ کیوں فرمایا کہ اے معاشر المسلمین
 ابو بکر صاحب نے مجھ پر عالم بخود ہی میں احکام اتحاد جاری کئے تھے میں ثبات
 عقل و سلامتی ہوش علی کو اپنا قائم مقام بناتا ہوں ابو بکر صاحب نے جب مجھکو
 اپنا جانشین کیا تھا تو تم لوگوں نے غل بچا یا تھا کہ ہمیں ایسا حاکم چوڑا جاتا ہے
 جو کہ اتہا کا غلیظ الطبع اور شدید المزاج ہے (یعنی بدخو متد مزاج) میں اسکو
 خلعت نیابت سے سرفراز کرتا ہوں جو کہ بعد رسول تمام صحابہ سے علم و فضل
 و شجاعت و رافت میں اپنا عدیل نہیں رکھتا۔ مرید برآں یہ کہ مفاد حدیث
 ثقیلین کہ آنحضرت اسکو ہم تم اور حجج اہل اسلام پر جو کہ قیامت تک پیدا
 ہوتے رہیں گے حاکم فرما گئے ہیں اس کی اطاعت و فرماں برداری بالکل
 ایسی ہے کہ گویا تم نے قرآن کی متابعت کی۔ کلام اللہ ساکت و صامت ہے
 اور علی اس کی زبان ہیں جیسے کہ کلام پاک کی تغیر وہ کر سکتے ہیں دوسرے

سے ممکن نہیں۔ دیکھو اگر سوائے حضرت بنوی کے کوئی اور شخص دقیق قرآن کو حل کر سکتا تو آنحضرت کتاب ابتدا کا ثانی اسکو بھی فرار دیتے قرآن کے ساتھ اہل بیت کو شیرازہ بند کرنے سے صاف یہ بھی مطلب ہے کہ رموز فرقائی پر سوائے اُن کی ذریت مقدس کے اور کوئی مطلع نہیں ہے علاوہ بریں میدان عذیریہ بالفاظ صاف و روشن حضور نے اسکو ہمارا تمہارا ایسا ہی مولا قرار دیا تھا جبکہ خود آنحضرت تھے یہ بھی تمکو خوب یاد ہو گا۔ کہ وادی عذیر میں چند وعائیں جو بختی مرتضوی کی نہیں بجلہ اُن کے (وال من واکاہ وعاد من عاد اہم واخذل من خذلہ والضر من نصرہ) بھی تھا علی کی محبت و نفرت فرزند اور اُن کی عداوت و ترک رفاقت حرام محض۔ لازم ہے کہ یہ سب مل کر کار اسلام واحد جہ کمرنگ بنتی سے خدمات دینی بجالاؤ اور اُن کو بحکم (من کنت مولاه فعلی مولاه) ایسا ہی سمجھو جیسا کہ سرور کونین کو سمجھتے تھے۔ مگر افسوس ہے کہ خاندان نبوت کی عداوت نے اُن کی زبان کو ایسا کہنے سے روک رکھا ہے۔

یقین ہے کہ مصنف مدوح الصدر اور طبیب ذی قدر سمجھ لیں کہ قرن اول کے مسلمان ایسے ناقابل تھے کہ ایک ذی حق کے حق کو تسلیم کر کے تعقب و حد سے پہر گریز اختیار کرتے تھے واقعی بات یہ ہے کہ اُسوقت کے اکثر مسلمان اپنے نامسلمان تھے کہ اپنی خواہشات نفسانی کے مقابلہ میں احکام خدا و رسول کی کوئی وقعت نہ جانتے تھے۔ عرب کے بچکنے سوائے ٹوٹ مار و دینا طبیبی۔ مفاد آخرت کی کچھ پروا نہ کرتے تھے۔

تحفہ کے یاب چہارم میں شاہ عبد الغریز صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے حضور اوز سے دریافت کیا کہ بعد آپ کے کس کو خلیفہ مقرر کریں پس ارشاد ہوا کہ اگر ابو بکر کو اپنا خلیفہ و پیشوا بناؤ گے تو راست باز یا دُستے عمر کو باشوکت و جلالت دیکھو گے۔ علیؑ کو اگر حاکم اسلام مانو تو وہ تمکو

سیدھا بہشت کے دروازے پر پہنچا دے گا۔ مگر مجھ کو امید ہے کہ تم اس کی خلافت پر رضامند ہو۔ طلباء زبردستہ العلوم توجہ فرمائیں کہ دنیا میں حضرات اہل اسلام عمل خیر اسی واسطہ بجالاتے ہیں، کما بنجام بخیر ہو جائے۔

اگر قرن اول کے مسلمان طالب عقیقی ہوتے تو حضرت امیر کی وجہ کرتے اور درباب امور دینی ان کے ارشاد پر چلتے اگر ایسا کرتے تو حسب خبر ہند صادق دہر و مسلک ہدایت ہوتے۔ چونکہ ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ حضرت امیر سے راہ مخالفت اختیار کی۔ لہذا سمجھا گیا کہ ان لوگوں کی نظر میں نہ حضرت کے حکم کی کوئی وقعت تھی۔ نہ دین کو دینا سے بہتر سمجھتے تھے بلکہ دنیا و دنیٰ اور کایا ایمان تھا۔ اس سے کچھ اور بڑھا ہوا سضمون سنئے بخاری تہذیب کی جلد ششم میں صفحہ ۳۷۹ پر لکھا ہے کہ حضرت عباس نے زمانہ غلامت نبی اکرم حضرت علی سے فرمایا کہ آل ہاشم کے آثار مرگ سے مجھ کو واقفیت ہے۔ حضرت اس بیماری کے جانبر ہو نیا لے نہیں میں اونسے درباب خلافت دریافت کر لینا چاہئے کہ منصب ہمارے خاندان سے متعلق رہے گا یا دوسری شاخ میں حکومت چلی جائیگی جناب امیر نے جواب دیا کہ چچا صاحب میں اسکے متعلق دریافت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حضرت سوا سے میرے کسی کو اپنا خلیفہ نہ بتلائیں گے اور مسلمان صاحب مجھ کو مسند حکومت کے قریب نہ آنے دینگے۔ طلباء دل میں غور فرمائیں کہ زمین اسلام کے ابتدائی مسلمان کس مرتبہ کے ایماندار تھے کہ نسبت حضرت علی علیہ السلام کو قطعی خیال تھا کہ وہ میری خلافت پر رضامند نہ ہونگے جیسے کہ آنحضرت کا خیال تھا کہ باوصف پر وائے نجات دیدینے کے دنیا طلب مسلمان علی کی امارت پر رضامند نہ ہونگے وہی خیال حضرت امیر کا تھا جس کا اظہار حضرت عباس کے استفسار پر کیا گیا۔ جس شخص کو ادنیٰ بھی شعور ہے وہ بلا وقت سمجھ لے گا کہ اُس زمانہ کے مسلمان بقول منصف اسلام اصلی کے نمونہ نہ تھے نہ اوکی پیروی ہر مسلمان بلکہ تمام نوع انسان پر فرض ہے بلکہ وہ ایسے نافرمان تھے جو کہ قوی لیاقت اور راوی مطلق خلیفہ کو پسند نہ کر نیا لے تھے اور لوگوں کا تو کیا ذکر ہے

خدای تعالیٰ کو یہ لو اپنی زبان سہارک سے فرماتے ہیں کہ اگر علی علیہ السلام
 ممکن ہوتا تو خلافت ہوں تو میرا دستقیم پر امت کو چلا گیا اور حجت بیضا اور
 حاکم اسلام ہونے سے واضح ہو جائے مگر خود ہی کہتے ہیں کہ میری طبیعت اس
 تحمل نہیں کر سکتی کہ اونکو اپنی حیات و ممات میں منصب خلافت پر فائز دیکھ
 انکوں میں خیال کرتا ہوں کہ اونی ایماندار آدمی بھی ایسے شخص کے بے
 ایمان تسلیم کرنے میں پس و پیش نہ کریگا جو کہ وہابی و بے بنیاد خیالات رکھنے والا ہو
 ان سب باتوں سے زیادہ تر تعجب مجھ کو حضرت عبداللہ ابن عمر پر آتا ہے جس کا
 بالا حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل اپنے پدر بزرگوار سے شکر ادا کرنے کی ضرورت نہ رکھتے ہیں کہ حضور
 جبکہ آپ حضرت علی کو راہ حق پر چلانے والا تسلیم فرماتے ہیں تو پھر اونکے نام پر شہر
 خلافت کھنچے میں کیا نامل ہو ایسے شخص پر لازم تھا جبکہ خلافت ظاہری حضرت امیر کی طرف
 منتقل ہوئی تھی اسی وقت سرور پارسہ مشتاقانہ حاضر خدمت ہو کر مرثیہ تابعین میں داخل
 ہونے لگا افسوس ہر ایک انھوں نے بھی عجیب و غریب حسد جو کہ ترکہ پدری سے انکے ذہن میں آیا تھا
 حضرت کی بیعت نہ کی اور دیرام مخالفت پر کمر بستہ رہے واضح اسے اس باب شعور ہو کہ اکثر
 مغزین کہ مدینہ مثل ابو ہریرہ و سعد و قاص و عبداللہ ابن عمر وغیرہ نے حضرت امیر
 علیہ السلام کی بیعت نہیں کی۔ جو تعجب کہ مجھ کو حضرت عبداللہ ابن عمر کے فعل پر
 ہوا یہی سنیوں کے امام زہری صاحب کو ہوا ہے کہ کتاب تنقیح
 الافحام کی جلد ثانی میں کتب اہل سنت سے یہ عبارت نقل ہوئی ہے
 رجال الزہری والحب ان عبد اللہ بن عمر وسعد بن قاص
 لم یبايعا علیاً و بايعا یزید ابن معاویہ
 یعنی امام زہری کہتے ہیں مجھ کو تعجب آتا ہے کہ عبداللہ ابن عمر و سعد
 نے حضرت علی کو بیعت نہ کی بلکہ یزید ابن معاویہ کی اطاعت اختیار کر لی بلکہ اکثر کتب
 اہل سنت و انھیں بخاری شریف میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عمر نے خود بھی یزید کی بیعت کی اور یزید
 اسٹانفانڈینو کو بھی زمرہ منابیین میں داخل کر لیا اور بعد واقعہ

صاحب لوگوں نے اوسکی بیعت سے ٹھنک چاہا تو اپنے رو کا اور خزانہ کا جو مختل ایک
 مرتبہ کسی سے بیعت کر کے پھراؤ سکو تو رڈ اٹے تو اوس کا چھٹرا قیامت میں غبار و نکلے
 ساتھ ہوگا۔ لیکن میں اس جگہ ظہار علی گڑھ کی تسکین خاطر کے لیے ایک ایسے مغل مسلمان
 کا بیان نقل کرتا ہوں جو کہ کالج کا بدلہ مددگار تھا وہ بزرگ مولوی شبلی صاحب ہیں
 آپکی الفاروق سے اخبار اہل حدیث مطبوعہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۲۵ ہجری کے صفحہ (۶) پر
 مضمون ذیل نقل ہوا ہے: عبدالملک بن مروان کی بیعت جب لوگوں نے کی تو عبداللہ
 ابن عسمر نے انکو خط لکھا مینے سنا ہے کہ مسلمانوں نے مختاری بیعت پر اتفاق عمام
 کیا ہے میں بھی اس میں داخل ہوتا ہوں جس میں مسلمان شریک ہوئے ہیں علی ہذا
 جب زید بن معاویہ کی بیعت پر انکو اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ غیر ہے
 تو ہم اس پر راضی ہیں اور اگر بلا ہو تو اوپر صابر ہیں۔ اہل سنت کے امام زہری اور گروہ
 شیعہ کے اس خاک قدم نے جو حضرت عبداللہ بن عمر کی نسبت حضرت امیر کے ہاتھ پر
 بیعت نہ کرنے اور زید بن عبدالملک وغیرہ کی اطاعت کرنے پر سطور اول میں تعجب ظاہر
 کیا ہوا سکو امام اہل سنت کی جانب سے وکالت اور اپنی طرف سے اصدالت الیہ لیکر
 عرض کرتا ہوں کہ ابن عمر کا یہ فعل قابل اعتراض نہیں وہ ایک حد تک اس پر مہنہ سمجھے جاسکتے
 ہیں۔ کیونکہ حضرت امیر کا ہاتھ مال دنیا سے خالی تھا وہ دشوت دیدیکر اپنے گروہ کو ترقی نہ دیتی
 تھے۔ عبداللہ ابن عسمر شاید ذاتی مصارف ضرورت سے زیادہ رکھتے تھے وہ اوسی شخص
 کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے جو کہ مال دنیا سے اونکے پیٹ کو بھر دیتا تھا۔ چنانچہ تاریخ
 کامل ابن اثیر میں ہے کہ جب زیاد امیر معاویہ کا فرضی بھائی مر گیا تو انہوں نے معاویہ
 چاہا کہ زید کی بیعت پر لوگوں کو آمادہ کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی خدمت میں ایک
 لاکھ درہم پیش کئے جنکو اوس نے نہایت خوشدلی سے مال طیب سمجھ کر شیردار کیا۔
 کچھ دنوں کے بعد امیر موصوف نے بیعت زید کا تذکرہ کیا اوسوقت انہوں نے چونک کر
 فرمایا آٹھ روپیہ اسی واسطے بھیجا تھا کہ ہمارا دین اوسکے بدلے میں خرید لیا جائے آپکے
 نزدیک ہمارا ایمان ایسا سستا ہے کہ لاکھ لاکھ درہم پر لیتا پھرے۔ حلیفہ زانہ کا

مطلب یہ تھا کہ دام بھڑے میں اور ایمان گراں قیمت بالا خر اوس رقم پر اندازہ کیا گیا
 پھر قوالی سے طغدار نیرید ہوئے کہ جہاں کی مخالفت پر کچھ گفتگو کرتا تھا تو اوس سے لڑنے کو
 تیار ہو جاتے تھے۔ تاہم مصنف اور طلباء قرن اول کے منہ زہن خلیفہ زادہ کی حالت پر نظر توجہ
 فرمائیں کہ کیسا طامع اور لالچی شخص تھا کہ چند درہم پر اپنے دین کو بیخ ڈالا۔ اس موقع پر
 ارباب تہذیب کو غور فرمانا چاہئے کہ دو خلیفہ زادوں سے نیرید کی سمیت طلب کیجانی ہر ایک حضرت
 عبداللہ عمر صاحب کے فرزند ارجمند میں اور دو مہرے جناب امام حسین علیہ السلام حضرت
 امیر کے بھتیجے مگر۔ اول الذکر ایک لاکھ یا کچھ زیادہ روپیہ نیرید کا غلام بنایا اور دوسرا
 اوسکی بیعت سے انکار کر کے اپنا گھر بار لٹوا دیا ہے بلکہ کچھ شہید کرنا ہی عورت کی اسیری
 گوارا کر کے فرجام کار اپنی گردن بھی خنجر کے لئے وقف کر دیتا ہے ان دونوں میں صاحب
 ایمان کون تھا ضرور ہے کہ حضرات اہل سنت اس موقع پر بھی کار فرمائے مگر برستی ہو کر اپنی
 خلیفہ زادہ کا دامن نہ چھوڑینگے ایمان داری کا قبیضہ انھیں کی مبارک پیشانی پر لگا ہوا تھا
 چنانچہ اندوہ میں لکھا ہے ذی صحابہ میں رسول اللہ کے اقوال اور اوامر کے بلا کم و کسا
 بجالانے میں عبداللہ ابن عمر سے زیادہ کوئی محتاط نہ تھا امام اسی بنا پر عبدالملک بن مروان
 نے حجان کو لکھا تھا کہ حج میں حضرت عبداللہ ابن عمر کی اقتدا کرو لم واقع میں احکام نبوی
 کا پورا عامل وہ ہی ہو سکتا ہے۔ جو کہ سلاطین قنار و جبار سے رشوت لیکر اپنی غلامی
 لگا گلو بند گلے میں ڈالے رسول صلعم کی زبان مبارک سے سنا ہو گا کہ ای نورنگا کھیر
 خطاب خبردار خبردار علی کا ساتھ نہ دینا وہ مفلس محض میں تنکو ایک کوڑی کا فائدہ
 اودن سے نہ ہو گا۔ ہاں لاکھ دو لاکھ روپیہ نیرید کی بیعت کر لینا اوس سے تمہاری لہر
 بردار چھی طرح ہوگی تمام احکام نبوی کی تعمیل تو اونکا کمر بستہ رہنا چکو تسلیم نہیں۔ مگر ماں
 اس میں شک نہیں کہ وہ بعض موقع پر اپنے پدر بزرگوار کی مخالفت اور احکام کی بجا آوری
 میں ضرور کر جاتے تھے جو کہ ممدوح اوصاف یہ مخالفت نبوی جاری کیا کرتے تھے۔
 چنانچہ کتب اہل سنت میں وارد ہوا ہے کہ درباب متغہ کسی نے ابن عمر سے سوال کیا کہ اگر
 آپ کے والد ماجد نہ کو حرام کر چکے ہیں تو آپ اوسکے جواز کا کیوں فتویٰ دیتے ہیں غلام

کہ رسول خدا نے حلال کیا اور پھر بزرگوار نے حرام سمجھ کر نبی کے حکم کی پابندی اس وقت شروع فرمائی
 یہ کہ باب کی ترمیم و ترمیم کی مشابعت۔ رسالہ بحث اشعار میں پتھر سے وہ حوالہ کتاب بھی دیدیا
 یہ کہ واقعہ بالا سے علاقہ رکھتا ہے۔ الندوہ میں حسب تصریح صدر نظام پر کیا گیا کہ سیدنا ابن عمر سے
 زیادہ تمام صحابہ میں کوئی شخص عامل بسنت نبوی و احکام شرعی نہ تھا۔ اگر اسکو صحیح مان لیا
 جائے تو فاروق اعظم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ کیونکہ تاریخ الخلفاء اسیموطی و صواعق محرقة
 ابن حجر مکی کے صفحہ ۶۲۲ پر ہے کہ لوگوں نے خلیفہ دوم سے کہا کہ آپ اپنے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ
 کیوں نہیں بناتے وہ تو ہر طرح لائق و قابل حکومت ہے عمر صاحب نے جواب دیا کہ آپ
 صاحبان نے خدا کی خوشنودی کے لئے یہ رائے پیش نہیں فرمائی محض میری خوشنود کے
 لئے ایسا ارشاد ہوا ہے ورنہ۔ صاحبزادہ صاحب تو ایسے نابالغ شخصیت و جاہل سائل ہیں
 کہ انکو مسئلہ طلاق پر بھی عبور نہیں کہ زوجہ سے کیونکر علیحدگی اختیار کی جاتی ہے عہد
 رسول میں بجا لیت جیض اسے زوجہ کو طلاق دیدی۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے بیٹے
 سے کہو کہ رجوع کر لیں یہ طلاق ناقص ہے کیونکہ اس کا وقوع اس وقت ہوا جبکہ طلاق
 غیر طابہ یعنی عائشہ تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا کے مقدمہ دوم میں (۱۹۳) پر
 لکھتے ہیں کہ عبداللہ مذکور کے خلیفہ بنانے کی رائے زنی سے عمر صاحب کو کچھ ایسا بے طرح
 غیر معمولی غصہ چڑھا کہ بیار سے ماؤد ہندہ کو اپنے دربار سے نکاوا دیا محض اس کے اخراج ہی
 پر قانع نہ ہوئے بلکہ ایک دُترہ عمری یہ بھی لگا دیا کہ آج سے ہم تمکو منافق کہا کر بیٹھ گئے۔
 صاحب الندوہ براہ کرم باپ بیٹے میں تو صفائی کرادیں۔ اہل سنت کہا کرتے ہیں کہ خاندان
 نبوت و انصار میں انتہا کا اخلاص تھا اور ایک دوسرے سے بدرجہ غایت محبت و صفائی
 قلب رکھتا تھا جن خاندانوں میں باہم ارتباط و اتحاد ہوتا ہے اور بائیکدگر محبت خالص ہوتی
 ہیں اس کا اثر انکی اولاد میں ضرور ہوتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی مانع پیش نہ آئے تو نس
 و نسل اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا یہ عجیب بات ہے کہ علی و عمر باہم دوستانہ تعلق
 رکھنے والے تھے جانتے ہیں اور دونوں کی اولاد اپنے آبا کے دوستوں سے بحدے
 مخالفت رکھنے والے ثابت ہوئی ہے کہ جس کا پاپان نہیں۔ طلباء مدرسہ نے دیکھ لیا کہ اللہ

ابن عمر سے عالم نبیل القدر فرزا بدو عابد و مجتہد اہل سنت نے حضرت امیر سے جو کہ قبول
اہل سنت اور کئے والد ماجد کے تحت صادق تھے کیسی کھلی ہوئی مخالفت کی کہ اپنے باپ
کے یا رجائی کی ہیئت نہ کی اور زید و عبد الملک وغیرہ کے درم خریدہ ہو گئے۔ کیا ایسے
شخص کے ناخلف کہنے میں کوئی عاقل تامل کر سکتا ہے سوائے عمر صاحب کے چھوٹے
صاحبزادہ جکا نام نامی عبداللہ تھا امیر معاویہ کے طرفدار بن کر جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ
معرکہ حنین میں تلوار لیکر تشریف لائے اور بالآخر اسی فتنہ باغیہ کے مقتولین کی قبرست
میں اونکا اسم گرامی لکھا گیا۔ چنانچہ مولوی احمد حسن بجنوری تخلص یہ رسوائے اپنے
مولفہ رسالہ تحقیقت مطبوعہ مشرق العلوم بنگلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ عبداللہ ابن عمر
مخائب معاویہ وارد میدان جنگ ہوئے اور ایک پرزور رجز پڑھا اور فرجام کا ٹھنڈی
ہوکرو الدراجہ سے جا ملے۔ باتیر مصنف کو بہت غور سے مہققانہ رائے قائم فرمائی جاوے
قرن اول کے تمام آدمی اور بالخصوص وہ حضرات جنکو لائق مخاطب نے حسن ظن سے
چھا سمجھا ہے وہ بالکل اچھے نہ تھے بلکہ اقلیل من عباد الی الشکور اور انیں اچھے کم
ورید ہر شرت بہ کثرت تھے۔ اسلام میں ہر چند کہ بہت سے گروہ ہیں۔ مگر دفعہ شنیعہ و سستی
شہور عالم ہیں ان میں فرقہ اول حضرات تھیں کو منافق و بیدین جانتا ہے اور فرقہ ثانی کا مل
رین یونین۔ عاقل شخص کو اسی ایک بات کی جائز کر لینی چاہیے کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ
عہ صاحب الیمان تھے یا ان کے منابر جو نگہ ہی امر مکرہ الآرا و مابہ النزاع ہے لہذا ان کے
لئے ایسی معیار قائم کرتا ہوں جو کہ کبھی خطا کرنیوالی نہیں اول تو یہ حکم لے اقرار العقلا علی انفسہم
مقبول حسب مراحہ اور اراق بالا حضرت عمر کا خذیفہ صحابی سے یہ کہتا ہوں باللہ یا خذیفہ
انا من المنافقین یعنی خدا کی قسم اس خذیفہ میں از جملہ منافقین ہوں صاف طور پر
ثابت کرنیوالا ہے کہ وہ نمرگ اہل سنت اچھے کھڑے منافق تھے۔ دوم یہ کہ حسب سلیم
صاحب تھے خذیفہ بہ تعلیم نبوی اسماء منافقین سے واقع تھے ان سے حضرت عمر روایات
کتب سنید پوچھا کرتے تھے کہ میرا نام تو نبیل اہل نفاق آنحضرت نے تمہاری یادداشت
میں نہیں لکھایا۔ اگر حضرت عمر اپنی ذات میں نبوی نفاق نہ پاتے تو خذیفہ صاحب علم المنافقین

اسے بیوں دریافت کرے ضروری کہ وہ اپنی ذات کو حامل صفات منافقین جاتو تھے
یا یہ کہ آنحضرت کو انظارِ سامنا مقین میں صحیح القول نہ جانتے تھے بہر حال خام کار تھے۔

سوم یہ کہ مفتی محمد قلی صاحب کنزوری مصنف تشیید المطامع نے ایک رسالہ سہمی پہنچ
ایک شخص کے صحیحین { مطبع مجمع البحرین لودھیانہ سے تقریباً انہی نوے سال ہوئے کے شائع
کرایا ہے چونکہ حضرات شیخین کا بخاری و مسلم شریف سے کافر کلمہ گویا ثابت کیا گیا ہے لہذا
اوس کے مستقرین پر واجب تھا کہ رسالہ مذکور کا جواب لکھ کر حضرت ابوبکر و عمر کی ذواتِ عالیہ
سے عیبِ نفاق کو اٹھاتے چونکہ ایں نہیں کیا گیا لہذا مصنف و طلباء علی گڑھ سمجھ سکے ہیں
کہ منافقین کہیں یہ وقار پیدا نہیں کر سکتے کہ اوس کی سیرت سوا اسے حضرت کے سدا نوئے لئے
کوئی نفع دے سکے۔ چہاں یہ کہ حقیر نے ۱۲۹۶ء میں ایک رسالہ جس کا نام رسالہ سجادت
ہے مطبع یوسفی دہلی سے شائع کرایا ہے اوس میں بہ دلائل قویہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت ابوبکر و
عمر ایمان صحیح سے کوئی حصہ نہ رکھتے تھے اوس کا جواب مولوی محمد قاسم کن سہیلہ ضلع مظفر گڑھ نے
دیا مگر جو جو بات کہ مثبت نفاق شیخین رسالہ حقیر میں درج تھیں اوس میں سے مولوی موصوف
ایک وجہ کا بھی دھیما کرے کہ یہ نہ رہنمائی شدہ کہ وہ دونوں رسائل کی جانچ کی متعلق حضرت
پر بڑا مجمع علماء اہل مقین کا ہوا۔ معاہدہ جو جلسہ کے متعلق بتراضی طرفین مرتب ہوا تھا اور میں
مخلد دیگر نرائط کے اہم شرط یہ تھی کہ علماء طرفین ہر دور رسائل کو دیکھ کر بتلائیں کہ دلائل نفاق
شیخین بہمنہ بدر سالہ سجادہ کو تحریر محمد قاسم باطل کر دیا یا نہیں اگر کر دیا ہے تو شیعہ شتی
ہو جائیں بصورت دیگر کئی مذہب امامیہ اختیار کریں۔ دیوبند و سہانپور و پنجاب وغیرہ
کے اکثر علماء انجانب اہل سنت شریک جلسہ تھے از انجملہ مولوی خلیل احمد صاحب متوطن انہی
ضلع سہانپور مصنف کتاب ہدایات الرشید و مطرقہ الکرامہ بھی تشریف رکھتے تھے اتنے
کثیر المتعدہ علماء سے ایک شخص نے بھی اقرار نہ کیا کہ رسالہ مرتبہ محمد قاسم باطل رسالہ سجادہ
ہے۔ رواد جلسہ میں جملہ واقعات درج ہیں۔ شیخ حبیب احمد سہانپوری نے شیعہ
اختیار کرتے تیس سوال علماء اہل سنت کی خدمت میں پیش کر کے استدعا کی کہ استدعا
اپنے مذہب کی کتابوں میں دیکھ کر محکو مذہب قدیم سے نفرت ہو گئی اہل سنت فرمائیں کہ میں

جس مذہب میں ایسی نادواجب باتیں نہ ہو حضرت اگسٹس نے پیر بیان کیا کہ یہ ہے جو وہوں و بہوں
 کو ان محض کا دشمن قائم رکھنا ہے سوالات تذکرہ کے جواب میں محمد امین بھاری ساکن
 سہارنپور نے ایک طبعی جواب بایں غلامہ شائع کیا کہ جو تیس باتیں کتب سنیہ میں بیان کی گئی
 ہیں ان میں سے ایک بات بھی ہماری کتابوں میں موجود نہیں ہے۔ مولوی فرزند علی صاحب
 ساکن بڑھانہ ضلع مظفر نگر نے اس کے جواب میں ایک چورقہ رسالہ سہمیہ آئینہ حق غاغبائع
 کر کے تیسوں باتوں کا ثبوت کتب معتبرہ اہل سنت سے دیکر مبلغ (۲۵۵) روپیہ کا انعام
 مشتمل کیا۔ شرط انعام یہ قائم کی کہ جو شخص کتب مذہب حق نامہ کا غیر معتبر ہو نایا اوں میں ادوں
 باتوں کا جو کہ اختصار میں ظاہر کی گئی ہیں مندرجہ نمونہ ثابت کر دیگا اور سکو مبلغ مذکورہ اہم
 انعام دئے جائیگا۔ محترمہ کثیر تنگ اختصار مذکورہ رشتہ وستان میں گھوم گشت کرتا رہا گئے عالم
 اہل سنت نے اس کا مقبول جواب نہ دیا پھر سید مظہر حسین صاحب نقوی متوطن امر وہیہ نے
 بذریعہ رسالہ حمایت الایمان اعلان کیا کہ جو شخص آئینہ حق نامہ اور رسالہ سجدیہ کا جواب سبک پیش کرے گا
 اس کو ایک لاکھ روپیہ تمام شیعہ حیان ہندوستان بہریت مجموعی نذر کرینگے۔ مگر افسوس ہے
 کہ باوصف وعدہ انعام کثیر کسی عالم اہل سنت کو اس کے جواب کی جرأت نہ ہوئی۔ رسالہ
 آئینہ حق نامہ جس میں تیس سوالات ہیں مقبول پریس دہلی سے ایک آئینہ کو ملتا ہے اور حیات
 الایمان جس میں ایک لاکھ روپیہ کا انعام ہے امر وہیہ ضلع مراد آباد میں حکیم راحت حسین خان صاحب
 کے دفتر سے مفت و سفلیاب ہوتا ہے۔ لائق مصنف اور طلباء ذوی موش بجای خود انصاف
 فرمائیں۔ جبکہ قرن اول کے لوگوں کے قبائح و شایع اس عنوان کے تھے کہ کوئی عالم
 اس کے جواب دینے پر تردد نہیں کرتا تو ایسے لوگوں کی الف سے سوا سے ضرر ایمان
 کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ طالب علموں کو یقین فرمانا چاہئے کہ حضرت ابو بکر اور ان کی روح
 واں عمر فاروق اپنے دسار اور ذیلیوں کے منافق تھے۔

ریشہ پختہ کتب اہل سنت میں یہ واقعہ درج ہے کہ بروز محرمہ طائف آنحضرت جناب
 بر علیہ السلام کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیکر ایک گوشہ میں کھڑے ہو کر باتیں کرنے
 ہر وہ صاحبان کی گفتگو میں بکدر سطل ہوا کہ بعض لوگوں کو بوجہ بغض مرقضوی

کہن گذرا چن کتابوں سے اور اوراق میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ ہے
 ثابت کروا ہے کہ جن حضرات پر صورت گراں گذری تھی وہ عموماً دیگر صحابہ و فضلاء حضرت
 ابو بکرؓ سے جو مشکوٰۃ کی شرح لکھی ہے اس کی جلد پنجم میں صفحہ (۵۷۱) پر ہے
 کہ جن لوگوں نے حضرت پر اعتراض کیا تھا کہ در باب تہذیب امور اسلام ہم سے گفتگو نہیں کرتے
 صرف علی سے سرگرم تھلے ہیں وہ منافقین اور عوام صحابہ میں داخل تھے۔

اس موقع پر پتہ لگانے کی ضرورت ہوئی کہ وہ بحث رائدہ درگاہ باری کون شامت
 نہ وہ تھا جس نے آنحضرت کی رازداری پر سوختہ طبیعت ہو کر فرامنا فقین میں اپنا نام
 لکھا یا معلوم ہوا کہ جس بزرگ کی سیرت کو مصنف صاحب نے طلباء علیہ السلام کے وظائف
 میں داخل کیا تھا خیریت سے وہی فعل نبوی پر برا کر نوا لے تھے۔

پنچ کنز العمال کی جلد ششم میں جو کہ حیدر آباد میں طبع ہوئی ہے صفحہ (۳۹۹) پر بحوالہ
 معجم کبیر طبرانی لکھا ہے کہ جذب بن ناجیہ روایت کرتے ہیں کہ نبی و علی کے تخلیہ پر جس نے
 اعتراض کیا تھا وہ ابو بکر تھے۔ طلباء براہ عنایت شرح مشکوٰۃ متذکرہ بالا اور کنز العمال
 کے مضمون پر نظر فرما کر نتیجہ براہ فرمائیں کہ جو منافق فعل نبوی پر حاسدانہ طریقہ سے متعرض
 ہوا تھا وہ ابو بکر صاحب تھے۔ ہاے افسوس لائق و ذلیل مصنف نے طالب علموں کو
 سخت مغالطہ دیا کہ ایک منافق و متعرض فعل رسول کی سیرت پر عمل کرنے کی اوکو ہدایت
 فرمائی۔ مومن کا سطح مومن اور منافق کا تابع منافق ہوتا ہے۔ جھگوسید نہیں ہے کہ
 عالی و مانع طلباء کبھی ایک منافق کی سیرت پر عمل کرنے کا تہیب کریں بلکہ آزاد راج
 طالب علموں سے توقع کیجاتی ہے کہ وہ سیرۃ الصدیق کے اوراق کے پزیرہ کر کے اس
 ٹوکری میں ڈال دیں گے جو کہ اوکی میز کے نیچے روایات کے لئے رکھی جاتی ہے علاوہ ان
 تراویح حال یعنی یکم ۱۹۱۲ء کو مقام ملتان مابین سنی و شیعہ ایک مناظرہ کی بنا قائم ہوئی تھی
 ہر دو فریق کے علماء جمع ہوئے بجانب حضرات اہل سنت سوا سے دیگر علماء کے جناب و ولوی
 شامت صاحب امت سرری بھی تشریف رکھتے تھے۔ موضوع بحث قائم کرنے پر فریقین
 میں اختلاف پیدا ہوا۔ حضرات اہل سنت فرماتے تھے کہ ہم حضرت ابو بکر کی خلافت

گفتگو کیجئے۔ سعید کا جواب تھا کہ آپ پہلے بزرگان دین حضرت عیین کا بالیاں
ہونا اور ایمان صحیح پر دنیا سے جانا ثابت کرو ہم کتب اہل سنت سے اونکا نام سناں ہوا
ثابت کرینگے۔ آپ اون مضامین کو سہ جلسہ روز فرادیوں نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی صاحب
موصوف الصد ر نے خلفاء کے بالیاں ہونے سے پہلو تھی کی اور بے نیل مطلب
واپس چلے آئے۔ روبرو دناظرہ ملتان معروف بہ دبہ پر سکندری ہا مطبوعہ حقیر کے پاس
ہے۔ اگر باتیں مصنف اپنے پیشوایان دین کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ اونکی میرت پر عمل کرنے
سے مسلمان جہالت کے تاریک گڑھے سے نکل کر کیوان و ثریا سے عود چار ہاتھ
اونچے ہو جائینگے تو لازم ہے کہ اول اونکی پیشانی مبارک سے داغ کھرو نفاق شامیں
زاں بعد لائف کو شائع فرمائیں۔ مجکو تندیب مانع ہے ورنہ مصنف صاحب کے مدد و چین
کا فوٹو بایں عنوان پیش کرتا کہ جسکی ہر ادا ناظر کے لئے نفرت انگیز ہوتی۔ رسالہ (جوڑاں
مانچو لیا) میں کتب اہل سنت سے تحیف نے حضرت عمر کے پیشاب کرنے کا جو واقعہ
دکھلایا ہے اور اسکے حالات قابل ملاحظہ طلباء ہیں۔ حضرت ابو بکر و عمر احکام خدا و رسول
کے اولٹ دینے میں کچھ ایسے چہرہ دست تھے کہ جسکا پایاں نہیں اوراق بالا میں تحیف
نے درباب خمس اجمالی گفتگو کی ہے اس جگہ تفصیل سے کام لیا جاتا ہے۔ قرآن پاک
میں کی جگہ مالی خمس کی تقسیم کا ذکر ہے۔ سورہ الفال میں ہے (یا اے خاتم من شیئی
فان الله خمسۃ لرسول ولذی القربانی الی ۶ خرہ ۱)

سورہ حشر میں ہے (وانا انما لله علی رسول من اهل القری فلتلہ وللرسول ولذی

القربی آیات موصوفہ بالا میں خمس کی تقسیم کا ذکر ہے اول درجہ پر خدا نے اپنے

حق کو ظاہر فرمایا ہے زان بعد رسول اور قرابت داران رسول کو رسالت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات میں سب تفویض آیات مبارکہ تقسیم فرماتے رہے جب

تراذ کر امت نشانہ حضرت صدیق اکبر کا آیا اونھوں نے حکم آنکد۔ ہر کہ آمد عمارت

نوساخت۔ اول اہل بیت نبوی پر ہی ہاتھ صاف کیا۔ چنانچہ سنن ابو داؤد مطبوعہ

دہلی کے صفحہ (۴۱۶) پر لکھا ہے کہ جس طرح آنحضرت مال خمس کو تقسیم کرتے تھے اسی طرح

حضرت ابو بکر کا حمل تھا انھوں نے حضرت انسیؓ کی بیوی کے اولاد رسول کو کچھ نہ
 دیتے تھے اور کو قلعی محروم کر دیا تھا بسن بنو صوفہ میں اس واقع کے متعلق بولانی
 عبارت ہے لیکن اس موقع کا ایک جملہ بنظر تسکین طلباء حوالہ قلم کرتا ہوں۔ وکالت
 ابو بکر قسم الحسن بنو قوم رسول اللہ غوثانہ لم یکن یعطی قریب رسول اللہ کما کا یعطی رسول اللہ
 یعنی ابو بکر اس طریقہ سے مال خمس کو بانٹا کرتے تھے جیسے کہ رسول اللہ کا عمل تھا
 مگر جس طرح کہ نبی اپنے قرائتوں کو دیتے تھے وہ عمل حدیثی کا نہ تھا طلباء بنظر
 ایمان داری دیکھیں کہ جس شخص کا طرز عمل خلاف قرآن ہوا وہ کسی سیرت کب یہ قابلیت
 رکھتی ہے کہ مسلمان اس کو اپنا دستور العمل قرار دیں جو عمل کہ صدیق کا تھا وہی طرز
 فاروق نے اختیار کی۔ انھوں نے بھی اہل بیت رسول کو اس کے حق خدا داد سے
 محروم کیا۔ تھے اثنا عشری کے باب دہم کا منجانب شیعہ جو جواب دیا گیا ہے اس کا نام
 تشہید المطاعن ہے اس میں حضرت عمر کے آنکھوں طعن کا جواب دیا گیا ہے اس جگہ
 تفصیلی بحث موجود ہے۔ یہاں مختصر عرض کرتا ہوں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ
 کتب اہل سنت میں جو روایات عمر کی نسبت در باب خمس اہل بیت کو دینے اور نہ
 دینے کی نسبت وارد ہوئی ہیں وہ سب صحیح ہیں عمر کے خمس کو بند کرنے کی یہ وجہ تھی
 کہ حضرت علی نے خود اس کے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ باب دہم کی ہشتی طعن عمر یہ
 متعلق خمس کا جواب دیتے ہوئے شاہ صاحب رقمطراز ہیں علی گفت کہ اسال
 بیچ کس از نبی ہاشم محتاج نہ ماند۔ و فقرای مسلمین بسیار هجوم آورده اند بہتر آن است
 کہ این حصہ ہم بفقرا ی اہل اسلام بدہند۔ در اس سال باین تقریب حصہ ذوی القربی
 مطلق موقوف ماند۔ اگرچہ حضرت عباس بعد بر خاستن ازان مجلس حضرت علیؓ تخطیہ
 فرمودہ گفت غلط کردید از دست خود بہ فقرار نہ وا دید و در قطع خود در دنیا و در دیدن
 بد خلفا بدست آوید انکہ شما از خود موقوف کردید این حصہ را بہ شما نخواہند دید اطلباء
 غور فرماییں کہ شاہ صاحب نے غایت ایمان داری سے حضرت عمر کو جس خمس کے منظم
 سے کس خوبصورتی کے ساتھ بچایا۔ مطلب یہ ہوا کہ عمر نے خمس کو اپنی بدیہی سے

میں ضبط کیا۔ اگر خود حضرت امیر سے استفسار داخل کر دیا۔ بعض اربابی ہاشم الاہل ہو گئے
تھے اور ان کے صندوقوں میں روپیہ رکھنے کی گنجائش نہ رہی تھی تو حضرت علی کو دیکر بنی ہاشم
کے گھروں میں آتی ہوئی دولت کو دھکے دینے کا کیا اختیار تھا۔ اگر مختار مکمل ہوتے تو عقل
شاہ صاحب حضرت عباس جناب امیر کا کیوں خطبہ فرماتے نیز یہ امر بھی قابل خیال ہے حضرت
عباس نے جناب امیر سے یہ کیوں کہا تھا آپ نے کیا غضب کیا کہ مال محس کو اپنے ہاتھ
سے نکلنے کو اس نے کیا آئندہ خلفائے عباسیوں کو اس حق کو حق کو
دیئے۔ تعجب ہے کہ حضرت عباس کو عزا ایسے فاروق حق و باطل سے یہ امید کیوں
ہوئی کہ وہ آل رسول کو حق خدا داد سے محروم کر دیں گے۔ اصلیت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر
نے ابتداً اٹھاندان نبوی کو مفلس بنانے کے لئے احکام ضبطی جاری کئے وہ ہی روش
اور اس کے جانشین حضرت عمر نے اختیار کی۔ آئندہ جو سلطان ہوتا رہا اوسکی کوشش ہی رہی
کہ جانشین ممکن ہو اوس کی گھر کو برباد کر دیتے آئین اسلام سکھلا کر کفر کی تنگ و تاریک
کوٹھری سے نکال کر باغیچہ ایمان کی سیرکرائی ہے۔ حضرت ابو بکر و عمر نے ایسے مبارک
وقت اور نیک ساعت میں جس کو آل نبی سے برو حکم قرآن مرو کا تھا کہ ان کے مقلدین ان کی
سیرت پر عمل کرنے والے قطعاً محس کو بھول گئے۔ مصنف ذی فہم بہ عنایت الہی بڑے
زمیندار اور بھاری تنفقہ دار ہیں محتاجین و مساکین کو ہزار ہا روپیہ فیرت دیتے ہوئے لیکن
میں بلا سابق معرفت اہل سنت کے طرز عمل پر نظر کر کے حلف کہہ سکتا ہوں کہ معدوم
الصدر نے آج تک ایک کچا پیسہ کسی سید کو بنام نہاد محس نہ دیا ہو گا۔ بنیاد تو حضرت
ابو بکر نے قائم کی۔ مگر درجہ تکمیل پر حضرت امیر معاویہ نے پہنچایا۔ ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ
صدیقی لاہور کے صفحہ (۱۹۵) سطر ۱۲ پر لکھا ہے کہ امام نووی فرماتے ہیں محس کو جو کچھ دینا
حق تھا اوس کو معاویہ اور بنی امیہ نے دیا سید و نمونہ دیا پس جب کو ہم مصنفت معاویہ
و دیگر اشترار بنی امیہ ہونا منظور ہو وہ حضرت ابو بکر کی سیرت کو اختیار کرے۔ جو باتیں
خلفاء اولیں نے جاری و ایجا دیں ان کو بنی امیہ نے درجہ تکمیل پہنچایا۔ کل علی گھر
اور دیگر کتاب و مدارس میں کچھ ایسے سید بھی ہوئے جنکے گلوے مبارک میں طغیان کا

اور معاویہؓ اور ابو بکرؓ اور وہ سیرت عظیم پر گام فرما ہونے کو مغاواہ خدوی جانتے
 ہوئے وہ آنکھ کھول کر دیکھیں کہ اونکی وادی کو حضرت صدیق اکبرؓ نے کیا کچھ صبر
 پہنچایا۔ کبھی اونکا گھر جلانے کے لئے حضرت عمرؓ عینات کئے گئے کبھی صریح مخالفت
 کتاب اللہ کے ترک پر دہری سے اونکو محروم کیا جب سب طرح سے ابواب رزق بند
 کر چکے تب جس کو بایں مضبوطی صفا کیا کہ ترک عمل سے اونکی سیرت پر چلنے والوں
 کو اوس کا نام بھی یاد نہ رہا۔ سنی سید زادوں سے مجھ کو امید ہے کہ وہ واقعات بالا پر
 نظر ثانی فرما کر ضرورت پر آد کرینگے کہ سیرت ابو بکرؓ صاحب قابل تقلید ہے یا قطعاً لائق ترک
 حقیقت الامر یہ ہے کہ درد کی کیفیت اویں کو معلوم ہوتی ہے جسکے بدن میں درد ہوتا ہی
 جس کے بند ہو جانے سے جو مزہ رسید و نگوہنچا ہے اوسکو اونھیں کا دل خوب جانتا ہے
 مصنف صاحب قوم کے پٹھان ہیں اونکو کیا خبر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و معاویہؓ و نجاشیہؓ
 کی روک ٹوک نے طبقہ سادات میں کیا تلاطم کیا ہے اولاً تو عموماً اہل اسلام حالت
 نگہب و فطرت میں ہیں مگر بالخصوص تمام دنیا کے سید از حد محتاج ہیں جب وہ داخل
 سے ستنے اور کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ و غیر مسلمانوں کو سبق دینگے ہیں کہ ہم نے
 اصلی حقداروں سے جس روک ٹوک محتاج بنایا تم لوگ قیامت تک سید و نگوہنچا کی کوری
 نہ دینا گیارہویں شریف میں گھر لٹا دینا امیر و دلی و پیران کلید و سنگ و دلوہ شریف
 و مکن پور میں روپیہ کو بید مٹک خرچ کرنا اوسوقت اونکی طبیعت میں ایک قدر ترقی جوش
 پیدا ہو کر سخت خلفا کچھ کئے کھلائے پر مجبور کرتا ہے مشہور ہے کہ مردہ کو میچھکر روتے
 ہیں اور رزق کو کھڑے ہو کر اگر پٹھانوں کے جدا علی کا کوئی قطعہ زمین کسی نے دیا
 لیا ہوتا اور پھر وہ اوس غاصب کی سیرت پر عمل کرنے کو کتاب لکھتے تو ہم
 دونوں ہاتھوں سے اونکو سلام کرتے جن حضرات میں اسوقت کچھ بھی اثر سیاوت
 اور فاطمی خون کا جوش و دہ کبھی اونکی سیرت کی رواج دی میں کوشش نہ کریں گے
 جس نے اونکو محتاج بنایا ہے کیا غضب ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سادات کے حقوق
 قلع کریں اور سنی سید اونکی غلامی کو شرف دارین سمجھیں اس حاصل جب علماء نے

کہری نظر ڈالی تو صاف و صریح طور پر معلوم کر لیا کہ حضرت خلفا سے وہ اعمال
 زدہ سے ظہور لائے جنگوادی مسلمان نہیں کر سکتا۔ لہذا انھوں نے ہر نا واجب
 فعل کی تصویب کر دی تاکہ خلفا تیرا اعتراضات کے صدقات سے محفوظ رہیں یہ بھی عورت
 اس موقع پر شاہ صاحب سے ظاہر ہوئی حضرت مدوح کو خیال پیدا ہوا کہ شیخین نے
 قطعی طور پر حکم قرآن سے مترابی کی جو مسلمان معاملہ خمس پر فائز نظر ڈالیا سمجھ جائیگا
 کہ شیخین نے حکم خدا کو باطل کر کے آیہ قرآن کو بے اثر کر دیا۔ نظر ہراں! انہی سنیہ بات
 بتائی کہ عمر نے اہل بیت سے خمس کو نہ روکا تھا بلکہ خود حضرت امیر نے اجازت میدی تھی
 کہ آل ہاشم کا متمول ہونا اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے۔ انکو اب مال کی ضرورت نہیں
 رہی یہ روپیہ فقراء و محتاجین کو دیدیا جائے۔ تمام اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے۔
 کہ زمانہ خلفائیں حضرت امیر ہودیوں کی مزدوری کر کے نفقہ عیال کا سرانجام کرتے تھے
 دیگر بنی ہاشم سے عہد خلفائیں کو فی شخص پانچ روپیہ کا چہرہ سہمی نہ تھا۔ غیر لوگ بول و فوج
 میں بڑے بڑے مراتب و مناصب پر فائز تھے۔ نبی کا تمام خاندان عسرت و فلاکت میں بسر
 کرتا تھا اونکے گھروں میں کس ملک سے ایسی دولت لازوال آگئی تھی کہ اپنے جائز و حلال
 روپیہ کی ادھو پروانہ رہی تھی۔ خلفاء کے نزدیک یہ سب ملہا اہل سنت کی بیوٹ اور سخن
 تراشی ہے خلفاء کے ہرنا جائز فعل پر ایسا حاشیہ چڑھاتے ہیں کہ جس سے اہل مطلب
 گم ہو کر لوگوں کے خیالات و دوسری طرف ہل جائیں۔ قدیم الایام سے فضلاء و سنیہ
 کی یہی روش چلی آرہی ہے کہ امر حق کو چھپاتے اور باطل کو رونق دیتے رہے ہیں
 اگر علماء کی تمام حق پوشیوں اور ناحق پوشیوں کو بیان کروں تو انتہا کی طوالت ہوگی
 اس جگہ ایک ایسے فاضل اہل سنت کا درباب امر مذکورہ بیان پیش کرتا ہوں جس پر کلمہ
 مایل پیشگی ہوئے کا احتمال پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر شخص اور مکان نامی سکریہ جاکہ یہ بزرگ
 اہل سنت تو مزید کا برادر رضامی سہم دو دہیا بھائی، یہ وہ مرد محترم مزاجیت و دہلیوی ہیں
 جنکا گزرن گزٹ جو کہ ملو و فضا و اہل بیت ہوتا ہے اکثر پڑھے لکھے سینوں کے گھر میں کتاب کاغذ
 کے جزدان میں رکھا رہتا ہے۔ صاحب مدوح رسالہ خلافت شیخین کے صفحہ اول سطرہ تا سطر

مسطورہ ارقام فرماتے ہیں علماء شیعہ نے جو جو قابل قدر کتبیں اس مسئلہ خلافت میں لکھی ہیں
 ان سے کسی طرح بھی کچھ پوشی نہیں ہو سکتی۔ ہر موقع پر داد دینے کو جی چاہتا ہے اور ہر موقع پر
 آفرین کہنے کو مجبور ہوتے ہیں بڑی تعریف کے قابل یہ بات ہے کہ جس بحث کو اٹھایا ہے اسے ایک
 حد خاص تک اچھا بنا ہا اور اب بنا ہا کہ ایک بے تعصب مورخ ضرور اسکی داد دیکھا خلافت
 اور خلفاء کے متعلق انکی اکثر دلچسپ بحث دیکھی گئی ہیں اور کان بحثیں اپنی جگہ ایک خاص قدرت
 رکھتی ہیں جنہیں تعصب کی آنکھ بالکل نہیں دیکھ سکتی بڑی بڑی لاجواب کتابیں اس اہم
 اور لایا خصل مسئلہ کی نسبت نصیحت ہوئیں اور انہیں تمام مذہبی علوم کا اس قدر ذور لگایا گیا کہ انکی
 پہلو باقی نہ رہا بہت سی باتیں جو تاریکی میں بڑی بڑی تھیں روشنی میں آئیں اور بہت سے امور
 جن پر تیرہ سو برس سے پردہ پڑا چلا آتا تھا اس اسلامی صدی کے آغاز میں اٹھادیا گیا
 طلباء و زیدہ پر پرواضح ہو کہ سنی و شیعہ میں درباب مسائل فقہ بہت کچھ اختلاف ہو اکثر باتوں
 میں اتفاق پایا جاتا ہے۔ لیکن درباب امامت جو کہ اہم معاملات مذہب سے ہے اسدجرح
 اختلاف ہے کہ جسکی وجہ سے سنی و شیعہ اسلام میں دو سخت و شدید فرقہ ایک دوسرے کے
 مخالفت و معاند قرار پائے۔ مولوی خلیل احمد صاحب انہتو کولف سطرۃ الکرامہ نے بھی
 یہی لکھا ہے کہ شیعہ و سنی کے اختلافات کا اصل اصول خلافت ہے نہی اسکو فہرعی علی کتب ہیں
 اور شیعہ اصولی اعتقادی کے معتقد ہیں میں نے اعجاز و اوردی میں بر دوہیات مولوی
 صاحب موصوف ثابت کر دیا ہے کہ خلافت فہرعی علی نہیں بلکہ بقول شیعہ اصولی اعتقاد میں جو
 نہایت شکرہ کا موقع ہے کہ شیعہ نے ایسے اہم اور لایا خصل مسئلہ کے سلجھائے اور صاف کرنے
 میں ایسی لاجواب کتابیں لکھیں اور وہ زور علمی و کھلایا جس پر نظر کرنے سے حقیقت اور
 بقول مزار حیرت چشم تعصب خیرگی اختیار کئے ہوئے ہے۔ جو پردہ کہ امر حق پر دہماؤ دراز کو
 پڑے چلے آ رہے تھے اور جنہوں نے تاریکی جہالت میں خلائق کو ڈال رکھا تھا علماء و شیعہ نے
 ان سب کو اٹھادیا۔ اگر علماء شیعہ نیک نیتی سے قرآن و احادیث و کتب تفاسیر و توارخ کی
 چھان بنان کر کے شعل ہدایت روشن نہ کرتے اور تیرہ سو برس سے علماء سنیہ نے جو سیاہ پردہ
 ڈال رکھے تھے اُنکو ڈاٹھائے تو اسلام کی کیا حالت ہوتی بد شعار لوگوں کا یہی مذہب ہوتا ہے

کہ خلافت کو ایسی راہ دکھلائیں کہ روکھی منزل مقصود پر پہنچ سکے اور صاحبان ایران
 و دارباب ایقان اپنا فرض ذاتی اسکو سمجھتے ہیں کہ معاندین و مخربین نے راہ حق میں جو خرابیاں
 پیدا کی ہوں انکو دور کر کے سیدھی سڑک نکال دیں تاکہ طالبان راہ حق آنکھ بند کر کے منزل
 مطلوب پر پہنچ جائیں اسکی شہادت کے لئے مرزا صاحب کی تحریر بالا کا میں ثبوت دیکھتا ہوں
 تاریکی میں پڑی تھیں وہ علماء شیعہ کی علمی قوت نے اس طرح نمایاں کر دیں کہ جیسے برقی روشنی
 میں زمین پر پڑی ہوئی سوئی نظر آ جاتی ہے۔ فضلاء اہل سنت نے یہ حمایت و طرفداری
 - خلافت راجور جو انھیں بھیلا رکھا تھا اسکو علماء اعلام شیعہ نے اس طرح ہٹا دیا کہ جیسے سیاہ
 بادلوں کو تندہوایر طوفان کے فضاے آسمان پر اوجھلا پیدا کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتابوں کو
 دیکھ کر ہزار ہا سنی شیعہ مذہب اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے لاہور و ملتان و جھنگ لاہور
 وغیرہ بارہ اضلاع پنجاب میں بوقت مردم شماری بمقابلہ سینین گذشتہ ایک لاکھ کئی ہزار
 جدید شیعہ کا اضافہ ہوا ہے انگریزی دفتر صدر لاہور سے جو میں نے کتابچے انتخاب کیا
 ہے وہ روداد مناظرہ مطاف معروف بہ دبیرہ سکندری کے ورق آخر پر چھاپ دیا ہے
 مرزا حیرت صاحب کا یہ فرمانا نہایت صحیح و بجا ہے کہ شیعوں نے مسئلہ خلافت کی تحقیق و تفتیش
 میں ایسی اجواب کتابیں لکھی ہیں کہ جنکو تعصب کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی تیرہ سو برس سے
 اسوقت تک درباب مناظرہ یہ قاعدہ چلا آ رہا ہے کہ اول اہل سنت نے بمقابلہ شیعہ
 کتاب تحریر فرمائی شیعہ نے دست بدست اُس کا جواب ہدیہ نظر کر دیا پھر سنیوں کو حجرات
 نہ ہوئی کہ اپنی روشدہ کتاب کا جواب سوالہ قلم فرماتے اہل سنت کو عاجزی و بے بسی
 و کوتاہ دستی و درماندگی کی یہ بڑی قوی دلیل ہے کہ انکی کتابیں نیچے دبی پڑی ہیں اور
 شیعوں کی کتابیں اوپر چڑھی ہوئی اس طرح رگڑے و سے رہی ہیں کہ جیسے دنگل میں پہلوان
 اپنے حریف کو چٹ کر کے مٹا کرتا ہے اُس میدان میں فریق مغلوب کے طرفدار پشیم و اپنے
 محبوب کو نیچے پڑا ہوا دیکھ کر اندر ہی اندر دلیں گھٹا کرتے ہیں مگر مجبوری سے کچھ نہیں کیا کرتے
 ایسے ہی علماء اہل سنت پشیم تاسف دیکھتے ہیں کہ ہمارے علماء نے جو خلافت کو داد دی گمراہی
 میں ڈالنے کے لئے کتابیں لکھی ہیں انکو شیعہ نے پُز سے پُز سے کر کے دواغروٹوں کا ٹوٹیر

بیگ باندھنے کے لئے بھیجا اور بجائے اسکے ایسی پر نور کتابیں لکھیں جنکے دھنوں سے
 ارباب تیز شاہراہ ہدایت پاتے ہیں سنی گوراد و زانو بھی ٹٹول ٹٹول کر مرطام مستقیم کا پتہ
 لگا سکتا ہے۔ مولوی وجیل الدین صاحب پد زبر گوار جناب نواب اندام امام صاحب پٹنوی
 اپنی مشہور کتاب (حد تحقیق فی شرب سنی) میں لکھتے ہیں کہ مذہب اہل سنت کے لئے یہ سخت ضرر
 پہنچا کہ انھوں نے ان کتابوں کے جواب جواب لکھنے سے جو کہ انکی تصنیفات کے رد میں لکھی گئی ہیں
 کو طے قسبی کے سنی بالآخر مجبور ہو کر یہ سمجھ کے کہ شیعہ کی کتابیں لکھا جواب ہیں ترک ملت پر
 آمادہ ہو گئے تھے۔ دوری چھوڑ کر بخیرہ والاں میں بستر لگا دیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ علماء
 سنہ برابر یہ کو شمش کر تے رہتے ہیں کہ خلفائے اپنے دوران حکومت میں جو بے عنوانی
 کی ہے وہ فطرت کے کان تک نہ پہنچے بلکہ برعکس اس کے ایسی باتیں لوگوں کے دماغ میں
 اُتار دی جائیں جو کہ ثبت فضائل ہوں اسی بنا پر قابلِ مصنف نے یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے کہ طلباء
 کو عالم فیزیائی میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ حضرت ابو بکر و امثالہم حامل اوصاف جلیلہ تھے
 ہاے افسوس جن حضرت ابو بکر اور انکے ہم عصر حضرات کو مصنف نے یگانہ روزگار تجویز کیا
 ہے وہ کسی طرح بھی یہ قابلیت نہیں رکھتے کہ انکے عادات و اطوار سے طلباء کو فی سبقت حاصل
 کریں۔ اگرچہ شتم حقیقت ہیں دیکھا جائے تو وہ لوگ نہ انگ اسلام تھے۔ ناواقف طلباء کو
 ایک ایسا حیرت خیز واقعہ دکھانا ہوں کہ جس کے سننے سے جہنم کانپ جائیں گے وہ یہ
 کہ رسالہ ہذا کے ابتدائی اوراق میں طلباء ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جناب فاطمہ علیہا السلام
 حضرت ابو بکر و عمر پر ایسی غضبناک تھیں اور ان نذرگان اہل سنت سے اونکو ایسا سخت
 صدمہ پہنچا تھا کہ جنازہ پر آنے کی ممانعت فرمادی افسوس جو جس قرن کے لوگوں کو منتخب
 کر کے مصنف نیک طینت نے اپنی کتاب کا ہیرو قرار دیا تھا وہ ایسے خوش نمد تھے کہ حضرت
 امیر کو انکے خوف سے ایک شب میں سیدہ کی قبر کا کئی جگہ نشن بنانا پڑا۔ کتاب دناؤ
 جلد اول کے صفحہ (۲۶۰) اور جلد دوم صفحہ (۹۰) و (۹۵) پر لکھا ہے کہ مصنف کی قبر کا
 جگہ نشن تھا مگر قول محقق یہ لکھا ہے کہ عبد العزیز بن ابی ہاشم نے یہ بات طے پاگئی کہ قبر سیدہ
 اس قبہ میں داخل ہے جو کہ توسیع مسجد نبوی کے لئے کیا گیا تھا اس زمانہ میں مصنف

کی زیارت اسی جگہ ہوئی ہے، طالب علم خیال فرمائیں کہ کوئی بات بلا سبب نہیں ہوتی
 اختلاف دستور اہل زمانہ مواضع مختلفہ پر قبریں کیوں بنائی گئیں بہر حال اسکے لئے وجہ
 خاص ہونی چاہئے مصنف صاحب اور طلباء جو کہ حسب مقتضات خود حضرت امیر کو چوتھے
 درجہ کا خلیفہ مانتے ہیں۔ لہذا فرمائیں کہ ان کے مسئلہ خلیفہ سے یہ فعل خلاف رواج زمانہ
 کیوں واقع ہوا۔ ممکن نہیں کہ حضرات موصوفین بالا اس امر کی وجہ بیان فرمائے میرا طبیعت پر
 پر زور دین۔ نظر میں بغیر قیوم مطلب میں کتب اہل سنت سے اسکی حقیقت عرض کر رہا
 ہوں جناب حضرت اور طلباء غور سے سنیں چند جگہ نشانات قبر اسوجہ سے قائم کئے گئے
 تھے کہ مبادا انداسے ویں کوئی بے ادبی کریں یا قبر کھکھوادیوں میں ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو اس پر
 تعجب پیدا ہو کہ قرن اول کے عظیم الطبع مسلمانوں سے یہ بے ادبی کیوں ہو سکتی تھی کہ دفتری کی قبر
 سے ایسی گستاخی کرتے انکو سوچنا چاہئے کہ قبر تو ایک مٹی کا ٹیلہ ہوتا ہے اسکا اکھاڑ ڈالنا
 کیا بڑی بات ہے۔ اس پر نور زمانہ میں تو ایسے مسلمان تھے جنہوں نے برہنہ کیا یا تھا
 کہ اوفا طہ فتنہ پروا تو اہل فساد کو اپنے گھر سے نکال دو ورنہ خدا کی قسم معہارے
 اور حسین کے میں اس گھر کو جلا دوں گا، صفحات اول میں اس کے متعلق مخلص بحث کی گئی
 ہے۔ قبر سیدہ کا محض کرنا اور کوئی مستقل مقام اسکے لئے قائم نہ کرنا کوئی تعجب چیز نہ تھا
 حسین شریفین نے حضرت امیر کی قبر شریف کو بھی اچھا دیا تھا۔ بخوف نوارین و عسکرا ز
 تک مرقد مبارک غیر معروف رہا، ٹھیک پتہ تھا کہ آپ کا مدفن کس جگہ ہے۔ جب خوارج دشمنان
 ظاہری صفو عالم سے کچھ نالود ہو گئے اور وہ بدور شور رہا تب زمانہ ہاروں رشیدیہ
 اہل بیت نے تیار کیا کہ ہمارے ہذا مجد کا موضع دفن نجف اشرف میں ہے اور سوقت سے
 لوگوں وہاں جانے آئے لگے مدینہ اقدس تیار ہو کر شہر آباد ہو گیا۔ علامہ سیوطی تاریخ خلافت
 کے صفحہ ۱۱۹ پر لکھتے ہیں (میری ترجمہ) لکنا انبیشہ الخواف یعنی قبر نقوی اس جہت سے
 پوشیدہ کی گئی تھی کہ خوارج بیش قبر رکھو وادوا الامام نہ کریں۔ طلباء غور فرمائیں حضرت
 امیر کا مرقد مبارک تو اب بہت پوشیدہ کیا گیا تھا کہ خوارج اسکو نہ کھود ڈالیں سیدہ کے
 وقت میں کون ہا مسلمان زمین خدا پر مسلط ہو رہے تھے چلے خود سے قبر چھپائی گئی تھی

اس وقت ہوا تھا اور وہ فرنگوار فرما کر اسے ملک اسلام تحفے کی سیٹ پر ملنے کے لئے
 مصنف صاحب نے طلبہ کو گرم قدم کرنا چاہا ہے۔ کتاب وفاء الوفا کے صفحہ (۹۴) مندرج
 بلکہ دوم سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ قبر سیدہ کے مختلف مقامات پر کیوں لغات بنائے
 گئے تھے۔ مصنف کتاب تذکرہ تحریر فرماتے ہیں کہ دو وجہ سے جناب فاطمہ علیہا السلام کے
 مرت و مبارک کا بیچ چہ چلا ایک یہ کہ اُس زمانہ میں قبروں پر عمارت بنانے کا دستور نہ تھا
 دوم یہ کہ حکام وقت کو قائدان نبوی سے خصوصیت کے ساتھ عداوت تھی جس کا سلسلہ
 مدت ستادہ تک رہا چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے کہ سیدہ بھری میں متوکل نے (زیرج)
 کو مار کیا کہ قبر حسین کھود کر زمین کو برابر کر دے۔ جو لوگ کہ اس کے زیر حکم تھے وہ خوف
 تھی سے اس بے ادبی کی جرات نہ کر سکے سبھوں نے انکار کر دیا کہ ہم سبط رسول کے فرار
 سازک پر حملہ نہ کریں گے آخر کار خود (زیرج) بھاؤ الیکر اوٹھا اور مقام محمد تک کھودا
 مگر کچھ نہ پایا۔ صاحب وفاء الوفا نے جو وجہ نسبت متعلق باشتغائے مرقہ لکھے ہیں ان میں
 اولی نہایت ضعیف ہے کیونکہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اُس زمانہ میں قبر و تبرعات نہ بناتے
 کا دستور نہ تھا اس لئے مرقہ سیدہ غیر معروف رہا تو ہم یہی تقریر لازم آیا کہ متوفی
 زمانہ قدیم سے ایکس کی قبر کا پتہ نہ ملتا۔ سبب یہ کہ وہ مسعودی اور حنفیہ فقہین باوشتا
 کون و مکان کی اگلو قی اور نہایت ذی عزت و شایا تھے۔ نہایت تعجب ہے کہ محض چار
 اینٹوں کے جوڑے جاننے سے ان کی قبر کا صحیح پتہ معلوم نہ کیا گیا اور نہ یارت
 کے لئے اور دھارے مارے پھر سکے۔ یہ سبب اول غلط فہمی زیر کردہ ہم صحیح قرار
 پایا اور وہ یہ کہ حکام وقت کو قائدان نبوت سے عداوت تھی جس کا سلسلہ مدت تک
 جاری رہا تا ایک مرقہ سیدہ الشہداء کے کھودنے پر یاد کر کے کی نویت تھی صاحب وفاء الوفا
 کا سبب دوم کو وارد کرنے سے بظاہر یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ قبر سیدہ کی نسبت
 بھی بوجہ مخالفت حکام وقت زابو کر و غیر ہی احتمال تھا کہ معاندین کہیں کچھ بے ادبی
 نہ کریں۔ صاحب وفاء الوفا نے بات کو دوبارہ کر زبان فلم سے نکال دیا تو لکھا کہ اسوقت کے حکام
 کو قائدان نبوت سے عداوت تھی اور ان کے خوف سے ایسا کیا گیا تھا۔ مگر پاس مذہب سے

اس بات کے ظاہر کرنے سے اُس کے قلم کو روک دیا کہ حضرت امیر نے کس کے خوف سے چند حکمرانوں کو قتل کیا تھا۔ اس واقعہ کو بھارا لالہ نور کا کتاب خیمہ میں بصرحت لکھا ہے کتاب موصوفہ مطبوعہ طہران کی جلد دوم میں صفحہ ۲۹۰ جو عربی عبارت ہی اُس کا اردو یہ ہے (محمد بن ہمام روایت کرتے ہیں کہ سر ماہ جمادی الثانی ۷۱۱ سال کی عمر میں جناب سیدہ نے فتنہ کی بجائے امام حسین و زینب و ام کلثوم و فاطمہ کثیرہ و اسماء بنت عیس کوئی شریک جنازہ نہ ہوا و رضہ رسول میں دفن کی گئیں صبح کو دیکھا تو میت البقیع میں چالیس قبریں موجود ہیں جب سلمان مطلق بنوا نکو افسوس ہوا کہ رسول صلعم نے صرف ایک دختر چھوڑی تھی وہ بھی ایسی صورت میں دفن ہوئی۔ حاضرین نے کہا کہ مسلمانوں کی عورتوں کو بلایا کہ وہ قبر کو کھودیں اور مردہ کو نکال کر اوس پر نماز پڑھیں حضرت امیر نے یہ خبر سن کر زہرہ زیب بدن فرمائی اور ذوالفقار پر تکیہ کر کے کھڑے ہوئے یہ ہیئت دیکھ کر ایک شوریر پا ہو گیا اپنے فرمایا کہ اگر کسی نے قبر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو پتھر تلوار وقت پیام نہوگی حضرت عمر نے فرمایا کہ ہم ضرور بیش قبر کے نماز پڑھیں گے مگر یکو برأت نہ ہوئی سب ناکام واپس ہو گئے۔ طلباء علی گڑھ ان واقعہ کو ملاحظہ فرما کر تعجب نہ فرمائیں۔ جب زمانہ کسی خاندان سے مخالفت کرتا ہے۔ وہاں ایسی ہی مکروہ باتیں پیش آیا کرتی ہیں۔ بخت پاک علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو واقعات ہیں انہ واقعات پیش آئے وہ طالب علم کو دکھلاتا ہوں اُس کے معائنہ سے سمجھ جائیگے کہ بے شمار مسلمانوں نے اپنے پیشوا اور اُس کے خاندان کے ساتھ وہ عمل کیا جسکی ثابت کہہ سکتے ہیں کہ۔ بیچ کا فرنگستان پنج مسلمان کروند۔ اول نمبر پر میر دارالائمہ خمسہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنکی قبر کھودنے کے لئے کوئی گورکن تک نہ ملا تمام خدمات دفن و کفن و ارٹان میت یعنی اہل میت نے پوری کیں۔ اصحاب باصفا سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے الکشن کو انجام دے رہے تھے مختل بحث اس کے متعلق اوپر کی گئی ہے (دوسرے نمبر پر سیدہ خنیں اُنکی یہ حالت ہوئی کہ رات کو سختی طریقہ سے اس طرح دفن کی گئیں کہ کسی کو قبر کا پتہ نہ ملا۔ تیسرے حضرت امیر ہیں جنکی قبر خوف بنی امیہ و خوارج و عہدہ دارلنگ غیر معلوم

رہی۔ جو تھے امام حسین علیہ السلام ہیں اٹھا جنازہ جب روضہ رسول میں دفن کرنے کے
 لئے لایا گیا۔ حضرت عائشہ مانع آئیں اور یہ تقویت مرواں تیروں سے میت پھٹنی کی گئی
 دیکھو رسالہ واقعات عائشہ مولفہ حقیر۔ پانچوں امام حسین علیہ السلام میں اونکے فرار مبارک
 کے ساتھ جو عمل کیا گیا تحریر صدر سے ظاہر ہے سبحان اللہ جس قرن کو انجانی نمبر دیکر مصنف
 نے اوصاف حمیدہ سے متصف فرمایا ہے اُس قرن کے کیا ہی ایماندار مسلمان تھے جنگ
 خوف سے قبر میں مردے بھی آرام نہ کر سکتے تھے۔ اب حضرات طلباء اطراف نظر دوڑائیں
 جن سے زمانہ کونسا عدت تھی اور جو کہ کسیت حکومت کی بجاہم دونوں ہاتھوں سے گاتھے
 ہوئے تھے وہ حضرت ابوبکر و عمر تھے جب یہ بزرگوار نہضت فرمائے ملک عدم ہوئے تو
 رسول پاک کے برابر دفن کئے گئے۔ کیا غضب ہے کہ بیٹی باپ کے پاس دفن نہواور وہ
 نواسہ جھکے رسول مقبول ناقہ بنتے تھے نانا کے روضہ میں دفن کرنے سے روکا جائے
 اور نانی نواسہ کے جنازہ پر تیروں کا سہیر سوائے۔ حضرات اہل سنت کو اسپر پڑاناز
 ہے کہ شیخین کرام ایسے برگزیدہ باری اور حضور انور کے سچے دوست تھے کہ مرنے پر
 بھی بخوار مصطفویٰ کو نہ چھوڑا جیسے دنیا میں ساتھ تھے ویسے ہی قیامت تک ساتھ
 رہیں گے۔ واضح رہے ارباب دانش ہو کہ جس شخص کے ہاتھ میں عمان حکومت ہوتی
 ہے وہ بزور تسلط جو چاہتا ہے کر لیتا ہے۔ شیخین ملک اسلام کے بادشاہ تھے۔ ہر طرح کے
 اختیارات اُنکو حاصل تھے تمام مخالفین اہل بیت انہر ولدادہ تھے حضرت عائشہ و حفصہ
 و خیران بنحین و ابرواج نبی اندرونی و بیرونی مہمات پر پورا اقتدار رکھتی تھیں روضہ
 رسول پر ایاکانہ تصرف اُنکو حاصل تھا بیگمات موصوفہ بالا کے پدران بزرگوار جب عام
 عالم تقابہ ہوئے مضطرب تھے روضہ حضور کو بلا شراکت غیر سے اپنا ملوکہ و مقبوضہ سمجھ کر شوفان
 کو دفن کر دیا۔ حضرات اہل سنت جو فقرہ بیان فرمایا کرتے ہیں کہ شیخین ایسے برگزیدہ باری اور
 ناشق ہوں تھے کہ مرنے پر بھی جو ارجمت کو نہ چھوڑا رحمتہ اللعالمین کے پہلو میں دفن ہو کر
 اُنکو ماننا پڑ گیا کہ حضرت سیدہ و امام حسن سے رسول پاک کو معاذ اللہ اسدرجہ کہ اس
 خاطر ہی کہ دونوں کا اپنے پاس دفن ہونا گوارہ نہ کیا بیٹی کی تو یہ حالت ہونی کہ اُنکا خدشا

صحیح طور پر آج تک شخص نہیں ہوا ان واسطے کی یہ گت ہوئی کہ امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی
 کا جنازہ لیکر جب روضہ رسول کی طرف متوجہ ہوئے تو عاتش صاحبہ جنگی لباس اور
 آلات حربی سے آراستہ ہو کر جسے برسرِ میدان نہ ہوئیں کہ میت پر تیر و تکی بارش
 کرادی۔ اگر تخمین کرے کہ رسول پاک کی باطنی قوت نے کچھ کھینچ کر اپنے پاس بلایا تھا
 اور شیخین بوجہ محبت صادق ہونے کے مقدنا ایسی اثر سے روضہ مبارک میں حجاب
 ہو گئے تھے تو بے تکلف کہنا پڑے گا کہ آنحضرت و خلفاء میں جو قلوب و افتاد تھا ہی اور نور
 پر اس کی پرچھائیں بھی نہ پڑی تھی میں خیال کرتا ہوں کہ علی گڑھ کا کچ کا فیض یافتہ کوئی
 طالب علم البتہ دلہ نہ ہو گا جو کہ شیخین کو بمقابلہ سیدہ منعمہ حسن مجتبیٰ علیہ السلام
 آنحضرت کی محبت میں اعلیٰ نمبر پر سمجھنے والا ہو۔ یاد رکھو قربت مدفن بلایا تو صحیح کبھی
 فائدہ رساں نہیں ہو سکتی بغیر واسطہ راہ کو رستہ ان میں اکثر ہم پہلو دیکھے گئے ہیں جو منافق
 کہ آنحضرت کے ساتھ سفر و حضر میں رہے ہماروں میں شرکت کی مال غنیمت سے حقد پایا
 ایک دستہ زحوان پر کھانا کھایا یا ہسم پر شہ و تناسب بھی ہوا انکی محبت شبانہ روزی
 نے کیا فائدہ دیا۔ جبکہ منافقین و قرائین کو حضور پر نور کی زندگانی میں شرف حضور
 نے سوا سے اڑیں کہ یا ایہا الرسول جاہلنا فاقین الکفار کوئی عمدہ ثمر نہ دیا تو پس
 مردن اگر زور و حکومت و تقویت جماعت کوئی منافق آنحضرت کے جواریں دفن ہو گیا ہو
 تو اس سے کیا نفع و آخرت پیدا ہو سکتا ہے۔ مجرد فصیح رسول ہونا (ہم پہلو دفن ہونا) حضرت
 کے لئے کارآمد نہیں ہو سکتا۔ اگر ان کا خاتمہ بخیر ہوا اور کفن و دفن کچھ بھی ہو بلکہ میں کہتے
 اسکو کھاجائیں تب بھی اسے جہنم ہونے میں شک کرنا داخل گنہ ہے ہم دور کیوں جائیں
 حضرت عثمان کے حال زار پر نظر ڈرائیں اصحاب رسول نے جو کہ عند الیہ رباب عابدوں
 سے تھے اتفاق و اجماع کر کے موصوف اللہ کو قتل کر ڈالا ناز جنازہ نہ پڑھی قبر علیہ پر
 انکے لاش کو ڈال دیا وہ قدس جسم تین دن تک جس درخشاں اور گندگی کے نیچے دبا رہا
 جھنگن آئی اور تمام محلہ کے مسلمانوں کا گوہ۔ بدن اظہر پڑا ل گئی۔ چونکہ کتوں کا کام جیفہ
 خوری ہے شری گلی چیتوں کا کھانا و تکی عابوت ہے لہذا یہ روایت احمد اعظم کوئی راجح

ہو کہ اہل سنت کا پُرانا مورخ ہے ایک ٹانگ کتے کھا گئے جب قاتلوں کا جمع فرو
 ہو گیا تو غلامانِ عثمان دہوا خواہانِ مرواں نے۔ گورستانِ یو دیں بلاتر کھوڑ کر رکھے
 میں اُس پیشوا سے مولوی شبلی کو ایک ٹنگہ دفن کر دیا۔ اگر بلوایانِ مصر کی شور و شش کا
 خوف نہ ہوتا تو انکا جسدِ اطہر بھی مثلِ شیخینِ حواریہ میں سپردِ زمین کیا جاتا۔ چونکہ یہ
 گورستانِ یو دیں خلیفہ ثالث کا دفن ہونا لکھا ہوا شاید اُن کے معتقدین کو اس کا باور
 نہ ہو۔ لہذا حسن نظامی صاحب دہلوی کی کتابِ محرم نامہ کو جو کہ درویشِ پریس دہلی میں
 طبع ہوئی ہے اُس کے صفحہ ۶۶ سطر ۱ کو دیکھیں انشاء اللہ یہ مصنون وقفِ نظر ہو گا کہ سلطان
 نے مقبرہ اہلِ اسلام میں خلیفہ کو دفن ہونے دیا بالآخر قبرِ یو دیں کا ڈنٹے گئے۔ اگر شیخین
 کو قربتِ دفن سے کوئی تفصیلت حاصل ہوئی ہے تو حضرت عثمان کی تھیں مرثیہ ہوتی
 ہے کہ رسولِ صلعم نے انکو اپنے پاس نہ بلایا یہودیوں کے پاس ڈلوادیا۔ خلاصہ
 کلام یہ ہے کہ شیخین کا آنحضرت کے پاس دفن ہونا بزورِ حکومت ہوا ہے یہ نہیں ہو
 کر آنحضرت نے دونوں بزرگوں کو اپنا یا رجا ہی سمجھ کر کششِ باطنی سے اپنی طرف
 کھینچ لیا ہے۔ جو لوگ ایسا خیال رکھتے ہیں اونکو تسلیم کرنا چاہئے کہ حضرت سیدہ و امام
 حسن و عثمان غنی سے حضرت کو مطلق اُنس نہ تھا اگر ہوتا تو یہ بزرگوار بھی تاقیامت ہم پہلو
 مصطفویٰ استراحت فرما ہوتے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور بلا خوفِ اعادہ
 پھر کہتا ہوں کہ باعثِ مغفرتِ ایمان ہے نہ کہ کسی بزرگِ مذہب کی زندگی میں اُس کی
 مصاحبت کرنا یا کہ پسِ مردن اُس کے پاس دفن ہو جانا۔ اگر حضراتِ شیخین ایمانِ صحیح کے
 لباس سے آراستہ ہو کر قدمِ رنجہ فرمائے ملکِ عدم ہوئے ہیں تو ہر حال میں قابلِ
 دخولِ جنت سمجھے جاسکتے ہیں۔ اگر وہ نبی کے فرارِ اقدس میں دفن بھی نہ ہوتے اور مثل
 عثمانِ یو دیں محسوس کے مقابر میں پھینک دیئے جاتے اور اونکی چاروں ٹانگیں کٹتے
 ہو کر ٹوکھا جاتے اور تمام دنیا کے بھنگی جمع ہو کر کفار و مشرکین کے گوہ سے اُن کے
 احسامِ مبارک کو تھر تھڑ کر دیتے تب بھی کوئی نقصانِ آخرت نہ تھا جیسا کہ انھیں مکر وہ
 صودہ دل کے پیش آنے سے حضرت عثمان کو کوئی ضرر نہ ہوا بلکہ شہیدِ اسلام کہے گئے

خلاصہ کلام یہ کہ حکومت آپ جو چاہتا ہی کر سکتا ہے کہ جب کفار کے زیر اثر تھا کیسے بڑے بت اس میں رکھے ہوئے تھے۔ مسجد نبوی میں گھوڑے بندھے گئے لوٹے۔ خانہ خدا کی چھت پر بیٹھ کر لوگوں نے شراب کی پالیاں اڑائیں اور سینے اُترارے کے سلاطین قتل تھے بیت اللہ میں جا رہے قانم کر دئے گئے کہا جاتا ہے کہ ہر چار امام فیض یافتہ خاندان نبوت تھے اور امام اعظم کے سر پر تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شاگردی کا مرجع تاج رکھا ہوا بتلاتے ہیں تعجب ہے کہ اونی شاگردوں کے مصلے تو کعبہ میں قائم کئے جائیں اور اسلوب کا کوئی نام بھی نہ لے۔ خوب سے چلکر ہندوستان میں ٹپکتے ہوئے آئے شاہان ہند سنے جمیر شریف وغیرہ میں اپنے پیروں کے کیسے فرار بنائے اور کتنے دیہات مصارف خالقہ کے لئے معاف فرمائے عقلا کو چاہئے کہ جو انبوی میں دفن شیخین سے گردن افزا شستہ نہ ہوں بلکہ سمجھ لیوں کہ یہ اثر انکی حکومت کا تھا۔ جہانک ہو سکے اس بات پر محققانہ نظر ڈالیں کہ وہ پشتارہ ایمان کمر پر لا کر رسول پاک کے ہم سایہ بنے ہیں یا دوسرا لباس زیب بدن فرما کر ہم پہلو سے آنحضرت ہو گئے ہیں۔ میں اوراق ابتدائی میں لکھ چکا ہوں کہ حضرات اہل سنت آج تک اُن مضامین کو باطل نہیں کر سکے جو کہ ثبت نفاق شیخین دنیا میں شائع ہو رہے ہیں۔ صنف باتیں کو لازم تھا کہ پہلے اُن رسائل کو جو کہ کذب و غدر و خیانت و نفاق شیخین کے متعلق لکھے گئے ہیں باطل کر کے طلبا کو دکھلاتے کہ دیکھو ہمارے پیشوایان دین کا جو بے ایمان ہو کر دنیا سے بہتر اوتھنا دکھلایا گیا ہے ہم نے ان وجوہ شافیہ سے اسکو رد کر دیا ہے نراں بعد انکی سیرت شائع فرماتے تو پورا اثر ہوتا۔ حقیر نے صفحات اول میں صحیح مسلم و مشکوٰۃ شریف سے ثابت کیا ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت نے قتال کو دیکھا اُسوقت آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر تھے۔ حضور نے فرمایا کہ اے قتال تو کس کس شخص کو اپنے پاس دیکھتا ہے اُس نے جواب دیا کہ میرے سامنے اسوقت دو چھوٹے اوسا ایک بچا ہے۔ یا یہ کہ ایک ایماندار اور دو بے ایمان۔ طلباء رزی ہوش نے ملاحظہ فرمایا کہ زندگانی میں آنحضرت کی صحبت و مصاحبت و کجائی نے شیخین کو کیا فائدہ پہنچایا۔ مسلمانوں کا گویا یہ مذہب ہے کہ کتب انبیاء سابقین میں آنحضرت کی بشارت دی گئی ہے

اس واقعہ علامت کا نشان دیا گیا ہے کہ سوائے آنحضرت کے دوسرے پروردگار عالم
سیدہ نہیں ہو سکتے ہابیل بائبل بائبل میں لکھا ہے یسایہ باب ۵۴ آیت ۴ کو ملاحظہ فرمائیے
اور انشاء اللہ یہ مضمون نظر آئے گا (اُسے اپنی قبر تیروں کے ساتھ بنائی) طلباء علی گڑھ حضرت

نصاری سے جو کہ کالج میں ملازم ہیں دریافت فرمائیں کہ اس قبر کا علاقہ کس سے ہے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تو وہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ مرگ سچ کے قائل نہیں۔ علی ہذا
مسلمانو کا مذہب بھی یہی ہے کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے غرض کہ یہ جو جناب عیسیٰ علیہ السلام پر
کسی طرح منطبق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ منو عالم پر انکی قبر اتفاق اہل اسلام و حضرات نصاریٰ
نہیں ہے پھر یہ کون ہرگز ہے جسکی قبر کے چاروں طرف شریکوں مدفون ہیں جب تک عقل پرست
کسی شخص کا پتہ نہ بتلائیں گے اور انشاء اللہ تاقیامت نہ بتلا سکیں گے۔ ہم تو یہی کہہ چاہیں گے
کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے بطون کا نقشہ کھینچ کر وہاں نے دکھلایا تھا۔

اے غضب جن قرون ابتدائی میں جو جن سلاطین جن جگہ سیدہ کی قبر بنائی گئی حضرت امیر
علیہ السلام کا دین تھا وہی کتاب فرار تھا جس چشم خلافت سے پوشیدہ رہا۔ امام حسن کے جنازہ پر تیر
پھنکوائے گئے اُس زمانہ کو ضعف روشن دماغ بہترین اوقات تجویز فرماتے ہیں اور جو مسلمان
اُس وقت موجود تھے انکو اسلام اصلی کی خوبصورت تصویر ظاہر کرتے ہیں۔ کیوں طلباء اعلیٰ
خیال آپ نے معلوم فرمایا کہ قرن اول کے اکثر حضرات اور بالخصوص وہ بزرگوار جن کی
سیرت پر عمل کرنے کے لئے آپ کو آواز دیا گیا ہے کیسے خوش کردار رہے کہ انکے خوف سے

نبی کی بیٹی کا مرقہ مستقل طور پر ظاہر نہ ہو سکا اسی سلسلہ میں حضرات طلباء برہم بھی ظاہر ہو گیا
کہ ان کے مذہبی پیشوا یعنی علماء دین کیسے راست بیان ہیں کہ کبھی کسی واقعہ کو صحیح طور پر
بیان نہیں کرتے جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے اصلیت کو الٹ پلٹ کر دیتے ہیں اور علماء اقصیہ
ایسے باوریا ت ہیں کہ حقیقت ظاہر کو بیان کر دیتے ہیں دیکھو مزار حیرت و بلوی کا یہ جملہ
متذکرہ بالا (علماء شیعہ نے بحث خلافت میں ایسی لاجواب کتابیں لکھیں کہ جنکو دیکھ کر
بے نقاب مورخ داؤد پیر آواز ہو جائیگا چودہ سو برس سے واقعات صحیحہ
پر جو پرے پرے تھے انکو علماء شیعہ نے تحقیقات بلج کر کے اٹھادیا) کلج

علی گڑھ اور دیگر اسلامی درس گاہوں کے طلباء براہ فواز میں توجہ فرمائیں کہ وہ
 کون علماء تھے جنہوں نے بھی باتوں کا چھپا نامہ نظر کر کے ایسے سیاہ پردے والے
 تھے کہ کسی کو راہ صواب نہ ملی سب ظلماتِ نیرانی میں سرگرداں و پریشاں رہے۔ اگر
 خلافتِ طہیبت نہ تو حضراتِ طلباء علماءِ شیعہ کا شکر یہ ادا کریں جنہوں نے لاجواب کتابیں
 لکھ کر ادوی ایمان کی گم گشتگانِ راہ صواب کو سیر کرائی ہے۔ ذی فہم طالبِ علموں کو
 لازم ہے کہ ایسے علماء کے کہنے میں ہرگز نہ آئیں جنہوں نے کذب نویسی و خلافِ بیانی کو اپنا
 شعار تجویز کیا ہے بلکہ سہولت طلباء اُن علماء بدرہا کتہہِ خلافِ حق کا حلیہ بھی بتلایا جاتا
 ہے جو کہ جھوٹی باتیں لکھ کر مخلوقاتِ الٰہی کو برباد کرتے رہتے ہیں جس شخص کی نئی دواڑھی
 اونچا پا جامہ بایں ہاتھ میں کاٹھکی تسبیح اور دہن ہاتھ میں استخانی کھانے کا وسیلہ
 ہوا سکی نسبت خیال کر لو کہ واقعاتِ صحیح کو الٹ کر بیان کرنا ان کا عینِ ایمان ہے۔ اہلِ حق
 طلباء آپ نے صفحاتِ ابتدائی میں ملاحظہ فرمایا ہے کہ بطرفداری حضرت ابو بکر شاہ عبدالغفر رحمہ
 نے تحریر فرمایا کہ حضورِ مجاہد پر جو پنجاب سیدہ وصیت واقع ہوئی تھی وہ کسی ناراضگی سے
 نہ تھی بلکہ بے نقضی و حیاء و نسوانی پردہ داری سے حضرت امیر کو کہا گیا تھا کہ ابو بکر کو نہ آنے دینا
 خلیل احمد صاحب نے بحث وراثت کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ فاطمہ علیہ السلام نے دعویٰ
 فدک نفسانیت سے کیا تھا اور غلطی کرنے میں ترازو سے انصاف کا پیمانہ کی طرف نہایت بھاری
 بھاری تھا۔ محمد قاسم صاحب نانوتوی کا ارشاد ہے کہ غنیمت سیدہ ابو بکر کے لئے مسرتِ رسالہ
 نہ تھا۔ محمد انیس سہ ماہِ نبوی نے بیان کیا ہے کہ۔ جنفلو از ردگی غیر سببِ راسخ علاج (یعنی
 جنابِ معصومہ نے ابو بکر پر بھی طو پر غصہ کیا تھا۔ نو حکم جس عالم کو قوتِ علمی نے ہر کتاب
 مددی تھی خلفاء کی برات کے لئے دلائل قائم کر کے ہر جرم سے اونکو بچایا اور اہل بیت کو
 ملزم ٹھہرایا ہے یہ وہی سیاہ پردے ہیں جو کہ بقول عزاجرت تیرہ سو برس سے
 چشمِ خلافت پر پڑے چھتے آتے تھے اور بالآخر علماءِ شیعہ نے انکو اوجھڑا کر کوہِ باطن کو روشن
 چشم بنا دیا اُسے سلسلوں کے ہونہار چو تم پر نئی روشنی کا اثر پڑا ہے لازم ہے کہ اُن علماء
 جسے کنارہ کش ہو جو کہ غلطیوں کے جال میں تیرہ سو برس سے غلامی کو بچا ہستے رہے ہیں

سنت سیرت الصدیق نے آپ صابو نمکوا ایسے بزرگ اسلام کی سیرت پر چلانا چاہا ہے جسے تحت خلافت پر قدم رکھتے ہی کتاب اللہ سے مخالفت کی نبی کی بیٹی کو ترکہ بدری سے محروم کر کے اسلامی دنیا میں ایسی ہل چل مچا دی کہ جسکے چکولوں نے اعضاء اسلام کو محض کر کے بیکار بنادیا۔ حضرت سیدہ خلیفہ اول کے باہم نزاع وراثت میں جو واقعات پیش آئے تھے رسالہ ہذا کے حصہ ثانی میں انکا ذکر سیدہ خلیفہ اول سے آچکا ہے۔ ضرورت موقع پر نظر رکھئے کچھ اور واقعات حوالہ تسلیم کئے جاتے ہیں تاکہ طلباء علیحدہ سمجھ لیں کہ حضرت ابو بکر کس مرتبہ کے بزرگ شخص تھے واقعہ اصلی یہ ہے کہ حقیر نے کتاب دلیل المتحرین میں کتب اس سنت سے ثابت کر دیا ہے کہ فذک بقول بعض جہاد چند درخت خرما تک محدود تھا بلکہ وہ ایک علاقہ تھا جسکی آمدنی سو لاکھ سالانہ تھی جبکہ حضرت ابو بکر شکر سسر پر خلافت ہوئے تو پہلی مخالفت قضیہ محبت میں خاندان نبوت سے ہوئی۔ یہاں تک طویل ہوا کہ جناب سیدہ کے گھر کا جلا دینا بجرم عدم بیعت مرتضوی خلیفہ اول کو آسان معلوم ہوا انکی جانب سے جو زیادتی اسبات میں مضمومہ پر ہوئی اُس کا ذکر بحوالہ کتب اول کیا گیا ہے۔ مگر چونکہ یہ معاملہ بہت نازک اور سرگرم الارار ہے۔ کیونکہ ایک طرف حضرت ابو بکر ہیں اور دوسری جانب جناب سیدہ و حضرت امیر و تمام نبی ہاشم نظر بریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طلباء علیحدہ دیکر طالبان شکوہ معاملہ فذک کی حقیقت واقعی سے آگاہ کر دیا جائے۔ جبکہ حضرت ابو بکر و عمر مملکت خلافت سے فراغت پا چکے اور انکی حکومت بلا وعدہ و وعظہ مستقل ہو گئی تہا امیر وزیر میں شورہ ہوا کہ اہل بیت رسول سے کسی نے اسوقت تک بیعت نہیں کی بجز نہیں کہ کبھی نتیجہ خلاف مراد پیدا ہو۔ علاقہ فذک کو اُن سے لے لیا جائے اگر یہ کثیر آمدنی اُن کے زیر تصرف رہی تو ممکن ہے کہ خلافت اُن سے فائدہ اٹھا کر پوست ہو جائے۔ خلیفہ اول نے منوال تجریر کر کے علاقہ مذکور پر بھیج دیا۔ اُس نے گارندہ سیدہ کو مدخل کر کے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ مضمومہ نے خبر ضبطی سے مطلع ہو کر خلافت آپ سے دور کر پائے قبضہ ناجائز کی برہنہ خواہش کی۔ خلیفہ صاحب نے بہہ کونا مانا اور مثل زیر تجویر سے خارج کر کے داخل دفتر کر دی۔ ناں بعد وراثت کی بحث چھڑ گئی۔ اسپر حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ

مجھ سے کہہ گئے کہ گروہ انبیاء کا نہ کوئی وارث ہوتا ہے نہ وہ کسی کے وارث ہوتے ہیں
 انبیاء جو چھوڑ جائیں وہ ان کے ورثہ کے لئے ناجائز ہے اور صالحین اور ہم نشین لوگوں
 کے لئے تعمیر اور سے زیادہ صریح الھم ہے۔ رسالہ ہذا کے ابتدائی حصہ میں مقدمہ بہت
 کے متعلق مختصر مگر فیصلہ کن و اطمینان بخش بحث ہو چکی ہے۔ حاجت اعادہ نہ تھی لیکن اس سبب
 طلباء ذی فہم کے اذہان عالی پر صورت واقعہ حالی کر کے لیس کیا جاتا ہے کہ براہ کرم قانون
 الٰہی یعنی کلام مجید کو سامنے رکھ کر فیصلہ صادر فرمائیے کہ حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم
 کس حد تک پہنچی تھی۔ طلباء اعلیٰ کو کھوجا جس جہی سے آراستہ ہو کر جناب موریہ نظر آنا
 ضروری ہے۔ اول یہ کہ انبیاء ماسبق کے ورثہ کے لئے اپنے موروثوں کے متروکات سے
 کچھ پایا ہے یا کہ مثل سیدہ وہ بھی محروم کے گئے ہیں۔ دوم یہ کہ کلام پاک میں پر ولاد
 کو ترکہ پدیری کا وارث قرار دیا گیا ہے یا کہ اولاد انبیاء اس حکم سے مستثنیٰ کی گئی ہے۔
 (آمر اول اولاد انبیاء نے اپنے نزدیکوں کے ترکہ سے کچھ پایا ہے)

بقول حضرت ابو بکر آنحضرت نے فرمایا تھا۔ نحن معاشر الانبیاء لا نترک وارثاً
 یعنی ہم گروہ انبیاء کسی کے مال کے مالک ہوتے ہیں نہ کوئی ہم انبیاء کے مال کا وارث
 ہوتا ہے۔ اندریں صورت لازم آیا کہ ہم کتب انبیاء سابقین پر نظر ڈال کر معلوم کریں کہ انبیاء
 بنی اسرائیل متروکات پدیری سے مستفید ہوئے ہیں یا کہ ان کے باپ دادا کا مال بھی اسی
 طرح مصاحبین نے نوش جاں فرمایا جہیز کہ ہمارے حضور صلعم کا بیعت نام مرزا پر مشتمل
 کتاب توراۃ طبع ہوئی ہے اس کے صفحہ ۱۶ پر کتاب پیدائش باب ۵ کے تحت میں آیت ۱۵
 کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب باری سے عرض کیا کہ دیکھ
 تو نے مجھ کو فرزند دیا۔ اب خانہ زاد میرے مالی کا وارث ہو گا اس وقت خدا نے ابراہیم
 کو اطمینان دیدیا کہ یہ تیرا مال نہ پائیگا بلکہ وہی اس دولت پر تصرف ہو گا جو کہ تیرے مطالب سے
 پیدا ہو۔ نسخہ باب ۲۱ آیت ۱۰ میں ہے۔ سارہ نے دیکھا کہ باجہ مصری کا بیٹا جس کو وہ
 ابراہیم صبری تھی جسے ملتا ہے۔ اس وقت سارہ نے ابراہیم سے کہا کہ اس بچہ کو مع اس کی
 والدہ کے نکال دے ورنہ میرے بیٹے اس بچہ کے ساتھ تیرے متروکات پر قابض ہو گا

باب ۲۷ آیات ۱۰-۱۱ حضرت یعقوب نے یوسف سے کہا کہ تیری اولاد بیکر مال کی
 بارگاہ دار ہوگی۔ صفحہ ۶۷-آیت ۲۷-۲۸ کا یہ مضمون ہے۔ اسرائیل نے یوسف کے کامیاب
 تواب و ثوابوں لیکن خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور تم کو تمہارے باپ دادا کی زمین پر بھیج
 لیا جائیگا۔ تیرے بھائیوں سے زیادہ بیٹے تجھ کو ایک حصہ دیا ہے۔ جو زمین کہ تجھ کو حصہ سے
 زیادہ دیگی۔ میں نے بزرگ مشہور کسان اور بیوں سے حاصل کی تھی صفحہ ۲۱۲ پر کتاب کنتی
 باب ۲۷ میں آیت ۱۰ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل سے کہہ کہ اگر کوئی مرد مر جائے
 اور اولاد نہ رہے نہ رکھتا ہو تو اس کا ترکہ بیٹی کو ملے گا۔ آیت ۱۱ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کی
 بیٹی ہو اور اولاد و وفات پائے تو بھائی اُس کے ورثہ دار ہونگے۔ آیت ۱۰ ایسے جو اگر کسی کے
 بھائی نہ ہوں تو متوفی کا باپ کے بھائی اُس کے ترکہ کے مالک ہونگے۔ گیارہویں آیت یہ بتلاتی ہے
 کہ اگر باپ کے بھی بھائی نہ ہوں تو خاندان کے اہل قرابت سے جو قریب ہو وہ مالک قرار پائے گا
 اور یہ کہ بنی اسرائیل کے لئے فرض کر دیا گیا ہے۔ طلباء و نظریہ اندازی سے باہر صنف مذہب و دیکھیں کہ
 تورات سے جس کے کتاب آسمانی کی شہادت قرآن میں موجود ہے یا و از بلند یہ خدا آ رہی ہے
 کہ ہر غی کی اولاد اپنے مورث کے اموال سے بہرہ یاب ہوئی جیسا کہ حضرت ابراہیم کی میراث
 اُن کے فرزند کو ملی۔ علیٰ ہذا حضرت یوسف نے یعقوب علیہ السلام سے ورثہ پایا یا بلکہ حصہ سے
 زیادہ اُن کے باپے دیا۔ اور یہ قانون حضرت موسیٰ نے ایسا متقل بنی اسرائیل کے حوالہ کیا کہ فرما
 انبیاء تمہیں وراثت حسب احوال بالاموتی رہی۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہاں پہلے کے سامنے وراثت
 سخن براثر انبیاء پیش کی تھی اوس کا کلیں کا ثاب و حیلہ ہو گیا۔ تعجب ہے کہ تورات شریف
 متروکات انبیاء میں اجراء وراثت کی خبر دے اور آنحضرت خلافت کتب سماوی ابو بکر
 صاحب کے کان میں یہ کہدیوں کہ ہم گردہ انبیاء میں وراثت کا نام لینا جرم ہے۔ سوا سے
 ازین آیات مندرجہ بالا سے ایک اور مسئلہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کتاب کنتی کے باب ۲ کی آیتوں
 آیت کا یہ مضمون ہے کہ اگر کسی کے بیٹا نہ ہوں اور صرف دختر رکھتا ہوں تو کل ترکہ بیٹی کو ملے گا
 مگر حضرات اہل سنت فرماتے ہیں کہ بیٹی کو تمام ترکہ پہنچے گا۔ اسکو ادا دیا جائیگا۔ اور نصف
 دوم میں یہ نصیر شریک کے ہاں ملے گا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد دولت میں ایسا دینا

کر کے سیدہ کے ساتھ حضرت عباسؓ علم رسول محمدؐ کو نصفی کا شراب قرار دیا محتاج کی خبر
 نہ قرآن میں ہے نہ دیگر کتب آسمانی میں۔ حضرت عمرؓ تو قانون خداوندی کو توڑ کر چلے
 گئے مگر تعصب کا جھگڑا برابر جاری ہے۔ عدالتوں میں ہزار ہا مقدمات ایسے پائے
 جائیں گے جہاں بیٹی کے ساتھ عصبہ ضرور برسرِ قماش ہونگے۔ سیدہ کا وراثت
 مقرری سے محروم ہونا ایسا اثرِ خش ہوگا کہ تقلیدین عمر کی لڑکیاں تاقیام قیامت عصبہ
 کے پنجہ سے نہ چھوٹ سکیں گی۔ جو لڑکیاں مسئلہ تقصیب کی دار و گیم ہیں اکثر ترکِ دیدہ
 سے محروم ہو جاتی ہیں انکے دل سے اس باوقار مسئلہ کی رفعت و ریافت کرنی
 چاہئے۔ پجاری دل ہی دل میں واضح مسئلہ کو کوسس پیٹ کر دم بخود ہو جاتی ہوگی
 اگر انبیاء سابقین میں سلسلہ وراثت جاری نہ ہوتا اور حسب حدیث بیان کر دیا حضرت
 ابو بکرؓ آنحضرتؐ نے یہ فرمایا ہوتا کہ ہر فردہ انبیاء وراثت کے متعلق اپنے مورثوں سے
 نہ کچھ لیتے ہیں نہ ہمارے و نہ انہارے اموال و متروکات سے بہرہ یاب ہوتے ہیں
 تو مفسدین تو ریت نہ کورہ بالا کے بارہ میں طرفداران حضرت ابو بکرؓ کیا حکم لگائیں گے۔
 حضرات طلباء کہ جنایت اتھی معلوم ہو گیا کہ انبیاء سابقین کے وراثہ ہونے پر انہوں
 کے متروکات سے تعلق حاصل کیا ہے۔ اپ پر بیان کیا جاتا ہے کہ خود حضور صلعم نے بھی
 اپنے نم گوں کے مال سے بھیسفہ وراثت فائدہ اٹھایا۔ علامہ علی بن برہان الدین علی
 شافعیؒ کتاب النکاح فی سیرۃ الامین والمامون معروف بہ سیرت حلبیہ جلد اول
 کا صفحہ ۲۷ پر تحریر فرماتے ہیں (قولہ) اسے عبداللہ خدمتہ اجمال و قطعۃ من غنم
 خورث ذالک رسول اللہ من ابی (یعنی حضرت عبداللہؓ پر نورؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 والہ وسلم نے پانچ اونٹ اور ایک گھوڑا درپردہ بکریوں کا چھوڑا تھا۔ وہ سب مال حضرت
 کے تحت قبضہ وراثت آیا تھا۔ کتاب بالا کے اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ ام ایمن حبشیہ بھی متروکات
 حضرت عبداللہؓ سے حضور پر نور کو ملی تھی۔ کتاب استیعاب جلد ۲ کے صفحہ ۲۹ پر ام ایمن
 تذکرہ بالا کے حلق پر عبارت ہے ذکات ام ایمن اسمہا بکتہ و کانت بعبد اللہ بن
 عبدالمطلب و مسارت البی میدونان یعنی ام ایمن کا نام بکتہ تھا جو کہ عبداللہ بن عبدالمطلب

کے ترکہ سے حضرت کو ملی تھی۔ اسی کتاب کے صفحہ ۵۲ پر ہے کہ آنحضرت کو ترکہ پدری سے ایک
 علامہ شیخ ابی القاسم کا نام شقران تھا بعد جنگ بدر اپنے اوسکو آرا کر دیا تھا۔ کتاب
 مذکورہ بالا کی جلد دوم میں صفحہ ۱۰ پر یہی مضمون ہے۔ کتاب اصابع کی جلد سوم میں صفحہ ۲۰۹
 پر بھی شقران و ام ایمن کا آنحضرت کی وراثت میں داخل ہونا لکھا ہے۔ سیرۃ حلبیہ جلد ۳
 صفحہ ۳۲۹ و زوالہ ایجاد ابن القیم جلد اول صفحہ ۳۳ پر ہے کہ حضرت کو ترکہ پدری سے ایک
 تلوار ملی تھی جس کا نام ماثور تھا حضور جب وارد مدینہ طیبہ ہوئے تو وہی تلوار حامل کئے
 ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ جن کی بنائی ہوئی تھی۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ نے خلافت کتب انبیاء
 سابقین و فرقان جمیعہ کی وراثت پر ایسے نزاعے رنگ کی حدیث پیش کی تھی جو کہ کسی طرح خلیفہ
 کتابوں کے حکم پر منطبق نہ ہو سکتی تھی۔ لہذا حضرت سیدہ نے قرآن پاک سے خلیفہ صاحب
 کے سامنے وہ آیت پیش کی جسکو حسب مراثت اور اوراق ابتدائی مناظرہ ملتان کے وقت بلوچا
 محمد صین صاحب بالاولیٰ نے بیان کیا تھا۔ بحد اثبات ہو گیا کہ انبیاء سابقین بلکہ خود
 آنحضرتؐ نے اپنے موروثوں کے ترکہ سے میراث پائی ہے اور کتاب توراہ میں وراثت کو
 پورے طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جو سخن معاشرۃ الانبیاء فرمایا کہ تمام
 نبیوں اور آنحضرتؐ کی ذات اقدس سے سلب میراثت کرنا چاہا اسکا وہ غلط ثابت ہو
 حدیث بنانے کے وقت حضرت ابو بکرؓ سے بڑی فروغداشت ہوئی۔ اگر یہ کہتے کہ حضرت
 صلعم نے مجھ کو آگاہ کر دیا تھا کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے خصائص سے یہ ہر کوئی
 وارث اور بالخصوص فاطمہ میرے متروکات پر متصرف نہ ہوگی تو آج جو کتب سابقین پیش
 کرنے کا کوئی موقع نہ ملتا۔ ہم حضرت ابو بکرؓ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے جملہ
 سخن معاشرۃ الانبیاء فرما کر حدیث کی بے وقاری خود ثابت کر دی۔ بعد از یہ سخاوت شہید
 قسطنطین دوم کی توضیح کے میدان کی جانب منعطف کیجاتی ہے۔

(امروم)

یہ کہ قرآن شریف میں ہر اولاد کو ترکہ پدری کا وارث قرار دیا گیا ہے تاکہ اولاد انبیاء
 حکم سے مستثنیٰ نہ کی گئی ہے۔ قرآن پاک میں چند آیات (مثلاً یہ) اَوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ

لذکر مثل خط الاعدائین اور وراثت سلیمان داؤد و یحییٰ علی من لدنک
ولایت یرثنی و یرث من آل یعقوب) و لکل جہاننا مؤالی الخ) وغیرہ وغیرہ ایسی دوا و
ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر توفیٰ کی جاہداد و مالک اسکے وراثت کی طرف منتقل
ہوتی ہے مولوی محمد حسین صاحب ثالوی نے ہقام ملتان بار خاص و عام میں جو بیان
کیا تھا اس کا ذکر اول کیا گیا ہے صاحب مہر و جہ سے فرمایا تھا کہ انبیاء سے نفی وراثت
کی حدیث بیان کرنے میں ابو بکر بھی سچے تھے اور آئیہ مبارکہ (و لکل جہاننا مؤالی الخ) کے
پیش کرنے میں حضرت سیدہ بھی برسر حق تھیں ابو بکر کے ہاتھ میں حدیث تھی اور
فاطمہ علیہا السلام آیت لے ہوئے تھیں جس میں ہر مورث کے ترکہ سے اسکے وارث کا حصہ پانچ
ہونا ظاہر کیا گیا ہے علاوہ بریں تلامذہ علی متقی کنز العمال میں لکھتے ہیں کہ بصوت حضرت
ابو بکر نے حدیث (نحن معاشر الانبیاء) پیش کی اس موقع پر حضرت امیر نے بوکالت
سیدہ فرمایا کہ خلیفہ صاحب قرآن پاک کو دیکھو خدا فرماتا ہے (وراثت سلیمان داؤد)
وقال الذکر یا یرثنی و یرث من آل یعقوب) جناب امیر سے آیات ثبوت وراثت سنکر
ابو بکر ساکت ہو گئے کچھ جواب نہیں دیا۔ حضرات طلباء معلوم کر چکے ہیں کہ ان کے علمائے
بطرف داری خلفاء کیا کیا نمایاں کام کئے ہیں ہر بات میں ایسی توجہات بعیدہ پیدا کی
ہیں کہ جسکو ادنیٰ لغفل والا بھی تسلیم نہیں کر سکتا بقول مرزا حیرت پیرہ سو برس حضرات
علمائے ایسے سیاہ پردے چشم حقایق پر ڈالے کہ جنگو سوا سے علماء شیعہ اور کوئی نہ
اٹھاسکا۔ بطور ثبوت شہر ید اس جگہ آورد و ایک سیاہ پردے طلباء علی گڑھ کو
دکھلاتا ہوں جنگو غایت ایمان داری سے سینوں کے عالموں نے آویزاں کر کے
اندھیر مچا رکھا ہے اون پردہ داروں میں ایک شاہ عبدالغفر ندوی ہیں اور دوسرے
مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند۔

(شاہ عبدالغفر ندوی کا پردہ)

تخہ کے باب وچم میں حضرت ابو بکر کی نہ ت مبارک سے انبار طاعن او تار تے ہوئے
شاہ صاحب نے آئیہ (یرثنی و یرث من آل یعقوب و آئیہ۔ و وراثت سلیمان داؤد کی بابت

قبول بحث کر کے بدانت خود پر ثابت فرمایا ہے کہ ابو بکر حدیث میں معاشرا لانبیاء
 میں فرماتے ہیں صحیح القول تھے اور سیدہ جو استدلال آیات میں انکا استدلال
 غیر مقبول تھا کیونکہ جس وراثت کا آیات مذکورہ میں بیان ہے وہ وراثت مالی و علاقہ
 نہیں کہتیں بلکہ انکا تعلق علم و کمال سے ہے اس کا جواب کتاب تشبہ المطامن میں
 بوضاحت و صراحت دیگر کتب اہل سنت سے ثابت کیا گیا ہے کہ جو وراثت آیات
 میں مذکور ہوئی ہے وہ محض علوم ہی سے متعلق نہیں بلکہ اموال و ترکات سے حقیقتاً
 اور علم سے مجازاً علاقہ رکھتی ہے وہ نماز و بحث اس مختصر رسالہ میں حوالہ قلم نہیں ہو سکتی
 جسکو شوق ہوا اصلی کتاب میں دیکھ لے لیکن مختصر مضمون کو تشہذ کر دیکھ گا۔ اس جگہ مختصر اکتب
 اہل سنت سے دیکھا دیکھا کہ انبیاء سابقین نے اپنے مورثوں کے ترکہ سے مالی فائدہ اٹھایا
 ہوا و بھلافت شاہ صاحب علما متقدمین اہل سنت نے لکھا ہے کہ طلب آیات مال سے جو نہ کہ محض
 وراثت علمی سے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر کی جلد پنجم میں صفحہ ۷۷ پر در باب وراثت
 انبیاء طولانی گفتگو کر کے اکثر مفسرین کے اقوال حوالہ قلم کئے ہیں نتیجہ میں یہ تحریر فرمایا کہ جو
 مفسرین نے وراثت کو مال سے تعبیر کیا جو اسکا استدلال حدیث نبوی اور دلیل عقلی و فاعل سے
 جو حدیث سے اسطرح جو کہ آنحضرت نے فرمایا ہر خدا رحم کرے ذکر یا پر کہ انکا کوئی وارث نہ تھا
 آنحضرت کا یہ افسوس بھرا ہوا کلمہ اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ انکے مال و منال کا کوئی
 وارث نہ تھا دلیل عقلی یہ لکھی ہے کہ علم یا سیرت یا نبوت کسی کو میراث میں نہیں مل سکتی
 مال البتہ وراثت وراثت کو حاصل ہوتا ہے نیز حضرت ذکریا علیہ السلام کی دعا کے یہ الفاظ
 (واجد رب رضی) بزبان حال کہہ رہے ہیں کہ اس جگہ آنحضرت ذکر یا کا یہ طلب نہیں ہو
 کہ ایسا بیجا عنایت فرما جو کہ اس نبوت کو سمجھائے جس کا کہیں بار و بار اشارہ ہوں کیونکہ جلد
 (رب رضی) کہنا گویا خدا کو آگاہ کرنا ہے کہ مجھ کو ایسا بیٹا مرحمت ہو جو کہ بعد میرے نبوت
 کا حامل ہو اور نیک چلن و خوش اطوار و شایانہ گروا رہی ہو۔ حضرت ذکر یا ایسی دعا
 کیوں کرتے کیونکہ عصمت و طہارت لوازم نبوت سے ہے جو نبی ہو گا وہ ضرور اچھا
 جمیدہ کا حامل ہو گا پس حضرت ذکریا علیہ السلام کا یہی طلب تھا کہ مجھ کو نیک کردار

میثا عطا فرمایا جسے جو کہ میرے طبیب و طاہر مال کو ضرورت جائز میں صرف کرے سو
 ازین تفسیر ابو سعید کے صفحہ ۸۶ پر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے قبیلہ سے حضرت داود کی پوری
 تھیں اور کاہن اب بنی اسرائیل کا سردار اور بادشاہ تھا وہ دولت و ثروت بہت کھیتی تھیں
 پس دعائے حضرت ذکر یا یہ تھی کہ خدایا مجھ کو پاکیزہ مرثت فرزند دے جو کہ مال ملال کا
 وارث ہو کر اوس کو کار خیر میں مرنے کے تفسیر طبری جلد ۱ صفحہ ۳۲ و تفسیر نیشاپوری صفحہ
 ۳۲ و تفسیر ابن کثیر صفحہ ۱۸۳ پر ہے کہ جو دعا حضرت ذکر یا نے کی اوس کا علاقہ مال سے
 ہے تفسیر بحر المحیط جلد ۱ صفحہ ۱۷۳ پر ہے قال ابن عباس و مجاهد و قتادہ و ابو حنیفہ
 خاف ان یزلوا مالہا یعنی حضرت ابن عباس وغیرہ مفسرین کا یہ قول ہے کہ حضرت ذکر یا نے
 فرزند کے لئے اسوجہ سے: خالکی لی تھی کہ اغیارا و نکلے مال پر فقرت دہو جائیں اب رہی
 دو مری اہمیت (دورث سلیمان داود) یعنی وارث ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام
 حضرت داؤد علیہ السلام کے اسپر بھی شاہ صاحب نے یہی تحریر فرمایا ہے کہ یہاں بھی وارث
 سے نبوت مراد ہے: کہ مال و متاع لیکن مستدرت خدا قابل تاشہ کر دنی ہے کہ اکثر علما
 اہل سنت نے یہی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کو ترکہ داؤد سے ہزار گھوڑے ملے تھے۔
 قاضی بزرگ حضرت طلباء ملاحظہ فرمائیں اُنکو معلوم ہو جائیگا کہ سلیمان نے حضرت داؤد
 سے ترکہ کیا کیا یا تھا تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۵۴، و تفسیر دارک جلد ۴ صفحہ ۳۹، و تفسیر
 کشاف جلد ۴ صفحہ ۱۲۔ حیوۃ النبیون علامہ ربیری جلد اول صفحہ ۱۹۲، تفسیر نیشاپوری
 بر حاشیہ تفسیر طبری جلد ۲ صفحہ ۹۹، امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۱ کے صفحہ
 (۵۵۰) پر آیا (دورث سلیمان داؤد کی نسبت ایک طویل و طویل بحث کر کے تیوینہ کالا
 ہے کہ اس جگہ جو وارثت کا ذکر ہے اوس کا تعلق مال سے ہے۔ شکر خدا کہ بھائی ابو بکر
 و مخالف سیدہ جو شاہ صاحب نے اس مرتق پر پردہ ڈالکر سنو نکو طلعات کے لقمہ
 دق نھر اکی سیر کر لائی تھی وہ اونچیں کے علماء کے بیانات سے اس طرح اوجھادئے گئے
 کہ اب انشاء اللہ کو فی دہر و میدان حق بھولنے بھٹکنے کا نہیں۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ بنیانی
 مذہب اہل سنت اور ان کے قدم قدم چلنے والے سنو نکو اپنے نبی کی اولاد اور ان کے

دروں اور گمانوں سے خصوصیت کے ساتھ اہل بدعت سے کتابوں میں برابر
 لکھنے چلے آئے ہیں کہ عدو سے فائدہ این بھوت بھتی ہے جو شخص اپنے خد و ست کرے
 وہ بھی بوسے رحمت نہ سونگے گا گردل میں اوس کا اتنا بھی اثر نہیں مٹی ناش پر سپیدی
 ہوتی ہے۔ اگر خلفا کی جانب داری سے اہل بیت کے ساتھ راہ مخالفت اختیار کریں تب
 بھی مضائقہ نہیں کیونکہ اوسکے محبت قلبی ہیں۔ دوست کا بھی کام ہوتا ہے کہ اپنے حب کے لئے
 ایمان بازی سے بھی دریغ نہ کرے لیکن وہ تو یہ غضب کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ ایسی باتیں
 نبی کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جسکے سننے سے اہل بیت کا اقتدار نظر سے گری جائے اوسکی
 دل میں اوسکی محبت جاگزیں ہو ہر چند کہ میں صفحات ابتدائی میں اس کا ذکر کر چکا ہوں مگر ضرورت
 ہو تو پھر اعادہ پر مجبور کیا عام مسلمان جانتے ہیں کہ سخاوت و شجاعت و عبادت و ریاضت
 میں اہل بیت رسول سرآمد اہل اسلام تھے مگر حضرت اسمعیل بخاری (جسکی تالیفات سے بخاری
 شریف ہے اور بعد کتاب فدا و صحت میں اپنی نظیر خود ہی ہے) تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے
 ایک مرتبہ حضرت امیر و جناب سیدہ سے کہا کہ اٹھو اور نماز تہجد پڑھو دونوں زیر گوار رسول
 خدا صلی اللہ وآلہ وسلم سے بڑے کھڑے ہو گئے اور صاف جواب دیا کہ ہم سوائے قرظیفہ کے
 اور کوئی نماز نہ پڑھیں گے ہمارا دل خدا کے قبضہ اقتدار میں ہے اگر اوسکی توفیق و مددگار
 ہوگی تو ہم خود پڑھ لینگے۔ تحفہ کے باب و ہم میں شاہ صاحب نے مضمون بلند بخاری شریف
 کو ان لفظوں میں اوافر پایا ہے بخاری صبح الکتاب اہل سنت ست بطرق متعددہ مرسلیت
 کہ آنحضرت ہنگام شب تشریف بخانہ امیر و حضرت زہرا برد و ایشانرا از خواب گاہ برداشتند و
 برآسے او اسے نماز تہجد تقید بسیار فرمود کہ قوما صلیا حضرت امیر گفت کہ واللہ انصلی الانسا
 اللہ لنا یعنی تم پڑھو کہ ماہر گز نماز خواہیم خواند الا انہی مقرر کردہ است خدا تو تعالیٰ پر اسے ما
 و انفسنا سیدائند (یعنی وہاں سے ما در دست خدا است اگر قہ فقیق نماز تہجد میرا و خاندیم
 پس آنحضرت از نماز ایشان برگشت و انہا سے خود را سیکوفت و می گفت (وہاں لا انسان
 اکثر شبی جملہ) پس دریں قصد مجاہدلت با رسول اللہ علیہ السلام در مقدرہ شرع
 و تسک ہشیمہ جبریکہ اصلا و شرع سموع نیست از حضرت امیر و واقع شد حضرت

طلباء نظر توجہ فرمائیں کہ اونٹن مذہب کے علماء متقدمین کسبِ حیات اپنے نبی کے
 خاندان سے مخالفت رکھتے ہیں اپنی قوت و اسباب سے وہ باتیں تراشتے ہیں کہ اہل بیت
 رسول عوام الناس کی نظر میں ہرگز جلا وطن بائیں۔ مگر آفتاب پر خاک ڈالنے سے نور
 شمس را کل نہیں ہو سکتا اگر ایک آنکھ غبار آلود ہوگی تو اور تیز بینائی والے اس سے
 اقبال نور کرینگے ایک عالم اگر فسادِ اہل بیت کرتا ہے تو دوسرا اسی کے مقابلہ پر
 مدافع کھینے کے لئے قلم بدست ہو جاتا ہے حضرت اسماعیل بخاری اور بامقبلہ اون کے
 والد فرزند صاحب نے حضرت امیر و جناب سیدہ کو عبادت خدا کرانے میں مقصرت نہ لایا۔
 مگر اوی گروہ کے عالم کامل ابن ابی محمد حضرت امیر کے باب میں لکھتے ہیں (اما عبادت
 پس آنحضرت العبد الناس بودہ نمازش از ہر کس بیشتر و روزہ اش از ہر
 فردن تر مرد از و نمازش (تجد) و دعا و است او از اقامت نماز اعلیٰ آموختہ اند شیعہ
 یقین در راہ دیں از مشعل عبادت شیعہ شد چہ تو ان گفت در عبادت کسے کہ
 یک شمع آں این بہت کہ در لیلیہ الکرمیر جنگ میان علی و معاویہ (نطع و مصلی) پر آتش
 گسترده بود و نہ و بر آں نماز میکرد و تیر از راست و چپ او میگذاشت و در پیش او زمین می
 آمد و نہ و چہ پروا و اعتنا باں نمی فرمود تا از عبادت و اوراد فارغ نمی گشت و پیشانی
 نورانی او از کثرت سجود مثل زانو سے نہتر بود۔ اگر بتا جاؤ و عبادت ان کا نام لینی ان کا تعلیم
 و اہلال الہی کہ در آندا فرمودہ و تواضع و خضوع و خشوع کہ وراں نمودہ ملاحظہ نمائی چاہی
 دانست کہ چہ قدر خلاص بحضرت جلال احدیت و اشتہ و از کہ دام دل پیروں آمدہ و
 بکدام زبان جاری گشتہ از علی ابن حسین کہ عبادت او نہ نہایت رسیدہ بود پر رسیدند
 کہ عبادت تو عبادت حضرت امیر المؤمنین چہ نسبت دار و گفت چنانکہ عبادت جدم
 بر عبادت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود۔ سو اسے ازین علامہ محمد بن طلحہ
 شافعی نے جو کہ اکابر علماء میں معدود ہیں اور جنگی و صیفت تاریخ یافعی اور مفتاح النجا و
 میں بالفنظائستہ کی گئی ہے کتاب الاستئصال میں حضرت امیر کی عبادت کا پوری ایک
 فصل میں ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں (الفصل السابع فی عبادت و زہدہ و ورعہ)

اصل یہ کہ جو میں جو عربی عبارت ہے اور کاغذ طلب یہ ہے کہ جو شخص دامت و فوائی
 الی کی پوری قیاس کو ملے گا کہ یہ کتاب کتنا ہے ازراہ جملہ گناہ صغیرہ و کبیرہ سے اجتناب
 اور نماز و صدقہ و صوم و دیگر احکام نبوی کی پوری قیاس علی المرتضیٰ کا خاص حصہ تھا جس کا
 صفات حسنہ مومن کے لئے قرآن و احادیث میں مذکور ہوئے ہیں اور سبب میں
 علی المرتضیٰ اعلیٰ طبقہ والوں میں داخل ہیں کمالات ظاہری و باطنی میں وہ اپنا عیال
 و نظیر نہ رکھتے تھے علاوہ ان شہادتوں کے طلباء کا اطمینان آیہ قرآنی سے کرتا ہوں۔

سورہ نزل میں نماز تہجد اور اس کے اوقات کو جناب باری نے بیان فرمایا سورہ موصوف
 میں ایک جملہ یہ ہے (و طائفة من الذین یسکون) یعنی آنحضرت کے ساتھ نماز تہجد میں ایک
 گروہ ہوتا تھا آدمی رات پچھلے سو جاہ تواسے اپنے گھر چھوڑ کر حضرت کے زنا نجانہ میں آتے
 ہی نہ تھے اور حضرت ابو بکر تو یقیناً آتے ہوئے کیونکہ ان کا وہ تھا نہ محمد شیخ میں تھا جو کہ
 مدینہ سے کچھ فاصلہ پر تھا مصنف نے بھی کتاب سیرۃ میں اس کا ذکر کیا ہے پھر سو
 خاندان نبوت کے یہ کون گروہ تھا جو کہ ٹوٹی رات حضرت کے ساتھ نماز تہجد میں شریک
 ہوتا تھا یہ گروہ سوا سے اونکے اور کوئی نہ تھا جنکو صاحب بخاری نے بنی کے ساتھ
 لڑنے و کلاخیر فرمایا ہے کیوں حضرت طلباء اب بھی کچھ نہیں مونی کہ سیرت شیعین کو اچھا
 سمجھتی والے علماء کس درجہ کے بالیمان تھے کہ اہل بیت نبوی کے ملزم و مطعون
 بنانے میں جنکو ذرا پاک نہ تھا اسے طلباء و ذیقہ را اگر آپ کے علماء کی وہ باتیں جو کہ
 معاذین خاندان نبوت کی بجا طرفداری میں درج کتب فرمائی ہیں حوالہ قلم کربوں
 تو ایک رسالہ تیار ہو سکتا ہے مگر خوف طوالت ترک کر کے شاہ صاحب کے ایک اور
 پردہ کی طرف نظر کرنے کے لئے آیکو توجہ دلاتا ہوں مدوح الوصف تحفہ میں تحریر فرماتے
 کہ معاویہ سے فی الواقع ایسی نفرت انگیز حرکات واقع ہوئی ہیں کہ اسکو قطعی ملعون سمجھنا
 لازم ہے۔ مگر چونکہ وہ مسلمان تھا اور مسلمان پر لعن کنا جائز نہیں لہذا اسکی ذات تیسرے
 سے محفوظ ہے البتہ اس کے افعال قابل لعن ہیں کیوں طلباء اپنے اپنے نامور عالم کی زبان
 دیکھی کہ فضل کو قابل لعن بتلاتے ہیں اور فاعل پر باب رحمت کثادہ فرماتے ہیں جو طریقت

کہ پہلی حضرت معاویہ شاہ صاحب سے بتلایا ہے اور اس کی تکمیل اس طرح ہو سکتی ہے کہ اس کا
یہ افسانہ کریں کہ گنبد لعنت نہ کہ برکات و ب۔ بڑی کم صحبت نہ کہ برکات و ب۔ بڑی کم صحبت نہ کہ برکات و ب۔
بر افعال جہاں یہ لعنت نہ کہ برکات و ب۔ بڑی کم صحبت نہ کہ برکات و ب۔ بڑی کم صحبت نہ کہ برکات و ب۔
ہو سے اور آدھے مرحوم۔ شاہ صاحب نے امرت پر جو پردے ڈالے تھے ان کی بہارت
دیکھ لی اب وہ سر پر وہ ٹیشر کا اوشا یا جاتا ہے اوس کا سناہ فرمائیے۔

مولوی محمد قاسم صاحب ثانی بانی مدرسہ

دیوبند کا پردہ

حضرت سیدہ نے جو اپنے (رومیہ کو اللہ فی اوکاد کھر) حضرت ابو بکر کے سامنے پیش کر کے
نمایا تھا کہ خدا پر یہ آیہ حکم ارشاد فرماتا ہے کہ اسے کو گو در باب اولاد کو حکم دیا جاتا ہے کہ
بکے کو دو حصہ دو اور بیٹی کو ایک حصہ۔ آیت عام ہے بی و غیر بی مہ کے لئے یہ کہا گیا
ہے۔ آپ کیونکر کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کی وارث نہیں ہوں اس کی نسبت مولوی صاحب
موصوف رسالہ بدیہ الشیعہ میں فرماتے ہیں کہ حضور معلوم ہے اس آیت کا تعلق نہیں ہوا
آنحضرت کے دیگر خلائق کے لئے یہ حکم ہے اس مضمون کے بیان کرنے میں خدا مثل کلمہ
اور رسول قییم مقام شریعت دار کلمہ جب کسی کو مراد دیتا ہے تو اس کی جانب سے مقررہ
کہا کرتا ہے کہ صاحب بھادرت کو اتنے، نوئی قی کر تے ہیں یا فلاں قطعاً راضی کا محمول
تصاف فرماتے ہیں اور جس کلمہ کا کوئی اثر ہر شریعت دار کی ذات پر نہیں ہوتا۔ علی ہذا رسول
خدا کی جانب سے پیش شدہ اور حکم سنا ہوا ہے کہ اس حکم سے کوئی فائدہ یا ضرر
اٹھانے والے۔ علماء شیعہ نے دہلی وغیرہ کے عالموں سے استفتا کیا کہ ایک شخص
آیہ وراثت میں خدا کو کلمہ کہتا ہے اور بیٹی کو حکم سناتے والا ہر شریعت دار اپنے شخص کے باب
میں کیا حکم ہے جن علماء نے جنکی تعداد غالباً سات آدمی پیش کی ہو تو یہ بالانفاق لکھا ہے
کہ جو شخص ایک عقیدہ رکھتا ہے وہ کافر ہے۔ تحفۃ الاشعر یہ جواب بدیہ الشیعہ مطبوعہ مطبع
یوسفی دہلی کے ورق آخر پر وہ فتویٰ مہری موجود ہیں جس کا دل چاہے دیکھے کیوں طلبہ
اپنے ملاحظہ فرمایا کہ آپ کے فرقہ کے علماء خلائق کو کس طرح مغالطہ کے سمور میں ڈالتے ہیں

اگر سید شہید غفرلہ پھر اطلاع کو پہنچ کر نہ نکالتے تو آج دنیا میں ایک آدمی بھی ایسا نہ
 نظر نہ آ سب لوگ مثل محمد قاسم نانوتوی کا فرکہ نہ موبہ جاتے میرے قلم میں رعایت الہی
 اس قدر طاقت ہے کہ تمام علماء اہل سنت کی نا واجب باتوں سے طلباء علی گڑھ کو
 اطلاع دوں مگر کیا کروں دیر نہ لاکھا غزبت گراں ہو گیا ہر کتاب کے حجم میں صحابہ کا
 تحت اندیشہ ہے ذی لیاقت و عالی فہم طلباء انھیں چند نامی علماء پر نظر ڈال کر باقی پر قیاس
 کجاء دور الیومین قابل مصنف نے جس بزرگ اسلام کی سیرت پر چلنے کے لئے طالب علم کو
 تیار کرنا چاہا ہو وہ ایسے راست باز و صادق المسیح تھے کہ خلاف قرآن و احادیث و دیگر کتب
 سماوی حدیث بنانے میں مطلق پس پیش نہ کرتے تھے نبی کی بی بی کا ناراض کرنا ان کے
 نزدیک ایک احمق کی بات تھی خیرا وں لوگوں نے تو خاندان نبوت کو برباد کر کے کچھ حظ
 نفسانی اوشیایا آئندہ نقل بہتہ اوس عداوت باطنی پر رشتہ ڈالی جو کہ مدت سے
 پروہ طلیعت میں پوشیدہ کیے ہوئے تھے مگر ان علماء کو کیا ضرورت داعی ہوئی تھی
 کہ کسی نے سیدہ کو اہل فحشاء میں شمار کیا کوئی صاحب بھالت کے قائل ہو گیا کسی نے
 لڑا پا کر او کو فخریہ بنونے سے مذمت ہوئی اور فرط غم و خجالت سے کبھی بھوک لکڑھک
 کا نام نہ لیا ایک صاحب قرآن کی آیات صریح کے مخالف ہو کر انبیاء کو وراثت پدیری
 سے خارج کرنے کے لئے دلائل پیدا کرنے پر آمادہ ہو گئے جو کہ بیٹے لائق و ذمہ دار
 طالب علموں کے سامنے اپیل پیش کیا ہے امید کی جاتی ہے کہ وہ موجبات اپیل پیش
 کروہ اختیار پر نظر غایر فرما کر فیصلہ صادر فرما کیجئے کہ ایسے شخص یا اشخاص (جسوں نے
 نبی کے دفن و کفن سے روگردانی کی انتظام مملکت کو تہیز و تکفین سے بالاتر سمجھا۔
 دختر رسول کو آگ لگانے کا خوف دلایا خلاف قرآن اک مضمون بنا کر نبی کی بی بی
 کو ترک پدیری سے محروم کیا، وغیرہ کن کن وجوہ شافیہ سے یہ اتحقاق رکھتے ہیں کہ اونکی
 سیرت پر عمل کیا جائے نیز وہ علماء و جمہوں نے یہودیان خاندان نبوت کی جانچا یہی
 طرح طرح کی خلاف عقل باتیں بنائیں کہنا تنک یہ حق رکھتے ہیں کہ او کو عالم دین
 و ہادی ملت سمجھا جائے ہمارا اپیل جو کہ سوائے ڈگری کے انشاء اللہ کبھی انصاف

پسند گھری سے دوسری نہیں ہو سکتا طلباء و زید و مصنف صاحب کے سامنے پیش
 کر کے استدعا کریں کہ اس پر تسلیم و رضا میں درجہ سیرت و تصدیق کی نسبت اشتہار
 فرمادیں کہ اس کے مطالب کی سطح اس قابل نہیں ہیں کہ اوپر عمل کیا جائے ہمارے
 جہاں کتاب مذکور ہوا و سکور قیات میں ڈال دیا جاوے اسے حضرات طلباء آپ چونکہ
 دانشمندی میں اعلیٰ درجہ کا پاس حاصل کئے ہوئے ہیں لہذا مقتضائے انصاف نشان
 دینداری یہ ہے کہ معروضات حقیر کے ہر پہلو پر نظر فرما کر نتائج اخذ فرمائیے اک اور میدان
 دکھلاتا ہوں اسکی بھی سیر کیجئے قاعدہ ہے کہ انسان دنیا میں ہر نوع کی بے احتیاطی
 جو جس عداوت یا طمع نفسانی سے کر لیتا ہے مگر جب مرض الموت میں گرفتار ہوتا تو زندگی
 سے مایوسی ہوتی ہے تو ان اعمال قبیر و افعال ردیلہ پر نظر کرتا ہے جو کہ اسکی ذات سے
 واقع ہوئے ہیں یہی حالت حضرت ابو بکر کی ہوئی جب بستر بیماری پر دراز پا ہوئے ڈاکٹر
 لوگ جواب دے چکے اسوقت اوپر کرب و بے چینی طاری ہوئی سیدہ نے کہہ کاستانا
 فہم کی سختی کا اوپر روار کھنا پیش نظر ہوا اسوقت بعد افسوس کئے گئے کہ ہمارے
 کیا غضب ہوا فاطمہ کے گھر کی بیٹے کیوں بے حُرمتی کی کتب ذیل میں خلیفہ صاحب
 کے وہ تمام تر مسافت لکھے ہیں جو کہ بوقت مرگ ان سے صادر ہوئے تھے۔ تاریخ طبری
 کتاب التہذیب جو ہری۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔ کتاب التہذیب سنن الامام ابن قتیبہ۔
 صحیح کبیر طبرانی۔ تاریخ ابن مبارک۔ مرآۃ الزہاں سبط ابن جوزی۔ جمع الجوامع سیوطی۔
 کنز العمال علی متقی۔ منتخب کنز العمال وغیرہ وغیرہ کتاب نمبر ۱۰۰ مائیت سنا محمد بن نبیل بر مصر
 چھپی ہے اسکی جلد دوم میں صفحہ ۱۷۱ پر طلباء یہ مضمون لکھا ہوا پائیں گے حضرت ابو بکر
 نے افسوس کیا ہے کہ اسے کاش میں کشف دروازہ فاطمہ کے انکو تکلیف نہ دیتا مصنف
 ذی قہل و طلباء با فراست اس موقع پر پوری عقل سے کام لیں اگر حضرت ابو بکر نے غم
 و رنج میں مطابق قرآن حکم دیا تھا اور سیدہ مقدسات بالائیں ملاحظہ فرمائیں کہ خطائیں اور
 خافہ سیدہ کے جلانے کی تدابیر نہ کی گئی تھیں اور انہوں نے عمامت و اغتمت سے
 درباب فہک ترک کر دیا تھا اور عدم حضور کی جنازہ کے لئے کوئی وصیت و راجح

مہجوری میں بلکہ حیات و غیرتوں کا باعث ہوا تھا تو ہنگام وفات وہاں کسی وہ کیوں رہا ہے
 واسے کرتے تھے کہ کاش میں فاطمہ کے ساتھ زیادتی نہ کرتا اور باب برات حضرت ابو بکر
 علیہ السلام محنت سے جہت قدر شو شگافیاں کی تھیں وہ سب تصریحات حقیر افسوس ابو بکر
 سے برادر و فام ہو گئیں سوائے اسکے اور بھی چند افسوس غلیف صاحب نے ہنگام احتضار
 کے ازاں جلد یہ کہہ سے مقیف میں اپنی گردن پر سینے کیوں خلافت کا بار رکھا ہتر موتا کہ غلیف
 بزرگ یا عمر ان دونوں میں سے کوئی اس کا قتل ہو جانا سبحان اللہ جس خلافت پر مصنف کو
 یہ ناز ہے کہ خلافت لکھنے پر آواہ ہو گئے اور کسی غلیف صاحب کی نظر میں کچھ بھی وقت نہ تھی بلکہ اپنے
 لئے اک بلائے ناگمانی جانتے تھے غلیف نے جہت قدر افسوس کئے ہیں انہیں سے اکثر حقیر نے
 اپنے رسالہ تقریر دلپذیر بطورہ بریس حافظ آباد لاہور کے صفحہ ۵۹ و ۶۰ الفیات ۱۲۳ لکھ دیے
 ہیں خلافت ایک ستر تہ جلیل ہے جو کہ ہتائے نبوت خیال کیا گیا ہے کیونکہ جو کام نبی کا ہے
 وہی اس کے قائم مقام غلیف کا ہے مگر حضرت ابو بکر کے بعض اقوال ایسے دیکھے گئے کہ انکے اس
 خلافت نے سخت نقصان پہنچا یا شاہ ولی اللہ ازالۃ الخلفاء کے مقصد دوم میں لکھتے ہیں کہ حضرت
 ابو بکر نے نبوت وفات غالیہ شمر سے فرمایا کہ کاش میں کسی راستہ کا درخت ہوتا تو اس خلافت
 سے ہتر تھا چلتا پھرتا ہوا وٹا اٹھ اس درخت کو کھا لیتا اور میں اس کی بیگیاں ہو کر قائم ہوتی
 سے نکل پڑتا یہ مضمون امام بیہقی نے بھی کتاب شعبۃ الایمان میں لکھا ہے تاریخ الخلفاء علامہ بیہقی
 کا مضمون یہ بھی اس واقعہ کی خبر دیتا ہے طالب علموں سوچو اور غور کرو اگر یکسہ پر مردہ
 سیدانی کا ستانا اچھا نہ تھا زور حکومت میں سب کچھ کر گئے مگر جب کا بتان قضا و قدر
 نے پکھلے روز ناچ پیش کئے اور قائدان نبوت سے جو بے حجابیاں کی تھیں وہ اعلان نہ کھلا
 اس وقت غلیف صاحب کو فرزند امت سے کسی نہا پڑا کہ ہاں سو اود و برس کی خلافت میں کیا بڑا
 شمرہ پایا اس دور روزہ بادشاہت سے تو یہی بہتر تھا کہ میں کسی شجر کا درخت ہوتا
 جس کو کھا کر وٹا ہوتا چونکہ حسب روایات فرقہ سنیہ حضرت ابو بکر نے یہ استدعا فرما
 کی تھی لہذا معلوم ہوا کہ وہ نہ سب ہنود رکھتے تھے جسکے قضا کا جزو اعلیٰ مسئلہ تاریخ
 (دراؤ گون) ہے۔ آپ کا مثلاً یہ تھا کہ پکھلے خم سے جو میں جائز انیت کی طرف منتقل کیا گیا

اس سے قوی بہتر تھا کہ کسی راستہ پر غم یا بول کا درخت ہوتا جسکو چلنا پھرنا اور الٹ کھار
 ہمیشہ بھرتا۔ متقدمانِ تلمیخ کہتے ہیں کہ اگر کسی سے اچھے کام ہوتے ہیں تو او اسکی روح
 عمدہ قالب میں منتقل کجاتی ہے اور اگر برے کرم کرتا ہے تو بدترین ہیئت میں تبدیل
 کر دیا جاتا ہے چونکہ حضرت ابو کر نے جامہ اومیت زیب بدن کر کے آنکھ کھولتے ہی کھار
 لاکھ دیکھا کافرہ عورت کے دودھ سے شک مبارک کو ٹیکر کیا مسلمان ہوتے ہی نبی کے
 رخصتیاں داخل ہو کر لڑائیوں سے گمیز پا ہوئے۔ آنحضرت کو نوزاد اعدا میں گھرا ہوا چھوڑ کر
 اپنی جان بچانے کی فکر کی۔ نبی کے احکام پر نام منقرض رہے لشکر اسامہ کی شرکت سے
 پاکشی کی ودا ت قلم کے قہیہ میں حضرت عمر کے ہنر ماں ہو کر نبی کی وصیت آخر کو جو کہ امت
 کو وادی گمراہی سے روکنے والی تھی قید تسلیم میں نہ آنے دیا بعد وفات رسول و اس کے
 جنازہ کو چھوڑ کر ایک بد معاش خانہ (سقیفہ) میں چلے گئے قبائے حکومت زیب بدن کر کے
 سب سے اوّل نبی کے گھر کو صاف کیا حضرت نے جو ایک بیٹی چھوڑی تھی اسکو آگ لگانے
 کی دھمکی دی۔ جامہ ادا کو ضبط کر لیا واد نبی کو ایاب مضطرب و پریشان کیا کہ بلند راج جمع
 بین و محبین او کو سوا سے مصالحت کوئی چارہ کار نہوا۔ جس کو جو کہ حکم قرآن آل رسول کا حق
 تھا ضبط کر لیا وغیرہ وغیرہ ان وجوہ سے ثابت ہو کہ دور انسیت سے ماقبل حج حقیقت
 میں غلیفہ صاحب غھے او میں بھی اون سے عمل نیک سہز و نہوے تھے۔ اگر ہوتے تو مرتے وقت
 راستہ کا لونٹ ہونے کی اسند عائد کرتے۔ حضرات طلباء آپ جو محنت عقائد کر کے
 تحصیل علوم میں مضبان روز مشغول رہتے ہیں اور قہر کم کی تکالیف برداشت کر کے کتاب
 اخون میں اپنی جان عزیز کو کاہیدہ فرماتے ہیں اس میں انصب العین ہی ام ہوتا ہے کہ چار چند
 کی نوکری لگائے علی ہذا انبیاء و اولیاء و امیاء و صدیقین و صالحین و راشدین جو ہدایت حق
 اللہ و انتظام مملکت میں کوشش فرماتے ہیں اونکا لفظ نظر بھی ہی ہوتا ہے کہ انجام دہی
 خدمات سے ہذا رضامند ہو کر مدارج آخرت کو بلند پایہ پر پہنچائے مگر حضرات سخیوں
 نے کچھ ایسے عنوان سے اسلامی خدمات کو انجام دیا کہ جس سے بچاے خود او کو بھی ہی یقین
 تھا کہ دوسری زندگی میں ہم کوئی عمدہ ثمرہ پائے وائے نہیں ہیں اگر اونھوں نے اچھے عمل

کے ہوتے تو یہ دعا کرتے کہ چہ راستہ کا درخت ہوتے کیونکہ آج تک میں نہ گیا کہ کسی
 نبی یا ولی نے مرتے وقت یہ کہا ہو کہ اسے کاش میں کسی کھیت کا پوٹہ ہو تا اور کوئی نہ
 اس کو کھا کر موت کا دریا بہا دیتا۔ حضرات طلباء میں آپ کو حضرت ابو بکر بلکہ حضرت عمر
 کے ایسے افسوس دکھلاؤں گا کہ جن کو آپ صاحب دیکھ کر خود متاقت ہو گئے کہ ہائے
 اتنے زمانہ تک ان لوگوں کے دائم تقیہ میں ہسم کیوں پھنسے رہے۔ علامہ سیوطی کی تاریخ
 الخلفاء جو کہ بمقام لاہور مطبع زمیندار میں طبع ہوئی ہے اس کے صفحہ ۵۲ مطبوعہ دیکھا
 ہے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں صدیق کو دیکھا کہ اپنی زبان کو پکڑتے ہوئے فرماتے
 ہیں کہ اسی نے مجھ کو مصیبت میں پھنسا یا ہے نہ معلوم خلیفہ صاحب سے کیا بے اعتدالیا
 واقع ہوئیں تھیں جو بچا دی زبان کا کچھ مر نکالے دیتے تھے غور کرنے سے معلوم ہوا
 کہ ان کی زبان قابو میں نہ تھی اس سے اکثر ایسی بے معنی اور قابل گرفت باتیں صادر
 ہو جاتی تھیں کہ بالآخر خلیفہ صاحب کو اس کی گوشمالی کرنی پڑی سقیفہ بنی ساعدہ میں اسی
 زبان سے (الامۃ من قریش) کہہ کر خلافت حاصل کی تھی جبکہ افسوس کن اس کہہ رہے تھے
 کہ اسے بیٹے خلافت کا بار اپنی گردن پر کیوں اٹھایا بہتر ہوتا کہ ابو عبیدہ جراح یا عمر اس وقت
 کے تھے ہوتے۔ حضرت عمر کو اسی دو انگشتی زبان سے خاندان سبیدہ پر چڑھائی کر نیک حکم
 دیا تھا۔ خاندان نبوت سے غصہ بند کرنے میں اسی زبان سے کام لیا تھا۔ علاوہ بریں آپ
 غصہ کو بھی تھے مثل گنواروں اور کھڑے قصائیوں کے گالی گلوچ کے بہت عادی تھے
 تاریخ الخلفاء متذکرہ بالا کے صفحہ ۳ پر لکھا ہے (کان ابو بکر سبا یا یعنی ابو بکر بیت گالیاں
 دیا کرتے تھے۔ صواعق محرقہ میں بروایت حضرت عائشہ درج ہے کہ حضرت ابو بکر نے یا ہرج
 میں اپنے غلام کو مارا اور گالیاں دیں حالانکہ قرآن پاک میں سخت ممانعت کی گئی ہے کہ کھوٹ
 ولا جدال فی الحجج یعنی زمانہ حج میں فسق و جدال کے مرتکب نہ ہو سن ابن ماجہ میں ہے
 کہ حضرت ابو بکر اپنی بیٹی کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ کیوں طلباء سوائے پاجیوں اور زریوں
 کے آپ نے کبھی کسی شریف کو دیکھا ہے کہ اس نے اپنی بیٹی کو گالی دی ہو کیوں نہ
 صاحب آپ نے ناواقف طلباء کو ایسے ہی شخص کی ہرٹ پر غصے کرنے کی رغبت دلائی تھی

جو کہ اس گالی کے لئے والا تھا کہ نہ اس حج میں اور ام باندھ کر زبان اور ہاتھ دلو گویا ہاتھ
 اور پیشانی نازک رشتہ دار سے گالی دینے میں کچھ ہلک نہ کرنا تھا سوسے ان اوصاف
 حمیدہ اور جلیلہ کے حضرت اول میں ایک یہ صفت بھی تھی کہ عند الضرورت قرآن کو ترسیم کرتے
 رہتے تھے۔ وراثت سیدہ کی بحث میں طلباء دیگر چکے ہیں کہ آپ نے ایسی حدیث بھی فرمائی
 جس نے آیات قرآن و دیگر کتب آسمانی کو یکسر بے اثر کر دیا جناب احمدیت کلام پاک میں خرابائی
 جو شخص نیک کام کرتا ہے اس میں تائید خدا شامل ہوتی ہے اور جو بڑا فعل واقع ہوتا ہے وہ
 انسان کی بدفہمی کا نتیجہ ہے۔ مگر حضرت ابو بکر بالکل اس کے خلاف تھے اور کچھ مذہب تھا کہ
 اچھے اور بُرے کام سب خدا کرتا ہے آدمی کا اور میں دخل نہیں چنانچہ تاریخ اختلاف مسطورہ
 بالاسکے صفحہ ۷۷ مطروہ پر لکھا ہے: ایک شخص ابو بکر کے پاس آیا اور کہا کیا زنا بھی خدا کے حکم
 سے ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں اس نے کہا یا جو اس کے وہ عذاب بھی کر لیا فرمایا کہ ہاں
 واظہر لکرا سوقت کوئی آدمی میرے پاس ہوتا تو میں حکم دیتا کہ تیری ناک کاٹ ڈالے۔ خلیفہ
 صاحب پر لازم تھا کہ اگر اس وقت آدمی نہ تھا تو تھوڑی دیر کے لئے خود آدمی بن جاتے اور
 سائل کی ناک کاٹ ڈالتے تاکہ اور لوگ ہجرت پذیر ہو کر معتقد ہو جاتے کہ خدای چوری
 و بیکتی نو ندے بازی رندی بازی وغیرہ سب کچھ کرتا ہے اور اب ظالم و نافرست
 ہے کہ پھر یہ دانش جہلیم متذکرہ بالا خلافت کو جہنم کی کال کو بھڑی میں بھی ٹھونک لگا
 طرز سوال سے مترشح ہوتا ہے کہ سائل کو حضرت ابو بکر کے جواب پر تعجب ہو کہ یہ بات کس قدر
 خلاف عقل ہے کہ زنا بھی خود کر لے اور پھر جہنم میں بھی ڈھکیل دیوے خلیفہ صاحب
 پر لازم تھا کہ اگر بوجہ عدم موجودگی خدا تنگ کار کاٹنے سے مخدور تھے تو زبانی مجھاد
 کہ بھائی غالباً تم خدا کو عدالت شمار بھی کر اب استفسار کرنے پر مجبور ہوئے ہو یا دیکھو
 کہ ہمارا خدا بڑی اولیٰ سمجھ کا ہے لازم تو یہی تھا کہ جب خود ہی بُرے کام کر لے تو انہم
 دے نہ لکھیں۔ مگر یہ کام تو اس کا ہے جو کہ عادل ہو۔ اسی واسطے ہم نے اس کا
 عادل ہونا اپنے مذہب کا جزو اعظم قرار نہیں دیا۔ خبردار کبھی افعال خداوندی کو برابر
 عادل کا وزن کیا ہو انہیں اٹھل پو خدا سمجھ رہنا حضرت ابو بکر کے تمام عادات دنیا

کھائے تھے۔ خدا سے پاک نے ماہ رمضان المبارک کے روزے سے فرض کئے ہیں بوجہ قری
 صاحب ہوتے کے ہر مہینہ کبھی گرمی میں آتا ہے اور کبھی جڑے اور برسات میں طہرت
 ابو بکر کی نسبت تاریخ اختلاف مذکورہ بالا کے صفحہ ۵۵ سطر پر لکھا ہے حضرت ابو بکر گریسوں
 میں روزہ رکھا کرتے تھے اور چاروں میں نہ رکھتے تھے، ماہ صیام کے معاملہ میں نفع
 ہو کہ خدمت و مہنت و ابو بکر کو احکام خداوندی کے بدل دینے میں پوری دستگاہ تھی
 اہل عرب قوی ہوئی ہیں اور ہندوستانی ضعیف ابو بکر صاحب بوجہ قوت شاہد گرام کے
 جھیل گئے ہندوستانی نچت و ضعیف ہوتے ہیں وہ شدت گرام کا تحمل بدشوری کر سکتے
 ہیں ہر گاہ رو و بدل کا اختیار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ نظریات مناسب معلوم
 ہو اگر جب گریسوں میں رمضان آئیں مسلمان خوب شہرت نوش فرمایا کریں اور چاروں میں
 روزہ رکھ لیا کریں۔ امیر عمر ذی السلاطین اور یوسف آدمی پوری کچوری سے افطار
 کیا کریں اور نوضرو طاقتور آدمی اس افطاری کا استعمال فرمایا کریں جس سے حضرت
 عبداللہ ابن مسعود روزہ کھولا کرتے تھے۔ خلیفہ دوم کے صاحبزادہ کا قاعدہ کھلا کر
 بوڑن نے اللہ اکبر کہا اور انھوں نے وہ عمل کیا جو کہ زن و شوہر تخلیہ میں کیا کرتے ہیں
 اسی افطاری سے محمد روح الشان کا روزہ کھلتا تھا چنانچہ مجمع بھارا لاٹوار کی جلد سوم میں
 صفحہ ۹۵ پر لکھا ہے کہ کان فی مہربا الجماع وانہ جامع ثلثہ جوار فی رمضان قبل
 اشاء یعنی ابن عمر جلع سے روزہ افطار کرتے تھے اور تین بونڈیوں کے ساتھ انھوں نے
 قبل شام جماعت کی۔ طلباء حق آگاہ کو معلوم فرمانا چاہئے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر صلی اللہ
 علیہ وسلم میں شمار کئے گئے ہیں آپ بڑے فقہ اور مسائل سے واقف تھے مگر یہ نہ جانتے تھے کہ روزہ کو
 ملاقات حالت حیض میں نہیں دیتے حضرت عبداللہ ابن عمر کے حالات کچھ عجیب حیرت و لاغیو الے
 ہیں اور اوراق ابتدائی میں لکھ چکا ہوں کہ آپ نے ایک لاکھ روپیہ لیکچر زید کی بیعت کی مگر
 حضرت امیر کبھی خلیفہ رسول نہ سمجھا چنانچہ قرۃ العین شاہ ولی اللہ کے صفحہ ۴۴ پر ابن عمر
 کا یہ قول نقل ہوا کہ ہم ہمد رسول میں تین نام لیا کرتے تھے ابو بکر و عمر و عثمان جس سے
 معلوم ہوا کہ ہمد و وصف حضرت امیر کو کسی شمار میں نہ سمجھتے تھے۔ بہت برا افسوس ہے

کہ خلیفہ زادہ ایسے بزرگ منش تھے کہ عامۃ خلفاء کی برابر بھی حضرت علی کا مرتبہ نہ جانتے
 تھے۔ فریقین میں یہ حدیث متواتر ہے کہ آنحضرت نے فرمایا بعد ہمارے بارہ خلیفہ ہونگے
 اکثر علماء اہل سنت نے اون بارہ میں گو کہ زید و عمرواں وغیرہ کو بھی خلیفہ رسول سمجھا
 ہے۔ مگر غایت کرم سے حضرت امیر کی خلافت کا انکار نہیں کیا بلکہ خواستہ و ناخواستہ
 چوتھا زید و نکو بھی دیدیا ہے۔ لیکن خلیفہ زادہ صاحب کو یہ بھی نالوار گذرا انھوں نے
 بارہ کی فہرست سے علی کا نام خارج کر دیا تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۴۲ کو یہ خصوص معلوم ہو
 جائیگا کہ بروایت ابن عساکر عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی کے خلیفہ حسب ذیل میں
 ابو بکر - عمر - عثمان - معاویہ - یزید - سلح - سلام - مشور - جابر - مقدی - امیں - امیر
 جس موقع پر یہ تفصیل ہے اوس جگہ اُس جگہ کی عبارت کا خاتمہ یہ ہے (انھم من بنو کعب
 بن لوی کلہم صالح لم یوجد مثله) یعنی کل خلفاء صالح تھے منش ان کے کوئی نہیں ہوا
 طالب علموں اپنے مذہب کے فقیہ اپنے ذی عزت خلیفہ دوم کے بیٹے کو دیکھو کہ کیسا پاک مذہب
 اور خوش عقیدہ تھا کہ خلافت اکثر علماء اہل سنت حضرت امیر کو بارہ خلفاء سے نکالا اور زید کو
 مثل حضرت ابو بکر و عمرو صالح بے نظیر قرار دیا جو شخص کہ زید کو ہمتائے حضرت ابو بکر و عثمان
 صالح و بے مثل سمجھے اوسکے ایمان کا اندازہ طلباء بجا سے خود کر لیں محترم الیہ نے چونکہ
 ایک رقم کثیر امیر معاویہ سے لیکر زید کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی انداز اوس شہوت
 کو حلال کرنے کی بذا م کو پیش کرتے رہے بخاری شریف میں لکھا ہے کہ بعد شہادت
 امام حسین علیہ السلام مدینہ نے زید کی بیعت سے نکلنا چاہا تو آپ بگڑ کر فرمانے لگے کہ اگر کسی
 نے بیعت کیا تو ہمارے اور اوسکے جدائی ہو جائیگی۔ حال کلام عبد اللہ بن عمر نے
 روزہ کی انصاری بدلی اور خلیفہ اول نے اوقات رمضان کو تبدیل فرمایا۔ دونوں نے
 وہ کام کیا جو کہ سوائے اون کے یا اوس کے جو کہ دونوں کا ہم مثل ہو کسی تیسرے شخص
 سے ناممکن ہے۔ حضرات طلباء نظر تو بہ مبذول فرما کر دیکھیں کہ حضرت ابو بکر احکام خدا کی
 کے بدل دیئے اور اپنی رائے کے مقدم کرنے میں کس درجہ جسارت رکھتے تھے خلیفہ صاحب
 نے غضب ہی کر ڈالا رمضان المبارک ہی کو لوٹ پوٹ کر دیا جو شخص احکام خدا کو بدھ کر

پہلے سے اس کی سیرۃ کب لائق عمل ہو سکتی ہو۔ افسوس کہ مصنف نے اس قصور سے بے غمی
 کہ جو بیگزیری نظر نہیں ڈالی اور بلا سمجھے سیرۃ الصدیق لکھ کر قلم بدست ہو گئے جس بزرگ
 کی سیرۃ پر وہ طلباء اور اہل اسلام کو چلانا چاہتے ہیں پہلے دیکھ لیتے کہ ان کی خلافات کا
 جیسا وہی پتھر کھڑے ہیں میں اور ترا ہوا ہے یا کہ مثل درخت ازندی او کی ٹھرا ہو رکھی ہوئی
 ہے جو کہ ادنیٰ امکان سے اوپر کھڑے ہو چکا ہو۔ چند کتابوں کے دیکھنے سے ثابت ہوا کہ غلیفہ
 اولیٰ کی خلافت نہایت کمزور تھی اس جگہ پر والہ بخاری شریف لکھا جاتا ہے کہ اب و صوف بمیں
 میں یہ سلسلہ شیعہ اجماعی طبع ہوئی ہے اس کی اٹھائیسویں جلد میں صفحہ ۱۰۰۰ سطر ۲ پر لکھا ہے
 کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں فرمایا کہ اداوات بیعت الیٰ بکوفل کانت خلتہ ولکن
 اللہ وفق شہاؤ من عادالی مثلهما فاقتلوه یعنی اے اہل اسلام آگاہ ہو کہ بیعت
 ابوبکر و فتنا واقع ہو گئی تھی خدا نے اسے شہر سے بچایا آنت۔ اگر کسی نے مثل ابوبکر
 حصول خلافت میں مبادرت کی تو وہ قتل کیا جائیگا۔ تنجد کے باب و ہم میں شاہ صاحب
 نے بھی یہ مقام مطاعن ابوبکر قول عمر کو نقل فرمایا ہے حضرت اسمعیل بخاری تو یہ لکھتے ہیں
 کہ دفعۃً یعنی بلا مشورہ اور غور و فکر کے بقول حضرت عمر بیعت پر خلافت ابوبکر واقع ہو گئی
 تھی اور بے سوچے سمجھے جلدی کی بیعت ایسی تھی کہ اگر کوئی فتنہ مقرر ہو جاتا تو اسلام کے
 لئے ہزار ہا ہانسوز تھا۔ اگر پھر کبھی کوئی ابوبکر کی طرح مباشرتاً خلافت ہوا تو لائق گردن
 زدنی منظور ہو گا۔ مگر حضرت مصنف اپنی ڈیڑھ پاؤں کچھری الگ ہی پکار رہے ہیں۔ سیرۃ
 کے صفحہ ۱۲۳ سطر ۱۷۱ پر حضور گمیز ہوئے ہیں کہ بشیر انصاری و عمر و ابو عبیدہ و جراح
 کی بیعت کے بعد خلافت ٹوٹ پڑی اور بیعت ہونے لگی سعد عبادہ جو بوجہ بیماری او سچا گیا
 پڑا ہوئے تھے۔ ان کی نہ بیعت نہ دشمن ہو کہ کہیں جمع میں لکھ کو بیعت کنندگان ہو کر کل
 نمایاں۔ طلباء بخاری شریف اور سیرۃ کے مطالب کو باہر گر مخالف یا کہ مصنف صاحب
 سے جو چھیں کہ جناب اس جلد کے لکھنے میں سچے ہیں کہ بیعت کے لئے خلافت اُمتِ آدمی یا ہتھ
 بخاری کا یہ فرمانا صحیح ہے کہ دفعۃً بلا مشورہ بیعت ہو گئی تھی۔ اگر مصنف کا پلہ راست
 باندی میں سنگین پائیں تو لوگوں کو قلعہ بالوشاہی گلاب چامنیں درگاہ صلائی کی زد کا

سے منکار کھلائیں جو صاحب ہے کہ جس عنوان کی خلافت خیرین اسلام کی جہاد میں کسی
مصنف صاحب اور کسی میں کر کے ایسے جلد یا زار اور عواقب نامور پر نظر نہ ڈالنے والا ہے
کی ہیرہ پر چلنے کے لئے لوگوں کو رغبت دلاتے ہیں حضرت ابو بکر کا خزانہ کچھ اس طرح کا ہوا
ہوا تھا کہ وہ خود مری سے جو چاہتے تھے کہ پڑتے تھے باتفاق است کلام الہی کی تفسیر پڑھا
کر تا مفسر کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالنے والا ہے۔ مگر حضرت اول نے اس کی کچھ پروا نہ کی کہ اپنی
عقل کو دخل دیکر آیات قرآن کی تفسیر حرام ہے قلندہ اور آیا اور کلام کے بار میں آپ نے
دخل و موقوفات کر کے معنی بیان کر دیے تیسرا اختلاف امتد کرہ بالا کے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ
تینوں جملہ مذکورہ بالا کا مطلب بیان کرنے میں خلیفہ صاحب نے قیاس سے کام لیا نہ
یا نیابت یعنی خلافت ایسا مرتبہ عظیم ہے کہ کوئی آدمی نہ اس کو خود حاصل کر سکتا ہے نہ باغی
خود اس کو چھوڑ سکتا ہے چنانچہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنی کتاب ولی اللہ کے صفحہ
۱۲۸ پر لکھا ہے کہ جب کنا نہ نامی ایک شخص نے حضرت عثمان کے کچھ بی بی چاہی تو ان
لہا گیا کہ اب بھی کچھ نہیں بگڑا خلافت سے دست بردار ہو جائے۔ حضرت عثمان نے جواب
دیا کہ کس کی راقیت ہے کہ خدا کی دی ہوئی چیز ہم سے لے لیا ہے۔ مگر حضرت ابو بکر کے نزدیک
منصب خلافت کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ ایسا مطبوع عام خلیفہ بھی کی بیعت پر بقول مصنف
خلق خدا ٹوٹی پڑتی تھی عہدہ خدا داد سے استعفا دینے پر قلم بدست ہو گیا تھا تنہا کے باب
دہم کا جواب جو منجانب شیعہ تشیعہ المطاعین لکھا گیا ہے اس میں اون کتابوں کی عبارت نقل
کر دی گئی ہے جن میں ذکر استعفا ہے طلباء نے خبر کو خبردار کر کے لئے واقعات استعفا
قلندہ کئے جاتے ہیں۔ کتاب ابطال الباطل علامہ ابن دوزہاں و مذکرہ خواص الامم بسط
ابن جوزی و متر العالین امام غزالی میں درج ہے کہ جب بعد ایک عہدہ دراز کے حضرت ابو بکر
و علی فر ترضی یکجا جمع ہوئے اور باہم شکوہ و شکایت ہونے لگے تو امیر المؤمنین نے فرمایا اگر تم نے
سند خلافت پر بیٹھنے میں کیوں ایسی تعجیل کی کہ مجھ کو خبر تک نہ جوئے دی اور میں پر بیٹھ گئے
خلیفہ صاحب نے جواب دیا کہ خوف بد فاش انصار میں بھلت کر نے پر مجبور ہوا اگر آپ ناپسند
فرماتے ہیں تو میں سہمہ کوشش ہو جاؤں۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ اگر آپ ایسا کر کے پراکھادہ

اس کو آج بعد نماز ظہر اس کا اعلان فرمادیا کہ یہ اپنا بیچ وقت ہو اور پرفیلد صاحب نے
 یہ فرمایا کہ ایسا اللہ اس دلست بخیر و کم و علیٰ خیر کہ ہم نے اے حضرات مومنین جبکہ علی تم
 میں موجود ہیں تو میری کوئی ضرورت نہیں کہ وہ خلیفہ صاحب استعفی ہوئے مگر ہمارے
 لئے نامعلوم فرمایا۔ مولوی خلیل احمد صاحب کتاب ہدایات الرشید کے صفحہ ۱۱۱ لکھتے ہیں
 کہ اگر ابو بکر و عمر متوجہ بدفن و کفن آنحضرت ہوتے اور انصاریں سے کوئی متصرف ہاں نہ
 ہو جاتا تو اسلام کو نقصان پہنچ جاتا یہی ارشاد حضرت ابو بکر کا ہے کہ نجوف انصاریں
 ایسے کیا۔ قرآن پاک میں مہاجر و انصاریں کی برابر تعریف ہے۔ تعجب ہے کہ خدا انصاریں
 جو کہ محسن مہاجرین تھے اپنے کلام میں تعریف فرمائے اور صدیق اکبر و خلیل احمد صاحب لکھو
 برہن شہزادہ اسلام تجو فرمائیں۔ مصنف صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ قرن اول کے لوگ
 اسلام خالص کے منظر تھے انکی تقلید ہر مسلمان کے لئے شاہراہ نجات پر پہنچانے والی ہے
 حضرت ابو بکر و خلیل احمد صاحب فرماتے ہیں کہ انکی تجویز و رہاب خلافت جہاز اسلام کو
 اس طرح ڈوبو دیتی کہ جیسے درینولا اخبار و نہیں آبدوز کشتیوں کا غواہو رہا ہے حضرات طلباء
 کو اختیار ہے کہ یہ مطالعت حضرت ابو بکر قرن اول کے مسلمانوں کو جسکی مدح قرآن میں ہو
 انصاریں پڑھیں یا باعتبار تحریر مصنف اچھا اور قابل تقلید اگر طلباء مناسب تصور فرمائیں
 تو مصنف صاحب سے دریافت فرمائیں کہ ہماری جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے انہیں مضامین
 استبعاد و راجح ہیں یا نہیں۔ اگر بعد معائنہ کتب و تحریر تحقیق کو لباس راستی سے آراستہ
 پائیں تو انہیں پوچھیں کہ حضور نے ایسے شخص کی سیرت پر چلنے کے لئے ہم کو کیوں ہدایت
 فرمائی کہ جسکی خلافت کا شہرہ بقول عمر باغ اسلام کا جلانے والا تھا اور جو کہ بوجہ عدم
 استحقاق قبائے خلافت کو نہر ریحہ استغفار بدن مبارک سے اوارا بیٹھا۔ عثمان تو جان
 وید میں اور منصب خلافت سے دست کش نہوں اور ابو بکر علانیہ منبر پر بیٹھ کر دوزخ و جہنم
 دہشت کریں۔ ہر شخص اپنی حالت کو اپنے وقار کو اچھی طرح سمجھا کرتا ہے حضرت ابو بکر بجا
 خود جانتے تھے کہ جملہ خواہ مخواہ بھائی عمر نے تحت خلافت پر بٹھا دیا ہے۔ بوجہ دھوکے
 میں کسی طرح قابلیت خلافت نہیں رکھتا۔ سادگی سے بچارے کنارہ کش ہو گئے مگر ارباب

نے اپنا خلیفہ صاحب اپنے اختیار میں نہ تھے۔ مگر صاحب پر واجب تھے وہ ہوتا تھا چاہے
 مہر سید مرحوم نے خلیفہ اول کے ایام خلافت کو شمار سے خارج کر کے خلیفہ دوم کے زمانہ
 حکومت میں شامل کر لیا کہ وہ اسے کہ ابو بکر بذات خود کوئی نمایاں بیاقت نہ رکھتے تھے حضرت
 عمرؓ نے انکو خلیفہ نہ پایا تھا۔ وہی خدایات خلافت کو انجام دیتے رہے۔ پس دور ابو بکر
 عین دور عمر ہے۔ در واقع حضرت ابو بکر اپنے زمانہ خلافت میں وہ انفرادی اختیارات
 نہ رکھتے تھے جو کہ خلفاء اولو امین کو بلا مدافعت احد سے حاصل ہوتے ہیں۔ چند کتابیں سنت
 میں جن کے نام تشیید للطاعن ہیں بمقام بحث فدک مع عبارت لکھے ہیں درج ہو کہ حضرت
 سیدہ و جناب امیر کی ولایت وراثت کے ساتھ ابو بکر صاحب باجو بکر و گزاشت
 فدک پر ایک وثیقت لکھ دیا مگر مگر صاحب نے اسکو خلاف پذیر نہ ہونے والا معصوم
 کے ہاتھ سے چھین کر بھاڑ دیا۔ طلباء نے آج تک نہ سنا ہو گا کہ شاہی سند کو کسی نوکر نے
 چاک کر دیا ہو اگر خلیفہ صاحب کو کچھ اقتدار ہوتا اور کیز و رہاتوں سے فرمان نہ لکھا جاتا تو
 ممکن نہ تھا کہ حضرت عمرؓ کے بھاڑنے میں چہرہ دہی کرتے انکو کسی پرکھنٹ عالی خیال
 نے ایسے بزرگ کی سیرت پر قلم اٹھایا جو کہ بقول سیدہ اور فی الحقیقت کوئی ذاتی کابلیت
 نہ رکھتا تھا۔ بلکہ شل میرٹش مسد خلافت پر شہاد یا گیا تھا۔ ہر چند کہ مہر سید مرحوم کے بیان
 ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر محض لاشی تھے براے نام خلافت کی گدی پر شہاد پے
 گئے تھے حکم احکام ب حضرت عمرؓ کے و ان مہارک کا نتیجہ تھے۔ مگر یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید کوئی
 خلیفہ پرست یہ خیال کرے کہ سید صاحب اک آزاد نش و بے پروا تھے اپنی طبیعت سے
 جو چاہا لکھ دیا۔ انکی تسکین خاطر کے لئے عرض کرتا ہوں کہ سید نے خود نہیں لکھا
 کہ ابو بکر کو حکم تحریر فرمایا جن لوگو کو شک ہو وہ میرت افاد و قح اول کا صفحہ ۸۰ اور صحیح مسلم جلد
 پنجم مطبوعہ طبع صدیقی لاہور کا صفحہ ۸۳ میں انشاء انشا ظاہر ہو جائیگا کہ عبد بکر میں عنان انتظام
 مملکت حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تھی ابو بکر بلامرضی عمر کوئی کام نہ کر سکتے تھے۔ شاہ عبدالغفر
 صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں (خلیفہ ثانی و عبد خلیفہ اول و زید و شیر ابو بکر و در منع فدک
 زبیدۃ النساء شریک و رفیق ابو بکر) جب کہ شعبی فدک میں غالب را و حضرت عمر

کی تھی۔ یہ سب حال کا حال کر دیا عجبہ الغیال جس پر سنا سے طلباء نے یقین کر لیا۔
 صاحب کو مستحق صاحب نے بڑا دھوکا دیا۔ ایسے شخص کی سیرت آپ کے وقت ذہن کرانی نہیں
 ہے۔ مولیٰ پاک کے حکم کو نہ مانا تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرتؐ بعد واقعہ
 حیدرہ میں ملاطین نواحی کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے۔ جس میں امیر کے پاس حضرت
 کے خطوط لکھ کر جو لوگ گئے تھے وہ سب صحیح و سالم جواب لیکر واپس آئے۔ مگر حضرتؐ
 ایک ہر کار سے کہ جن کا نام (زمین بن الحارث) تھا درمیں نے مہرہ شہادت پر فائز کیا۔
 اس وقت حضرتؐ اوس مرض میں مبتلا ہو چکے تھے کہ جس سے جانبری نہیں ہوئی۔ جب آپ کو اطلاع
 ہوئی کہ دم مالہ نے قاصد کو ہلاک کیا۔ آپ نے اسی شدت مرض میں حکم دیا کہ اہل
 شہادت کی سرکوبی کے لئے لشکر گراں بلیا کر کیا جائے۔ اسامہ ابن زید کو جو کہ حضرتؐ کا
 غلام زادہ تھا۔ سردار لشکر مقرر کیا گیا۔ سپاہی پیادے عام طور پر اہل مدینہ کو تالید
 کر رہے تھے کہ علیا جب ملو۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ صرف علی رضی ہمارے پاس رہیں۔
 باقی سب لوگ مدینہ کو خالی کر دیں۔ باج النبوة جلد دوم سے ایک جملہ اس واقعہ کی کثبت
 لکھتا ہوں و حکم عالی چنانچہ نذیر شد کہ اعیان ہما جردا لاضار شل ابو بکر و عمر و عثمان و
 ابنہ و قاصد نابو عیدہ جراح الاعلیٰ مرتضیٰ کہ ہمراہ نگرود درآن لشکر ہمراہ اسامہ ابنہ
 جو وقت یہ منادی ہوئی تو شریک قریش یعنی حضرت ابو بکر و عمر و غیرہ نے فرمایا کہ حضورؐ
 نے اک غلام زامہ کو ہمپر اسیر کیا ہے۔ ہم مدینہ سے باہر جائینگے اور نہ اسامہ کی
 اپنا سردار تسلیم کریں گے۔ جب حضرتؐ کو یہ خبر ملی۔ کہ سپاہی دس الہ دار کی سرداری سے
 سربانی کوئے ہیں تو آنحضرتؐ نہایت پر غضب ہو کر باوصف شدت مرض میں مسجد میں تشریف لے
 اور فرمایا کہ اے ہا انسان آج تم اوس شخص کے بیٹے کی ماتحتی سے انکار کوئے ہو جس کے زیر
 کمان پہلے رہ چکے ہو یعنی زید۔ وہ تم سے بہر صورت افضل ہو لازم ہے کہ فرما مدینہ
 چھوڑ دو حضرتؐ نے یہ کہہ کر تالید فرمائی کہ مختلفین لشکر اسامہ کی پشت پر خار دار تفریایہ لمن
 لگا دیا چنانچہ اہل محل قلامہ شہرستانی مطبوعہ مصر کے صفحہ (۸) و (۹) پر ہے (لین اللہ
 من مختلف عن جلش اسامہ) اس کا کتاب بالا اور چپ کتب میں بھی یہ مضمون برج ہو دیکھو

مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۳۱ و فہرست المرام صفحہ ۶۰۳ و شرح بخاری ملا یعقوب لاہوری وغیرہ
نتیجہ یہ ہوا کہ ہزار وقت و دشواری حضرت ابو بکر و عمر سرچا کر کے اُسامہ غلام کی ماتحتی میں سے
سے ایک پڑوا باہر خیمہ زن ہوئے۔ مگر حالت صحابہ کی جانب سے حضرت کی بیماری کے
معلق ایک مضطر خبر پہنچی جسکو سنا کر ان کے ہر اکھڑ گئے سب واپس چلے آئے۔ اب غریب
اُسامہ تنہا کیا کرتا وہ بھی پلٹ آیا۔ اور ظلم لشکر لاکر حضرت کے ورود و ملت پر کاربند کیا۔
بجملہ واقعات کتب اہل سنت میں درج ہیں۔ جو لوگ کہ حضرات شیخین کو اعلیٰ درجہ کے
شیوخ و عروب میں جانتے ہیں۔ وہ آنحضرت کے اس جملہ پر نظر ڈالیں (اُسامہ بن زید
تم سے افضل ہے) عقلا سے زمانہ اور۔ بالخصوص صنف سیرت و طبعا کو توبہ و امانت
براہ وینداری غور فرمائیں حضرت اہل سنت کا مقولہ ہے کہ حضور پر فورے امانت
نماز کا عہدہ ملائق ستمیجہ کہ حضرت ابو بکر کے حوالہ کیا تھا خلیفہ اول و دیگر اشخاص کو
یہ حکم نکلیا تھا کہ مدینہ میں نہ رہیں۔ رومیوں کی جنگ کے لئے بلاعدہ تکرار چلے جائیں جو
نہ جائیں گے اور نیز خدا کی لعنت ہوگی۔ مدعیان امانت نماز و کھلائیں کہ رسول مقبول نے
اپنا پہلا حکم مشورخ فرما کر جب حضرت ابو بکر کو اُسامہ کی ماتحتی سے الگ کر کے عرب میں
امانت کے لئے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا آخر اسکے لئے کوئی زمانہ بھی معین ہونا چاہیے
جملہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت علیہم نبوت اپنے اوقات و وفات اور واقعات
آئندہ سے آگاہ تھے اگر علم نبوی میں یہ بات داخل تھی کہ اصلاح حال مسلمانان
مقام مصلحہ خلافت و امانت ابو بکر نامسکن ہے تو ایسے وقت نازک میں جب آتا۔
مرگ نمایاں تھے۔ آپ نے یہ حکم کیوں دیا کہ ابو بکر و عثمان و ابو عبیدہ و جراح و ابیہ
چائیں اور یحییٰ علی رضی اللہ عنہ کوئی جنگ آزماساں نہ رہے۔ بلکہ نبیل ارشاد نبوی
لوگ چلے جاتے اور نبی اُنکے زمانہ غیبت میں عازم دار القرار ہو جاتے تو خلافت امانت
کس سے معلق ہوتی۔ اور فی عقل والا اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اسوقت ان لوگوں
کے نکالنے اور حضرت امیر کے پاس رکھنے سے یہی مطلب تھا کہ ارض مدینہ اختیار سے
خالی ہو جائیگی کوئی ورنہ از نہ رہے گا تو علی بلا کسی رکاوٹ کے سند خلافت پر بیٹھ

میں جگہ یقین نہیں ہے کہ علی گڑھ یا دیگر مدارس اسلامیہ کے نازک خیال طلباء ایسے کفر کی سیرت کو جس سے حکم نبوی کو ممانا اور طریق مہول یعنی (لعن اللہ من خلفہ عن پیشہ) اسرارہ کو گوارہ فرمایا اپنا معمول نہ بنائیں گے۔

ہاں اس شخص حضرت ابو بکر و عمر نے تو اسلام ظاہری کا بھی کچھ پاس و کاٹ نہ کیا قبل از وفات رسول اور بعد اس کے ایسے افعال کے ترک ہوئے جو کہ بالکل منافی شان مہوم تھے شروع رسالہ میں حقیقت ذکر کیا ہے کہ شیخین آنحضرت کے کفن و دفن میں شریک نہ ہوئے یہ ایسا قوی اعتراض ہے کہ ہر تداریک و لاکھ قسم کی باتیں بناؤ مگر گز نہیں آسکتا۔ بالآخر خیر خواہاں شیخین کو ندامت زدہ ہو کر آنکھیں چوراہی پڑی ہیں۔ اکثر حضرات اہل سنت کو چند باتوں کا یقین نہیں ہوتا مثلاً حضرت ابو بکر و عمر آنحضرت کے جنازہ کو بلا کفن و دفن چھوڑ دینا۔ دوم سیدہ کے ساتھ درباب و رانٹ بختی کرنا۔ سوم خانہ فاطمہ پر آگ بھجانا۔ مگر جب ان کے سامنے کتابیں پیش کی جاتی ہیں تو گردن جھٹکا کر خاموش ہو جاتے ہیں ایک مرتبہ دو درجی صاحبان نے جنکے نام مع تمام واقعہ رسالہ الہامادی مولفہ حقیقہ میں موجود ہیں مجھ سے کہا کہ ہرگز یقین نہیں ہو سکتا کہ حضرت ابو بکر و عمر کو دروازہ سیدہ پر آگ بھجنا حکم دیں اور وہ تعمیل کرنے کے لئے آتش بدست ہو جائیں بیعت نے جواب دیا کہ آپ کی سوا کتاہوں میں یہ واقعہ درج ہے۔ کتب کا نام لیتے ہو سے میں نے ازالہ الخفا شاہ ولی اللہ کا بھی ذکر کیا بخلہ دہشتوں کے ایک بولے کہ ازالہ الخفا کا ترجمہ میرے پاس ہے عرض کیا گیا کہ اسکو منگائیے۔ جب ترجمہ آگیا۔ مقصد دوم میں باثر ابو بکر کو جو یہاں کیا گیا ہے اس میں تمام واقعہ بالفاظ صاف و صریح لکھا ہوا دیکھ کر بجز خاموشی کوئی دوسرا چارہ کار نہ ہوا۔ علی ہذا نبی کے جنازہ سے ابو بکر و عمر کا غیر حاضر رہنا یہ بھی سنی صاحبوں کو یقین دلاتیوالا نہیں ہوتا۔ اوکلی نظر رائے کی رسم عام پر ہوتی ہے۔ شبانہ روز دیکھتے رہتے ہیں کہ اوصح کوئی مراد و صحت تمام محلہ والوں نے جمع ہو کر دفن و کفن میں کوشش کی گھس والوں سے یہ خدمات اٹھا لی جاتی ہیں۔ غیر لوگ شنول و تھک ہو کر رہتے ہیں حضرات سنیہ خیال فرماتے ہیں کہ مکن نہیں خلفاء باصفا ایسی ہے پروائی کرتے وہ سوا محابیت

خوشی و دلداری کے تعلقات بھی بایکدیگر رکھتے تھے۔ مگر جب انگو کتابیں دکھائی جاتی ہیں دوم سردیہ کر چپ ہو جاتے ہیں۔ اور ارق ابتدائی میں جہاں بیٹے اس واقعہ کا ذکر کیا جو وہاں چند کتابوں کے نام لکھ دئے ہیں۔ دو ایک کتابیں بطور ثبوت مزید اس جگہ لکھے دیتا ہوں شاید کوئی طالب علم دیکھنے کے لئے ٹینک لگا دیکھیں۔ صواعق محرقہ نہایت مستند کتاب ہے اس کے صفحہ ۱۲۵ مقصودم پر دیکھ لیں یہ بھی ممکن رہے تو حوالہ کی اکثر اعمال مطبوعہ حیدرآباد دکن کا صفحہ ۱۲۰ ملاحظہ فرماویں اگر یہ کتاب ذیل کے تو ایسی چیز کا نشان دیتا ہوں جو کہ اکثر طلباء کے وظائف میں رہتی ہے اور بعض کمال کے کورس میں داخل ہے۔ مولوی شبلی صاحب کی الفاروق ہے صفحہ ۶۶ پر الفاروق یہ مضمون ہدیہ نظر ہو گا کہ ابو بکرؓ حضورؐ کا جنازہ چھوڑ کر سقیفہ میں چلے گئے تھے۔ شاید الفاروق کے نئے میں کچھ دیر سوزاؤں حال کی تالیف شدہ کتاب تواجہ حسن نظامیؒ کی شکار صفحہ ۱۲ لغات ۱۳ دیکھیں جملہ واقعات تصویر بنکر نظر آجائیں گے۔ صفحہ ۱۳ کے سطر آخر پر یہ عبارت باریک سر کی طرح آنکھوں میں کھپ جاوے گی۔ جسموں نے حضرت ابو بکرؓ کی میت کی مگر حضرت علیؓ نے میت کی بعض کہتے ہیں چالیس دن کے بعد بعض کہتے ہیں چھ مہینے کے بعد صفحہ ۱۴ سطر ۸ پر ہے درجہ خلافت کا قضیہ ہو رہا تھا اہل بیتؑ حضرت مسلم کے پاس بیٹھے رہے۔ انھوں نے بن جحجگروں میں مطلق جحد دیا۔ آخر حضرت کی وصیت کے مطابق اہل بیت نے بن نہیں حضرت علیؓ کے آگے تھے حضرت مسلم کو غسل دیا اور کفن کر دیا۔ اسکے بعد خواجه حسن نظامی صاحب نے ایک مقدمہ مرتب فرمایا ہے جو کہ صفحہ ۱۴ کے آخر سے شروع ہو کر صفحہ ۱۶ پر ختم ہوا ہے۔ شیعہ کو مدعی قرار دیا اور سنی کو مدعا علیہ۔

شیعہ کا دعویٰ حسبِ حجاجہ صحت

صحابہ نے دنیا کے کلاچ سے بنی کے جنازہ کو چھوڑ دیا۔ اہل بیت تو بتلائی میت تھی حضرت عمرؓ نے ایسے وقت کو غنیمت جانا اور جوڑ توڑ کر کے ابو بکرؓ کو خلیفہ بنا دیا۔ اگر بعد میں خلافت کی بحث ہوتی تو عام راسے حضرت علیؓ کو ملتی اور وہی خلیفہ ہوتے مگر عمرؓ نے

میں طرح بینی کو وصیت آخر کئے سے روکا تھا اسی طرح جلدی کر کے ابو بکر کے
مرے کلاہ خلافت رکھ دی۔

سینوں کا جواب

اگر آنحضرت پر جو محبت مشور خلافت علی کے نام لکھ دیتے تو نبی اس پر جو کمال باہم کے
قدیم دشمن تھے بگڑ کر آمادہ قتال ہوتے۔ بڑی بیماری صحت پر نظر کر کے مشور صحت نہ
لکھنے دیا۔ اگر علی خلیفہ ہو۔ تے تو آتش ہر شے تیل ہو جاتی۔ کیونکہ دینی املا میں علی کے
ہاتھ سے جو کفار قتل ہوئے تھے اونکی اولاد اوسکے احباب کہیں خلافت پر فتویٰ پر حق
نہوئے اسوقت کی صحت یہی تھی کہ ایسا آدمی خلیفہ کیا جائے جسکے ہاتھ سے کفار کو
کوئی ضرر نہ پہنچا ہو۔ ایسے حضرت ابو بکر تھے۔ انکی جانب سے کسی کے دل میں کینہ نہ تھا
دشمن و کفار صیت و عدم شرکت جنازہ میں جو بے پروائی ہوئی وہ بس ایک صحت خاص
پر مبنی تھی۔ اگر حضرت ابو بکر و عمر مشغول بہ تکلیف و تدفین ہوتے تو انصار سے کوئی خلیفہ
ہو جاتا۔ اور پھر آپ شور و شر و خون خرابہ ہوتا کہ آتش حرب بجھائے نہ سکتی۔ اس میں
شک نہیں کہ صحابہ نے حضور کے جسم سے غفلت کی۔ مگر اسکو بے پروائی نہیں کہو آنحضرت
روح اسلام پر احسان کیا اور وہ احسان گویا خود حضرت کی ذات پر تھا کیونکہ آنحضرت
اسلام کی روح تھے۔

جو ابھی پیش کردہ مزاج صاحب سے واضح ہوا کہ یہ ایسا جواب دعویٰ نہیں مہیا کہ مردم
مناہدہ کو نہ کہ جواب اسکو کہتے ہیں جس میں مدعی کے دعویٰ کو رد کر دیا جائے جو کچھ دعویٰ
کیا گیا ہوا اسکو غلط بتلایا جائے۔ اسکو تسلیم دعویٰ کہتے ہیں۔ کیونکہ ہر بات کو تسلیم کر لیا
عمر صاحب کا دواست قلم آنحضرت کو نہ دینا۔ تسلیم۔ نماز جنازہ و دفن وغیرہ مراسم میت میں
شریک نہونا۔ تسلیم۔ عمر صاحب کا حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنانا۔ تسلیم۔ ہر چند کہ طلباء جو بے
داشتندی رکاکت و خرافات جواب کو سمجھ گئے ہونگے۔ مگر خیال آگاہی عام اہل اسلام جواب
دعویٰ کے چند فقرات کی توضیح کیجاتی ہے۔

اول بروایت صحاح و معجم بخاری۔ درباب طلب داشت و دوات قلم آنحضرت نے

فرمایا تھا کہ اسے مسلمانوں میں اس کتاب حاضر کرو میں ایسی چیز کو لکھ دوں گا کہ ہر مسلمان کو
 ہو۔ یہ بات بھی مسلمات اسلام سے ہے کہ آنحضرت درباب دینیات کا نظام ملکیت و شرف و توقیر
 کرتے تھے وہ بروئے وحی ہوتا تھا۔ کیونکہ نبی کی شان حکم قرآن (ما یسلطن عن الہوا)
 یعنی ہمارا نبی بلا منزل وحی اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں کرتا۔ ہر جہ سے کہ کوئی حکم
 خدا صادر ہوا انکا حضرت نے نماز و تسلیم و اذات طلب فرمایا۔ اگر یہ سب ارشاد نبوی
 اصحاب باعنا سامان کتاب حاضر کر دیتے تو فرمان خلافت حضرت علی کے نام لکھا جاتا۔
 مگر حضرت عمر نے بڑی بہادری و صلت پر نظر کر کے آنحضرت کو کہنے سے روک دیا۔ نتیجہ یہ نکلا
 خدا و رسول دونوں سوا اللہ کے عقل و خفیت الہیہ تھے اتنا نہ سمجھ کہ علی کی خلافت سے نبی
 امید بگڑ جائیں گے اور انکی شورش بالآخر اسلام کو صفت پہنچا نہی ہوگی مگر رسول امین
 شخص حکمراں ہونا چاہیے جس نے کہی دینی لوگوں میں گفتار کے دل نازک کو صدمہ
 نہ پہنچایا ہو۔ خدا پر لازم تھا کہ صاف طور پر آنحضرت کو حکم دیتا کہ اپنا قائم مقام ابوبکر
 کو بنائیں۔ کیونکہ مقتولین بدر و غزوہ کے احباب و اقارب اور جو شفقت آمیز نگاہوں سے
 دیکھتے ہیں ایسے خدا کی خدائی اور نبی کی نبوت کی کیا فائدہ۔ جسکی نظر عاقب امور پر ہوا اور
 بلا سمجھے حکم صادر فرما دیں۔ واقع میں حضرت عمر نے بڑی گہری اور دقیق نظر سے کام لیا
 ورنہ خدا و نبی دونوں علیتی ہوئی کشتی اسلام کو ڈوب بیٹھتے تھے۔

حضرت عمر کا آنحضرت کو وصیت آخر لکھنے سے روک دینا ایسا موزنی و جان شکن ہے کہ
 بعض دور اندیش علماء نے اسکا کیا ہے کہ عمر نے احفاد و قلدان سے منع نہیں کیا تھا۔
 اور اگر اس نے حضرت کو کاغذ لکھنے دیا تو گویا اسکا وہ فعل شیطانی تھا۔
 شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ کے باب ۲۴ میں طاعن عمر کا جواب دیتے ہوئے یہ
 بھی لکھا ہے کہ عمر نے ایسا کیا تھا اور اگر انکی ذات سے پیش بدر و غزوہ لایا تو انکی
 نسبت ایسی تھی کہ جیسی نبی آدم کے سامنے شیطان کی ہے۔ جتنے دلیل المتحیرین میں
 صحاح اہل سنت سے ثابت کر دیا ہے کہ اول جس نے حسب کتاب اللہ کہا وہی
 شخص رسول کے لئے ملنے کتاب ہمارا سالہا کے اوراق ابتدائی میں بھی منور سکا کر لیا ہے

و وصیت آخر کے قید قلم میں نہ لانے سے روک دینے والے خواہ گروہوں یا دوستوں
 شخص مگر شیطان کے جدا علی تھے۔ بہر حال اس فعل کا فاعل از حوالہ اصحاب قرن اول
 کے لوگوں میں سے تھا۔ مصنف فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے آدمی اسلام صحیح کی تصویر تھے
 و انکی پیروی پر مسلمان کے لئے راہ ہدایت بتلانیوالے۔ ایسے لوگ بھی کسی کے ہادی نہیں
 ہو سکتے جو کہ نبی کو داخل ضلالت کا غم لکھنے سے روکیں۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ میں تم کو
 ایسی تحریر دیے دیتا ہوں کہ کبھی ہادی گمراہی میں نہ پڑو گے۔ چشمہ سیدھی راہ چلے جاؤ گے
 ہر گاہ کہ قرن اول کے لوگوں نے اس تحریر کو زبان قلم پر نہ آنے والا ہذا لازم کیا کہ امت
 گمراہ ہو کر ہلاکت کے ہونا کبھل میں سرگرداں ہو گئی۔ اسے اکیسویں قرن اول کے مسز
 لوگ وہ تباہ کر رہے ہیں جس سے امت کی گمراہی لازم آئے اور مصنف طلباء کو ہدایت فرمائیں
 کہ ان حضرات کی پیروی باعث سرنگاری ہے۔ علامہ شہرستانی نے ملل و خلل کے شروع
 میں لکھا ہے کہ پہلا شعبہ نبی آدم کے لئے باعث خرابی و بربادی و وقوع اختلافات وہ
 تھا جبکہ شیطان نے حکم خدا سے سر تابی کر کے جناب آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے
 سے انکار کیا۔ اس کے بعد اسلام میں دو مشعبہ اس وقت واقع ہوا جبکہ حضور صلیم کو عمر نے
 وصیت آخر لکھنے سے روک دیا۔ او طلباء اپنی زندگی باوید پر رحم فرما کر اس شخص سے
 دلی نفرت کیجئے جسے آپ کے نبی کو ہدایت نامہ جو کہ امت کے لئے مفید تھا نہ لکھنے دیا۔
 سچ کہنا کہ اگر آپ اس وقت موجود ہوتے تو مانع دوات و قلم کی اطاعت اختیار فرماتے
 یا رسول اللہ کی۔ ضرور ہے کہ آپ صاحب اپنے نبی کے کلمے پر چلتے اور جو شخص حلقی ہوئی
 بائیکمل کے سامنے روٹا ہوا سر راہ ہوا تھا اس سے ملنے کی اختیار فرماتے۔ غیر اجماع
 تک کچھ نہیں بگاڑا۔ ہر بانی فرما کر میدان تحقیقات میں قدم بڑھائیے کتابوں کو دیکھیے علماء
 سے جو چھئے کہ کون ای شخص تھا جس نے شیطان جگر نبی برحق و ہادی مطلق کی نصیحت
 کو جو مشعل ہدایت امت تھی نہ لکھنے دیا۔ دلیل اخیرین مولفہ حقیر کے صفحہ ۶۲۰ و ۶۲۱ کے
 ملاحظہ فرماتے ہیں انت دانش معلوم ہو جائیگا کہ بحوالہ بخاری شریف و مشکوٰۃ شریف و دیگر
 النبیۃ ثابت کر دیا گیا ہے کہ دوات قلم کی طلب پر حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ رسول اس وقت

صبح العقل نہیں ہیں جن طرح بیمار بیمار و دوسری شہادت میں بھی وہی و دراصل عقل نہیں
 کیا کرتا ہے وہی حالت انجی ہی۔ ہر کسی فہم کی ضرورت نہیں کتاب خدا کی
 جن کو کوئی کتاب پر نظر نہیں اور صرف کچھ پر علماء کی صحبت اور دعائی ہو وہ کبھی نہیں کہہ
 کہ حضرت عمر نے بروئے آنحضرت ایسا سخت کلمہ کہا ہو گا کہ حضور اوقت جامعہ اصلی
 میں نہیں ہیں جنکو ہدیان کہنا چاہئے و فور مرض میں فرما رہے ہیں اور نیکو لازم ہے
 کہ کنز العمال ملا علی نقی کو دیکھیں مدارج النبوة کی جلد دوم کا ملاحظہ فرمائیں اور بھی
 کچھ ہو تو الفاروق کا صفحہ ۶۱ ہی دیکھ لیں انشاء اللہ معلوم ہو جائے گا کہ لفظ (حجر)
 جسکے معنی ہدیان (بیہودہ کہنے) کے ہیں۔ حضرت عمر کی زبان پر ضرور جاری ہوا۔ یہ بات
 کچھ بعید العقل نہیں ہے جب انسان کسی مرض شدید میں مبتلا ہوتا ہے یا کوئی اتفاقیہ دورہ
 پڑ جاتا ہے تو اسکی عقل چکر میں آ جاتی ہے۔ بیہودہ باتیں جن کا سر پر نہ دار و ہونے لگتا ہے اور کسی نام
 نہ بیان ہے۔ مگر دیکھنا اس کا ہی کہ انبیا بھی مثل عامۃ الناس بیماری کی حالت میں خارج از عقل
 ہو کر لام کاٹ کہنے لگتے ہیں۔ اسکی نسبت امام عینی شراح بیماری لکھتے ہیں کہ آنحضرت کا
 قول ہر حال میں صحیح ہے۔ خواہ وہ مریض ہوں یا تندرست۔ شاہ صاحب تحفہ کے صفحہ
 ۲۹۷ پر فرماتے ہیں (حق تعالیٰ انبیاء را بجهت کرامت و بزرگی ایشان در حالت غشی و
 بیہوشی نیز انچه خلاف مرضی او تعالیٰ باشد معصوم دارد۔ قولاً و فعلاً و ہر چہ غشی حق است از ایشان
 صادر میشود و در خواب نیز دل ایں بزرگاں آگاہ و خبردار میباشد۔) براہ کرم حضرت طلباء غور فرمائیں
 کہ حضرت عمر کی ایسی گہری نظر تھی جس نے امت کو قتلے و بائے گمراہی کر دیا۔ اسلام کو نیکو
 رسول کی اطاعت کریں جو کہ نادی امت تھے یا حضرت عمر کی جن کے دخل اور عقولات نے
 خلافت کو گمراہ کر دیا۔

فقہ دوم

دفن و کفن میں جو بے پروائی ہوئی وہ بھی ایک مصلحت تھی۔ اگر خلفاء متوجہ بہ تہمید جنازہ
 ہوتے تو انصار خلافت ہاتھ میں لیکر جہاز اسلام کو تحت الشری میں پھونکا دیتے۔
 جاری سچ ہیں نہیں آ تا کہ انصار کی حکومت کیوں منسلک اسلام ہوتی۔ تعجب ہو کہ خدا نے

آن مال میں ایسے لوگوں کی تعریف و ثناء کی جتنی جو زور باب خلافت اسلام کیلئے سخت مضرت تھی
 بالاعتقاد اہلسنت اگر قصہ قرآن حسب منشاء و صوابہ بدعنوانی ہو اجماعت خدا فی انھما
 کی تعریف میں بات نازل کرینکا ارادہ کیا تھا لازم تھا کہ حضرت عمرؓ کو مجاہد و جاکر آپ کو خبر نہیں
 ہے یہ انصاری پڑھی کجائی اور الٹی سمجھ والے ہیں اگر آپ کی تعریف پر مغرور ہو کر بھی یہ
 گروہ یلع اسلام کا مالک ہو گیا تو ایک ایک پودے کو جڑ سے اٹھا کر پھینک دینا
 سبحان اللہ جوازہ نبی کے جوڑ دینے اور نماز مہت نہ پڑھنے کے متعلق کیا ہی اچھا عذر
 سنیوں نے پیش کیا ہے - فقرہ سوم

دینی لڑائیوں میں حضرت علیؓ کے ہاتھ سے جو کفار قتل ہوئے تھے انکی اولاد اس کے عزیز
 کبھی خلافت مرتضوی پر مجتمع ہوتے۔ اور ابو بکرؓ کو کسی کافر کو نقصان جانی نہ پہنچایا
 کھانا میں جو ان سے کافروں کے عزیز و قریب۔ اولاد اور فقاسب رضامند تھے اس
 فقرہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت ابو بکرؓ نے دینی لڑائیوں میں کافروں کے دلوں کو
 لوٹی صدمہ نہیں پہنچایا تھا اور حضرت علیؓ نے کفار کا قلع قمع کر دیا تھا۔ حضرات اہل سنت
 جو ابو بکر صاحب کو قاتل الکفر والہجرہ بیان کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ کو داسلہ علی الکفار
 کہتے ہیں یہ غلط ہوا۔ حضرت علیؓ نے جو جہاد کئے وہ سب حکم رسولؐ کی گئے تھے رسولؐ نے
 جو کفار کی مداخلت کی وہ خدا کے حکم سے باہر تقدیر جو مسلمان علیؓ کی خلافت کو ناپسند
 کر نیوالے تھے اور ابو بکرؓ کی جانب انکا گوشہ خاطر تھا وہ خدا و رسولؐ سے بھی بالضرور
 ناراض ہونگے نتیجہ یہ نکلا کہ جن لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی وہ اللہ و نبیؐ و رسولؐ
 ہوئے تھے سبحان اللہ خلافت ابو بکرؓ پر جمع کر نیوالے وہ لوگ تھے جو خدا سے بھی ایک طرح
 کی کشیدگی تھی مجھ کو امید نہیں ہے کہ عاقل طالب علم ایسے شخص کی سیرۂ پر کار بند ہوں
 جس پر اجماع کر نیوالے وہ لوگ تھے جو کافروں کے قتل کر نیوالے علیؓ اور حکم جہاد
 دینے والے خدا و نبیؐ سے ناخوش تھے -

مصنف کا دعویٰ ہے کہ قرن ابتدائی کے سب لوگ اچھے تھے انکی پیروی ہر مسلمان پر

کالفرض ہے۔ مگر تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اون میں اکثر ایسے تھے کہ جنگ دلو میں قتل گار
 سے مثل خانہ زبور جمید پڑی ہوئی تھے یا ورکھو کہ بعد اسلام لانے کے جس نے اپنے
 باپ دادا کفار کو دوست رکھا ان کے قاتل سے کھروی کی اور پھر قتل اسکو خونیں گلاب
 سے دیکھا۔ وہ کسی طرح مسلمان نہیں ہو سکتے اگر نبی امیر تھے سرگروہ حضرت عثمان
 و معاویہ تھے حضرت علی و دینی لڑائیوں میں قتل کفار کر بیسے خارجیہ تھے تو ہر مسلمان
 نہیں کہ جاسکتے مسلمان وہ ہو جو یہ کہو کہ گریاب ہو کافر تو پھر یہ اہل سنت و دوست کا دوست
 دوست ہوتا ہے۔ چونکہ مصنف اور اون کی مرتبہ سیرت پر عمل کر نیوالے حضرت ابو بکر کے
 دوست ہیں اور ان کے دوست وہ تھے جو کہ علی سے بوجہ قتل کفار اور خدا و نبی کی سبب
 حکم قتال نارضا مند تھے۔ اور شک نہیں کہ جن لوگوں نے متفق ہو کر حضرت ابو بکر کو
 خلافت پر بٹھایا تھا۔ اون کو حضرات اہل سنت خوش کردار سمجھ کر محبت بھری
 نگاہوں سے دیکھتے ہیں اندرین صوت سنی صاحبان اون لوگوں کے دوست ہوئے
 جو کہ اپنے بزرگوں بھائی بندوں کے قتل ہو جانے سے کاٹا و کبیدہ طبیعت تھے جو
 قیامت میں جس جگہ وہ ہونگے اوس جگہ اون کا دامن دولت و دنوں ہاتھوں
 میں مضبوط پکڑے ہوئے سنی صاحبان ہونگے۔ طلباء مدرسہ علی گڑھ سے تصدیق
 پوچھتا ہوں کہ کیا آپ بہ اس دانشمندی و فرزانہ کاری اس بات کو پسند کریں گے کہ
 عرصہ قیامت میں آپ کی نیز و کرسی اوس جگہ لگی ہو جہاں خلافت بریہ پر اجماع کر نیوالے
 جنگ بدر و احد و خین خندق و خیبر میں اپنے بزرگ مقتولین پر آہ و زاری کر کے نبی
 و علی کو کیشم غضب گھونٹے نظر آئیں گے۔ میں ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتا کہ آپ صاحب
 ایسے موقع پر ایک سنگدھی ٹھہرا کر ارا کر ہیں آپ اوس کا ہمایہ پسند کریں گے کہ جسے خدا و
 رسول کے حکم سے خلافت ابو بکر کے دلدادہ لوگوں کے کافر باپ بھائی دادا نانا چچا ماما
 وغیرہ کا نام پاک چہرہ خاک مذلت میں لگڑا تھا دعلی الضار کی راہ کو درباب تجویز خلافت
 جو چلتی ہوئی نکشتی کوٹ بونیوالا اکابر اہل سنت نے تجویز فرمایا ہے اوس کی اصلیت سے
 ہم مطلع کئے دینے ہیں۔ تین و زک سقیقہ میں خلافت کے متعلق بحث رہی ہے۔

مل وقال بسیار انصار نے کہا انکم امیر و مننا امیر یعنی سلطنت محمدیہ کے دو حصے کر لئے جائیں ایک ٹکڑے میں تم حکومت کرو اور دوسرے میں ہم۔ ابو بکر و عمر نے اسے نہ مانا۔ پھر یہ کہا گیا کہ آپ ملک اسلام کے امیر ہوں اور وزارت ہم سے متعلق ہے۔ بخاری شریف میں یہ مقام حالات سقیفہ یہ کل واقعہ درج ہے جب کسی طرح اہل کی بات یہ چلی تو بالآخر انہوں نے یہ کہا کہ اب ہم سوائے علی مرتضیٰ کے کسی کی اطاعت نہ کریں گے۔ تاریخ کامل ابن اثیر کی جلد دوم میں صفحہ ۱۲۳ پر یہ سب قصہ درج ہے۔

روضۃ الاحباب یا کسی دوسری کتاب اہل سنت میں لکھا ہے کہ انصار بالاتفاق یک زبان ہو کر کہہ رہے تھے کہ مشرق تا بہ مغرب گرام است یا علی و آل ادماتا تمام است یہ رنگ دیکھ کر حضرت عمر نے ابوبکر کے ہاتھ پر حجت کر لی۔ انصار کی رائے سے بار خلافت جو علماء اہل سنت ناقص ملاحظہ ہیں اوسیں خرابی یہی تھی کہ وہ لوگ حضرت امیر کی خلافت پر رضامند تھے۔ اگر تجویز انصار حضرت امیر خلیفہ رسول تسلیم کر لئے جاتے تو حسب اتفاق اہل سنت اسلام بگڑ جاتا۔ اور قبول مولوی خلیل احمد مندرجہ اوراق بالا جہاز اسلام کھڑے ٹکڑے ہو تا کہ کسی سختہ کا پتہ نہ لگتا۔ باتفاق است آنحضرت نے قریب ہر زمانہ وفات اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ میں تم سے محض ہوتا ہوں، تمہاری ہدایت سے لے کر ان اور اپنے اہل بیت کو چھوڑتا ہوں اگر ان دونوں کی اطاعت کرو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے بسا تعجب ہے کہ نبی حکم باطاعت اہل بیت فرمائیں اور اہل سنت انصار کو علی کا نام لینے سے برہم زن امر اسلام سمجھیں۔ جو لوگ کہ انصار کی رائے کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر برا بھلا کہتے ہیں وہ یہ بھی تو فراموش کریں کہ اگر انصار ملک اسلام کے حکم ہوتے یا علی مرتضیٰ مسند حکومت پر جلوہ گر ہوتے تو اسلام کو کیا نقصان پہنچتا کیا یہ بزرگوار حلال خدا کو حرام یا حرام خدا کو حلال کر کے مسلمانوں کو ایسے ہستہ پر ڈالتے تھے جو کہ باب حنبل اسلام کو نہ پہنچاتا۔ میں اول بھی لکھ چکا ہوں اور بلا خوف اعادہ پھر لکھتا ہوں کہ تحفہ کے باب چہارم میں شاہ عبدالجبار الشکوہ شریف لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ آہ سر بھر کر فرمایا کہ ہا بعد میں لوگ علی کو پیشوا انی وین بنائیں گے۔ کاش میں

اتفاق کر کے علی کو ہادی طاعت بنالیں تو وہ ایسا راستہ تلاش کیا ہے کہ سب کو
 کئے بلانے کریں کھائے پید ہے باب جنس پر بھیج سکتے ہیں خواجہ صاحب نے
 جواہر سنت کے جواب دعویٰ میں تحریر فرمایا ہے کہ لوگ حضرت علی کی خلافت پر مجتمع رہے
 اس واسطے دوات و قلم کے دینے میں اہمال فرمایا۔ مگر حسب صراحت اوراق اقبال
 کتاب استیعاب کی جلد دوم صفحہ ۲۸۵ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عمر نے بوقت
 وفات اپنے صاحبزادہ عبداللہ سے فرمایا کہ اگر ارباب شوریٰ نے علی کو خلافت کی واسطے
 انتخاب کیا تو وہ مسلمانوں کو راہ راست پر لے چلیں گے اگر اذنی گرد و غیر تلوار بھی رکھ دیا
 تو راہ حق سے کبھی تباہ و نہ کر نیگے۔ تعجب ہے کہ جبکہ حضرت عمر ایسا سمجھتے تھے اوس کی
 خلافت کے قیام میں لانے سے متوہم ہو کر حضرت کو کتابت سے روک دیوں مضمون
 بالا سوائے رکتغاب استیعاب بروایت عبداللہ ابن عمر مستدرک حاکم و کنز العمال
 علی متقی و ریاض النظر و طبقات ابن سعد و فتح الباری شیخ بخاری میں بھی درج ہے
 حضرت عبداللہ کی دانشمندی پر تعجب پیدا ہوتا ہی جبکہ اپنے والد بزرگوار سے بگوش
 خود نہ چکے تھے کہ علی سوائے سید ہی راہ کے کبھی دوسری سمت خلافت کو نہ لیجائیں گے
 اذنی گرد پنہا اگر کوئی پھڑی بھی رکھ دیا تو خلافت حق نہ کریں گے پھر ایسے برگزیدہ بادی
 کی سمیت سے اوصوں نے کیوں انحراف کیا ایک لاکھ دینار لیکر نیرید کے غلام بنے
 اور آقائے دو جہاں سے منحرف رہے۔ غالباً یہ اثر قرآن اول کی غیوہل کا
 ہو۔ فقرہ سوم اگر آنحضرت جناب امیر کے نام پر خلافت لکھ جاتے تو بنی امیہ جکاؤ کو
 قیام دشمن تھے بلکہ اگر بدست ہو جاتے اور ایسی جنگ ہوتی کہ روکے سے
 نہ نکلتی بلکہ حنہ رات اہل سنت نے دورانیشی سے خاندان امیہ کو مورچہ
 پر رکھا ہے تاکہ شیخین جبکہ قبیلہ بنی تمیم و بنی عدی سے ہیں دشمنان اہل بیت کے
 راہ میں نہ آسکیں۔ واضح ہو کہ اسلام میں گو کہ قبائل عرب سے بہت قبیلے داخل
 تھے۔ مگر اول میں چار سربراہ و رہنما ہوتے ہیں۔ اول بنی ہاشم جنہیں آنحضرت اور
 ذکا خاندان داخل ہے۔ دوم بنی تمیم اس کا تعلق حضرت ابو بکر سیہی۔ سوم بنی عدی

یہ حضرت عمرؓ سے تعلق ہے چارم بنی امیہ اس باغ کے گل خوشننگ حضرت عثمان و عیاویہ و یزید و مروان وغیرہ ہیں۔ قبیلہ نمبر ۲ و ۳ وہاں ہندو گرتھ حلیف ایک جان و قسب اب ہو کر قبیلہ نمبر اول سے راہ مخالفت اختیار کئے ہوئے تھے بنی امیہ کی تو ایسی مصلی ہوئی عداوت ہے جس کا ذکر ہر کہ ویر کی زبان پر ہوا قبیلہ نے چونکہ بنی ہاشم سے علی الاعلان جنگ کر کے اوس کو تباہ و برباد کیا لہذا عام طور پر اوس کو خلائی دشمن خاندان رسالت سمجھنے لگی ورنہ خاندان رسالت کے جیسے دشمن بنی امیہ تنحو وہی حالت تیم و عدی کی تھی صواعق محرقہ میں حجر نیک میں ہر کہ بنی تیم و عدی بنی ہاشم سے عداوت رکھتے تھے۔ سوائے ازبس آئیں بار کہ و نن عننا مافی صلہ و رحم کے تحت میں امام رازی نے تغیب کبیر کے صفحہ ۲۸۶ پر لکھا ہے کہ بنی تیم و عدی یعنی ابوکر و عمر کے اجداد یا ام جاہلیت سے بنی ہاشم کے ساتھ عداوت شدید رکھتے تھے پس خواجہ صاحب کا یہ لکھنا کہ صرف بنی امیہ دشمن تھے غلط ہوا۔ قبائل سی قطیع نظر کر کے خود حضرت ابوکر و عمر کی حضرت علیؓ سے عداوت دکھلاتا ہوں مولوی عبد اللہ صاحب حقانی مذہب نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام الاعتصام السنۃ ہے اور وہ کانپور کے مطبع میں طبع ہوئی ہے اسکے صفحہ ۶۹ پر لکھا ہے کہ ابوکر علی و فاطمہؓ کسی نہ رکھتے تھے پس حضرت محمدؐ کا اس خیال سے بنی کو دوات و قلم نہ دینا کہ بنی امیہ بگڑ جائیں گے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ وہ خود اپنے حلیف قبائل کو دشمن اہل بیت تھے جو کام بنی امیہ نے کیا وہی بنی تیم ابوکر و بنی عدی عمر سے روٹو ظہور لایا۔ بنی امیہ کو تو اپنی عداوت پائی و جاہلیت نفسانی کے ظاہر کریگا موقع زمانہ اب بعد میں ملائے گا پہلے اول حصہ فروری ہاشم کے گھر پر غضب ڈھائے وہ حضرت ابوکر و عمر تھے۔ یہ دونوں بزرگ حسب صراحت بالا ہر اس حکم میں بنی کے گھرانے پر ہوا اتحاد رائے رہے ہیں۔ ملازمین جن کا خطاب علامہ ہی انہی شہداء تصنیف و اساسات البلبیب مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ سیدہ کواریث نہ دینے میں ابوکر برسر خطا تھے، حقیقاً ایک اور بات دکھلاتی ہے کہ جس سے ثابت ہو جائیگا کہ ہر سہ قبائل متذکرہ بالا باہد گرد و ستارہ تعلقات رکھ کر بنی ہاشم کو مد مقابل ہونے والے

و ظم نہ دینے کے بارہ میں حضرت عمرؓ جو یہ عذر پیش کیا تھا کہ بنی امیہ خلافت میں تھوڑی
 رضا مند نہ ہو کر شیشہ بکھا ہو جائیگا۔ بایں خیال میں نے حضرت کو وصیت نامہ لکھنے سے
 منع کیا کیونکہ علیؓ کو اپنے دادا ناما پچا ناموں وغیرہ کا قاتل سمجھ کر نسل امیہ کی آنکھوں میں
 خون اور تر تھا اس سے لازم آیا کہ بنی تیم و بنی عدی سے انکو کوئی عداوت نہ تھی غالباً
 قبیلہ مذکور کے لوگوں کو خیال ہو گا کہ ان دو قبیلہ والوں سے ہماری اصدا و کو کوئی ضرر نہیں
 پہنچا انہوں نے کسی لڑائی میں کبھی اپنی تلوار کو ہمارے بزرگوں کے خون سے آلودہ نہیں
 کیا بلکہ انکو جب موقع ملا قومی محبت پیش نظر رکھتے ہوئے میدان جنگ سے الگ
 ہو ہو گئے ہیں یہی وجہ ہوئی کہ بنی تیم و عدی کی خلافت کی وقت کسی اموی نے دم نہ مارا
 شگفتہ خاطر ہی و خوشدلی سے بیعت کر لی۔ ہر گاہ حنیف خیال عمر صاحب دینی لڑائیوں میں
 قتال کر نیوالے سے بنی امیہ ناراض تھے تو لازم تھا کہ انکو با ذلیل و خوار اور تباہ و برباد کرنے
 کا آئندہ سرا بھارنے کا حوصلہ نہ رہتا مگر حضرت ابو بکرؓ نے تحت خلافت پر قدم رکھ کر مزید
 یسیر یوسفیان کو ولایت شام و عراق فرمائی اور عمر صاحب نے اپنے عہد و دولت میں اسکے
 بھائی معاویہ کو وہاں کا مستقل گورنر بنادیا۔ شیعین نے اپنے تمام حکومت میں خاندان
 بنی ہاشم سے سیکو کوئی عہدہ نہ دیا۔ حنین شریفین کو کبھی کسی حصہ ملک کا عامل نہ بنایا علیؓ
 ایسے قلعہ اور قتال عرب کو کبھی کسی لڑائی پر نہ بھیجا۔ توحید کے عہد بنی میں کل مقامات پر حبشیا
 و جنگ خیبر میں رنادر علیاً مظهر العجایب سے ظاہری حضرت امیرؓ کو کئے جائیل پر
 بصلہ قہوجات فرشتوں کی زبان پر جنگا حدیں رکھا۔ اے کلاسیف کلاسیف کلاسیف کلاسیف
 جاری ہو۔ اور شیخین عثمان کبھی کوئی جنگی خدمت انونہ لبس سلاطین کا قاعدہ کو جس شخص
 سے لڑائیوں میں نمایاں کام ہو تو وہیں جکار عرب قلوب کفار پر اثر کئے ہوتا ہی اوس کی عزت
 افزائی کرتے ہیں۔ اگر وہ بہادر پرنس پا جاتا ہی تو معرکہ صعب شدید میں اوس سے املا لیتے
 ہیں چونکہ ابتدائی اسلام میں جبکہ مسلمانوں کو نہایت ضعف تھا اور حکم قرآن ایک سلمان بن
 کافروں کے مقابلہ میں محکوم مجبور کیا گیا تھا۔ اُس پر خط و وقت میں علیؓ نے بزور زور و الفقار
 تو دوسرا عرب کو دبا دیا۔ صولت نبوت کو قائم کیا اطراف عالم میں دین محمدؐ ہی کا ذکر کیا گیا

اصل علماء ابن عربیان محدث ابطال الباطل (اسنوی الاسلام پر بیعت علی) یعنی
 علی کی تلوار نے ہر سبت و بلند کرمات کر کے اسلام کے لئے سیدی منکر نکال دی
 کفار کی کھابوں میں وقار اسلام کو بڑھایا۔ سورہ برآۃ کی قبیل پر چھ لاکھ کفت کو جان
 دیا حنیوور کیا سوائے سردار سی کیا ماتحت نہ ہوا۔ ہر جنگ میں علیؑ ارشاد کر رسول رہا
 غایت جوا فریدی و پرتگری سے شب ہجرت محدث مقام پر رسول کی جگہ بنوایا۔ تعجب
 ہے کہ ایسا بھادرو فلح خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں گوشہ نشین و معطل محض رہا ان واقعات
 پر نظر کرنے سے ہر فرزانہ و دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے صرف بغاوت بنی امیہ
 پیش نظر فرما کر ذوات و قلم دینے سے انکار نہ کیا تھا۔ بلکہ بنی امیہ بنی تیم و عدی بھی عدو
 مقنوی پر کمر بستہ تھے۔

سایح بغداد و شیح بیچ البلاغۃ کی جلد دوازدہم میں صفحہ ۵۱ و ۶۲ پر لکھا ہے کہ عمر صاحب نے
 فرمایا کہ آنحضرت جو ش محبت سے بمقابلہ علیؑ ایسا کھ جاتے تھے جس سے معلوم ہوتا
 تھا کہ وہ حق سے عدول کر کے باطل کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔ ظلم و بلا حنیوور مذہب فیصلہ
 فرمائیں کہ جو شخص جی کو حسب ملاحظت بالکلیجھے وہ کسی کا فکے نزدیک بھی مسلمان نہیں
 تسلیم کیا جاسکتا۔ مولوی وحید الدین خان صاحب سی المذہب قد تحقیق کے صفحہ ۱۶۱
 پر لکھتے ہیں کہ جب حضرت بے طاقت ہو کر عازم دارالقرار ہوئے اذوقت عمر صاحب فرما
 ہو گئے تھے ہاں جب احضار ذوات و قلم میں انہوں نے انکار کیا حقیقہ تھا ہی حالت
 واقعی یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو ادب نبوت ہرگز نہ کرتے تھے صلح حدیبیہ کے وقت یہ الفاظ
 صریح کہہ دیا کہ جیسا آج نبی کے دیکر صلح کرنے سے اونکی نبوت میں حکو خراب ہوا ایسا کبھی نہ
 ہوا تھا۔ مولوی شبلی صاحب الفاروق میں لکھتے ہیں کہ عمرؓ کو اپنے ناشایستہ فعل پر اپنی
 تلاوت ہوئی کہ اوسکے کفارہ میں روزہ رکھے و اوفل نہیں خیرات کی غلام آزاد کئے جو بے
 ادبانہ گفتگو خلیفہ دوم نے کی تھی اوسکو کتب ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔ فتح الباری شرح
 بخاری و اصل بخاری مطبوعہ ممبئی صفحہ ۳۸۰ و منقح الفتوح و زاد المعاد شمس الدین رحمہ
 جلد دوم دلائل النبوة صفحہ ۳۶ و ۴ و روضۃ الاحباب و الفاروق صفحہ ۵۲۔ اس جگہ

یہ بات ذکر کر دینے کے قابل ہے کہ بیعت رضویہ
 مثنیٰ حسن کا ذکر قرآن پاک میں لفظ رضوا اللہ عن المؤمنین اذ بیایونک تحت الطہر
 کے لفظوں سے کیا گیا ہے آیہ موصوفہ بالا کے متعلق پوری بحث حقیر کے رسالہ الآیات مطبوعہ
 مقبول پریس دہلی میں موجود ہے یہاں نہ ورت مقامی سے کچھ غلط عرض کیا جاتا ہے۔ اکثر صحابہ
 اور بالخصوص حضرت عائشہ کی عادت تھی کہ آنحضرت کو نذر کفار میں کھرا ہوا دیکھ کر انہی جان
 بچانہ نظر کے سیدیاں حرب سے نکل جایا کرتے تھے۔ بار بار کی گزیر پائی نے یہ تجربہ کیا
 کیا کہ حضرت کو حکم باری پہنچا کہ ان لوگوں سے دوبارہ بیعت لیا اور شرط یہ قائم کر دی کہ
 کفار کو ماریں گے یا لوگے ہاتھ سے مرینگے مگر میدان سے فرار نہ کریں گے۔ غرض کہ ای بات
 پر ایک بول کے درخت کے نیچے یہ بیعت واقع ہوئی۔ مگر افسوس ہے کہ جن کی عادت
 میں سیما و مثنیٰ تھی وہ آلات حرب کی تالیش سے میدان جنگ میں ثابت قدم نہ رہے نہ بغیر بیعت
 توڑ کے جنگ خیم میں گرم ہوئے ہو گئے۔ حضرت ابو بکر و عمر آگے آگے اور اہل ثقلین پیچھے
 پہلے حرب گاہ سے دور نکل گئے سو اسے حضرت امیر و قہنہ اس نبی با ثناء کے اور کوئی حضرت
 کے پاس نہ رہا بعض روایات میں دس آدمیوں کا بھی حضرت کے پاس رہنا بیان کیا ہے۔
 آپ نے اپنے ہم نامدار حضرت عباس کو حکم دیا کہ چچا صاحب آب بند آواز میں کسی قدر آواز
 برپا کر کہ ان حضرات کو غیرت تروا لے۔ حضرت عباس چچ چچ کر بار رہے تھے کہ اس
 مالین بیعت رضویٰ یاد تو کر نہ تم نے کس اقرار پر بیعت کی تھی۔ گرجن کے اکثر سے ہوا پر
 کہ ہم کہتے ہیں ایک سنبھلا بھر کر نہ دیکھا۔ سب دہنے بائیں ہو گئے۔ دیکھو تائب نہیں
 جلد دوم چچا پہنچے صفحہ ۶۱۸ و شرح تخریر صفحہ ۱۰۸ و کتاب مغازی مرتبہ باقری یوسف خاں
 ۱۳۱۸ و رد المحتار صفحہ ۳۰۹ و معارج النبوة وغیرہا جنگ مذکور میں جو سدا ز کبہ نکست
 ہوئی اس میں غالب اثر حضرت ابو بکر کی بد نظری کا تھا۔ حضرت کے ساتھ ہار و ہراساں
 تھے غلیظ صاحب سہ ہریت پر کھسے ہو کر فوج کا لحاظ کیا تو جہاد میں رہا نہ مانے۔ سرخو رہند
 کر کے فراسٹ گئے کہنا۔ سے ہماری جمیعت ہر جہان را دم ہے جسوقت سرگرم ہوئے سب کو
 بکے جنونی عرس چا رہا ہے۔ مگر رسول اللہ صلا علیہ وسلم کی ایک جملہ حضرت کو کبیرہ کلام ہوا

سوسے کہ لفظ پہلے ہوئے گورے اور اڑتے ہوئے گورے کو گراویتی ہی۔ حضرت
 ابو بکر کی ہدف نری کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کے خلیفہ صاحب اور اس کے پیرو اور پیچھے تلوار لے کر
 کھار۔ دیکھو ترجمہ دارن البیوتہ صفحہ ۶۰ و تاریخ خیس قبلہ دوم صفحہ ۱۱۱ حضرت ابو بکر نے
 اسلامی خون کی کثرت اور جمعیت کفار کی قلت پر نظر کر کے جو شکہاں کلمہ کہا تھا جیسے آنحضرت
 نے کراہت کی تھی وہ کراہت حضرت علی کی ذات تک محدود نہ رہی بلکہ خداوند عالم کو بھی
 ابو بکر صاحب کا وہ تکرہ ہوا کہ اس کا معلوم ہوا چنانچہ بارہ دہم میں بطور سہرہ نش جناح نری
 ارشاد فرماتا ہے لَقَدْ نَصَرَكَ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ إِلَى آئِنَ يَأْتِي بِكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ الْوَيْسَاقَ
 اوطا نے ثبت ہے۔ موانع پر تیساری مدد کی اور یہ مخصوص مہر کہ جن میں میں جبکہ تھامی کثرت نے
 تھامنا زود تھمنا۔ میں ڈالا تھا گروہ غر اور غر اتھار سے کچھ کام نہ آیا۔ زمین باوصف ہون
 ہونے کے تیر تک ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تم میدان جنگ میں ثابت قدم نہ رہے بھاگتے نظر آئے۔ زیر
 و رشت جو بیعت کی گئی تھی انہیں یہ شرط تھی کہ جو لوگ وقاسے عہد کر شکہ یعنی میدان جنگ سے
 نہ بھاگیں گے وہ نعمات خداوندی سے بہرہ یاب ہونگے اور جو صاحب کشت بیعت دہوئے اور
 کریں گے وہ غلابا لیم میں مبتلا ہونگے۔ بعد بیعت اول معرکہ خیبر پیش ہوا جس میں ایک مرتبہ حضرت
 ابو بکر اور دو مرتبہ حضرت عمر علم لشکر لیکر قلعہ خیبر پر گئے۔ مگر برابر ناکام آتے رہے۔ اہل شکر
 کو نوادہ وہ اہل شکر کو نامرد ہلاتے تھے۔ چونکہ تین دن فرار لگتا رہا لہذا علماء اہل سنت
 نے تحریر فرمایا ہے کہ عدم فتح مستلزم فرار نہیں مطلب یہ کہ شیخین معرکہ خیبر میں فراری نہیں ہوئے
 بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ انہوں نے قلعہ خیبر فتح نہیں ہو سکا۔ بات تو ابھی بنائی تھی مگر افسوس ہو کہ
 علی الصلوۃ والسلام کی حدیث نے ان کی بات کو گھڑا دیا۔ باتفاق است آنحضرت نے فرمایا ہے
 لَکُلِّ يَلْمِ فِي أَسْكَو وَنَحَاوِ کہ اگر شیخین نے بقول علماء اہل سنت فرار کیا
 تھا تو آنحضرت نے اس قید کا کیوں اضافہ فرمایا۔ یعنی معرکہ خیبر پیش آیا۔ اسیں شیخین
 نے نمایاں کام کیا مگر بالاسے ظاہر ہے۔ اب حضرت مصنف اور ان کے بعد حضرات طلباء
 سے عرض کیا جاتا ہے کہ ہر گاہ حضرت ابو بکر و عمر و عہد کر کے اپنے عہد پر قائم نہ رہے تو ان کو
 یہ رضوا کی بشارت نے کوئی فائدہ پہنچایا۔ یا کہ اُس عذاب کے تحقق ہو گئے جو ثبات قدم نہ رہنے

والو کو قرآن میں بتایا گیا ہے۔ اسے طلباء علی گڑھ اگر تم اسوقت کسی عالم میں جسکو اپنا پیشوا جانتے ہو وہ عدم کرو کہ ہم ہر حال میں آپ کے شریک ہیں اور پھر غفلت و عدم کرو تو اہل عقل کے نزدیک تم کس درجہ میں شمار کئے جاؤ گے۔ عام لوگ آپکو بدعہ کہہ کر پکاریں گے۔ ایسے ہی شخص کی نسبت خیال فرالینا چاہیے۔ حضرت عمر کو اس واقعہ سے کچھ ایسی غیبت و انگیزہ ہوئی کہ جس درخت کے نیچے بیٹ واقع ہوئی تھی اسکو چڑھ کر اودھا اسلام کے ایک عظیم الشان واقعہ کی وہ درخت یا بگاڑ تھا۔ حضرت عمر کو مناسب تھا کہ اسکو قائم رکھتے بیچ و بیابان سے اٹھا کر لے کر حکم دے دیتے عام قاعدہ ہے کہ اگر کسی جگہ کو فی اللہ یا فی اللہ یا فی اللہ یادداشت معاملہ واقع ہوتا ہے تو وہاں کے نشانات کو قائم رکھتے ہیں اور اگر اس موقع پر کوئی نمودی چیز نہیں ہوتی تو از قسم عمارت کچھ بنوا دیتے ہیں تاکہ اس کے دیکھنے سے آہوئی انسانیں معلوم کرتی رہیں کہ جگہ فلاں بات پیش آئی تھی۔ ملک عبس میں اکثر مساجد ایسی دیکھی جاتی ہیں جو کہ کسی معاملہ بزرگ کے واقع ہونے پر بنوائی گئی ہیں۔ میدان حدیبیہ کے درخت کا گٹھڑا تھا چونکہ حضرت عمر کی فردمطالع میں ایک نمبر کا اضافہ کر دیا لایا تھا۔ لہذا اہل علم و اہل عمل یہ سب اس وقت بشی صاحب نے القاروق میں لکھا ہے کہ بھلا سے عرب کی نگاہوں میں وہ درخت کچھ ایسا مقدس قرار پایا تھا کہ خلافتی راہ دور و دراز سے دیکھنے کو آتی تھی۔ بلکہ اسکی پوجا پاٹ کرنے لگے تھے۔ عمر صاحب نے بخیال دفع شرک اسکو کٹوا دیا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس درخت سے کیا کراہت ظاہر ہوئی تھی جو خلائق اس کے سامنے سرسجود ہوتی تھی۔ اگر فی الواقع ایسا تھا تو ماننا پڑے گا کہ قرن اول کے مسلمان جو کہ صحابہ و تابعین کی فرد میں مندرج تھے ایسے جاہل و کندہ ناتراش تھے کہ خدا پرستی چھوڑ کر بول کے آگے ڈنڈوت کرنے لگے تھے۔ اگر وہ اس درجہ ضعیف الاعتقاد تھے کہ درختوں کے سامنے ماتھا ٹپکتے پھرتے تھے تو صرف قرن اول کی وجہ سے اونکو بقول صنف اسلام کا اصلی منظر کیوں سمجھا جائے اور اونکی سیرت اونکی رفتار و کردار پر کس لئے عمل کیا جائے۔ صاف سمجھ لینا چاہئے کہ قرن اول کے مسلمان جو کہ صحابہ رسول کو جلتے تھے یا تابعین میں داخل تھے مثلاً ہنود ایسا کچھ عقیدہ رکھنے والے تھے کہ بجا سے خدا پرستی درختوں کی پرستی

کرتے تھے۔ بات کچھ اور ہوتی ہے اور علما سے اہل سنت رنگ و دھار پڑھا دیتے ہیں
 میں عرض سے حضرت عمرؓ نے اُس درخت کو کٹوایا اور سکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُس
 زمانہ میں جو رہبر و اوس طرف سے گذرتے ہونگے۔ وہ درخت نکور کو دیکھ کر کہتے پتے
 ہونگے کہ یہاں شیرازی یہاں خیراتی یہاں اسکے میاں ڈھکے یہ وہی میدان تو ہے جہاں
 حضرت عمرؓ آنحضرتؐ کے نبی برحق ہونے میں شک کیا تھا اور وہ بدوگ تاخانہ و یہ
 اور ان کلمات حضرت کے سامنے کہے تھے۔ اور ماں وہ بیعت بھی تو اسی جگہ واقع ہوئی تھی
 جسکو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ دیکھو وہ بول کا درخت بول نظر آ رہا ہے اسی کے نیچے تو علم
 خیر و بیعت کی گئی تھی۔ ہاے افسوس لوگوں نے حضرت سے عہد کر کے اپنے اقرار کا
 کچھ بھلا نہ کیا۔ اور اڑائیوں میں حضرت کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ پرچہ نویسوں نے حضرت دم
 کو خبر دی ہوگی کہ حضورؐ کی گستاخی اور بیعت کی توڑ پھوڑ بھی تک اذیان غلامی سے دور
 نہیں ہوئی۔ درخت کے دیکھنے سے روز بروز تاریکی پذیر ہوتی ہے اس کا سنا سبنا نظام
 فرمایا جاوے۔ بارگاہ غلاف سے حکم صادر ہوا ہو گا کہ اُس درخت ہی کو کٹو لو جسکا وجود
 واقعات گذشتہ کا یاد دلانے والا ہے۔ حضرت عمرؓ نہ سمجھے کہ زمانہ آئندہ میں تاریخ نویس
 اس سرکہ کو درج کتب کر کے قیامت تک لوگوں کو یاد دلانے والے رہینگے اور قطع درخت کا اقرار
 قریب لیں ہو جائیگا حضرت عمرؓ کی یہ عادت تھی کہ لوگوں کو پھیلانے کے لئے ایو واقعات کے سننے
 محو کرنے میں کوشش کیا کرتے تھے۔ جس سے کسی بات کا پتہ چلتا ہوا مظنون خاطر ہو تا تھا
 صاحب قیامت اللغات لکھتے ہیں کہ جب کاغذات پر سال لکھنے کے لئے بحث پیش ہوئی تو بعض
 اہل الزام نے یہ عرض کیا کہ اسلامی سال اُس تاریخ سے مقرر کیا جائے جبکہ مسلمانوں کو
 غلبہ ہو کر کفار کی کمزوری تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اسکو پسند نہیں کرتا۔ جب سیر سامی کاغذ آ
 پیش ہوئے سال غلبہ پر نظر کرتے ہی مجھ کو اپنے کفر کے زمانہ کی شکل یاد آجایا کہ یہی جسکا خیال کر کے
 میں تا دم ہوا کرونگا۔ ایسی بات بھلا دینے کے قابل ہے۔ جب حضرت امیر نے ابتدا سے
 ہجرت سے اسلامی سال کی بنیاد قائم کی۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔ غدیر میں جب
 آنحضرتؐ نے مولایت امیر المؤمنین کا اعلان فرمایا تھا۔ اسوقت حضرت بلالؓ

کو حکم دیا گیا تھا کہ اذان کا جلد ہی علی بن ابی طالبؑ کو نگو تو موقع پر حاضر ہو جی اعلان
 دو۔ جب آپؐ کا زمانہ حکومت ہوا تو خیال فرمایا کہ جس وقت موزن علیؑ غیر اصل پکارے گا
 لوگ سمجھ جائیں گے کہ اس کلمہ کا تعلق مخصوص بنیاب امیر ہے اور اذنی ولایت و وصایت
 از جملہ اعمال خیر ہے لہذا آپؐ نے اس کو فضول اذان سے خارج کر دیا اور صرف صبح کے
 لے الضلوة خیر من النوم کا اضافہ فرمایا۔ بعد وفات سرور عالم جب مدینہ کے لوگ حضرت
 سیدہ کے گریہ شبانہ روزی سے شکایت مند ہوئے تو حضرت امیر بیرون مدینہ معصومہ
 کو بلوایا کرتے تھے آپؐ وہاں بلاروک لوگ اپنے پدر بزرگوار کو رو لیا کرتی تھیں۔ اوس جگہ ایک
 درخت تھا مغلطہ اوس کے نزدیک سایہ پیشہ کر معروف بنا ہوئی تھیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے غایت بیدردی
 سے اوس یادگار کو کٹوا دیا۔ حضرت امیر و سنین و دیگر بنی ہاشم کے قلب پر اس قطع پریدہ نے
 کیا صدمہ پہنچایا ہو گا۔ ان المطروق قطع الشجر بدترین خلاف سچھے گئے ہیں لہذا اوس روز سے
 باصطلاح شیعہ عمر صاحب کا نام قطع الشجر ہو گیا۔ چونکہ گفتگو اس بات پر شروع ہوئی تھی کہ حضرت
 عمرؓ فرمایا تھا کہ آنحضرتؐ علیؑ کی محبت کے جوش میں اکثر جاوہ اعتدال سے تجاوز کر جاتے تھے
 معاہدہ میث و قطع اشجار وغیرہ کا ذکر بطور جملہ معترضہ آگیا تھا لہذا پھر اصل مطلب کی طرف
 رجوع کر کے کہا جاتا ہے کہ ایسا مطلق العنان و گستاخ ہمارا شخص جس نے بقول شعی حضرت کے
 سامنے گستاخی کی اور کفارہ میں روزے رکھے تو اہل پڑھیں اگر نبیؐ کی نسبت کہہ دیوے کہ وہ
 محبت علیؑ میں مرکز عدالت سے ہٹ جاتے تھے تو چندان قابل استعجاب و نہیں ہو سکتا۔ حضرت
 عمرؓ بھی عجیب شخص تھے کہ گناہ خود کریں اور گناہگار بنی امیہ کو نہیں لیں۔ اگر حضرت نے نبیؐ کو وصیت
 آخر لکھنے سے بطور جائزہ روکا تھا۔ تو لازم تھا کہ آنحضرتؐ اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر فرماتے کہ بھائی عمر
 خدا تعالیٰ ارحم الراحمین اگر تم عقل سے کام لیکر انجام دینی نہ کرتے تو میری نافرمانی اندیشی ہستی اسلم کو
 ثوبہ دیتی۔ میں علیؑ کو ضرور وظیفہ کرتا اور بنی امیہ تذبذب عدوت سے راہ مخالفت اختیار کرتے۔ مگر
 بخاری و دیگر صحاح بخوار و بیخ کے دیکھنے سے معلوم ہو کہ حضرت اپنی قبل پر تاہم نہیں ہو سکتے
 بلکہ عمرؓ و راویوں کے دوستوں کے شور و ثقب سے ایسے دلتنگ ہوئے کہ بعد غضب فرمایا کہ تم لوگ
 میرے پاس سے اٹھ جاؤ تمہاری کسمائے شور و غل چاہا جھگڑا تھا کہ زاجا نہ نہیں ہے۔ حضرت

طلب کو اختیار ہے نبی کی اطاعت کریں یا عمر کی جو کہ حضرت کے آخر حصہ حیات میں تازیانہ
 (مخمو و عاتقی) لکھا کہ حجرہ طاهرہ سے برآمد ہوئے تھے۔ اگر بنی امیہ ہی دشمن اہل بیت
 ہوئے تو قہیم و عدی کا خاندان کبھی اور ان افعال کا مرتکب نہ ہوتا جو کہ زمانہ خلافت میں اولیٰ
 ظاہر ہوئے۔ سب سے اول جو شہداء خاندان نبوت پر گذرے گو کہ حضرت عثمان غنی امیہ
 کے لکھیا اور رموزی سردار انہیں ہو جو دتھے۔ مگر اصل ظلم کرنے والے حضرت ابو بکر اور اُن کے
 شیر و وزیر حضرت عمر تھے۔ سیدہ ارث پدری سے زمانہ شیعین میں محروم کی گئیں۔ روزانہ
 قاطعہ پر انہیں کے اوقات حکومت میں آتش افروختہ ہوئی۔ دختر فنی نے انہیں کے لئے عدم
 حضور کی جنازہ پر وصیت کی چند مواقع پر انہیں کے خوف سے قبر سیدہ کے نشانات قائم
 کئے گئے۔ حضرت علی بیت کرنے کے لئے انہیں کے وقت میں مجبور کئے گئے جس کو ان محمد سے
 بخلاف حکم قرآن انہیں حضرات نے ضبط کیا۔ حسب مراحات جمع بین اصحاب انہیں کے دو حکومت
 میں لوگوں نے حضرت امیر سے روی تو جو پھر الی جس سے تنگ و لاچار ہو کر ابو بکر سے صلح
 کر لی۔ انہیں دونوں بزرگوں کے عہد دولت میں امیر المومنین گوشہ نشین رہے بنی
 امیہ کو انہیں حضرات نے فاک مذلت سے اور عزت پر پہنچایا وغیرہ وغیرہ۔ بنی امیہ کے
 مظالم تو زمانہ عثمان سے شروع ہو کر ایسے ناستناہی ہوئے کہ جن کا اثر اب تک ہوا ورنہ معلوم
 کتب تک میریگا۔

علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ بعد رسول صحابہ حق سے عدول کر کے عدو ظلم پر
 پہنچ گئے تھے انہوں نے اہل بیت نبوی پر وہ سخت زیادتی کی کہ چنگ سنے کا کوئی قلب تحمل
 نہیں کر سکتا قریب ہے کہ دیا جو ش میں آئیں۔ آسمان پھٹ جائیں زمین تحت الشری پر پھوٹ
 جائے۔ ایسے صریح ظلم خاندان نبوت پر کئے گئے کہ اونکی گواہی دینے کے لئے جمادات نباتات
 زبان بجا بیگئے انتہا ہے کلام۔ کوئی وقت ایسا نہیں گذرا کہ جس میں تابعین نسل قہیم و عدی و
 امیہ نے دست ظلم و قہقہ استیں کیا ہو اول او سکے حقوق ہا مال کئے۔ اعزاز خاندانی کو برہا
 کیا۔ بیکار بنا کر گھر میں بٹھا دیا۔ آئندہ جو سلطان ہو اوہ پھلے بادشاہوں کے روزنامچہ دیکھ دیکھ
 کہ جو وعدہ کیے انہیں میں بے تعداد کو کالے جھونکتا رہا۔ تا ایک نوبت بے تھن نفوس پہنچی جس کو

قتل کرنے کا موقع نہ ملا۔ ان کے مقابلہ کے اوکھڑے رائے ثبات مستحکم کے مدد سے
 میں پوری قوت اسلامی دکھائی۔ جنگ کا زمانہ نکلا اور انھوں نے اپنا اپنا طبعیت اس
 طرح نکالا کہ عامہ خلایق کو من کیا کہ اہل بیت نبوی پر جو ظلم واقع ہوئے اونکو زبان پر لایا
 ان کے مزار مقدس کی نقل نہ بناؤ اگر ایسا کرو گے بت پرست ہو کر مر و گے۔ اس باب میں کتابیں
 لکھی گئیں اشتہارات شائع کئے گئے اخبارات میں (بدعات محرم کی) سرخی دیکر عام ضامین نکلا
 جاتے ہیں۔ عدالتوں میں تنفیث ہوتے ہیں کہ اس کو چھوڑو سے طریق نہ نکالی جائے حضرت
 عباس علیہ السلام کا علم نہ اٹھایا جاوے۔ مشک میں تیر نہ لگایا جاوے۔ ان سب باتوں کے
 محرک وہی لوگ ہوتے ہیں جو قبائل غلامانہ متکبرہ بالاس کے نام پر جان فدا کر بیٹھے ہیں۔
 اندریں حالت کیونکر قیاس ہو سکتا ہے کہ صرف نبی اسیم کی وجہ سے جو صاحب بنے روایت و قوم
 نہ دینے میں دور اندیشی سے کام لیا تھا۔ اور سنیہ حضرت عائشہؓ توفیقہ نبی تیمم کی نور نظر اور
 جگر گوشت تھیں انکو تو کوئی عداوت آل ہاشم سے نہ کرنی چاہیے تھی۔ مگر محمد و منہ نے ایسا غبار
 طبعیت نکالا کہ قیامت تک یادگار عالم رہیگا۔ حضرت علیؓ کی خلافت سے یہاں تک ناامان
 ہوئیں کہ لشکر جرار لیکر میدان جنگ میں تشریف لائیں۔ بیس ہزار مسلمانوں کا خون منظمہ
 کیونچہ سے عرب کی گنگریوں میں مل گیا۔ اس پر صبر نہ آیا۔ امام حسن علیہ السلام کو نانا کے پاس
 دشن نہ ہونے دیا۔ اونکی نقش مبارک پر تیر و کاغذ برہوایا۔ اہل سنت حضرت عمرؓ کی سوج
 سے پوچھیں کہ حضورؐ نے تو صرف نبی اسیم کو حضرت علیؓ کا بوجہ قتل کفار دشمن بتلایا تھا۔ ائم
 المؤمنین کے کس عزیز کو قاتل کفار نے قتل کیا تھا جس کا خونہا لینے کو دار و دیوار کا زرار
 ہوئی تھیں۔ محمد و منہ سنیان کا فرائج کچھ عجیب قطع کا واقع ہوا تھا۔ تہریف الطبع اور سلیم المزاج
 مستورات کا قاعدہ ہے کہ اگر اپنے بطن سے اولاد نہیں ہوتی یا زاد ولد سے لمبوی ہو جاتی
 ہے تو محض خیال بقائے نام شوہر اسکی اولاد سے محبت کیا کرتی ہیں۔ جو کہ خداوند کی زوجہ
 اونی سے ہو۔ مگر انکی ہمیشہ علیؓ کی جناب سیدہ سے ہی معصومہ کو اتار بیچا یا کہ بالآخر
 اونکو وصیت کر دیتی پڑتی کہ مادنا مہربان جنازہ پر نہ آئیں اسی پر جسہ عورت شایہ ستام
 عالم میں کوئی ہو جیسی کہ منظرہ موصوفہ بالا تھیں۔ کتاب فیوض الرضا مولفہ محمد رضا علی یاری

معلوم ہے کہ اس کے حضور ۱۴ سطر اول پر لکھا ہے: ہر روایت مسلم و بخاری کا شہید و کفایت
 کرتی ہے نہ کہ وہ در شک نہ دوم بیچ پہلے اور تان پہلے بر مل اللہ علیہ وسلم پناہ کی قدرت بروم بر شہید
 بھی لکھا حالانکہ سن اور زاد و بدہ دوم، غلامان حضرت عائشہ خور فرمایاں کہ جب نامویدہ پہلے
 خدیجہ سے عائشہ صاحبہ کو تھا تو آتش حسد میں جل بھنکر اونکے وانا واد کی مٹی اونکے نواسہ سے
 جو کچھ بھی عداوت کر تیش تھوری تھی۔ بنی تمیم کی ایک صاحبزادی کا حال تو معلوم ہو گیا بنی عدی
 کی عداوت کا ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت عمر کے دو صاحبزادے ایک عبد اللہ و دوسرا عبید اللہ
 مشہور عالم ہیں۔ اول نے حضرت امیر کی بیعت نہ کی اور نہ ہر ایک غلامی کا فائدہ اپنے گلے میں بھی ڈالا
 اور نہ مگر اہل مدینہ کو کبھی بھجایا خوف دلایا کہ حاکم شام کے پیشہ کی بیعت سے علاحدہ ہونا چاہیے
 وہ ہمارا امام اور سر دار دینی ہے۔ دوم نے حضرت معاویہ کے شریک ہو کر جناب امیر علیہ السلام
 کے مقابلہ میں تلوار اور مٹائی۔ فرجام کار اویں گروہ کے مقتولین میں داخل ہوئے۔ حضرت
 عمر کی روح مقدس سے سوال کیا جاتا ہے کہ حضور نے تو بنی امیہ کی مملکت پیش نظر فرما کر
 آنحضرت کو دوا متاثر نہ دیا تھا یہ دوم راور ایک عورت کہاں سے دشمن پیدا ہو گئے جنہوں نے
 بنی امیہ سے پہلے ہی پہلے تلوار کا ڈورا کھول دیا۔ پس حضرت عمر نے اگر خیال پر فاش بنی امیہ
 حضرت کو ولایت ناسد نہ لکھنے دیا تو یہ کیسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ جو
 صحابہ و صحابیہ کے جنکو حضرت امیر سے تعلق نیاز مندی تھا او جملہ قبائل عرب اہل بیت سے
 نفرت تھے۔

فقہ چہارم۔ اس میں شک نہیں کہ صحابہ نے حضور کے جسم سے غفلت کی مگر اسکو پہلے
 پر عداوتی نہیں کتے ایمنوں نے روح اسلام پر احسان کیا اور وہ احسان گویا خود حضرت
 کی ذات اللہ پر تھا کیونکہ آنحضرت اسلام کی روح تھے۔ ہر گاہ صحابہ نے جسم رسول کو یکے بعد
 دوسرے چھو کر اختلاف میں اتھاںک فرمایا تو اسکو اہل سنت نے غفلت کے ساتھ کیوں
 سمجھ لیا۔ یہ تو عین ہوت یا سی۔ یا مری تھی۔ در باب تعین خلیفہ جو غفلت کہ آنحضرت نے
 اس شخص اوس فرد گناہت نبوی کی تہا یہ نے اصلاح کر دی۔ طلباء و زید ملاحظہ فرمائیں
 کہ انکے اہل مذہب منقصت کو کس خوبی سے مہدل، تعریف کرتے ہیں۔ ایسا بھاری

الزام صحابہ کی ذات سے اس پر جو صورتی کے ساتھ اٹھایا گیا۔ اولیٰ رسول ہی پر اس کا کھرا
 اگر رسول پاک اپنی زندگی میں انتظام خلافت فرما جاتے تو صحابہ کے مرہونِ منت نہ ہوتے
 دربابِ وراثت اس موقع پر عقلِ خدا داد سے کام لیں۔ کہ حضرت ابو بکرؓ کو عمر و عثمان کے
 روحِ اسلام پر احسان کیا یا کہ اسلام کی روح کو اس طرح کھینچ لیا جیسا کہ قابضِ ارواح
 کھینچ کر لے رہے ہیں۔ اور اوراقِ ابتدائی میں مسیحیذاً عداً مرعوم و شمس العلماء اندیز احمد و
 علامہ شہرستانی کے اقوال و دربابِ خلافت جو لکھے گئے ہیں اور سب کا خلاصہ یہ ہے
 کہ باعثِ اختلاف و مصعق اسلام خلیفہ ابو بکرؓ کی خلافت ہوئی جس کو مسلمانوں نے بیخیز
 مسئلہ خلافت پر ہوئی ایسی کسی مذہبی معاملہ پر نہیں ہوئی۔ بسا تعجب ہے کہ جو چیز اندر
 معزز ثابت ہوئی ہو اس کو خواجہ صاحب موصوف بالابا عقدا اہل سنت ابو بکرؓ کا روحِ اسلام
 پر احسان کرنا ظاہر فرماتے ہیں۔ مولوی خلیل احمد صاحب پنی مایا ناز کتاب طرہ الکرار میں
 لکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں وحدانیت و نبوت و قیامت کے متعلق جزوی اختلاف ہے
 جو کوچہ ان قابلِ نظر نہیں ہے۔ البتہ مسئلہ خلافت میں سخت مخالفت ہے۔ اگر حضرت ابو بکرؓ
 و عمرؓ نے تجویز خلافت میں کوئی بے اعتیاضی نہیں کی تھی تو مسلمانوں میں یہ بے عزتانی
 کیوں ہو گئی۔ حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد کہ بیت ابو بکرؓ فلتتہ بینی بے سمجھے ہوئے عواقب امور پر
 نظر ڈالوے واقع ہو گئی تھی، خدا نے اس کے شر سے مسلمانوں کو بچایا۔ اگر آئندہ کسی شخص نے مثل
 ابو بکرؓ حصولِ خلافت میں جسارت کی تو واجب القتل سمجھا جائیگا (کس بد میں شمار ہوگا۔
 دوات و قلم کے متعلق کہا گیا ہے کہ عمر صاحب نے بڑی گہری اور دقیق نظر سے کام لیکر انھیں
 کو کتابت کرنے سے روکا تھا بالکل غلات ہوا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ گہری نظر یہ تھی کہ جو شخص
 کفار بنی امیہ علی سے گراں خاطر رہے۔ اگر حضرت نے خلافت کو ان کے نام ذکر کیا تو
 آتشِ عداوت بھڑک کر خرمین اسلام کا دانہ دانہ جلادگی اور ابو بکرؓ کو اس واسطے لایق
 مسندِ امانت سمجھا تھا اگر اہلِ جانب سے کسی کی طبیعت میں کہ ورت نہ تھی دینی الزاموں
 میں چونکہ انکی تلوار کاٹھی سے باہر ہو کر سیڑھی پر آئے، یہ قتال نہ ہوئی تھی اندہ مقتولین بدر و
 ان کے خویش و اقارب ان کو بہ نگاہِ محبت دیکھتے تھے۔ جب خلافت کے لئے ایسے شخص کی ضرورت

علی کو کہہ کر آپ واقعات کفار کی آنکھوں کا تار ہوا اور وہ بوجہ عدم قتل کفار ابو بکر کو
 تو خیر خلیفہ اول کی خلافت کو شہرہ بڑھا سنو کہ یوں بتلایا گیا اور اس طریقہ سے قیام
 خلافت زیب بدن کر نیوالے کو واجب القتل کیوں سمجھا گیا۔ اگر حضرت ابو بکر واجب القتل
 تھے تو حضرت عماروں سے بدیعہ اولی قابل ہنر لگے جاسکتے ہیں کیونکہ حضرت ابو بکر نے فدا
 کے حکم سے خود کو نہیں باندھی وہ غریب تو حضرت عمر و ابو عبیدہ جراح کے ہاتھ پر بیٹ
 کر بچا پتے تھے راغمانہ اودی میں شیعت نے اس واقعہ کو لکھ دیا مگر عمر صاحب نے
 زبردستی اونکے ہاتھ میں ہاتھ دیکر اسلام علیک یا خلیفہ رسول اللہ کہہ دیا۔ اگر جلدی
 میں بے سوچے سمجھے انجام کار پر بلا نظر کئے ہوئے ابو بکر خلیفہ ہو گئے تھے تو یہ تمام مظہر
 عمر کی گردن پر تھا اللہ فادہ کشتی و گردن زدنی تھے۔ واہ یہ عجیب انصاف ہے خود کو خلیفہ
 بنائیں اور پھر اونکے لئے متراسے موت تجویز کریں۔ ارباب تمیز اس موقع سے سرسری
 نگذریں کچھ رک کر نظر کریں۔ عمر صاحب نے خلیفہ اول کی خلافت کو فتنہ کی چنگا سی
 کیوں بتلایا تھا۔ نبی اسبہ و دیگر سہان جنکے اقربا و غنی لڑائیوں میں جنم کا ایندھن بن
 تھے وہ تو ابو بکر صاحب کو پسند ہی کرتے تھے اور انکی خلافت سے بچاے خود خوشدل
 تھے کہ اونکے عزیزوں کے قتل کا دھبہ خلیفہ اول کی تلوار پر نہ تھا پھر وہ کون سبب تھا جسکی
 بد نظر فرما کر خلیفہ دوم نے ایسا ارشاد فرمایا تھا۔ یہ جملہ جناب امیر علی علیہ السلام سے علاقہ
 رکھتا ہے جنھوں نے کبھی ابو بکر و عمر کو نبی کا جائز جانشین تسلیم نہ فرمایا۔ بلکہ حسب مذاہب
 بخاری و سلم دونوں کو جھوٹا ہے ایمان دغا باز گنہگار سمجھتے رہے۔ بیعت پر انھیں جھگڑا
 ہوا۔ بقول شاہ صاحب مندرجہ تختہ زبیر و نبی ہاشم انھیں کے گھر میں معزولی ابو بکر
 کا مشورہ کرتے تھے۔ آگ انھیں کے گھر پر لانی گئی۔ ابوسفیان نے انھیں سے کہا تھا کہ اگر
 آپ اپنا تلف شدہ حق اس پورے (ابو بکر) سے لینا چاہیں تو ابھی مابینہ کو سواران جنگ
 ازما کا جولا گھاہ بناووں۔ تلوار و مکی چمک سے خیم آفتاب کو خیرہ کرادوں۔ پس حضرت
 عمر کو یہ کٹھکا تھا کہ اگر علی رضی اللہ عنہ کی تلوار لیس کر آمادہ قتال ہو جاتے تو سواد ہیبتہ نمونہ میدان
 بنا ہو جاتا حضرت عمر کا یہ نقطہ صحیح تھا۔ اگر حضرت امیر اس وقت برسر مجاہدہ ہو جاتے اور ابو بکر

کو تخت خلافت سے اوتارنے میں ذرا بھی کوشش کرتے تو خلافت کریمہ کا تار و پود برباد
 ہو جاتا۔ حضرت امیر خروباہ کر کے کہ نجران اسلام کی بنیاد رکھا دیتے مگر اپنے لئے
 چند موانع شدید تھے جنکو میں نے بہت تفصیل و تصریح سے رسالہ مشعل ہدایت مطبوعہ
 مقبول پریس دہلی میں بیان کر دیا ہے اگر اوسوقت جنگ ہوتی تو وہ ظاہری مسلمان
 بنکندہ لوگوں میں فوراً بیان پورے طور پر مستقر نہ ہوا تھا اور جو کہ جہاد اسلام حضرت امیر سے
 بوجہ قتل کفار خاصہ کئے اور حضرت ابو بکر سے بوجہ سنگی رکھتے تھے۔ مرند ہو جاتے اور
 اسلام کا نام دنیا سے اٹھ جاتا۔ اس واسطے آنحضرت نے خلیفہ ابو ذر رضوان اللہ
 تعالیٰ علیہما و حضرت امیر سے حسب تصریح اوراق اول فرمایا تھا کہ بعد ہمارے بدعت
 لوگ اور اسلام کے مالک ہو کر خلافت کو ہدراہ کر دینگے مسلمانوں کو چاہیے کہ اول شیطانی
 سے جنگ نہ کریں۔ بلکہ انکی ناداجب حرکات پر صبر و صکوت کر کے استقلال سے کام
 لیں۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے
 بوقت رحلت جناب امیر سے وصیت کی تھی کہ یا علی بعد از من بیسے کرو بات تو خود
 رسید باید کہ دلنگاہ نشوی و چون بینی کہ مردم دنیا را اختیار کردند تو بین را اختیار
 کنی و راہ صبر پیش گیری (یا علی متقی نے گزراہ الحال میں لکھا ہے کہ حضور پر نور نے بعد
 افسوس فرمایا کہ یا علی جب لوگ مالی میوات کو ڈوب کا رہا بیٹنگے اور دین فد کو تباہ و برباد
 کر دینگے۔ اوسوقت تم کیا روش اختیار کرو گے۔ اپنے جواب دیا کہ میں اوس چیز ہی کو چھوڑ
 دوں گا جس پر وہ ولادہ ہوئے۔ اپنے و عادی کو خدایا تو علی کو توفیق دینا کہ اوسوقت میرے کام
 بخیر اللہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر نے ابو بکر صاحب کے خلیفہ بنانے میں جلدی سے کام لیا اور
 اس پر نظر نہ ڈالی کہ اگر صاحبان اتفاق تناور ہو کر کھڑے ہو گئے تو پھر کون سے بیروت بنے گا۔
 حضرت عمر نے اس موقع پر بڑی فرزانہ کاری کی کہ ابو بکر کی سجاوت پر یقین میں خلافت کو
 قبول نہ فرمایا۔ بلکہ اس بات کو سمجھ کر جو کچھ فساد ہو گا بوجہ خلیفہ ہونے کے ابو بکر سے متعلق
 رہے گا اوس بزرگ کے سر پر الہیہ برائی نام خلیفہ وہ رہے اور نظام مملکت انکے ہاتھ میں
 رہا۔ جب خلافت کو استقلال ہو گیا اور نظام کسی نے مخالفت نہ کی تب مرتے وقت خلیفہ

صاحب سے قرآن خلافت اپنے نام لکھا لیا۔ عاقل لوگوں کو یہ خیال فرمانا چاہیے کہ حضرت
 ابو بکر صاحب کے خلیفہ بنائے نہیں۔ دوح اسلام پر احسان کیا یا کہ اسلام کی روح
 تخلیل کر دی۔ کمال تعجب ہے کہ رسول صلعم اپنے صحابہ سے یہ فرمائیں کہ بعد میرے شیاطین
 مسلط ہو کر پامال کر گشت اسلام ہو گئے اور اہل سنت اور اہل غارت گرد کو محسن روحِ اسلامی
 سمجھیں جانا اور سمجھنا چاہیے کہ اسلام کے طبقات میں وہ حکومتیں گفتگو جو طبقہ شیعہ
 کہتا ہے کہ اگر بعد نبی پیغامِ حدیثِ تعلیم و سریتِ سفیدہ و دیگر ارشادات آنحضرت حضرت امیر
 حاکم اسلام ہوتے تو کوئی انتظام نہ بگڑتا۔ اسلام حسب مرضی خدا و رسول چلتا۔ دوسرا طبقہ
 اہل سنت کا کہتا ہے کہ علی کی خلافت سے عام ناراضگی محیط عالم ہو جاتی اور چونکہ دین خدا کی
 بددیں اور سے نمایاں کام بطور پذیر ہوئے تھے بایں سبب بددین و خبیرواخذ غیر
 کے قتل شدہ کفار کے عزیز و قریب جو کہ اب باغِ اسلامی کی رو سو نیر تفرج کناں چل پھر
 رہے تھے ان کے زیر حکومت رہنا پسند نہ کرتے۔ ابو بکر اک مرتج و مرتجائے شخص تھے نہ انھوں
 نے کبھی کسی کافر کو مارا نہ خود زخمی ہوئے۔ بس کفار کو ان سے کوئی شکایت نہ تھی
 سب کافروں کی ذریت نے خوشدلی سے ان کی خلافت پر اجماع کر لیا۔ اسوجہ انتظام
 اچھا رہا۔ حضرات اہل سنت کو اسپر بڑا ناز ہے کہ خلافت ابو بکر پر مسلمانوں کا اجماع ہو گیا تھا
 اور وہ سب اہل حق و عقد و سہ دار قوم تھے۔ مگر واقعات بالا زبان حال کہہ رہے ہیں
 کہ خلافت ابو بکر پر رضامند ہو نہ والے وہ لوگ تھے جن کے دل قتل شدہ کفار کی محبت میں دھوکے
 ہوئے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ لوگ اہل حق نہ تھے اور نکاشمار عوام الناس میں تھا۔ انھیں
 ہر دو حکومت ہاے متذکرہ بالا سے ایک حکومت حضرت ابو بکر کی واقع ہوئی۔ عقدا کو دیکھنا چاہیے
 اس سے اسلام کو فائدہ پہنچا یا نقصان۔ میں بطور فہرست ایسی چند باتیں طلباء کے
 سامنے پیش کرتا ہوں جن کا وقوع محض حضرت ابو بکر کی خلافت سے ہوا۔ اگر مصروف الصد
 خلیفہ بنوئے تو ایک بات بھی پیدائسوتی۔

دوسرے اور امور کی جو کہ بلا حکم خدا و رسول ابو بکر کے خلیفہ ہونے سے واقع ہوئے
 (۱) اگر حضرت ابو بکر صلعم فرماے کہ حکومت نہ ہوتے تو فلک آل محمد سے نہ نکلتا اور حضرت

- امیر کو مع حشیں وقوف جبہ پر گواہی دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔
 (۲) واگداشت فدک پر جو ابو بکر نے وثیقہ لکھا تھا ابو سکون عمر چاک نہ کرتے۔
 (۳) جناب سیدہ غصبناک ہو کر ابو بکر سے ترک کلام نہ کرتیں۔
 (۴) حضرت ابو بکر و عمر جناب امیر علیہ السلام کو سفارشی بنا کر غلو تقصیر کئے دروازہ سپاہ پر نہ جانے۔
 (۵) حضرت سیدہ ابو بکر سے یہ نہ کہتیں کہ میں بر تار کے بعد تیرے لئے نفوس کیا کر دیتی۔
 (۶) ابو بکر و حضرت عائشہ جنازہ سیدہ برائے سے نہ روکے جاتے۔
 (۷) چند جگہ حضرت فاطمہ علیہ السلام کی قبر نہ بنائی جاتی۔
 (۸) حضرت عمر فاروق کرامت نشان معصومہ آگ نہ لیجاتے۔
 (۹) حضرت محسن شکم مادر میں شہید نہ ہوتے۔
 (۱۰) خمس کے بندہ ہوجانے سے سادات ابو بکر و عمر کو خالی پیٹ پانی پی کر نہ کوستے۔
 (۱۱) حضرت ابو بکر و عمر کو خلافت سے استعفاء نہ دیتے۔
 (۱۲) حضرت امیر و عائشہ صاحبہ سے کوئی جنگ نہ ہوتی۔
 (۱۳) ہزار ہا اصحاب نبوی و تابعین منجانب فریقین نوالہ خیر و خیر نہ ہوتے۔
 (۱۴) اسلام میں کوئی گروہ نواصب و خوارج نہ کہا جاتا۔
 (۱۵) حضرت عمر خلیفہ اول کی خلافت کو امرنا گمانی اور کاشیطانی جلا کر عقل کی نظر سے اقدار خلافت کو نہ گراستے۔
 (۱۶) حضرت ابو بکر بخلاف سنت رسول عمر صاحب کو خلیفہ بنا کر مرتکب بدعت نہ ہوتے۔
 (۱۷) حضرت عمر کے شکم مبارک میں ابو لولو چھری نہ مارتے۔
 (۱۸) قرآن مرتب کردہ حضرت امیر المؤمنین نظر خلافت سے مخفی نہ رہتا۔
 (۱۹) ابتداء خلافت ابو بکر سے تا ویر عثمانی جسکی مدت تقریباً بیس سال ہے اسلامی دنیا قرآن موجود سے جو کہ عند الشنیہ صحیح اور جمع کردہ عثمان جو محروم نہ رہتی۔
 (۲۰) حضرت عثمان خلافت تنزیل ترتیب قرآنی نہ کرتے۔
 (۲۱) ابو ذر بنہ سے نہ نکالے جاتے۔ عامر یا سر کو عثمان غلاموں سے نہ پٹواتے۔

(۲۳) حضرت عثمان غفرانہ فرماں کی پیروی میں ان سے سو روپیہ کی ہدیہ نہ توڑتے۔
(۲۴) ہزار ہا قرآنِ عظیمہ جلائے جاتے۔

(۲۵) حضرت عائشہ غفرانہ صاحب کو خطاب محرق القرآن دیکھ کر اپنے قتل پر لوگوں کو گواہ بنانا
کہ (ماتوا الحراق المصاحف) آمادہ نہ کرتیں۔

(۲۶) حضرت عثمان شہادت نہ پاتے۔

(۲۷) اونکا لاشہ زمزمہ پر نہ بھینکا جاتا۔

(۲۸) کئے اور کئی مانگ توڑ کر اپنا پیٹ نہ بھر۔

(۲۹) حضرت امیر علیہ السلام کو ابن ابی بنیامین شہید نہ کرتا۔

(۳۰) امیر معاویہ روگیر بنی اسیر ملک اسلام کے الگ ہوتے۔

(۳۱) خلافتِ نبویوں میں حضرت عثمان خاندانِ نبوت کو گالیوں نہ دیتے۔

(۳۲) معاویہ صاحب حضرت امیر سے برسرِ شگ نہ ہوتے۔

(۳۳) امام حسن علیہ السلام تنگ وناچار ہو کر سلطنت سے علیحدگی اختیار کر کے گوشہ نشین نہ ہوتے۔

(۳۴) امام حسن علیہ السلام کو معاویہ نہ ہر نہ دلاتے۔

(۳۵) عائشہ صاحبہ امام موصوف بالاک کے جنازہ پر تیر نہ چلو اتیں۔

(۳۶) امام حسین علیہ السلام بھوکے پیاسے شہید نہ ہوتے۔

(۳۷) عثمان خاندانِ نبوت شہید بنی بنکر و بربر نہ پھرا جاتا۔

(۳۸) من کذب علی شکر یرید یرحیلہ نہ برساتا۔

(۳۹) محمد رسول میں گھوڑ سہہ باندھے جاتے۔ دورہ مسلم ابن عقیلہ نہ رہا اصحاب کو نہ دینے
میں نہ تیغ کرتا۔

(۴۰) حضرت امام سلمہ نزد محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر لشکرِ یزید نہ لگتا۔

(۴۱) مدینہ میں ایک مسجد بنائی گئی اور لوگوں نے اسے لشکرِ یزید نہ لگ کر کے ولدِ احرام لوگوں سے مدینہ
کو آباد نہ کرتا۔

- (۳۱) سلمان خان کعبہ میں بیٹھ کر علامہ مستجاب نوش افغانی سے۔
- (۳۲) بروایت سلم و بخاری حضرت امیر ابو بکر و عمر کو کاؤب و غادر و ناس و غام نہ جاتے۔
- (۳۳) حضرت ابو بکر و عمر و اشعور کو بعد نماز چنگانہ شیعہ الفاظ معلومہ سے یاد نہ کرتے۔
- (۳۴) ایک اسلام منتہی فریق پر تقسیم ہو کر بہتر دوزخ کا کھولتا ہوا پانی نہ پیتے۔
- (۳۵) شیعہ یوسفی باہم عقد و مواصلت کرنے سے باز نہ آتے جاتے۔
- (۳۶) خلیفہ بلا فصل پر کوئی جھگڑا نہ ہوتا۔
- (۳۷) یہ جرم معاصیہ تعزیر و عظم عورات اہل سنت اپنے شوہروں کے نکاح سے مکمل کر بلا تجرید عقد بچے جن کر اولاد و حرام سے گود نہ بھرتیں۔ وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔
- یہ چند باتیں بطور اختصار دکھلائی گئیں۔ اگر شیخین خود دوسری سے سند رسول پر قدم نہ رکھتے۔ اور حضرت امیر اور اونکی ذریت فرمانروا ہوتی۔ اور شیخین وغیرہ مثل رعایا و لشکر تابع حکم ہوتے تو ممبر ما سے مذکورہ بالا سے ایک بات بھی پیدا نہ ہوتی۔ خلفاء نے بھڑکی حق داران صلی چند روزہ حکومت کر کے وہ ختم فساد ہوا۔ جو کہ جنگ کی گھاس کی طرح ہمیشہ آگ لگا رہیگا۔ عقلا سے زمانہ تدابیر کی کھربا سے کتنا ہی پھیلےں مگر جو کو کوئی حد نہ نہیں ہو سکتا۔ وہ ہمیشہ تروتازہ رہی ہے اور تا ظہور قائم آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشگی حضور قوت روحانی و شمشیر زبانی سے تمام مذاہب باطلہ کا استیصال کفر و مکر کا بے پایاؤں کھار کر پھینک دیں گے۔ اور وقت موعا سے صاحبان حق کے کوئی مذہب باطل دنیا میں قائم نہ رہیگا۔ ہر بانی فدا کر حضرات طلباء رب ترک محبت خاندانی و حبشہ مذہب آبائی اصلاح عاقبت پیش نظر رکھ کر غور فرمائیں کہ جس بزرگ کی خلافت انہی حرامیوں کا باعث ہوئی ہو۔ اوکی سیرت پر عمل کرنا کب فائدہ رساں ہو سکتا ہے۔
- ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کر لیں کہ آنحضرت کو وصیت نامہ نہ لکھنے دینے اور جسم اطہر کو بے وقار چھو کر شیفہ میں جماؤ کرنے سے حضرت ابو بکر و عمر نے روح اسلام پر احسان کیا۔ تاکہ جسم اسلام میں بہتر قسم کے ورد پیدا کر کے فرشتہ مرگ پر گرا دیا۔ علما سے اہل سنت حضرت ابو بکر و عمر کی ہر امت میں قوت و اصحہ سے ہزار ہزار باتیں بناتے ہیں۔ مگر چونکہ

میں حضرت جبرتی ہیں ایک کی بھی وقت نہیں رہتی۔ خطبات کی بیانی نورانی پر یہ ایسا سایہ
 تراش دے گا کہ ایسا ہی تیراب لگاؤ کا رولک صابون سے صاف کرو کر نہ ممکن نہیں کہ وہ
 یہ محوٹ سکے۔ حضرت خواجہ نظامی صاحب نے عقیدہ کا مرضی دعویٰ اور سینوں کا جواب
 جو خلافت کو رکھ دیا۔ مگر فیصلہ آخر نہ سنایا۔ تاکہ لوگ معلوم کر لیتے کہ فریقین میں کون پر
 سر راستی ہے انا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہدایت خواجہ صاحب یہ حقیر اک مختصر
 تصنیف نامہ لکھ کر نتیجہ سے طلباء و دیگر شائقین کو اطلاع دیدیوے۔

حیصلہ برائی تقریر خواجہ صاحب

مقدمہ مرتبہ خواجہ صاحب یہ نظر کرنے سے واضح ہوا کہ شیعہ کے جملہ اعتراضات اپنی
 صحابہ و باخصوص حضرت ابو بکر و عمر کا جنازہ نبی کو چھوڑ دینا خواجہ صاحب کا حضرت کو
 و دات و قلم نہ دینا۔ اور ابو بکر کے سر پر تاج خلافت رکھ دینا سب کچھ تسلیم ہے۔ ہر
 اعتراض کو مانکر حضرات اہل سنت جو جواب دیتے ہیں وہ حسب توہمات بالا کسی
 طرح قابل قبول نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اعتراضات کو مضبوط کر نوالے ثابت ہوتے
 ہیں۔ و دات و قلم کے نہ دینے میں جو پرغاش نبی امیہ کا عذر کیا گیا ہے۔ بالکل فضول
 معلوم ہوتا ہے۔ ابو بکر و عمر نے اہل بیت کے ساتھ جو قبل از ورنہ نبی امیہ عفو کیا
 کہیں وہ افعال نبی امیہ سے بدرجہا برسی ہوئی ہیں۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ نبی امیہ
 کو شیخین نے قوت دیکر اس درجہ پر پہنچایا کہ وہ اہل بیت سے برسر مقابلہ ہوئے۔ نہ ابو بکر
 و عمر تعقیف میں خاندان نبوت سے حکومت نکالتے نہ عمر کہ کر بلا واقع ہوتا۔ چنانچہ زمانہ
 سابق کے کسی شاعر نے کہا ہے کہ یہ شخص سوال از واناؤ کہ بگو گشتہ شمسین کہا
 گفت اندر نقطہ اش کشتند۔ بہر دنیاے جیفہ اش کشتند۔ علی ہذا کفن و دفن کی جہ
 پرواہی میں جو عزت پیش کئے ہیں وہ بھی لا حاصل ہیں۔ لہذا شیعہ کو ڈگری و بیانی ہی
 اور عام طور پر شتم کیا جاتا ہے۔ کہ شیخین نے جو عمل کیا وہ کسی طرح محمول بہ نیکو غیث
 نہیں ہو سکتا۔ ہر مسلمان پر واجب ہے۔ کہ ایسے لوگوں کی ہیبت پر کبھی عمل نہ کرے۔

مدعیان اختیار رکھتے ہیں۔ کہ تاوقوع روز قیامت اون لوگوں کی خدمت میں دی ہدیہ پیش کرتے رہیں جس کی قابلیت اونہوں نے ہم پہنچائی تھی۔ بارگاہ خداوندی میں بعد از موت عرض کرتے رہیں۔ کہ اونکے لئے۔ ایسا مقام تجویز کیا جائے۔ جو کہ مذہب حق میں خیرانی دہانے والوں کے لئے کار خادہ قدرت میں ودیعت کیا گیا ہو۔ مدعا علیہم میدان مشرق میں چونکہ تھی دست اور برہنہ بدن ہونگے۔ خیر و ہر جہد عیان کا نقد وصول ہوتا نا ممکن ہو گا اس لئے عدالت حکم دیتی ہے کہ اونکے اعمال خیر و شر و مظالم و غیرت مبرات مثلاً اگر کبھی کسی کو کچھ غیرت دیا ہو یا کسی بیوہ کے کو کھانا کھلایا ہو۔ یا مسافر کو روز راہ دیا ہو۔ یا کوئی سچا اور کنواں اور سراسے بنائی ہو۔ یا کسی دروازہ کی دستگیری کی ہو یا کسی کو سزا سے موت سے بچایا ہو جیلخانہ سے قید کی کو چھڑایا ہو۔ وہ سب ضبط کر کے اس کا ثواب مدعیان کے نامہ اعمال میں درج کیا جائے۔ مگر جو بزرگاری شمس کرے مثل داخل و فقر۔ یکم سنی ۱۳۱۵ھ۔

چونکہ صفحات ابتدائی میں بحث اس بات پر ہوئی ہے کہ حضرت ابو بکر نے خلافت قرآن حدیث سنی بہ نفع معاشرۃ الانبیاء۔ خود تراش کر جناب سیدہ علیہا السلام کو محرم از ترک پدری کیا تھا۔ لہذا ادھر او دھر ہر لنگا کر پھر اسی مقام پر آتا ہوں۔ تاکہ طلباء علی گڑھ کو حقیقت معاملہ پر پوری اطلاع ہو جائے۔ علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ جلد اول کے صفحہ ۳۲ پر لکھتے ہیں انہ الصديق جمع الناس بعد وفات نبيه فقال انکم تحتون عن رسول الله الى اخره یعنی حضرت ابو بکر صدیق نے اصحاب کو بعد وفات نبی جمع کر کے فرمایا کہ آپ صاحب جو حضور پر نور کی عادت بیان کرتے ہیں انہیں اختلاف ہوتا ہے۔ ایک کچھ کہتا ہے تو دوسرا اس کے نقیض مضمون لاتا ہے۔ آپ حضور کے بیانات میں جب اس طرح اختلافات ہوتے ہیں تو آئندہ زمانہ میں جو نبی سنی احادیث نقل کریں گے۔ اون میں کیا کچھ تناقض نہ ہو گا۔ لہذا مناسب ہے کہ حدیث رسول بیان کیا کرو۔ اگر تم سے کوئی مسئلہ دریافت کرے تو کہہ پا کر دے کہ ہمارے ہمارے در بیان کتاب اللہ ہے اس کے حلال اور اس کے حرام کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو۔ حدیث رسول پر مثل

ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے) حضرت ابو بکرؓ کا حدیث رسولؐ سے اپنے قلب تک ہو گئے تھے کہ اونکے پاس جو مجموعہ احادیث تھا۔ جسکی تعداد پانچ سو تک تھی۔ اونکو نامتبرہ سمجھ کر بھونک دیا دیکھو تذکرۃ الحفاظ مذکورہ بالا کا صفحہ ۵۰) دانشمند لوگوں کو اس جگہ چند باتوں پر نظر کرنی چاہیے۔

تفصیل احادیث نبوی میں جو حضرات بعد ابو بکر اختلاف کرتے تھے وہ سب قرن اول کے مسلمان تھے۔ چنانچہ حضرت کی صحبت میں شرف یاب ہو کر لقب پہنچا ہے تھے۔ مجملہ اولیٰ کے کچھ مجموعے ہوئے اور کچھ بے مصنف صاحب فرماتے ہیں کہ قرن اول کے تائثر لوگ اچھے تھے جس بلائے اختلاف میں آج کل مسلمان مبتلا ہیں۔ وہ دین بلیات سے بری تھے۔ اونکی پیروی ہر مسلمان زمانہ حال کے لئے موجب فلاح آخرت ہے۔ تعجب ہے کہ مصنف اونکو ایسا ستورہ صفات بتلائیں اور ابو بکرؓ اونکی اذیت پر داری سے خائف ہو کر باب حدیث کے بند کرنے میں کوشش کریں۔ اور اپنے مجموعہ احادیث کو جن میں اونکے نزدیک بعض بھی ہو گئی جو طے میں کوا لویا۔ مسیح مہدیین اور فاطمہؓ والا حضرت عثمانؓ نے کلام خدا کو مع تفسیر رسولؐ جلوا یا اور ابو بکرؓ صاحب نے احادیث بھونک کر رضو کے لئے آگرم پانی کرایا۔ مع جس نے جو کام کیا قابل انعام کیا: علماء اہل سنت کو یہ بات تسلیم ہے کہ ابو بکرؓ عمرؓ سے بایں قلت احادیث نقل ہوئی ہیں۔ بلکہ دوس گیارہ تک کا گئے والا بچہ بخوبی شمار کر سکتا ہے۔ اس قلت کی وجہ یہی ہے کہ دونوں صاحبوں نے احادیث رسولؐ کو لوح قلب سے محو کر دیا تھا۔ سب سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ احادیث کو غیر معتبر بھی اسد رتبہ جانتے تھے کہ اپنے ہم عصر صحابہ کو احادیث رسولؐ نقل کرنے سے روکا۔ خود محنت کر کے جو بیاض تیار کی تھی اونکو بھونک دیا ہر حال میں قرآن ہی کو مقدم سمجھا۔ تو پھر سیدہ نے جو آیات پیش کی تھیں اونہیں کیا خرابی تھی جو حدیث معاشرہ الانبیاء سے سب آیات کو باطل کر دیا معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ نے ذخیرہ احادیث میں محض سخن معاشرہ الانبیاء کو میچ اور بطل آیات قرآن سمجھ کر باقی بچہ کو

غلط باور کر کے دیاسلانی و کھلائی اس موقع پر جبکہ یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے
 کہ جس حدیث کو حضرت ابوبکر نے صحیح سمجھ کر ابطال آیات قرآن کی جسارت کی وہ حدیث
 خاندان نبوت کی نگاہ میں کیا اقتدار رکھتی تھی فصیح کافریں ہے وانکو العباس و علی و فاطمہ
 حدیث منی معاشرا کانبیاء الخ یعنی حضرت عباس و جناب امیر و حضرت سیدہ حدیث
 پیش کردہ ابوبکر سے انکار کر کے فرمایا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت تم سے اسکا بیان
 کو میں جبکا کوئی تعلق ابونکی و رات سے نہیں ہے۔ اور ہم سے نہ کہیں کہ جبکہ اوس
 و رات سے خصوصیت ہے۔ حضرت پر لازم تھا کہ ہکوا گاہ کر دیتے کہ ہمارے منہ پر
 میں تھا و رات نہ ہو گا۔ حقیر جناب حضرت سے بعد ادب پر چلتا ہے و حالیکہ حضرت ابوبکر
 کے اقبہا و میں ابوجو کی قرآن پاک حدیث ہے و تمت بخش ہوتی ہے تو بخاری شریف
 صحیح مسلم و سنن ابن ماجہ و کتب شریف و غیر ہا تو آنحضرت کے زمانہ سے ڈیڑھ سو برس یا
 کچھ زیادہ مدت کے بعد ترتیب پذیر ہوئی ہیں اور یہ کیونکر اختیار ہو سکتا ہے اگر جناب حضرت
 عامل حسنت بکر ہیں اور طلبہ کالج کو کبھی اوس رنگ میں رنگا چاہتے ہیں تو اسیر علی
 ہاں میں کرسی پر بیٹھ کر پہلے بخاری و مسلم و دیگر صحاح کو پھیر بھاڑ کر جلا میں ڈالیں بعد ازاں
 بیس قرآن پھونک کر سیرۂ عثمان کی مطابقت کا ثبوت دیں اور وقت ہم سمجھیں
 کہ جناب سیرۂ خلفاء کی پوری اطاعت کرنوالے ہیں۔ فی زمانہ پنجاب میں جو ایک نیا
 فرقہ اہل قرآن کا نکلا ہے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اور اونکے کلام
 سے نفرت کرتا ہے غلاما اوس پر حضرت ابوبکر کے خیالات کا اثر پڑا ہے حضرت ابوبکر
 و عمر کے باہم چونکہ دوستانہ ربط تھا انہذا علیہ اول سننے اپنے زمانہ خلافت میں
 اوس قول عمر کو قوت دی جو کہ بوقت طلبہ داشت و و ات و قلم بردار شاہ نبوی اونھوں
 نے فرمایا اتحاد مبنی کا تپا شد علامہ وہی نے تذکرۃ الحفاظ مذکورہ بالا کے صفحہ ۱۶ لکھا ہے
 کہ خوارج حدیث کو نہیں مانتے (مسناب کشیدہ شد) پر و کا ممل ہے معلوم ہوا کہ ابوبکر و عمر
 صحیح خارجی تھے صرف خارجی ہی نہیں بلکہ خارج کا دادا انھوں نے کہیں اور فرقہ اہل قرآن
 بھی گروہ خوارج سے ہے۔ بہر حال حضرت طلبہ پر ظاہر ہو گیا کہ ابوبکر کے خیال میں

احادیث کی کوئی وقعت نہ تھی اور اسی لیے اعتبار کی وجہ سے انہوں نے اپنے محبوب
 اور رفیق کو بھونک دیا تھا انیسویں ہے کہ حدیث دین مباحثہ الانبیاء، جلالتہ کی
 کاش یہ بھی ٹھیک باقی توفیقہ صاحب کی جان عزیز کشا کسی میں نہ پڑتی طالب علموں کے
 سامنے اک اور بات پیش کرتا ہوں جس سے ثابت ہو جائیگا کہ درواقع سلب و رات
 کی حدیث پیش کرنے میں ابو بکر برسر راستی نہ تھے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی جن کا
 ذکر اوپر آچکا ہے رسالہ ہدایۃ الشیعہ میں لکھتے ہیں جبکہ سیدہ ابو بکر سے تارک کلام نہیں
 تو وہ اونکے گھر پر گئے اور ناک ناک رگڑی کہ آپ مقدسہ فکر کی ناراضی کو مبدل برضا
 مندی کرو دیوں مگر انہوں نے خلیفہ صاحب کی بجاہت پر کچھ اعتناء نہ کیا۔ صاحب
 مدارج النبوة زیادہ صاحب تحفہ لکھتے ہیں کہ ابو بکر و عمر تیز و صوب اور تپتے ہوئے نہیں
 و روانہ سیدہ پر گئے اور حضرت علیؑ کو اپنا شیخ بنایا کہ باہم صلح و صفائی ہو جائے و پٹی
 بھریرا محمد صاحب کتاب مہمات الامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ فاطمہ بڑی ہندی اور ہنسی
 طبیعت والی تھیں۔ ابو بکر نے چہرہ خوشامد کی ناک بھی گھسانی مگر وہ کسی طرح سہیجی
 نہ ہوئیں ابو بکر جو ہری کتاب السیفہ میں لکھتے ہیں کہ جب ابو بکر سے فاطمہ بنجیدہ ہو کر
 بیمار ہوئیں تو وہ اونکے پاس گئے اور اپنا سریت کے غدرات پیش کئے بجاواب سیدہ نے
 کہا کہ میں تم سے کبھی کلام نہ کروں گی۔ بھنفت یا تمیز اور طلباء ہر و لغز طبیعت پر زور دیکر
 سوچیں کہ اگر سیدہ حسب توجہات علماء سنیہ نہ کورہ بالا دعوی خلاف شرع دائر
 کرنے سے ناہم و پشیمان تھیں اور بکوش نفسانیت بقول فیل احمد صاحب فیہ لوگوں کے
 حقوق میں انہوں نے دست برد کرنی چاہی تھی اور ابو بکر کے دامن پر نا انصافی کا کوئی دھم
 نہ تھا تو حضرت ابو بکر نے یہ تعب کیوں گوارہ فرمایا کہ وہ ڈرتے بھاگتے مانتے لوگوں کو نہ دیکھ
 جاتے پھر سے مشاہدے میں آ رہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اذیت و نقصان پہنچا تو اور
 صدر سیدہ قریب المرگ ہوتا ہے تو شخص اول الزکر کرنے والے سے کہا کرتا ہے
 کہ آپ میرا قصور صاف فرما دیجئے کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت ابو بکر باقرؓ کی
 ایسی بی بی کے پاس غلو جبرائیم کے لئے کیوں گئے جو کہ فرط حجاب و ندامت سے درباب فکر

اور مثل او کے دیگر وراثت میں لب کشا ہونے سے توفیق بخجالت تھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
 بنوی کے بیچ تھے اور کافصلہ ہر پہلو سے دامن انصاف میں ڈھکا ہوا تھا اور لوگوں کی قوم پرست
 لائق ہوتی تھی کہ خلافت قانون خداوندی مقدمہ دایر کر نوالے شخص کے آگے ناک رکھنے
 اور ماتھا گھسانے گئے تھے دنیا میں ہر حاکم سے ایک فریق کو جس کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے
 کچھ نہ کچھ بخیلی ضرور ہوتی ہے مگر آج تک نہیں دیکھا گیا کہ کوئی مجسٹریٹ یا جج یا تخت
 کسی فریق مغلوب کے گھر جا کر غدر خواہ ہوا ہو۔ اس موقع پر حوالیان ابو بکر یہ کہہ سکتے
 ہیں کہ فی الواقع حضرت ابو بکر سے کوئی فعل خلاف انصاف واقع نہ ہوا تھا وہ ہر حال
 بری الذمہ تھے۔ جس قدر وبال تھا وہ ہر گردن فاطمہؓ تھا مگر انہوں نے رسول کی بیٹی
 کا احترام نہ فرما کر یہ تصدیع اٹھایا تھا۔ حقیر عرض کرتا ہے کہ اگر غلیف صاحب کو فاطمہ
 علیہا السلام کی ایسی فاطر داری تھی تو لازم تھا کہ بروقت رجوع و دعویٰ ایک جلسہ کر کے
 اصحاب سے کہنے کہ سنو بھائیو قبل از اسلام ہم ایسے ذلیل و خوار تھے کہ کسی شمار میں آسکتے
 تھے ابتدائی زمانہ میں کفار کے مظالم برداشت کرتے رہے ابن ربیعہ نے جو میرے ساتھ
 حرکت کی تھی آپ صاحبو شیر مخفی نہیں باور نہ تو عواما و تارک دیکھئے کجغت نے اس زور سے
 نقشکاری کی تھی کہ دو دو لکشت گریس سر میں پڑے ہوئے ہیں (باخبر مصنف نے بھی
 سیرت کے صفحہ ۸۰ و ۹ پر تسلیم کیا ہے کہ ابو بکر کو کفار نے اتنا مارا تھا کہ سر جس جگہ ہاتھ رکھا
 جاتا تھا وہاں کے بال الٹک ہو جاتے تھے) چلو جو قدر و منزلت جاہ و ثروت ملایہ سب فاطمہ
 کے باپ کی بدولت حاصل ہوا اپنے دیکھا ہے کہ یہ لڑکی آنحضرت کی پیاری وریا و حیات تھی
 حضور صلم اس کی تعلیم کو کچھ سے ہو جاتے تھے بجائے خرس اپنی عجا کو بچھا دیتے تھے اس کی
 ایذا کو اپنی ایذا اور رضامندی کو خوشنودی فرماتے تھے ناز پروردہ ہوئی وہ سے اس کی
 طبیعت میں ایک فروع کی جٹ اور خند واقع ہو گئی ہے۔ کہتی ہے کہ آنحضرت حکم آئیہ واتی پر
 وایت و اقراب حقہ فاک بجگو ہر کر گئے ہیں چار گواہ علی حسین و امین گواہی میں پیش کر لی
 ہیں منجھ او نکلے علی ایک مرد اور امین ایک عورت اور حسین دو بچے ہیں علی گواہی بوجہ
 تابانی قابل سماعت نہیں علاوہ بریں ان لوگوں کے لئے مفاد ذاتی کا پہلو بھی ظاہر و بیرون

ہے مقدمہ بہہ غاصح کر دیا تھا اب صاحبزادی صاحبہ فرماتی ہیں کہ ہر گاہ ہر تھارے
 نزدیک صبح نہیں ہے تو میرے باپ کا رہا جسکی میں تنہا وارث ہوں۔ کچھ گلیات
 بھی ثبوت وراثت میں پیش کرتی ہیں مجھ سے جو تنہائی میں حضرت نے حدیث ارشاد فرمائی تھی
 وہ انبیاء کے لئے وراثت کے لینے اور دینے دو دو گونہ منع کرتی ہے اور منقطعہ جو آیات
 و کلمات ہیں ان کا صاف منشاء یہ ہے کہ ہر اولاد اپنے باپ کے مال کی وارث ہوتی ہے
 چونکہ حکم عمومی یہ ہے کہ ہر شخص کے مقابلہ میں اس کے باپ دادا عزیز و قریب کے حقوق
 پر نظر کر دین مراعات کے تمہارے نزدیک وہ مستحق سمجھے اور نہ رہا تو نکو نام کی اولاد
 کے ساتھ مثل میں لاؤ صاحبزادی صاحبہ کے پدر بزرگوار نے جو شفقانہ بلکہ مہربانہ برتاؤ
 ہمارے ساتھ کیا ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ صاحب اجازت دیں اور اپنے
 حقوق سے دست کش ہوں اور مجھ پر طعنہ زنی نہ کریں تو مقدمہ میں ڈگری دیدوں بجا اب
 خلیفہ صاحب اگر تمام اصحاب یک زبان ہو کر کہتے کہ ہم اپنے حقوق سے دست کش
 نہ ہونگے ایک دو بیگہ زمین یا پانچ چار گجھور کے درخت ہو سکتے تو میری سب کچھ پر
 رکھ لیتے لاکھ سوا لاکھ روپیہ کی آمدنی کا علاقہ ہم کیونکر چھوڑ بیٹھیں اگر ایسا ہوتا تو کل
 اصحاب زیر الزام آسکتے تھے تنہا حضرت ابو بکر کی ذات مقدس پر ناظرین کا قائم نہ ہوتا
 مگر افسوس ہے کہ خلیفہ صاحب نے کسی سے مشورہ نہ لیا اور نہ ہی اصل فذک سے ایک حبیہ
 کبیکو دیا۔ داخل خالصہ کر کے سب کو اپنے زیر تصرف فرمایا۔ ایسا ہی عمر صاحب نے
 کیا۔ عثمان صاحب نے مراحم ضررانہ سے اپنے سائے مرواں کی جاگیر میں داخل کر دیا۔ عمر
 ابن عبد العزیز نے خوف خدا کر کے اپنے زمانہ میں فذک ان محمد کو واپس کیا جسکو عبد الملک
 نے ضبط کیا اور اسکے بعد ابو العباس نے واپس کیا جو کہ منصور عباسی نے لے لیا پھر محمدی
 منصور مغل نے سلطنت سے علحدہ کر کے سادات کو دیا۔ سوئی ہادی نے پھر لے لیا
 ماموں رشید کے زمانہ میں چوتھی مرتبہ واپسی ہوئی اسوقت ایک شاعر نے چند اشعار کہے
 جو کہ تاریخ مستح البلدان میں درج ہیں مطلب اونچا یہ ہے۔ کہ بڑی خوشی ہوئی کہ دنیا
 حق اربوں رشید نے انکو دیدیا۔ غلط فہم ابعد نے فذک سادات کو واپس کر کے فطرت کو کھلا

کہ قلعہ اولیں نے ناظر بنایا تھا اس حال ابو بکر صدیق کا مصنف کے لئے دروازہ
 سیدہ پر جاننا اور حضرت امیر کو شفیق بنانا اور مصنف کا پر غضب رہنا صاف بتلہا ہے کہ
 ابو بکر فیصلہ دینے میں راجح پر نہ تھے۔ اسے طلبہ ازنی وقار میں کہا تک فضائل بکبر
 لکھ لکھ کر اپنی قوت نظری کو کشاؤں میں بزرگی کی ہیئت پر قدغن ہونے کے لئے ذرا مسلم
 مصنف نے آپ کو آنا دیا ہے اور اسے ایمان کو حضرت امام ابو حنیفہ نہایت کمزور بتلاتے ہیں
 تاریخی بعد اور مولفہ خطیب بغدادی اس کا عمدہ تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ
 نے فرمایا (ان ایمان ابو بکر الصدیق و ایمان ابلاس و الحدیث) یعنی ابو بکر اور شیطان کا
 ایمان ایک قسم کا ہے۔ طلبہ ازنازہ کر سکتے ہیں کہ شیطان کا ایمان کیا تھا کہ درجہ و فاضل پر
 فائز تھا اور اسے جلالت ربوبیت کا کچھ لحاظ نہ کیا اپنے نامی اور آدم علیہ السلام کے خاکی
 ہونے کو دلیل میں لاکر حکم خداوند سے انکار کیا جو لوگ کہ امام عظیم کو اپنا امام مذہب جانکر
 نرم و معتقدین میں داخل ہیں اور بیلازم ہو کہ بطاعت ارشاد امام خود حضرت ابو بکر و شیطان
 کے ایمان کو ایک ترازو کا تکرار ہو گھیں۔ اسے افسوس مصنف نے ان طلبہ کو جنہوں نے
 آغوش مادر چھوڑ کر کسی درس گاہ مذہبی میں تعلیم نہیں پائی پہلا سبق انگریزی کی ابتدائی
 کتاب (کنگ پائلٹر) میں (اے۔ بی۔ سی۔ ڈی) ایڑھا ہے۔ اوتکے سامنے ایسی تصویر
 پیش کی ہے جو کہ بعض الوجہ شیطان کی صورت سے مرتبہ ملکوت حاصل کر ہوئی ہے
 جھکو امید نہیں ہے کہ فخر بر خیر سے سبق حاصل کر کے کوئی عاقل طالب علم یہ حرقہ کو جو کہ
 شیطان فوٹو سے ملتا جلتا ہوا ہے اپنی کوٹھی کے نمائشی کمرہ میں آویزاں کرے۔ و اقصی
 بات یہ ہے کہ حضرت ابو بکر و عمر آن حضرت کو سچائی نہ جانتے تھے۔ اسلام چھوڑ کر کفر کفر
 پسند جانا اور ان کے نزدیک کوئی ناگوار بات نہ تھی۔ شعلہ ہدایت مطبوعہ مہول پریس ملی
 میں حقیر نے واقعہ ایدھا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا ہے کہ جب ایمان و بغیر ہوئے اور سوا
 حضرت امیر کے کوئی شخص انحضرت کے پاس نہ رہا ابو شیطان نے آواز دی کہ (قد قتل محمد)
 یعنی محمد قتل کئے گئے۔ اس بعد اے شیطان کو صحیح باور کر کے ابو بکر و عمر نے کہا کہ حضرت
 قتل ہو گئے اس امام کا تہہ ہو گیا چلو اپنے پڑاے بھائی بن۔ وں سے ٹوٹا ہوا رشتہ

کیا گنت پھر کوٹلو حبیب السیر و طبری جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹ اور الفاروق کے صو
 دم پر لکھا ہے کہ آنس نے حضرت ابوبکر و عمر سے کہا تھا کہ حضرت تو قتل ہو چکے اب تم لوگ
 زندہ رہ کر کیا کرو گے میدان جنگ میں جا کر کفار کو قتل کرو یا خود مر جاؤ مگر دونوں بزرگوار
 گھٹنوں میں گر دیے وئے رہے سواے سکوت کچھ جواب نہ دیا۔ غرض کہ جب عام طور پر
 یہ بات معلوم ہو گئی کہ حضرت زندہ ہیں اور جناب امیر علیہ السلام نے جنگ کو فتح کر لیا
 تب مفروبین واپس ہوئے بسند امام احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر کو مگر
 لشکر میں آئے تو روہتے تھے اور حضرت علی سے کہتے تھے ہکو مغانی دیکھے جناب امیر نے
 غرما پاکر آ پتویہ کہتے تھے کہ محمد قتل ہو گئے اپنے پہلے دین کی طرف پھر جاؤ غلیفہ دوم نے کہ اگر
 حضور بیٹے تو یہ نہ کہا تھا البتہ بھائی ابوبکر کی زبان پر گھڑاٹ میں یہ کلمہ کفر جاری ہو گیا تھا
 خدا سے پاک اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے وما محمد الا رسول قد خلت من
 قبلہ الواصل الخ یعنی محمد اور کچھ نہیں ہیں مگر رسول ہیں اگر وہ مر گئے یا قتل ہو گئے تو کیا تم
 یہ حضرت کراہیے ہی کا فر ہو جاؤ گے جیسے کہ پہلے تھے۔ سبحان اللہ کلام اتنی کی یہ کیسی نہر
 ہے جس نے اپنا پورا اثر دکھلادیا۔ تفسیر کشاف و تفسیر جیناوی شریف میں لکھا ہے
 کہ جب احد میں سلمان بھاگے تو بعض نے کہا اگر محمد رسول ہوتے تو سرگز قتل نہ کئے
 جاتے اپنے پرانے بھائی بندو کی طرف چلو فالحقوا بدينکم اور ان کے دین سے ملحق
 ہو جاؤ۔ اور بعض نے کہا کہ ہم ابن ابی کے زور یہ سے ابو سفیان کا دامن پکڑ کر طالب
 اماں ہوتے۔ مفسرین مذکورین بالا نے لفظ بعض سے کام لیا صاف لکھا کہ اس نے
 دین قدیم اختیار کرنے کی آواز بلند کی تھی اور کون کون کسفسر کے زیر دامن پناہ کریں
 ہونا چاہتے تھے مگر حسب صراحت سند امام احمد بن حنبل ثابت ہو اگر عمر نے حضرت ابوبکر
 کی نسبت ایسا وادعا نہ کیا کہ اس اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرنے کا ارادہ اونھوں نے تمام قرآن
 تھا حضرت عمر بھی عجب چالاک طبیعت تھے تمام وبال از تند حضرت ابوبکر کی گردن پر ڈال دیا
 اور خود کنارے ہو گئے در نہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ جس بات کا اسادہ ابوبکر کی بات
 جس قدر شریک نہ ہوں۔ حضرت کو جنگ میں گرفتار زور غیہ اشقیاء چھوڑ کر چلا جانا کفر تھا چاہے

مذہب کے پیچھے برادری کے ہم حال ہونا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ملاح النبوۃ جلد دوم کے صفحہ (۲۶۷) پر کلام واقعات احمد لکھے ہیں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ جب سب اصحاب حضرت کے کنارہ کر گئے تو آپ نے پُر غضب ہو کر دہنی طرف بھاگنا معلوم ہوا کہ علی کھڑے ہیں پوچھا کہ فی اعلیٰ چوں شد کہ بہاران دیگر ملحق نہ شدی۔ علی جواب داد کہ لا کفر بعد الایما یعنی میں حضور کو چھوڑ کر کب جا سکتا ہوں۔ کیا بعد اسلام لانیکے کافر ہو جاتا ہوں ان کی ہمت اس قدر ٹھیکہ آپ کے ساتھ ہوا سات ہی (خوش اعتقادی) میں کب حضور کے قدموں سے جدا ہو سکتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ بہ اجتہاد مرتضوی وہ لوگ کافر تھے جو کہ حضرت کے ساتھ کب الگ ہو گئے تھے۔ تعجب ہی کہ جن لوگوں نے حضرت سے غارت کی اور قبر قتل سماعت اور کمر قیدی لنگویا یاروں سے ملنے کا ارادہ ظاہر کیا اونکی لایف نصف باخیر بھولے بھلا بچوں کے کورس میں داخل کرنا چاہتے ہیں جس شخص نے بقول اہل سنت آنحضرت کی نبوت کو تصدیق کر کے صدیق اکبر ہونے کا خطاب جلیل حاصل کیا وہ ایسا غاکار اور کچھ ایمان دار ثابت ہوا کہ احوالہ اسلام سے نکل کر کفر کی تہذیب کو ٹھہری میں جانیکے لئے آمادہ ہو گیا کیوں طلباء آپ پسند فرمائیں گے کہ ایسے شخص کی سیرۃ پر عمل کریں جو کہ اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر نیا لایا اگر آپ میں کچھ دینداری ہو تو مصنف صاحب سے کہئے کہ حضور اکرم حقیقۃ الصدیق نہ دیکھتے اور صرف آپ کی مرتبہ سیرۃ پر عمل کرتے تو دین و دنیا دونوں سے چلے جکتے تھے۔ سیرۃ بالافن محض اس غرض سے لکھی جاتی ہے کہ اوسکو دیکھ کر دیگر آدمی بھی سبت حاصل کریں۔ ابوبکر صاحب کے جو واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ اول تو وہ قابل استفادہ نہیں ہیں۔ دوم جس بات کو لکھا سر و دم کا نگر لکھا۔ میں انشاء اللہ دہچار موقع بطور نمونہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ملاحظہ فرما کر طلباء کہہ سکیں کہ مصنف نے دیانت سے کام نہیں لیا۔ مثلاً حضرت ابوبکر کی خوش نسی سیرۃ کے صفحہ پر لکھا ہے کہ ثمرہ بن کعب پر پوچھا کہ آنحضرت کے نسب سے اونکا نسب جنہی پشت میں ملتا ہے ہندو مسلمان۔ یہودی۔ نصرانی وغیرہ سب یا یکہ گرسلسلۃ تناسب رکھتے ہیں چھوڑو سیرۃ سے کیا رہطی۔ ابوبکر تو آنحضرت کا حقیقی چچا تھا۔ سلسلۃ نسبی نے اوسکو کیا تہذیب دیا خدا نے کلام پاک میں فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک ذی حرت و بزرگ وہ ہے جو کہ متقی ہو۔ لیکن

اس طرح صفت میں یہ بھی دکھائے دیتا ہوں کہ حضرت ابو بکر کوئی عالی خاندان کا شخص نہ تھے
 بلکہ اصل بطن قریش میں ادھک شمار تھا۔ عاصی کا عدہ ہی کہ اگر کوئی شخص عالی خاندان ہوتا ہے
 تو اس قوم قبیلہ بلکہ اس قریہ کے آدمی ضرور اس کی تصدیق کیا کرتے ہیں۔ ابو بکر بنی تیم
 ہیں اور ابوسفیان بنی امیہ۔ دونوں قریشی النسب ہیں۔ مگر ابوسفیان باوصف قرأت
 قریہ حضرت ابو بکر عالی نسب نہ جانتے تھے۔ تاریخ طبری کے صفحہ ۲۰۲ پر لکھا ہے کہ جب
 ابوسفیان کو یہ خبر پہنچی کہ ابو بکر مملکت اسلام کے مالک ہوئے تو اس نے کہا مالابی فضل
 یعنی خلافت نبوی سے اونٹ کے بچہ کے باپ کا کیا تعلق (طلباء انصاف فرمائیں درجہ
 ابوسفیان جو کہ ابو بکر کے ہم جدی تھا اونکو ایسے دلیل لقب سے یاد کرتا تھا تو حضرت صف
 ابو بکر کو خوش نسب بیان کرنے میں کہاں تک سچے سچے جاسکتے ہیں۔ علامہ ابو الفوار محمد امین
 بغدادی مشہور یہودی کتاب (سبائک الذیہ فی معرفت قبائل العرب کے صفحہ ۶ پر ایک
 طویل قسط لکھتے ہیں کہ صاحب الریحان دریعان نے ابوسلمان خطابی سے روایت
 کیا ہے کہ ایک شب حضرت ابو بکر کا ذکر قبیلہ ربیعہ کی طرف ہوا۔ حضرت ابو بکر نے قبیلہ
 مذکور کے ایک لڑکے سے جس کا نام (وغفل) تھا دربارہ نسب کچھ سوالات کئے جس کا اس نے
 شائستگی سے جواب دیکر اپنا عالی خاندان ہونا ثابت کیا۔ وغفل مذکور نے ابو بکر سے پوچھا
 اب آپ بتائیں کہ آپ کس قبیلہ سے ہیں۔ جواب دیا کہ قریش سے۔ اس نے کہا کہ یہ فرماؤ
 کہ آپ کی شاخ قریش میں کس طرف جلتی ہے۔ جواب دیا گیا کہ (تیم بن مرہ کیطرت) وغفل
 نے کہا کہ کیا آپ خاندان قضی سے ہیں (یہ جبر رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہیں) ابو بکر نے کہا کہ نہیں
 وغفل نے پوچھا کیا تم بنی ہاشم ہو۔ ابو بکر نے انکار کیا۔ وغفل مذکور نے چند اور سوالات متعلق
 یہ نسب کئے جن کا تعلق قریش کی اعلیٰ شاخ سے تھا۔ مگر ابو بکر نے ان سب کا جواب نفی میں
 ارشاد فرمایا۔ کیونکہ ان سب سوالات کا علاقہ آنحضرت کے نسب سے تھا۔ آخر کار ابو بکر نے
 تنگ آ کر اپنے ناقہ کی جہار چھنی اور چلنے کا ارادہ کیا۔ وغفل نے کہا حضرت ذرا ٹھہرے جب
 آپ قریش کے معزز گھرانے سے تعلق نہیں رکھتے تو پھر کس خاندان سے ہیں۔ اول آپ نے
 ہمارا نسب نامہ دریافت کیا جب ہم نے سوال کیا تو یہاں گئے کی سوچی۔ اگر آپ کچھ توقف

فرمانے تو میں خود آپ سے کھلا دیتا کہ جناب قریش کے چرواہوں سے ہیں۔ دنیا کی ہم
 ہے کہ جب کوئی آدمی عروج پا جاتا ہے تو اوس میں تمام خوبیاں لوگ جمع کر دیا کرتے ہیں
 یہی کیفیت حضرت ابوبکر و عمر و غیرہ کی ہے۔ سلطنت کے لہجائے سے اونکی ذات میں پیدا
 نے وہ محاسن جمع کر دیے جسکی اونکو ہوا بھی نہ لگی تھی۔ کوئی فاروق ہوا اور کوئی صدیق
 ہوا۔ حقیر بطور قتل فرض کر کے کہتا ہے کہ اگر خلیفہ صاحب عالی نسب یہی تھے اور تمام عرب
 کے اونچے خاندانوں سے دو چار بانس اونچے تھے۔ اس سے نتیجہ کیا پیدا ہو سکتا ہے
 بحث طلب یہ ہے کہ مسلمان ہونے پر اوہنوں نے فرائض اسلام کو پورے طور پر ادا کیا یا کر اور کیا
 امتحان میں فیل ہوئے۔ واقعات مصرحہ صدر پر مطلع ہو کر کوئی عاقل نہ کہہ سکے گا کہ اونکی
 ذات سے شریفانہ افعال کا صدور ہوا۔ تا وقتیکہ عمل صحیح نہ ہو۔ بزرگب زادگی کوئی
 با وقعت نہیں ہو سکتی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سے ابوبکر زیادہ غش نسب تھے
 ہاں اگر ان طاعن کی مضبوطی ہو کہ دوران خلافت ان سے وقوع پذیر ہوئے خلیفہ
 صاحب کی گردن سے نکال دیا جائے تو ہم اونکو عالی شانان والاد و دو بان مان لینے کے لئے
 بصیرت قلب تیار ہیں۔ صفحہ ۱۲ پر لایق مصنف واقعات غار بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں
 (اسی تاریخ میں آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر کی تشفی کیواسطے وہ کلام ارشاد فرمایا تھا جسکی
 عظمت و شان کے سامنے آج تک شدید سے شدید دشمنی کا بھی سرخم ہے۔ یعنی لا
 تحزن ان اللہ معنا) عمکین نہولقینا اللہ ہمارے ساتھ ہی۔ یا تہذیب مصنف نے
 اس جملے کا تحزن کی عظمت و شان کے سامنے شدید ترین دشمنی کا سرخم ہے کیا تا
 شیعہ بطنہ زنی کی ہے۔ کیونکہ کسی دوسرے فرقہ والے کو اس سے کیا غرض وہ تو تمام
 اسلام کا منکر ہے۔ شیعہ چونکہ مخالف ابوبکر میں لہذا کا تحزن کی جلالت و مرتبت نے
 بخیال مصنف انکا اظہار بند کر دیا ہے۔ حقیر عرض کرتا ہے کہ جناب مصنف نے کتب شیعہ
 کا جو کہ درباب مناظرہ وقت انظار اہل زمانہ لکھی ہیں معاینہ نہیں فرمایا۔ کاش
 دیکھا ہوتا تو وہ ایسا نہ کہتے کہ لا تحزن کی خون زدہ صورت نے شیعہ کا سر جھکاتے
 جہکاتے گھٹنوں میں دبا دیا ہے۔ آیہ ہمارا یک سر کہ لا الہ الا اللہ ما بین ہستی و

حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ اوس میں خدا نے ابوبکرؓ کی تعریف فرمائی ہے شیعہ کہتے ہیں
کہ آیا یہ میرا انتہائی مذمت مقرر ہے۔ اکثر کتب مباحثہ میں اسکا ذکر ہوا ہے قصیر نے بھی ایک
رسالہ مبسوط لکھ کر مطبع مقبول پریس ملی میں بحوالہ رسالہ تنویر العینین و الجہان فی اثبات
خلافت شیعین بن القرآن (سہمی) یہ آیات چھپوایا ہے۔ باسٹخ آیات قرآنی چھپیں ایک
یہ فار بھی ہے بحث لگی ہے۔ اچھا جملہ لائحہ عمل کی نسبت کچھ مختصر لکھا جاتا ہے۔
مختصر جکو دیکھنا ہو رسالہ فراموش نہ کیجئے۔ جملہ موصوفہ بالایں تصفیہ طلب یہ امر ہے کہ
اوس میں خدا نے ابوبکرؓ صاحب کی تعریف فرمائی تاکہ جو کچھ ہے۔ حضرت مصطفیٰ در طلباء و تلمیذ
جنبہ مذہبی سے خالی الذہن ہو کر دیکھیں کہ حقیقت الامر کیا ہے۔ خلیفہ صاحب آنحضرتؐ کے
رفیق غارتھے۔ لازم تھا کہ اوس پر خطر اور محذوش موقعہ پر اطمینان قلب حضرتؐ کا کیا ساتھ
دیتے کہ حضورؐ کی تشویش و اشدت کرنی نہ پڑتی۔ اعلیٰ درجہ کافق و صاحب وہ ہی
ہوتا ہے جو کہ اپنے آقا و سرمدار کی طبیعت کو مکدر نہ ہونے دے۔ ایسے نازک موقعہ پر
جسکے کفار و غار پر پھرے کہہ رہے تھے کہ دو آدمی یہاں تک ضرور آئے۔ آگے یہ شہ جلتا
کہ کیا ہوئے۔ آسمان پر چلے گئے یا زمین میں دھس گئے۔ دہن غار پر پکڑی کا جالا اتر
انڈے والی کبوتری کی غوغا نے اودن کے ذہن کو غار کی طرف خیال دوڑانے سے
روک دیا۔ حضرت ابوبکرؓ پر لازم تھا کہ وہ بھی یہ متابعت آنحضرتؐ نہایت اطمینان قلب سے
وہ خود ہو جاتے۔ سانس نہ لیتے۔ لیکن اوصوں نے اس موقع پر طعی ہے احتیاطی کی کہ باو
کمبر سنی کم سچہ سچ کی طرح روں اور ٹوں ٹوں شروع کو دیا حضرت کو ابوبکرؓ صاحب کے بے محل
گریہ نے مبتلا سے تعب کیا اوس فعل ناجائز سے روکنے کے لئے آپؐ نے فرمایا کہ بڑی
میاں یہ محل روئے دھسنے کا نہیں۔ دشمن قریب ہو چکے ہیں گریہ روک کر خدا پر نظر رکھی
وہ ہمارے ساتھ ہی۔ حضرتؐ کے ان اللہ معاف فرماتے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ابوبکرؓ کو فضلی
حفاظت پر اطمینان نہ تھا۔ اگر ہوتا تو حضرتؐ یہ نفرماتے کہ آپؐ گھبر میں نہیں گریہ و بکا
حرک کر کے خدا پر اعتماد کیجئے وہ ہی ہکو اس ہلکے سے نجات دینے والا ہے۔ بڑی حیرت گری
ہر ان کی آواز کفار کے گوش زد نہ ہوئی۔ برکت محمدیؐ سے ہوانے کا فوٹ کے

کان تک چھوٹے نہ رہا۔ اگر وہ لوگ احساس گریہ کر کے اندر ہاتھ ڈالتے اور ابوبکر صاحب
 کی ٹانگ پر ہاتھ رکھتے لیکن تونہ معلوم کیا صورت پیش آتی۔ ابوبکر صاحب کے منظر آتے
 نے حضرت کے بچڑوانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔ مگر خدانے اپنے خاص تفضل سے
 اس بلا کو دور کیا جو کہ خلیفہ صاحب کی بدولت صورت پذیر ہو گئی تھی۔ آیہ غار میں خدا نے
 اپنی اس مرحمت کا ذکر فرمایا ہے جو کہ آنحضرت کے شامل حال ہوئی تھی۔ خدا فرماتا ہے
 کہ ہم نے اپنے فرستادہ کی اس وقت حفاظت کی جبکہ وہ گھر سے خوف کفار نکلا ایک گڈ پی
 میں سے ایک دوسرے آدمی کے پوشیدہ ہوا تھا اور وہ اس کا ساتھی بھی قوی دل
 تھا۔ جب اس نے وہاں روناد ہونا شروع کیا تو ہمارے نبی نے اس کو روکنے سے
 منع کیا عقلاً غرض فرمایا کہ حزن ابوبکر اطاعت تھا یا معصیت تھا۔ اگر بے ذلیل اطاعت
 اس کو لیا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فعل مدوح نہ روک دیتے تھے بہر حال معصیت تھا۔ ایسا
 واقعات غار پر نظر کرتے ہوئے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے
 تراژدہا گر بو یا رعنا ر : ازاں بہ کہ جاہل بو و غمگسار
 یعنی جاہل ہمراہی سے میت اثر دہا بھتر ہے۔ مطلب شیخ صاحب علیہ الرحمۃ کا یہ ہے
 کہ غار قور میں جو سانپ تھا وہ ابوبکر سے بھتر تھا کیونکہ وہ دم دباے ایک روز میں
 بیٹھا تھا اور ڈیرہ فین کی سفید داڑھی ہلا ہلا کر صوف بکاتے۔ لفظ مغامرہ آیت سی
 اہل سنت یہ مطلب نکالتے ہیں کہ آنحضرت نے ابوبکر سے فرمایا خدا ہمارے ساتھ ہے
 اس سے خلیفہ صاحب کی منزلت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ ایسے عالی مرتبہ تھے کہ خدا ان کے
 ساتھ تھا۔ یہ بات ہرگز قابل انکار نہیں۔ خدا ہر عیب و شرعی کے ساتھ ہی محن اقرب
 من حبیب الودین سے پہنچتا ہے کہ ہر شخص کی سب رگ کے قریب ہی خواہ وہ مومن
 ہو۔ یا کافر۔ کفار کے ساتھ یہ غضب ہی اور مومن کے ساتھ یہ رحمت۔ رضی اللہ عنہما
 اسکا شاہد ہی۔ ہر شخص کا وہ ہی مالک و رزاق ہے جو حزن و بقرہ ہی پر اہل سنت کی یہ حال ہے
 ابوبکر صاحب کے خواہ مخواہ مراح بنے ہوئے ہیں۔ اگر موصوفہ الصدرا گڑھے سے
 نکلا دوچار آدمیوں کو مار ڈالنے تو اہل سنت اتنا غل جھلٹے کہ رو بیان عالم بالا

کے کان بٹ جاتے۔ ابھی قابل ملاحظہ ہے کہ جب ابو بکر و کچھ کے تھے کہ مکرشی
 نے جالاندیا کو ترہنی نے اندر سے دیدئے۔ درخت خار دار نے در خار کو چھپا دیا پھر
 کیوں گھبرا گئے اس کی اہلیت یہ ہے کہ اگر یہ خالی ہاتھ ہوتے تو اتنا اضطراب
 نہ ہوتا۔ آج کے ساتھ پانچزار روپیہ نقد تھا جس کو میں آگے مفصل مصنف
 کے بیان سے انشاء اللہ طلباء کو دکھاؤ گا آپ کو یہ طلق تھا کہ ہاں جان بھی گئی اور
 مدت العمر میں گزری گا اور پانچ خلیفہ صاحب بارچہ فرشتی کیا کرتے تھے چنانچہ
 حسب خلیفہ ہوئے تو دہوتہ کے تہان سر پر کمر باندھیں بازائیں بچنے چلے صحابہ
 روکا کہ یہ پیشہ چوتھے بیت المال سے اپنی تنخواہ مقرر کر لیجے جو سرمایہ ہم پہنچایا ہوتا
 وہ بھی تلف ہوا۔ اس پر اطمینان نہ کیا کہ ہم رحمتہ اللعالمین کے ساتھ ہیں۔ ان کی جوتیوں
 کے نقد ق سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ المختصر قابل مصنف کو ہرگز زیادہ ہوتا
 کہ وہ شیعہ کو انحراف کے سایہ چمیدہ گردن تھلانے۔ یا در کہے فرط ذرات سے اپنے در مقابل
 کے سامنے گردن او کی چمکتی ہو جو کہ عاجز و درماندہ ہوتا ہے۔ جو وہ سو برس سے یاشین
 و سنی باب مناظرہ کہلا رہا ہے۔ اہلسنت ابتدا کرتے ہیں اور شیعہ جواب دیتے ہیں بقاعدہ عقلی
 لازم تھا کہ سنی صاحبان اپنی روشدہ کتابوں کا جواب الجواب لکھتے مگر آج تک ممکن نہوا کہ
 ایک الزام کو اٹھا سکیں جو کہ ان کے معزز خلفاء پر وارو کئے گئے ہیں۔ مولوی خلیل احصا
 ساکن انبشہ ضلع سہارن پور نے ہدایات الرشیدیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ مفاد ابہ ہواللہی اصل
 و سولہ بالہدی و دین الحق لیظہم علی اللہ بن کھتہ ولو کثر المشرکین اہل
 غالب ہیں اور شیعہ مغلوب اور بوجہ مغلوب ہونیکے مشرک ہیں۔ اس کے جواب میں حقیر نے ایک
 رسالہ مسماں بقصور غالب مغلوب لکھ کر مطبع یوسفی دہلی میں طبع کر کر کے بر دلائل عقلی ثابت کر دیا
 کہ بوجہ عدم جواب دہی کتب شیعہ اہل سنت مغلوب ہیں اور شیعہ غالب۔ یہ میر محمد
 صاحب رئیس گوردلی ضلع مظفر گڑھ تھے پچیس ہزار روپیہ کا اشتہار شائع فرمایا کہ جو شخص
 بتو مضامین مندرجہ بقصور غالب و مغلوب سنیوں کا منقولہ ہو نا ثابت کر دے گا اس کو
 مبلغ پچیس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ بیس بائیس سال سے رسالہ مذکور ہندوستان

گشت کر رہا ہے دوم یہ سب بھی ممکن ہے مگر جنک کسی کو بت ہوگی کہ دعوے مطلوبیت
 روک کے انعام نہ کر دینا کیسے مخصوصیت سے حاصل کرتا۔ اس وقت تک صاحب ہدایات
 الرشید بقیہ حیات ہیں۔ اور عقلاً فرض تھا کہ جواب دیتے۔ مگر خاموش ہیں اور قیامت تک
 رہیں گے۔ علاوہ بریں ایک سالہ معروف بہ اشتہار کا مینہ حق ناموں لفظ حقیر چند مرتبہ جیسا کہ میں
 شیخ حبیب احمد صاحب بہار پوری نے تیس سوالات میں ثبوت از کتاب اہل سنت پیش کر کے چھپا
 تھا کہ جواب دیکر چھو سنبول میں شامل کر دو ورنہ میں نے مذہب امامیہ اختیار کر لیا۔ سادات
 امر وہہ نے اس پر ایک لکھ انعام شایں کیا مگر کسی کو جواب نہ دی۔ مقبول نہیں ملی سے
 نہ لگا کر طلباء ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اہل سنت کی مائے فخر و ناز چند کتابیں ہیں۔ اول تحفہ۔ دوم منہجی الکلام۔ سوم بدیۃ
 چہارم آیات بنیات۔ پنجم مطہر الکرامہ اول کے جواب میں ۶۵ جلدیں دوم کے ۱۰ جلدیں
 سوم کے ایک اور چہارم کی تین جلدیں اور پنجم کی دو جلدیں طبع شدہ موجود ہیں مگر کوئی عالم
 اہل سنت ایک رق کا جامدہ نہیں ہوا۔ یہ سب کتابیں سنیز کی کتابوں کے رد میں ترتیب پذیر
 ہوئی ہیں۔ عقلاً در دا جا اہل سنت پر فرض تھا کہ اپنی رد شدہ کتابوں کا جواب دیتے یا حجت
 شیعہ کا اقرار کر کے مذہب امامیہ اختیار فرماتے۔ اس وقت اہل سنت کی تمام کتابیں بچے
 رکھی ہوئی ہیں اور شیعہ کی اوپر چڑھی بیٹھی ہیں۔ ان کتابوں میں آیہ غار کی بحث چند جگہ موجود
 ہے۔ مصنف انصاف فرمائیں کہ ایسے گروہ ولے کب یہ اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ بطور تحقیر شیعہ
 سے فرمائیں کہ لا تخزن کی جلالت شان نے گرد و فل کو چمکا کر قدموں سے لگا دیا ہے
 اگر خباب مصنف صحیح القول ہیں تو بمقام علی گڑھ اک مختصر مجمع علمائے شیعہ اور شی کا مہ حکم فرمایا
 ترتیب دیکر ثابت کرالیں کہ لا تخزن ایسا جلیل المرتبہ جملہ ہے کہ جس کی جلالت و ہیبت نے دشمنان
 ابوبکر کا تپائی کر دیا ہے۔ اگر مصنف ایسا کر نیگے تو ہم حینہ ہو کر اونکو جوہ سلام کر لیں گے
 انہوں سے کہ خباب مصنف نے ایک ہی موقع جملہ لا تخزن کی جلالت شان کا دکھایا۔ دوسری
 واردات کا ذکر نہیں کیا جس طرح کہ خلیفہ صاحب غار میں گھبرائے چھے علماء نے چھے ایسے
 ایک اور واقعہ پیش آیا تھا۔ مورخین اہل سنت متفق ہیں۔ کہ جب غار سے نکل کر حضرت عباس

میں نے اسے دیکھا ہے (سراقہ) تعاقب کرنا چاہتا تھا اور اس نے اسے لے کر اپنے پاس لے گیا۔
 حضرت ابوبکر نے وہی روٹا دیا جو اسی جگہ پر تھا۔ جب تک کہ اس نے اسے لے کر اپنے پاس لے گیا۔
 غرض کیا حضرت دشمن ہر پہلو پر چلا گیا۔ عنقریب ہلاک کر دے گا مجھ کو چائے۔ رحمت اللعالمین
 نے فرمایا کہ ابوبکر (لا تخون ان الله معنا) مصنف پر لازم تھا۔ طالب علموں کو دکھلا
 دیتے کہ حضرت ابوبکر ایسے دلیر و پرجہ تھے کہ دو مرتبہ روئے پیٹے اور وہی دفعہ حضرت
 نے فرمایا (ان الله معنا) اگر مصنف ایسا کرتے تو دشمنان ابوبکر کا اور بھی سیر خپا
 ہوتا اور دوستوں کو اتنی سربلندی ہوتی کہ کیوان و ثریا سے بھی دو چار گز اونچے ہو جاتے
 لا تخون کی تکرار نے صاف ثابت کر دیا کہ ابوبکر صاحب کے اعتقاد میں منجر صادق کا
 ارشاد کوئی خاص وقت نہ رکھتا تھا۔ نہ اونٹوں کی کے فرمانے پر اعتماد تھا اور نہ خدا کی ہمت
 پر اور اوثق رکھتے تھے اگر اوتھ کا قلب مطمئن ہوتا تو ہرگز نہ گھبراتے ایک (سراقہ) کیا اگر
 ہزار ڈاکو ہوتے تو سب کو پرکاشہ سمجھ لیتے۔ اور خیال کرتے کہ حضرت نے مجھ کو روٹے
 اور غل چائے سے منع فرمایا ہے۔ اور مٹھا سے خدا کو میلہ دگا رہتا ہے۔ اب گریہ
 و اضطراب کی ہر صورت نہیں اگر مرد تھے تو (سراقہ) کو ڈانٹ ڈیٹ بتلاتے اور خطر
 ہو کر کہتے کہ اسے مرد داکو اگر اسے بڑا ہاتھ ہو پڑی کئے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ جناب مصنف اور
 طلباء حقیر کے عرض کرنے سے آزر وہ طبیعت نہیں بلکہ خود سوچیں۔ کہ ایک مرتبہ جس کو
 حضرت مانعیت گریہ فرما چکے حمایت خدا کا مردہ دے دیا اور سکو سرفہ کی آمد دیکھ کر غلظت
 کرنا لازم تھا یا کہ اطمینان قلب سے اقل کے مقابلہ پر نیزہ بدست ہو کر امدادہ جنگ ہوتا۔ دیکھئے
 اگر دشمن ہتھیار کرتے ہوں اور راہ میں اونکو ڈاکو دبا لیں اون دو میں کا ایک حبیب اہل عرب بنائے
 انہیں کہتے ہیں فزاقوں کی شکل دیکھ کر کہنے لگے کہ ہائے مرگ الٹ گیا اور دوسرے کے
 بدن سے حبیبو اچھا کا استقلال چوٹ چائے اور گڑا کر کہے۔ کہ ہاں مجھ کو اپنے دامن میں
 ڈھک لے تو اس شخص ثانی کو جو کہ مستقل طبیعت والا ہے۔ کس درجہ انتشار ہو گا یہی
 کہتے ہیں پڑے گا کہ اذنا مرد و بزدلے خود تو مر اسی تھا اپنے ساتھ مجھ کو بھی گرفتار نہ چھوڑا
 کر آیا۔ اسی پر قیاس کرنا چاہئے کہ حقیقت حضرت ابوبکر نے دانت نکال کر گڑا دیا ہو گا اور

اور حضرت سکینہ بنت جحشؓ کا حضورؐ کی کمر سے اپنے ہونٹ کے اندر دستِ آنحضرتؐ کو سرور
 پیچیدگی ہوئی ہوگی۔ و اوستحاجان اصحابِ نبویؐ کا ساتھ دیا۔ میں کہائے لینے کے دینے
 پر گئے۔ نیز حضرت ابوبکرؓ کے گہبرائے دشمنوں نے جانے میں سرقہ کو کتنا دہرا دیا ہوگا اور
 سہجہ لیا ہوگا کہ اب محمدؐ کا مار لینا کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ اوّل کا ساتھی نہایت بودہ اور خود
 دل کا ہی میری محبت دیکھتے ہی فرطِ خوف سے چل چل مٹنے لگا۔ اگر فضلِ خدا شامل حال ہوتا
 اور حضرت کا فرما اے جو انفرادی خود سے توحتِ صدرہ بھرنے کا اندیشہ ہوگا تھا جس آیت
 غار میں جملہ (المتقون ان اللہ معکم) ہے اویکے آفریں یہ ہے فانزل اللہ سکینہ
 علیہ۔ یعنی خدا نے اپنی سکینہ نازل فرمائی۔ ال سنت فرماتے ہیں کہ یسکین ابوبکر کے
 لئے تھے۔ آنحضرتؐ کا اوس سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ ملاحین کا شفی نے بھی نفی جنویں ہیں یہ ہی
 لکھا ہے کہ سکینہ مضطر کاوتی ہے نہ مستقل کو ابوبکرؓ کو کہ اوس موقع پر نایت اضطراب
 تھا پیر چھوڑ بیٹھے تھے اس واسطے پھر خدا نے سکینہ نازل فرمایا۔ اور آنحضرتؐ مطمئن تھے لہذا انکی
 لئے ضرورت نہ تھی آیت غارِ چقیر نے رسالہ آیاتِ مطبوعہ مقبول پریس میں ارسنہ نام کتاب
 ۲ پر پوری بحث کر کے حقیقتِ معاملہ دکھائی ہے۔ جو صاحب ملاحظہ فرمائینگے۔ اور معلوم ہوا ہوگا
 کہ آیت سورۃ الباقیہ میں کہ رجاہات ابوبکرؓ ظاہر کی گئی ہے۔ علمائے اہلسنت جو فرماتے ہیں
 کہ سکینہ ابوبکر کے لئے نازل ہوئی نہ کہ آنحضرتؐ کے لئے حضرت مصطفیٰ شش العلماء رسولی
 نظیر احمد صاحبِ رحمہ دہلوی دجو کہ کالج علیگڑھ کے رکن ملے تھے) کا ترجمہ کیا ہوا قرآن
 ہاتھ میں لیں سورہ قیام میں آیت فارسی معنی ملاحظہ فرمائیں لفظ علیہ پر برکت میں (آنحضرتؐ)
 نظر آئے گا یعنی جیسے سکینہ نازل ہوا وہ محمدؐ صلعم تھے نہ کہ ابوبکرؓ اگر کوئی بالاضافہ صرف قرآن کو
 ایمان داری بلاجنبہ احد سے دیکھ تو مات بول ادمھے کہ فضائل و مناقب تو درکنار ابوبکرؓ کو
 بھی نہ تھے۔ دیکھئے اسی سورہ توہم میں آیت غار سے چند آیات پہلے یہ عبارت ہے (ثم انزل اللہ
 سکینہ علی رسولہ و علی المؤمنین) یعنی خدا نے اپنے رسول اور مؤمنین پر
 سکینہ نازل فرمایا۔ اگر قبول اہلسنت مضطر حق الطینان ہوتا ہے تو اننا پڑے گا کہ آنحضرتؐ
 بھی ستر نزل ہو گئے تھے اس لئے اوپر نزل سکینہ ہوا۔ جو کہ موقع غار ایسا اشد درجہ کا

سطر خاص اس نسل دیکھو کہ کسی دوسرا مقام نظیر نہیں دکھایا جاسکتا۔ لہذا مندرجہ بالا میں
 تسکین دیا جائے۔ یعنی ان کے طلب مطاع اور مضبوط کیا جائے جس طرح کہ آیہ بالا میں
 درویش شامل سکینہ کے لئے ہیں۔ اس طرح ابوبکر بھی ہوتے۔ اور بجائے علیہ السلام نازل
 کیا جاتا۔ مگر چونکہ وہ ایمان نہ تھے اور شب بچرت سوائے رفات و ذنات کے کوئی نمایاں
 حیرت اداں سے نہ ہوئی تھی لہذا مندرجہ تسکینہ سے خارج کئے گئے۔ کیوں جناب مصنف کیا
 اب بھی آپ یہ فرمانا پسند کریں گے کہ لا تھوون ایسا عظیم المرتبہ و بلند شان پر جس کے
 سامنے شریعت سے شدید دشمن ابوبکر کا بھی سر خم ہے۔ براہ کرم فرمائیے اب سیرت میں کس کو
 ہوئی۔ آپ کو یا ابوبکر صاحب کے دشمنوں کو جلد لا تھوون کی تفسیل و تشریح بوجہ اہم
 کر کے مصنف و طلباء و کج دست میں عرض کیا جاتا ہے کہ تھوون گوارا فرما کر اپنے ابوبکر صاحب کے
 حالات پر کچھ اور نظر کیجئے زان بعد راہ پیامے جادہ انصاف ہو جسے صفحہ ۱۶ پر مصنف لکھتے ہیں
 کہ جب ہماجر الدمدینہ ہوئے تو ان کے ٹھہرنے کا کوئی مقام نہ تھا۔ انصار نے یہ مروت کی کہ اپنا
 تمام مال دھاندلا اپنے بہائی ہماجر کے سامنے پیش کر کے فرمایا کہ ادہام تو اور ادہام سیرا۔ دو
 بیسیویں سے ایک تہا رہی اور ایک ہماجرین کے ساتھ انصار تو یہ مروت فرمائی
 کہ بی بی بن پیمانہ ہو جائیں اور ہماجرین یہ بے مروتی کریں کہ ادنیٰ خلافت کو بہترین
 اسلام کہیں خود مصنف صاحب صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں کہ بعد وفات سرور عالم ہماجرین صحابی
 جمع تھے۔ جزدار نے خبر دی کہ انصار سقیفہ میں فراہم ہو کر درباب خلافت مشہدہ کر رہے ہیں
 اگر تم لوگ امت کو بچا سکو تو بچا لو۔ منبر کے خبر دینے اور ہماجرین کے اوپر عمل کرنے سے واضح
 ہوا کہ انصار ایسا سچے رائے گروہ تھا کہ اگر ادنیٰ خلافت قائم ہو جاتی تو دین رفوچ کر دیا جاتا
 سبحان انصار ہماجرین کو ہر چیز میں اسے کا شریک قرار دیں اور انھیں کی خلافت
 برہم زن اسلام ہو۔ مولوی خلیل احمد صاحب نے بھی ہدایات الرشید کے صفحہ ۱۵۱ پر لکھا ہے کہ اگر
 ابوبکر و عمر بنی کا جنازہ چھوڑ کر نہ جاتے اور انصار میں خلافت چلی جاتی تو دین ڈوب جاتا۔
 بہر حال اس فقرہ سے کہ انصار نے رضی کا ہماجرین کو شریک کر لیا تھا۔ انصار کی تعریف
 ظاہر ہوتی ہے۔ نہ ابوبکر کی۔ انصار کی سیرت یہ تھی کہ انہوں نے اپنی اہلک میں افراد کو

حقیقت دار بنالیا اور ابو بکر کی یہ سیرت تھی کہ اون کو دین اسلام کا اہل بیتنے والا تجویز کیا
 صنف ۳ پر ملتے ہیں کہ آنحضرت نے مہاجرین کو تاکید فرمائی کہ انصار کے حقوق
 کا لحاظ رکھو۔ طلباء انصاف فرمائیں۔ کہ آنحضرت حقوق انصار کے حفظ کی مہاجرین کا تاکید
 فرمائیں۔ اور مہاجرین صاحب اونکو بدترین گفتار سمجھیں۔ کیونکہ دین کو ضرر رسوائے کا فرق
 دوسرا نہیں چھوڑنا سکتا۔

طلباء کو اختیار ہے کہ مہاجرین کا اچھا سمجھیں جنہوں نے انصار کو براہ کفندہ ظالمانہ تجویز
 کیا تھا۔ یا آنحضرت کو جنہوں نے انصار کو ممتاز و ذی شرف جانکر مہاجرین کو اہل کے حقوق
 کی پامالی سے روک دینے پر وصیت فرمائی۔ صنف ۳ پر مصنف نے بہ نظر اظہار قابلیت
 ابو بکر لکھا ہے۔ کہ جب انصار یثیبہ میں درباب خلافت شورش و شغب کر چکے تو حضرت عمر
 خطبہ دینا چاہا (جبکو وہ پہلے سے سوچ چکے تھے) حضرت ابو بکر نے اونکو روکا اور غور و خطبہ
 اتشاع فرمایا الا آخرہ۔ اس تقریر سے واضح ہوا کہ حضرت ابو بکر عمر سے اعلیٰ درجہ کی ثابت
 رکھتے تھے۔ عمر جو معاملہ خلافت میں گفتگو کرنا چاہتے تھے اونکو حضرت ابو بکر نے ناکافی سمجھا
 خود تقریر کی۔ بلکہ اس سے بحث نہیں ہے کہ عمر عمدہ مقرر تھے یا ابو بکر۔ مگر ملاحظہ طلب یہی
 کہ عمر جو تقریر کرتے وہ بہ ثبوت خلافت کس مرتبہ کی تھی اور ابو بکر نے جو گفتگو کی اس کی کیا
 اقتدار تھا۔ (تبسرا فی اصول المساجع الاصول) مطبوعہ مطبع نوکلشور
 صنف ۳۲ سطر ۱۲ و ۱۵ و ۱۶ پر لکھا ہے عمر نے کہا اعدت ان اتکلم فہو منہ مقالہ
 اعجبتنی یعنی میں نے مکاری سے ایسے کلام کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ جو تعجب انگیز ہوتا
 نال بعد لکھا ہے کہ جزدہرینے کیا تھا اس سے بالاتر بدیرتہ ابو بکر نے کیا۔ اور ایسی تقریر
 کی کہ میرے منہ سے اسکا بھر بڑا ہوا تھا۔ مصنف نے عقوبت کیا۔ ۳۱ واقعہ پر پردہ ڈالیا
 عمر اپنی اور ابو بکر کی تقریر کو تزدید سے تعبیر کریں۔ اور مصنف یکھیں (کہ جبکو وہ پہلے سے سوچ
 چکے تھے) ملاحظہ طلب یہ ہے کہ جو حال مکاری کا عمر نے پھیلایا تھا اور اس سے بالاتر
 ابو بکر نے وہ حال حقیقت کیا تھا۔ صنف ۴ پر مصنف لکھتے ہیں کہ انصار سے ابو بکر نے کہا
 تمہا کہ ہم مہاجرین کو سوائے دیگر فضائل و مناقب کے ایک یہ شرف بھی ہے کہ سب اہل

اہل بیت کی رسالت پر ایمان لائے اور آنحضرت کے کنبہ سے ہیں اور اگر وہ انصار ہرگز
 نہ ہوتے تو ان کے لئے یہ حکم نہیں ہوتا کہ ہاجرین کو بوجہ سابق الاسلام و رشتہ داری
 حاصل ہو وہ انصار کہ نہیں ہے۔ مناسب ہے کہ امارت ہم سے متعلق ہو اور وزارت آپا جوں
 سے عروا و عبیدہ سے حکومت چاہو میں انتخاب کرنے پر تیار ہوں۔ پس حسب بیان حضرت
 ابو بکر انصار خلافت نبوی دہا تو نہیں ہوا۔ حضرت ابو بکر کا یہ مطالبہ انصار شرط بالاکو خلافت
 سے واجب نہ کرنا ہرگز چاہا نہ تھا بلکہ عین حق و صواب۔ کیونکہ خلافت ہر شی کے کنبہ میں ہی
 ہوتی آئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو جناب ناروں کے لئے دعا کی تھی اوسین
 (من الہی) وار دہوا ہے۔ یعنی ہار دن میرے کنبہ سے ہی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ ابو بکر کی
 اسی شالیہ تقریر کو عمر نے اپنے مکر سے بڑھا ہوا کیوں بتلایا اسکو زور ہرگز نہیں کہہ سکتے
 بلکہ اس کو سچی تقریر کہنا واجب ہی۔ ہر گاہ ابو بکر خلافت کی نوعیت سابق الاسلامی اور
 نبی کی کنبہ داری سے فرما چکے تھے۔ تو عروا و عبیدہ کے لئے انتخاب خلافت کی انصار کو
 کیوں رائے دی تھی۔ ان دونوں میں نہ کوئی شیعہ اسلام تھا اور نہ نبی کا کنبہ والا۔ ابو عبیدہ
 اک غیر شخص تھا اور بہت لوگوں کے بعد اسلام لانے والا رہے عمر وہ بھی نبی کے کنبہ والوں میں نہ
 تھے انکا شمار آنحضرت کے سر و من سے نہیں اور لوگ بھی داخل تھے اسلام لانے میں بھی
 انکو کوئی شہقت نہ تھی۔ بلکہ دعوت اسلام سے بہت دنوں بعد مجبوراً مسلمان ہوئے تھے۔
 آنحضرت نے عمر کو فہمی دی تھی کہ تو مسلمان ہو جا ورنہ میں خدا سے دعا کروں گا کہ تجھ پر وہ
 حواشی و رسوائی نازل ہوگی جو کہ ولید بن مغیرہ و لہ الحرام پر ہو چکی تھی۔ انوس میں کہ آنحضرت
 عمر کو ان حواشی سے تشبیہ دیں اور ابو بکر و نکو نبی کے اہل کنبہ سے کہیں۔ رسالہ ہذا میں جس جگہ
 حضرت نے حضرت عمر کے واقعات بیان کئے ہیں وہاں کتاب اہل سنت سے ثابت کر دیا ہے
 کہ آنحضرت نے عمر صاحب کو دلیر دیکھتے خوش نصیب تشبیہ دی تھی۔ اور وہ بخوف مضمت
 مسلمان ہوئے تھے کہ اسلام کو حق سمجھ کر۔ اور حضرت کی نبوت میں شبہ شک کرتے نہ رہے
 کبھی درجہ یقین حاصل کیا۔ ظہار اور اراق آئندہ میں ملاحظہ فرما کر کہ دیکھتے کہ کبے شبہ
 عنان ولادت میں ولید اور حضرت عمر اک شان رکھتے تھے الحاصل ابو بکر شرط خلافت

قائم کرنے میں مجھے تھے اور مجھ کو نیز مشروط میں غلط آرا۔ اختیار کئے ہوئے تھے۔ شرط یہ
 تھی کہ غلطی سابق الاسلام اور نبی کے کنبہ سے ہو۔ اور عمل یہ تھا کہ عمر و ابوعبیدہ کو خلافت
 کے لئے منتخب کیا جو کہ نہ سابق الاسلام تھے اور نہ نبی کے کنبہ والوں میں ان کا شمار تھا۔ مصنف
 صاحب صفحہ ۳۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بشیر القناری کی حبیب بات حیرت ختم ہوئی اور اس نے
 حقوق ہاجرین (سابق الاسلامی و نبی کا اہل کنبہ ہونا) کو تسلیم کر لیا۔ تب حضرت ابوبکر سے
 پھر عمر اور ابوعبیدہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تحریک کی۔ یہ رنگ دیکھ کر دونوں پہلے
 عرض کیا۔ کہ حضور آپ ہم سے افضل ہیں۔ جناب کی موجودگی میں کون سند نبوی پر بیعت کی جائے
 کر سکتا ہے۔ ہاتھ ہٹائے ہم بیعت کرتے ہیں۔ غرض کہ بیعت ابوبکر پر لوگ ایسے ڈٹے کہ سب
 عبادہ کے نکل جانے کا (جو کہ بوجہ بیماری اور جگہ لیٹے ہوئے تھے) احتمال ہوا۔ محکمان لوگوں پر
 جو کہ مثل ارجوم جہوم کہ خلافت ابوبکر پر ڈٹے پڑتے تھے سخت تعجب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ قبل
 شرائط تصریح کردہ ابوبکر کے کون شرط اسی ادن کی ذات میں موجود تھی جس نے خلافت کو بیعت پر
 برا لگھتے کیا تھا۔ خلافت اول نہ تو آنحضرت کے کنبہ میں تھے اور نہ سے پہلے آنحضرت پر ایمان لایا
 میں ان کا شمار تھا۔ آنحضرت آل ہاشم سے ہیں اور ابوبکر قبیلہ تیم سے ہیں صورت شرط کا ایک
 نمبر سا قاط ہو گیا۔ رہی سابق الاسلامی مصنف نے صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے خطبہ پڑھتے
 ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ ہاجرین کو ابتداء سے اسلام میں سخت مصائب برداشت کئے اور جبکہ
 روئے زمین پر کوئی خدا پرست نہ تھا اور وقت خدا کی عبادت کی۔ اس سے صاف ثابت ہو گیا
 کہ سند نبوی پر جلوہ فرما ہونیکے لئے وہ شخص نہ پاتا تھا جو کہ نبی کے کنبہ سے ہو۔ نیز سے پہلے خدا کی
 عبادت کی ہو۔ اگر حضرت ابوبکر میں ہر دو صفات محقق تو ابوعبیدہ و عمر بیعت ابوبکر کرنے میں
 جادہ راستی پہنچے جائینگے بصورت دیگر ان کا شمار غلط کار و نمیں کیا جائے گا۔ تاریخ طبری کے
 جلد ۲ صفحہ ۱۲ پر یہ عبارت ہے عن محمد بن سعد قال قلت لابی اکان ابوبکر لو کہم
 را اسلاما فقال۔ لا ولقد اسلام قبلہ اکثر من حمین۔ یعنی محمد بن سعد نے اپنے باپ
 سے کہا کیا ابوبکر تم سے پہلے اسلام لائے۔ تو کہا نہیں۔ بلکہ اول سے اول پچاس لوگوں
 سے زیادہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ پس اس جگہ یہ بھی ایک بات قابل توجہ ہے کہ ابوبکر

حجتی کتب میں داخل تھے اور ایمان لائے میں سب سے اول اور کاشا کا کیا گیا ہے۔ یہ تمام
 بڑے معرکہ کا ہے۔ کیونکہ اس بحث کے طے ہو جانے پر۔ بقول حضرت ابوبکر مقدمہ خلافت
 قطعاً فیصلہ پذیر ہو بیولا ہے۔ واضح رائے ارباب دانش ہو کہ مقدمات فوجداری میں
 اصلیت استغاثہ پر نظر کرتے ہوئے۔ ابتدائی ریٹ دیکھی جاتی ہے خلافت سب سے اول
 درمیان میں جو کارروائی کی گئی ہو وہ باطل سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ مقدمہ خلافت اسلام کا ایک
 ایسا جاری نزاع ہے کہ جس سے بالاتر کوئی فوجداری نہیں ہو سکتی۔ علامہ شہرستانی کا یہ
 قول پہلے نقل کیا گیا ہے کہ مابین اہل اسلام جیسی کہ مقدمہ خلافت میں تلباطل اسی کسی مسائل میں
 نہیں جلی۔ علامہ مہبوب کے ارشاد کا شاہد موجود ہے۔ مسلمانوں میں سوائے مسالہ خلافت
 کے کوئی دوسرا مسئلہ ہی ایسا نہیں جس میں عدالت فیما بین کو اس پر جہ شدت ہو۔ تیرہ سو برس
 سے ہر وقت تک لکھو کھا مسلمان اسی چکرے میں قتل ہو گئے۔ معاویہ و عائشہ نے یہی
 قضیہ پیدا کر کے مسلمانوں کا خون پانی کر دیا۔ شبانہ روز جو چکرے ہیں وہ اسی پر ہیں۔ ایک نام
 کے تہتر فرقتے اسی کی وجہ سے ہو گئے۔ مسلمانوں نے جو ایک دوسرے کو کافر و مرتد کہنے میں ہاتھ
 کو آزادی دی وہ اسی قضیہ کی وجہ سے ہوئی۔ باہمی رشتہ ناتان۔ برادری کا ملنا جلنا
 بہا جی نوالہ سب کے انقطاع کا یہی سبب ہوا۔ حضرت ابوبکر کا بمقابلہ انصاریہ کھنا کہ جس نے
 اول زمین پر خدا کی عبادت کی اور نبی کے کتبہ سے ہو وہ ہم ہیں۔ بائیں وجہ کو منکر خلافت نہیں
 مل سکتی۔ اس کے مستحق ابوعبیدہ جراح یا بہائی عمر ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خلافت کے لئے ہی
 اعلیٰ درجہ کا استدلال محتاج کو بہریت کا ابوبکر نے سقیفہ میں ظاہر کیا۔ جس کو کہ حسب صرحت بالا
 رد یعنی مکاری کہا گیا۔ اس کو ابتدائی ریٹ سمجھنا چاہیے۔ علاوہ بریں خلیفہ اول کے ثبوت خلافت
 میں جو باتیں بیان کی جاتی ہیں وہ ارباب شعور و سخن ساز لوگوں نے بعد میں اضافہ فرمائی ہیں۔
 حق طلب لوگ اس بحث کو ایمانی نظریے سے دیکھ کر نزاع خلافت کا فیصلہ فرما دیں۔

صحیح ترمذی میں لکھا ہے۔ ابن عباس

کا قول تھا کہ علی میں چار باتیں ایسی ہیں کہ ہزاروں کے اور کسی میں اوس کا اثر نہیں۔ اول یہ کہ وہ

پہلی دعویٰ سے پہلے آنحضرت کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے۔ اول سے پہلے کسی نے
 مسجد مسجد میں سر نہیں جھکایا۔ دوم یہ کہ ہر جگہ میں شکر اسلام کا علماء ان کے ہاتھ میں
 ہا۔ سوم یہ کہ اجزاء کا خدا میں آنہوں نے تحقیق کو برداشت کیا چہاں یہ کہ نبی کو غسل
 بیکر قبر میں رکھا۔ امام نبوی کتاب عجم میں لکھتے ہیں کہ اس صحابی کا قول تھا کہ آنحضرت دوشنبہ
 کو مسجد پر سالٹ ہوئے اور سہ شنبہ کو علی نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ طبرانی نے تاریخ
 کبیر میں ابو رافع سے روایت کی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا علی نے سات سال کئی ماہ میرے
 ساتھ پوشیدہ خدائی عبادت کی۔ امام احمد و امام نسائی نے تحریر فرمایا ہے کہ
 حضرت امیر علی الاعلان فرمایا کرتے تھے کہ میں پہلا شخص ہوں جو اسلام لایا اور حضرت کیساتھ
 نماز پڑھی۔ امام احمد یہ کتاب مناقب و نسائی فی الخالص۔ حافظ ابو زید عثمان بن ابی شیبہ
 نے سنہ ۱۸۱ھ و ۱۸۲ھ میں کتاب مستدرک ابو نعیم بحلیۃ الاولیاء و عقلی و غیرہ نے لکھا ہے
 عباد بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام فرماتے تھے میں خدا کا بندہ اور
 اوس کے رسول کا بھائی اور صدیقی کبر ہوں۔ میرے سوا کچھ جوئے کے کوئی اس بات کا دعویٰ
 نہیں کر سکتا۔ میں نے سب سے اول سات برس تک آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی۔ ویلی نے
 حضرت ابن عباس و جابر سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا
 کہ سات برس تک مجھ پر اور علی پر فرشتوں نے در و بچھا۔ بایں وجہ کہ صرف ائمہ علی خدائی عبادت
 کیا کرتے تھے۔ یا علی النظرہ میں بھی قول بالانقل ہوا ہے نہ ہی کتاب مناقب میں فقیر
 ابن المناز نے اور طبرانی قصاص میں اور ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں جابر ابن عباس سے
 روایت کرتے ہیں کہ آیہ واقیموا الصلوٰۃ و اقلوا کواۃ و ذکر مع الکعبین۔ خاص کر
 آنحضرت اہل جناب امیر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے انہیں دونوں ہما جوں نے
 خدائی عبادت کا شرف حاصل کیا ہے۔ امام احمد نے اپنی سند میں اور جریر طبری نے نقل کیا ہے
 اخصیف کندی کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مکہ میں حضرت عباس کا ہاں ہوا۔ پشت کعبہ پر ایک
 جوان اور ایک عورت اور ایک بچہ کو کچ دلاست ہوئے و کچھا دریا نت کرنے پر حضرت عباس
 نے جواب دیا کہ انہیں ایک عبد اللہ کا بیٹا محمد ہے اور عورت اوس کی بی بی خدیجہ۔ اور

اور یہ علی بن ابی طالبؑ کے ان تین کے اس وقت کوئی عبادت خدا کرنا اور کئے زمین
 پر نہیں ہے۔ علامہ جریر طبرسی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب عقیف اسلام لائے تو انہوں
 کو کہہ کر تے تھے کہ اگر میں اس وقت مسلمان ہو جاتا تو جو مخالف اسلام میں پاتا۔
 امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ عقیف یہ کہا کرتے تھے کہ اس وقت میرا مسلمان ہونا
 علیؑ کے سامنے دوسرے درجہ پر جھٹلے۔ ابن سحاق اپنی سیرت میں اور ابن اسحاق بیان
 کرتے ہیں کہ جب نماز کا وقت آتا تو حضرت محییٰ طور پر علیؑ کو کہہ کر کہا کرتے تھے لیجا کر نماز
 پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ابو طالب نے دیکھ لیا۔ پوچھا یہ کیا حرکت ہے جواب ملا کہ خدا
 واحد کی عبادت کرتے ہیں۔ ابو طالب نے کہا کہ یہ اچھا کام ہے اور اپنے بیٹے علیؑ کو ہدایت
 کر محمد صلیم کی اطاعت کرتے رہو۔ جناب سہیف اور ان کے بعد طلباء و توجہ فرمائیں کہ حضرت
 ابو بکرؓ اول کے مسلمانوں میں داخل ہوتے تو حضرت عباس عقیف کنڈی سے یہ کیا
 کہتے کہ سوائے ان تین کے اور کوئی شخص روئے زمین پر اس مذہب کا نہیں ہے۔ اور خود
 عقیف موصوف بنام انہوں سے یہ کیوں فرماتے۔ کہ اگر میں اس وقت اسلام لاتا تو علیؑ کے
 بعد دوسرے نمبر پر نہرت اسلام میں میرا نام لکھا جاتا۔ ان سے بالا خود حضرت
 امیر علیہ السلام ارشاد موجود ہے۔ **مستفتکم الاسلام طملاً**۔ **غلاماً مابطلت** اور
حلی۔ حضرت امیر علیہ السلام صحابہ کے سامنے بمقام فخر فرماتے ہیں کہ میں نے تم سے
 سے اسلام لائے میں اس وقت سبقت کی جیکہ بوجہ کم سنی مجھ کو نیکی نسبت نہ آئی تھی۔
 بمقام حدیث متفق علیہ (اناد علی من ذرو احد) آنحضرت اور جناب امیر کا ایک ذرا تھا
 بطرح کہ آنحضرت نے پرستش اعنام نہیں کی۔ اس طرح حضرت علیؑ کے بھی توبان
 کے سامنے گردن نہیں جھکاؤی۔ ابن سعد نے طبقات اور ابن عبد البر نے استجاب میں
 حسن بن بدائی سے روایت کی ہے کہ ہرگز حضرت نے توبوں کو سجدہ نہیں کیا۔ اس واسطے
 ان کا خطاب کرم اللہ وجہہ۔ یعنی خدا نے ان کی پیشانی ناپاک خیروں کے سامنے جھکے
 سے اپنی حفاظت میں رکھا۔ یہی صفوں سند البوحیفہ میں ہے۔ ابن عدی و ابن عساکر
 و سیوطی تفسیر و ترمذی میں لکھتے ہیں کہ جابر بن عبد اللہ انصاری نے بیان کیا کہ

کہیں نے آنحضرت سے سنا کہ میں حضور نے آن وافر کے لئے کفر کو اختیار نہیں کیا
 ایک مومن آل بسین۔ دوم آسید بن ذر عن رسول علی مرتضیٰ۔ کتاب استیعاب میں ابن
 عبد البر نے سلمان فارسی سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا سب سے اول جوح کوثر پہلی وار
 ہوں گے کیونکہ وہ ہی مجھ پر پہلے ایمان لائے ہیں۔ طبری و ذیلی میں سلمان فارسی و ابوذر
 غفاری سے منقول ہے کہ حضرت صلعم نے علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان
 لایا اور یہ حق و باطل میں تمیز کرنا والا ہے۔ مومنوں کا محبوب ہی اور قیامت میں سب سے اول مجھے
 مصافحہ کرے گا۔ اور یہ صدیق اکبر ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ عمر خطاب نے بیان
 کیا۔ تحقیق آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے۔ تم سے زیادہ
 کوئی عہد خدا کا پورا کرنے والا نہیں ہو رعیت پر احسان کرنا اور تقیم میں سب مسلمانوں کو برابر
 جاننا تمہارا خاص حصہ ہے۔ خدا کے نزدیک جو تمہاری منزلت ہو وہ کیسی نہیں۔ کتاب اوقیت
 میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے نقل ہوا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی نے مجمع صحابہ میں فرمایا
 تم سب واقف ہو کہ میں سب سے پہلے آنحضرت پر ایمان لایا۔ سو ایسے میرے رسول صلعم کا
 کوئی بھائی اور رفیق نہیں ہے۔ آپ سب صاحب میرے بعد داخل اسلام ہوئے ہیں میں
 رسول کا حقیقی چچا زاد اور شریک نسب ہوں۔ مجھے زیادہ کوئی آنحضرت کا قریبی رشتہ والا نہیں
 ہے۔ میں نبی کے کچھن کا باپ اور سردار زنا کا شوہر ہوں۔ جو مرتب کہ خدا نے مجھ کو عطا فرمایا
 ہیں وہ آپ صاحبوں میں سے کسی کا چھل نہیں ہیں۔ بحمد اللہ خفیر بدلائل مشافہہ ثابت
 کر چکا کہ حضرت امیر نے سب سے پہلے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی اور اول ایمان لانے
 وہ ہی ہیں اور ابوبکر چچا س اول رسول کے بعد داخل اسلام میں داخل ہوئے۔ حضرت امیر کی
 سابق الاسلامی ایسی سلمہ ہے کہ جسکو بادیا نیت مصنف نے بھی سیرت کے صفحہ ۶ پر تسلیم
 فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ سینوں میں قول فیصل یہ ہے کہ لڑکوں میں حضرت علی
 بالغ مردوں میں حضرت ابوبکر باپوں میں حضرت خدیجہ و غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ
 اول اسلام لائے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ پہلے علی مطیع اسلام ہوئے۔ یا ابوبکر
 بعض علی کو قبل ان میں بعض ابوبکر کو ہر چند کہ میں قصیر النظر ہوں۔ مگر بارہ میں جہاں تک

کیا اس وقت تک کوئی ضعیف قول بھی نگاہ سے نہیں گذرا جس میں حضرت ابوبکر کا
 ایمان لانا حضرت علی سے پہلے ظاہر کیا گیا ہو۔ اگر ضعیف صاحب تباہ کلام خود
 دو چار اقوال علماء دینیہ لکھتے تو بہتر تھا۔ بھر مال حسب تصریحات علماء مذکورہ
 بالا حضرت امیر اول درجہ کے ایمان لانوالوں میں ہیں۔ اور حضرت ابوبکر کا مسجود بن کر
 ہونا غیر ثابت۔ مگر میں پاس خاطر تسلیم کئے لیتا ہوں۔ کہ ابوبکر و علی و خدیجہ و زید سابق الایمان
 مجھے عقل سلیم حکم دیتی ہے کہ یہ چاروں ان واحد میں ہیں ایک سکنہ کاتفاق نہوا ایمان
 نہ لائے ہوں گے۔ تقدم و آخر ضرور ہوگا۔ پس ان چاروں میں سے جس نے سبقت
 لعیادت و قبول اسلام کی وہ حسب شرایط مقرر کردہ ابوبکر لائق خلافت تھا۔ ابن قتیبہ
 کتاب معارف مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۶ پر لکھتے ہیں۔ محاذہ بنت عبد اللہ روایت
 کرتی ہیں کہ میں نے جناب علی علیہ السلام کو بصرہ میں ممبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں
 صدیق اکبر ہوں اور ابوبکر سے پہلے ایمان لایا ہوں۔ حضرت مصنف جو فرماتے ہیں کہ آپس
 اختلاف ہو کہ ابوبکر و علی سے کون پہلے مشرف باسلام ہوا۔ یہ ابن قتیبہ کی روایت مذکورہ
 سے بالکل اٹھکیا۔ سوائے شرف سابق الاسلامی یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اُمت محمدی میں
 صدیق اکبر جو حضرت امیر علیہ السلام کے اور کوئی نہیں۔ حضرت ابوبکر کو جو صدیق کہتے ہیں
 یہ سنو یہی طبع زاد اصطلاح ہے جیسا کہ عموماً اہل سنت عائشہ صفا کو صدیقہ کہتے ہیں اس طرح
 ان کے باب کو صدیق کہنے لگے۔ اہل ایمان سمجھ کر ارشاد فرمائیں کہ جو عورت
 نفس رسول اور زوج بتول سے لڑی جس نے ہزار ہا مسلمانوں کا خون کر دیا۔ جس نے
 قتل عثمان پر لوگوں کو بلا نیچھٹے کیا جس نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو جوار نبوی میں
 دفن ہونے دیا جس نے فواسق بنی کے جوازہ پر تیر چلائے جس کو رسول صلیم نے
 محبوب یوسف (مکاحور توں) سے تشبیہ دی وہ صدیقہ کیونکر کہی جاسکتی ہے۔ اگر
 اسلامی صدیقہ ایسی تھیں تو وہ معلوم ہوتا کہ کس غضب کی ہونگی۔ حضرت ابوبکر و عمر کی صاحبزادی
 عائشہ حفصہ ایسی با اقبال ہوئیں کہ منافقین قدم رکھتے ہی خاندان کو اچھا لایا۔ ایک
 کے باب صدیق ہو گئے اور دوسری کے فاروق۔ جہاں اور فضائل و کمالات خاندان

نبوت پر پکا قبضہ کیا تھا وہاں القاب پر بھی متہ مارا۔ میں انشاء اللہ اور نبوت مزید پیش
 کرتا ہوں۔ جس سے ثابت ہو جائے گا کہ اُنٹ محمدی ہیں سوائے حضرت امیر کے دوسرے
 صدیق و تاروق نہیں ہیں۔ کتاب ریاض النظرہ جلد ۲ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۴ پر لکھا
 ہے کہ آنحضرت کا نام زمانہ جاہلیت میں بھی علی تھا اور کنیت ابو الحسن۔ آنحضرت نے آپ
 کا نام صدیق رکھا۔ ابوعلی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا صدیق تین ہیں (ایک
 حبیب بن ماریہ بن آل سہیل جسے کہا ہے قوم انبیاء کی اطاعت کرو دوسرے خرقیل بن موسیٰ آل
 فزول جسے کہا تھا کہ تم لوگ اسکو قتل کرتے ہو جو کہ وحیِ اِینت خدا کا سبق دیتا ہے تیسرے
 علی بن ابی طالب اور وہ اعلیٰ دونوں صدیقین سابقین سے افضل ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے بھی
 کتاب مناقب میں اسکو تسلیم کیا ہے۔ پھر اسی کتاب میں بفاصلہ ۵۵۵ قلیل صفحہ ۱
 پر روایت ہے کہ آنحضرت نے یسوع بن یسوع اور صدیق اکبر کا خطاب حضرت امیر
 کو دیا تھا۔ ابو ذر راوی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنا ہے فرماتے
 تھے کہ اے علی تم صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہو۔ حق و باطل تمہاری وجہ سے تباہ
 پذیر ہوگا۔ مولوی محمد یعقوب خان محسن الملک کجھانی آیات نبیات میں فرماتے ہیں کہ شبہ
 حضرت امیر نے فرمایا تھا کہ میں صدیق اکبر ہوں بعد میرے جو یہ دعویٰ کرے وہ جھوٹا
 ہے مروجہ الشان نے تسلیم فرما کر ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت علی نے جو یہ فرمایا کہ میرے
 بعد جو صدیق کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہی اسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر نے اپنے بعد
 کے لئے صدیقیت کی نفی کی جو قبل کا اس سے تعلق نہیں۔ ابو بکر چونکہ پہلے صدیق ہیں وہ
 اس کلام سے مستثنیٰ سمجھے جائیں گے۔ اس کا نہایت معقول و مستشرق جواب فقیر نے
 رسالہ سیا دیہ مطبوعہ مطبعہ یوسفی دہلی میں دیدیا ہے۔ اس جگہ مختصر عرض کرتا ہوں کہ برداریات
 معتبرہ اہل سنت حضرت علی نے فرمایا ہے کہ میں صدیق اکبر ہوں (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰)
 نہ دعویٰ کریں صدیق ہونے کا سوائے میرے کوئی شخص۔ مگر یہ کہ وہ جھوٹا نہ ہوگا۔ اس جگہ
 لفظ نبی بہ تمام غیر سی سہل ہوا ہے۔ جس کے شواہد رسالہ التجا دیہ میں موجود ہیں۔ ابوبکر کو
 جو صاحب پہلا صدیق جملاتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ اگر حضرت ابوبکر کو پیش گاہ نبوی

سے یہ خطاب خطا ہو چکا تھا تو در باب جناب امیر یہ کیوں فرمایا کہ صدیق تین ہیں۔ دوا محم
 سابقہ سے اور ایک علی اور یہ اہل دین دونوں سے افضل ہیں۔ اگر ابو بکر صدیق مانا جائے
 تو تکذیب ارشاد نبوی لازم آتی ہے۔ جو کہ قطعاً حرام ہے۔ اہل سنت کو اختیار یہی کہ دونوں
 راستوں میں جس راہ کو چاہیں اختیار کریں۔ اگر خلیفہ صاحب کو صدیق کہیں گے تو نبی کا غلط
 گو ماننا پڑے گا۔ علاوہ بریں ایک اور امر قابل توجہ ارباب خرد پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ مخزن
 امارت وہی بات پر کیا جاتا ہے جس کا مثل و نظیر اس وقت میں کوئی نہ ہو۔ حضرت علی نے جو خطاب
 بہا ہاں فرمایا کہ انا صدیق اکبر درحالیکہ اس زمانہ میں اور بھی صدیق تھے تو لفظ (انا)
 کے فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ حاضرین جلسہ کہہ سکتے تھے کہ حضرت آپ خود دعائے فرودیت
 کرتے ہیں یہ زیبا نہیں۔ حضرت ابو بکر بھی صدیق ہیں پھر یہ انانیت کیا معنی رکھتی ہے۔ جاننا
 چاہیے کہ حضرت ابو بکر و جناب امیر علیہ السلام ہم عصر ہیں اور عین لقبول جہد علیاً انصاحب قبل
 و بعد کی تفریق نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوا کہ اس وقت ہا القابل کوئی دوسرا صدیق نہ تھا
 اگر ایسا ہوتا تو نہ آنحضرت تین آدمیوں پر اختصاص فرماتے اور نہ حضرت علی باقرین
 (انا صدیق اکبر) کہتے چونکہ ہوائے زمانہ ہمیشہ مخالف حضرت علی چلتی رہی۔ موالیمان
 آل اطہار نہایت قلیل اور وہ بھی پامال حسنتہ و در ماندہ رہی ہیں اور تابعین خلفاء
 ہزار در ہزار اسلام کے سواد اعظم نے جس مصطلح کو ہائین خود ہا تجویز کر لیا وہ کثرت استعمال
 سے ایک مستقل کلام ہو گیا۔ بایں وجہ ہر کہ و مہ کی زبان پر صدیق۔ صدیق۔ فاروق
 فاروق۔ نقش کا الجھ ہو گیا۔ جتنی شہادتیں در باب صداقت مرتضوی میں پیش کیں وہ
 سب زائد زینت کے علماء کی ہیں۔ ممکن ہے کہ طلباء کو وہ کتابیں نہ ملیں یا بصورت مل جائے
 مصنف کتاب کو غیر معتد بلایا جائے لہذا ایک ایسے عالم کا بیان شہادت میں پیش کرتا ہوں جسکو
 معتبر ہونے میں کبھی سیکو کلام نہیں ہو سکتا۔ وہ بزرگ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی ہیں جنکو
 تحفہ المصکر بزرگ کلام باغ اسلام سے شیعہ پودہ کا رخ و بنیاد سے اکھاڑا چاھا تھا اور کسی نے
 لفظ مرتضیٰ کی بابت دریافت کیا اس کا جواب عالم موصوف قنواوی عزیزیہ کی طبع و دہ میں
 صفحہ ۸۱ پر جو کہ مطبع مجتہبی دہلی میں چھپی ہے تحریر فرماتے ہیں (تلیق حضرت علی کریم رضی اللہ عنہ)

مرقزی در احادیث دیدہ نشود در صدر اول ابن لفظ مستعمل بود و در احادیث صحیح
کنیت شان بہ البزباب و ابو یحییائیں لقبیاب ایشان بہ ذوالقرنین و محبوب الدین صدیق
و فاروق سابق الاسلام و محبوب المؤمنین و محبوب قریش بضمینہ البلدون
و شریف ہادی و جہری دیگرہ مروی و ثابت است

تحریر شاہ صاحب سے ہو یا ہو کہ جناب امیر علیہ السلام کا لقب بہ لقب مرقزی ہونا
اوہنوں نے کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ البتہ صدیق و فاروق و سابق الاسلام وغیرہ غیر
بالضرور ہے اور صدیقیت و فاروقیت و سابقیت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ شکر خدا
کہ حسب اقرار شاہ صاحب جناب مرقزی علیہ السلام صدیق و فاروق سابق الاسلام ہیں
امر بحث طلب یہی تین لقب تھے جو کہ بلازحمت تسلیم شاہ صاحب سے پایہ ثبوت کو پہنچ گئے
اسیہ کیا تھی ہے کہ اب جناب حضرت ابو بکر و عمر کو صدیق و فاروق نہ کہنے کے اور نہ
حضرت اول کے سابق الاسلام ہونیکا اعتقاد فرمائیں گے۔ اگر بالکل نہیں تو صفات بوضوح
بالا میں مرقزی کا شریک حضرت امیر کو بھی سمجھنے لگیں گے۔ لقب مرقزی جس کا احادیث میں شاہ صاحب
ذکر نہیں لگا اور صدر اول میں اس لقب کی شہرت سے اونکو انکار ہے۔ یہ شاہ صاحب کی
کو تاہ نظری ہی ورنہ مرقزی ایسا مشہور لقب ہے کہ جس کے سامنے حضرت مرقزی کہا جائے گا وہ
بے تکلف سمجھ لے گا کہ اس سے مراد علی علیہ السلام ہیں زید و عمر و بکر کی طرف کسی کا خیال
مستقل نہ ہوگا۔ واضح رائے ارباب دانش ہو کہ تین لفظ ایسے جلیل المرتبہ ہیں کہ جن کی
مثل کا ہونا ناممکن ہے۔ اور تینوں ہم معنی ہیں۔ اول مصطفیٰ۔ دوم مرقزی۔ سوم محبتی
ہر سہ الفاظ موصوفہ اسلام میں حسب ذیل جملے جاتے ہیں۔ محمد مصطفیٰ۔ علی المر افطی
حسن محبتی کسی اور نام کے ساتھ یہ الفاظ چپاں نہیں ہو سکتے۔

انہیں بزرگوار اول کے خصوصیت خاصہ کہتی ہیں جو دہ سوبیس سے برابر ایک حدیث قدسی
مسلمانوں میں ایسی مشہور چلی آتی ہے کہ جسکو لا الہ الا اللہ کہنے والے کا بچہ چانتا ہے اور جب
خدا نخواستہ و بادافع ہوتی ہے۔ ہر گھر کے دروازہ پر وہ دعا لگائی جاتی ہے اور لی خستہ
کے نام سے مشہور ہے اوس میں کا ایک مصرعہ یہ ہے (المصطفیٰ والمرقزی وانا لہما وافلا)

معلوم ہے کہ کبھی شاہ صاحب کے گھر میں بیٹھ کر یا تب لڑے وغیرہ کا قدم نہ آیا ہوگا۔ اگر
 ایسا ہوتا تو ضرور دعا موصوف اور ان کے دروازہ پر بھی آؤ فرما دی ہوتی۔ مرتضیٰ
 خاں کہ مہیا یہ مصطفیٰ ہے اور اس سے بالاتر کوئی مرتبہ ہو نہیں سکتا۔ شاہ صاحب کو خوف
 ہوا کہ ادسی لقب کے تسلیم کرنے سے مرتبہ مرتضیٰ حضرت مصطفوی کی برابر ہو جاتا ہے
 اس واسطے انکار کر گئے۔ چونکہ ان صاحب نے انکار کیا ہے۔ کہ کسی حدیث میں تعقیب مرتضیٰ کا ذکر
 نہیں ہے۔ لہذا ان کے سچا کرنے کے لئے ایک حدیث نقل کئے دیتا ہوں جسکو مولوی عبید اللہ
 بسمل امرتسری خفی الذکر نے ارجح المطالب کے صفحہ ۹۵ پر نقل کیا ہے کہ ابن یوسف کبھی نے
 کتاب کفایت الطالب میں لکھا ہے۔ جناب امیر سے روایت ہے کہ ایک کاتب ہم جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملکستان مدینہ میں بھر رہے تھے۔ ایک درخت نے دوسرے
 سے کہا یہ نبی مصطفیٰ ہیں اور یہ علی مرتضیٰ ہیں۔ پھر ایک دوسرا درخت تیسرے سے گیا
 ہوا۔ ایک انہیں سے موسیٰ ہیں اور دوسرے ہاروں۔ ان واقعات کو بیان کر کے مصنف
 کا ہاتھ پکڑ کر پھر میدان سابق الاسلامی کی طرف گھینٹا ہوں۔ حسب تسلیم ابن قتیبہ مندرجہ بالا حضرت
 امیر بصرہ میں علی الاعلان فرما رہے ہیں کہ میرا ایمان و اسلام ابو بکر پر قدم ہے اور مصنف
 لکھتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر اختلافی ہے سیرۃ کے صفحہ (۲) پر مصنف نے اپنی کتاب کا ماخذ
 بارہ کتابوں کو قرار دیا ہے منجملہ ان کے منبر پر معارف ابن قتیبہ کو لکھا ہے معلوم تو ہے
 کہ قابل مصنف نے کتب مجملہ خود کا ملاحظہ نہیں فرمایا اور نہ ہرگز یہ نہ لکھتے کہ ابو بکر و علی کے
 پس میں شیخ اسلام لائے ہیں مابین علماء اختلاف ہے۔ تعجب ہے کہ ابن قتیبہ بروایت معاذہ صحیح
 بیان کریں کہ بصرہ میں حضرت امیر نے سر مبارک ابو بکر سے اسلام لائے میں اپنا تقدم ظاہر فرمایا
 اور مصنف اس کی تصدیق میں کہ وہ قطعی اختیار کر کے یہ فرمائیں کہ مسئلہ تقدیم اختلافی ہے بعد
 نحیف نے اہل سنت ہی کی کتابوں سے ثابت کر دیا کہ سب سے پہلے اسلام قبول کر نیوالے
 حضرت امیر تھے پس جب مکہ مقرر کردہ ابو بکر امر خلافت سوائے آپ کے اور کسی کو زبان نہ تھا مصنف
 پر واجب ہے کہ کوئی روایت ایسی کھلائیں جس میں چاروں سوہن موصوف بالا کا ایمان بوقت واحد
 ثابت ہو سکے اگر جناب مدوح نہیں و آسمان ایک کر دیں گے تب بھی اسکو ثابت نہ کر سکیں گے

دیکھو اگر چار آدمی ایک نالکھ ایک ساعت میں رہ گئے عالم بقاء ہوا اور نہیں ایک دوسرے
 کا وارث ہو سکتا ہو تو درشتا و سکو پہنچگی جس کا آخر میں دم نکلا ہو گا۔ علیٰ فہم ہر جہاد شخص
 موصوف ہالہ سے پہلا مسلمان وہ چھجا جائے گا جس نے اذی کبہ پہنچا ہو۔ اس سبقت ایمانی کا
 خدا نے قرآن میں ایسا ناطق فیصلہ کر دیا ہے کہ جس کے سامنے کسی کو سزا دہانگی حرات نہیں ہو سکتی
 ارشاد باری ہو کر (وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ) اولئك المقرون (یعنی پہلے ایمان لائے ہوئے)
 جو پہلے ایمان لایا وہ قربان بارگاہ اندی سے ہی اگر جناب مصطفیٰ قدرت رکھتے ہیں تو ثابت
 فرمائیں کہ حضرت علی سے پہلے جس نے کلمہ طیب پڑھا وہ البکر تھے جب وہ ایسا ثبوت دیدیں گے
 (و سوقت مان لیا جائے گا کہ خلیفہ صاحب سابق الایمان تھے۔ حضرت امیر کی سیقت ایمانی
 کا کتب اسلام میں بہ اس کثرت ثبوت موجود ہے کہ حساباً احصاء اس فقیر کی تحریر میں نہیں ہو سکتا
 بطور مختصر لکھ دیا گیا۔ بعد ازیں ایک نئی عید کی ثبوت پیش کرتا ہوں جو کہ انشاء اللہ قدر دانوں
 کی نظر میں با وقعت تصور ہو گا۔ مطالب الرسول اور ریاض النظرہ میں ابو الحجاج سے نقل ہوا ہے
 کہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں خط پڑا ابو طالب کنبہ دے لے تھے اہل خاندان نے امداد بھیجائے کر لے
 اونچی اولاد کو پرورش کئے واسطے لے لیا۔ آنحضرت نے حضرت امیر کو اپنے دامن دولت میں جگہ
 عنایت فرمائی ہر طرح کی خورد و پرداخت آنحضرت کیسے رہے۔ تمام اخلاق محمدی کا اکتساب
 بچپن میں علی المرتضیٰ نے کہا جب حضور مبعوث ہوئے فوراً انکی رسالت کو تسلیم کیا
 اہل عقل انصاف فرمائیں کہ حسن شخص نے رسول صلعم کی کنار محبت میں پرورش پائی ہر قسم کے
 عادات سیکھے ہوں۔ حضرت کے خرق عادات سے پورا اثر حاصل کیا ہوا اس کے مقابلہ میں غیر خدا
 والادہ شخص جس نے کافروں کی چونچری میں نشوونما پایا ہو چالیس برس تک جوا و شہرہ بچ کھیلنا
 معلومہ جانور کے کباب کھائے ہوں وہ کب یہ اتنا زہر پاسکتا ہے کہ پروردہ نبی کے مقابلہ میں
 ایمان کی گیند اچک لیوے۔ شاہ ولی اللہ ازالتراخفا میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر پر خاص
 توجہ باری تھی کہ آپ کی تربیت کے لئے قدرت نے وہ اتالیق ہم پر چنایا جس کے اخلاق
 حسنہ نے خلائق کو بتلادیا کہ محاسن کس چیز کا نام ہی۔ پس بوجہ اہمات صدر ثابت ہو گیا کہ حضرت
 امیر سابق الاسلام تھے۔ آجکدہ بات بیان کر دینے کے قابل ہی کہ حضرت علی کی نسبت جو کہ

کہ وہ اپنے ایمان لائے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اول اول اونکا کوئی اور مذہب تھا
 جسکو ترک کر کے اسلام قبول فرمایا اور سبکی اصلیت یہ ہو کہ بمقام حدیث (ازاد علی من فودا
 علی دینی کی بدائش ایک نور سے ہے۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ میں اس وقت بنی مخاصبہ کہ
 آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں تھے پس نبوت آنحضرت کی ازلی وابدی تھی اور اظہار اوس کا چاہر
 برس کی عمر میں ہوا۔ علیؑ ہذا حضرت امیر لوجہ اتحاد و نزہت و اسی حالت میں تھے جس کہ نبی تھے
 اونکی نبوت چالیس سال کی عمر میں ظاہر ہوئی اور علیؑ کا ایمان سات برس کی عمر میں قبل از اظہار
 نبوت جو حالت نبی کی تھی مدہ ہی علیؑ کی تھی دونوں بزرگ بلکہ تمام مذہبانی ملت ابراہیم علیہ السلام کا
 پیرو تھا آنحضرت بقول مصنف دو باتیں مخاصبہ ابو بکر رضاع کے سامنے آبی پیش ہوئی تھیں کہ
 جن کا دفعیہ انصاف کر سکے اور آخر کار انکو خلافت سے دست بردار ہونا پڑا اور حضرت ابو بکر کا
 حق مرج قرار پا کر تصفیہ نزاع ہو گیا اونیں ایک سابق الاسلامی تھی اور دوم بنی کار شتہ دار
 ہونا امر اول کی نسبت ظاہر کیا گیا کہ ابو بکر ہرگز سابق الاسلام نہ تھے۔ رہا بنی کار شتہ دار اور اونکو
 اہل سے ہونا اس شرف میں بھی اونکو کوئی حصہ نہ تھا۔ یہ عزت بھی خدا نے اوسکو محبت فرمائی تھی
 اگر کہ خلعت سابق الاسلامی سے آراستہ تھا (علیؑ) رسالہ ہذا کے صفحہ ۱۰۹ چھپنے پر وفیہ الاحباب
 جلد ۲ صفحہ ۲۳ کا وہ مضمون پیش کیا ہے جسکو مزاجیرت دہلوی نے اپنے مولفہ رسالہ خلافت
 شیعین کے صفحہ ۸ پر اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ گو کہ طلباء و اہل مصنف اسکو دیکھ چکے ہیں مگر یادداشت
 تازہ کرنے کے لئے مختصر آکچہ لکھتا ہوں۔ (سقیفہ میں امر بیعت سے فراغت پا کر جب حضرت
 ابو بکر اور اونکی خلافت کے منہ و مخمار عام حضرت عمر وار و مدینہ ہوئے تو علیؑ امر تقضی کو بیعت کے
 لئے طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس محبت سابق الاسلامی اور بنی کی رشتہ داری سے تم نے انصار
 کے مقابل میں تفریق حاصل کیا وہی دلیل میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اگر لوجہ
 قریشی النسب ہو سکتے آپ نبی کے ہم قوم ہیں تو میں اونکا ایسا رشتہ دار ہوں کہ جسپر کسیکو فوقیت
 حاصل نہیں ہو سکتی۔ سوائے قرابت قرینہ قرآن ہمارے گھر میں نازلی اہل بیٹ و وحی الہی ہم ہیں و مضاف
 شریعت اور مصالح امرت کو ہم بہتر کوئی جانتے والا نہیں ہو سکتا۔ خدا سے ڈرو اور صاحبان
 حق کے حق کو تلف نہ کرو حضرت عمر نے بہ درشتی کہا کہ ہم کوئی دلیل سننے کے لئے تیار نہیں۔

جب تک آپ بیعت نہ کریں گے ہم آپ کو نہ چھوئیں گے حضرت علیؓ نے غر حاصیہ
کلمات سخت و درشت کہا یہ جو آپؐ دیکھیں شہزادے و حکامان سے ہرگز نہیں ہوتا
جب تک میری جاں باقی ہو اپنے حق سے دست کش نہیں ہوں گا امیر ابو عبیدہؓ سرخ
سقیفہ بولے کہ اے ابوالحسن آپ کی فضیلت اور بیعت ایمان ہم سب پر واجب ہے
آپ کو خدا نے وہ مرتبہ عظیم عنایت فرمایا ہے کہ اگر خلافت سے بالآخر بھی کوئی منصب
ہو اس کا استحقاق بھی آپ پر ہے مگر اس وقت اس عیدیش پر لوگوں نے اتفاق کر لیا
ہے۔ جناب بھی اس کو خلافت تسلیم کر لیں حضرت ابوبکرؓ نے جو جناب امیر علیؓ السلام کے
مقابلہ میں گفتگو کی اس کے متعلق بروقتہ الاحباب پیش کرتی ہیں (ابوبکرؓ کی کلمات
علیؓ کا حکم دستور دہر کی آواز تھا مقابلہ حد کلمہ بل نہ راست ازراہ رفی و مہار
دہا مدہ گفت اے ابوالحسن مرا گمان نہ ہو کہ تو دریں اثرا میں موافقت نہ خواہی کرو اور اگر
خیارت والا سے چند باتیں ظاہر ہوئیں۔ اول یہ کہ حضرت امیرؓ نے بہ اثبات استحقاق خود
اوسے بات کو پیش کیا جسکو ابوبکر صاحب نے انصار کے سامنے کیا تھا (قرابت) اور
حضرت امیرؓ کی دلائل ایسی قوی و محکمہ دستور نہیں کہ جن کا جواب سوائے خوشامد کے
ابوبکرؓ کے پاس کچھ نہ تھا۔ دوم حضرت عمرؓ کے پاس کوئی
قابل تسلیم بات درباب خلافت ایسی نہ تھی کہ حضرت امیرؓ کے حقوق کو باطل کر دینی بلکہ سختی
و درشتی سے وہ حضرت علیؓ کے سلسلہ بیعت میں داخل کرنا چاہتے تھے سو یہ کہ حضرت
امیرؓ کو اپنے مستحق پر خلافت ہونے کا اس درجہ دثوق تھا کہ صاف کہہ دیا جب تک میرے
دم میں دم باقی ہو بیعت نہ کروں گا۔ چہاں کہہ کہ ابوعبیدہؓ نے حضرت کی سابق الاسلامی کو
تسلیم کر کے کہہ دیا کہ خلافت کیا حقیقت رکھتی ہو اس سے ہزار درجہ کے مراتب اعلیٰ پر
آپؐ کو استحقاق حاصل ہو نہایت شکر یہ کامی ہو کہ قرابت نبوی و سابق الاسلامی دونوں
باتوں کا رابستہ عقد نے خدا قرار کر لیا سمجھنا چاہیے کہ حضرت امیر ابو بکرؓ وغیرہ کو کسی طرح
لائی خلافت نہ جانتے تھے چنانچہ شرح متا صدد لکھتے ہیں کہ لین علی و عمر و ابوبکرؓ
سخت گفتگو مولیٰ آخر کار علیؓ نے رضی یہ کہہ کر اوٹھ کھڑے ہوئے ہاں کہ امتہ فیما سانی و

اس کے لیے ابوبکر و عمر و عثمان کی خلافت مبارک کرے جیسے آپ خدا جوں کو سرور
 کیا اور جو کچھ انہوں میں جملہ کی لطافت اور ابابہم سمجھ سکتے ہیں انہوں ہی کے طالب علموں کو ایسے
 شخص کی سیرۂ پیر کر کے لے سکتے آما وہ کیا جس نے خلافت استحقاق سفید میں
 گفتگو کر کے بطور ناجائز خلافت کو حاصل کیا۔ چونکہ اس وقت خلافت نہیں رہی جو
 ہوتا تھا وہ جو وہ سو برس پہلے ہوا اگر اہل سنت کا فرمانے انصاف ہوں تو صرف اتنا
 ہی تسلیم کر لیں کہ ابوبکر و عمر و عثمان صبیح اہلیت تھے ان کی سیرۂ ابن اہل نہ تھی کہ کوئی سچا
 مسلمان اس پر عمل کرے جیسا کہ حسب اندراج بخاری مسلم حضرت امیر ابوبکر کو جو نابالے ایمان
 دہا انا جانتے تھے وہ وحییت ایسے ہی تھے۔ حضرت امیر کی سابق الاسلامی کے متعلق جو
 مینے والے دیئے ہیں طلباء کو لازم ہے کہ ارجح المطالب مؤلف مولوی عبید اللہ صاحب
 تخلص نسل ام تیری کو از صفحہ (۴۴۷) تا (۴۶۶) دیکھ جائیں انشاء اللہ خفیر کی
 تاملتہ تقریر کو صحیح پائیں گے اب میں اپنی تقریر سابق الاسلامی کو ختم کر کے عرض کرتا ہوں
 در حالیکہ حضرت امیر علیہ السلام تمام مجاہدین کے حامل تھے۔ پھر کیا وجہ ہوئی کہ لوگ ان کے
 برگشتہ امام نہ بنی فرماتے ہیں کہ سعید بن عمر اور حیدر بن العاص نے عبداللہ بن عباس
 بن بریمہ سے پوچھا کہ آپ کا گاہ فرمائیں کہ لوگ علی سے کیوں مخالفت رکھتے تھے اس نے
 جواب دیا کہ علی کی مثل علم و فضل و دیگر کمالات میں کوئی شخص نہ تھا خوش نسب ایسے کا اونکے
 دینی کے نسب میں طلق جدائی نہ تھی۔ مزید بیان حضرت کے داماد اور اسلام میں سب سے سابق علم
 قرآن و سنت کا جاننے والا ان کی برابر کوئی نہ تھا راہ خدا میں جو جہاد و انہوں نے کیا اس سے
 اسلام کی پشت قوی ہو گئی جو و بخشش کا مادہ انہیں خدائے ودیعت فرمایا تھا اوسین کی فی
 اوکائنات ملک و سرزمین نہ تھا۔ شیخ عبدالحی محمد دہلوی نے بھی لکھا ہے کہ نام شامی سے دریافت
 کیا گیا کہ علی کے دشمن کہ مانعین ہجرت کس لہو میں اوچھون نے بھی یہی جواب دیا تھا کہ علی کے فضائل
 و کمالات خوش نبی عالم علوم دینی ہونا ان کے لئے ایسا ضرر رساں ہوا کہ خلاق دشمنی پر تیار ہو
 لڑنا رہنا نہ پر نظر کرنے سے نہ چلتا ہے کہ ذی عزت آدمی کے نامہ بخار و بدشتار لوگ خواہ
 مخواہ دشمن ہو جاتے ہیں دیکھو بی بی عزت نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیسے کونیس

جو کھائے وینا دار لوگ اہل حق کے ساتھ مخالفت کیا کرے میں اس طرح ہمارا اسیا متعلق ہے
جفا ہوئے۔ اس طرح خاندان نبوت کو جنت خواران و نیلے تباہ کر دیا۔ علامہ تقی انصاری کا
شرح مناقب سے جو بیان اور قلمبند کیا گیا ہے اس کو پھر دیکھنا چاہیے وہ کہتے ہیں کہ اصحاب
نبوی صلوٰۃ و سلام و جبر پر پھونچ گئے تھے۔ اہلیت کے ساتھ اونھوں نے وہ بدکرداریاں کیں
کہ جن کے سننے کا کوئی قلب تحمل نہیں کر سکتا آسمان پھٹ جائے زمین میں ہو جائے نباتات
و حیات ادنیٰ و عظمیٰ کی پیش خدا گواہی دیں گے جو کہ مسلمانوں نے رسول کی فریضہ سے
کئے تھے۔ آنحضرت کے وفات پاتے ہی اس وقت کے لوگوں نے جن کو مصطفیٰ بہترین مخلوق
اور اخلاق ہمامی کی تصویر بیان کیا ہی۔ اسی رنگت بدل تھی کہ حضرت امیر سے بزم عدم حیات
ابو بکر ک قلم مخالفت ہو گئے تھے چنانچہ جمع بین الصیغین و جامع الاصول میں لکھا ہی کہ حیات فاطمہ
علیہ السلام میں لوگ حضرت امیر کی فی الجملہ آبرو دہکتے تھے جب وہ وفات پا گئیں تو سب
لوگ برکت مانہ ہو گئے اور دفعتاً سب روئے توجہ پھیر لی۔ علی ایسے مضطر ہوئے کہ ابو بکر کو پیام دیا
کہ تم مجھے علی کی بی بی مار۔ مگر عمر تنہا اسے ساتھ نہ ہوں اور مکے منہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر
عمر کی صحبت دیکھا مگر وہ جانتے تھے۔ علی ایسے شریف النسب و جامع کمالات و باذل و کریم و
عالم علوم آہی و واقف آداب شریعت و سنن سے لوگوں کا روئے توجہ پھر اگر مخالفت پر کمال
ہو جانا بلا کسی دلیل کے اس بات کو ثابت کرتا ہی کہ وہ لوگ شریف الطبع نہ تھے اور کائنات ہر باطل
پرستی تھا ایسے شخص کی خلافت پر اجماع کر لیا جو کہ نہ سابق الاسلام تھا اور نہ نبی کے اہل کتب
میں اس کا شمار تھا مثل مشہور ہے کہ۔

کو ایک دن چمن نہ لینے دیا۔ اون کے لشکر میں بغاوت پھیلادی۔ آخر کالہ نسر دلا کر شہید کیا۔ علامہ
 ممبر دہر خطیبوں سے حضرت امیر و جناب سیدہ وحشی کو نکال لیاں دلائیں اور خود دس۔ دویم
 نے پینٹل نہر اسلامان کا خون عرب کے جنگل میں شل رو کو ہی بہا دیا امام حسن کو جاربوی میں
 دفن ہونے دیا۔ اون کے جنازہ کو تیروں سے خراب کر دیا۔ ان دو شدید دشمنان اہل بیت
 کے دوست تمام تر اہل سنت ہیں۔ جن سے پوچھا جائے کہ آپ امیر معاویہ و عائشہ صاحبہ
 کو کیسا جانتے ہیں۔ جواب دیا جائے گا کہ ہم اسی اون کے معاملات، خانہ دانی میں داخل رہے
 کر نیکے جاز نہیں ہیں۔ ایک طرف ام المؤمنین اور دوسری سمت نبی کے داماد اور بہائی
 ہیں۔ ہماری مجال نہیں کہ کسی ایک کو بھی ترجیحی نظر سے دیکھ سکیں۔ رہے امیر معاویہ اونکی
 بہن آنحضرت کے عقد میں تھی۔ علاوہ ہمیں وہ آونکے بیٹے زید صاحب مہوجب حدیث ظافراً
 اثنا عشر آنحضرت کے خلفاء میں نمبر ۶ کی کرسی پر جلوہ فرما ہیں۔ ہم اہلبیت و عائشہ و امیر
 معاویہ کے سلامی ہیں۔ دانشمند غور فرمائیں کہ دو دشمنوں کا ایک شخص محبت خالص نہیں ہو سکتا
 یہ بات محالمت عقلی میں داخل ہی۔ پیش ثابت ہو گیا کہ رو سے زمین کے وہ بگل جو کہ اپنے آپ کو
 سستی جتاتے ہیں بوجہ اتحاد دشمنان اہلبیت آل نبی کے پکے دشمن ہیں۔ لطف یہ ہے کہ کلام
 اہل سنت کو خود اقرار ہے کہ ہم اہلبیت کے دشمنوں سے دوستی رکھنے والے ہیں۔ تحفہ مطبوعہ مطبع عمرہ
 لکھنؤ کے صفحہ ۱۲۶ سطر ۱۲ پر شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں (اہل سنت کہ دشمنان اہلبیت
 را دوست دارند بحیثیت دشمنی اہلبیت دوست ندارند) خداوند تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے (مطلب شاہ صاحب
 کی روح با اون کے تقلد دل سے پانچویں کہ حضرت وہ دشمنان اہلبیت کون لوگ ہیں جن کو سنیل
 نے محبت اتحاد قائم کیا اور کافہ کون ہی رسول کون ہے کتاب کیا ہے۔ امام مزہب کا کیا نام ہے
 نماز کدھ طرح پڑھتے ہیں۔ وراثت و دین کے مقدمات کس امام کے حکم سے طے ہوئے ہیں۔ آخر وہ
 بزرگ اکس قوم و قبیلہ کے ہیں جن کو دشمن اہلبیت سمجھ کر شنی صاحب دعوائے مواللت کرتے ہیں
 ہر گاہ خود علماء اہلبیت کو اقرار ہے کہ ہم دشمنان اہلبیت کے ساتھ صیغہ سماخاۃ پر جھگڑا کرتے
 دوستی و محبت کے تعزید کلمے میں ڈالے ہوئے ہیں تو صفات ظاہر ظاہر ہو گیا کہ وہ دشمن
 اہلبیت ہو کر فرد اسلام سے خارج ہیں۔

جس سے کیا اچھا اثر ہوا کہ اگلے دن اسے آل محمد سے پریشانی کر کے دفتر اسلام سے اپنا نام
 خارج کر لیا۔ اور پر لطف مصنف سماعت فرمائے۔ صاحب نے اپنے مذہب کی چند
 حدیثیں نقل کی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ دشمن اہلبیت قطعی جہنمی ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ طبری
 و حاکم نے روایت کی ہے من مات و ہوا مبعوض الکل محمد دخل النار دان علی و صلاً
 یعنی جو شخص بغض آل محمد پر مرادہ جہنمی ہے۔ اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔ ترمذی
 سے کہتا ہے کہ جو شخص اہلبیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔ پھر طبرانی سے ایک روایت
 حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص اہلبیت سے محروم رکھ گا وہ بدو قیامت تازیانہ آتش کہلے گا
 حکیم ترمذی کا قول کتاب نوادر الاصول فی اخبار رسول سے اس عبارت تحریر فرمایا ہے کہ
 میں اسود نے روایت کی کہ معرفت آل محمد سے برائت ناسوتی ہے اور ان کی عینیت
 سے عذر کر نہیں دے دیتی ہے اور عذاب خدا سے ان کی ولایت کا اقرار پناہ میں
 نہ تھا نہ ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص کسی سے دوستی رکھے گا اس کا حشر
 اوسیکے ساتھ ہوگا۔ اگرچہ اسے سیکو حسن عقیدت ہے تو اوس پھر کہ ساتھ محشر ہوگا
 اہل سنت معاندین خاندان رسول سے حسب تلیم شاہ صاحب بغض رکھتے ہیں۔ اور
 وہ کہ وہ باوصف نماز پڑھے اور روزہ رکھنے کے قطع جہنمی ہے۔ تو اب شیول تھے جہنمی
 ہوئے ہیں کیا حکام رہا۔ جہاں ان کے دوست دشمنان اہلبیت ہو گئے۔ وہیں شیول کا
 ذریعہ حشر لگا ہوا ہوگا۔ باتیمز مضمت اور طلباء علی گڑھ اپنے آل پر خیر فرما کر ہر جگہ
 اس کمرہ سے نکل آئیں جہیں بافضل آدم کا نواوی لٹکا ہوا ہے۔ سطور ابتدائی میں غیب
 نے بیان کیا ہے کہ یہ مقام نہایت مترگ و بزرگ و سرکتہ آرا ہے۔ کیونکہ فیصلہ خلافت
 حسب قیود مقرر کردہ ابوبکر صاحب سابق الاسلامی دینی سے ہم کینہ ہونے پر موقوف و
 منحصر ہے۔ منجملہ دو صفات کے ایک صفت متعلق بقربت ایسی ہے کہ جس پر سیکو چوں کہ اگر کسی
 مجال نہیں۔ یہی صفت ثانی سبقت بہ اسلام اوسکا بھی اتنا ثبوت دیا گیا کہ جس کی
 ابطال پر کوئی قادر نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ ابوبکر صاحب نے حسب تصریح بالا استدلال قرضی
 کے سامنے گردن نیچی کر لی اور غایت در ماندگی سے یہی کہا کہ اسے ابوالحسن آپ کی تقریر

ایسی شجہ و استوار ہی کہ جلو مجال دم زدن نہیں۔ مگر چونکہ قبول شہر مری سمیت گواہ حیات
 مقلدین ابابکر وہی مری کی ایک ہلاک تھلائے جاتے ہیں کہ ابوبکر کی خلافت برسرِ حال
 آدمی اور ہستہ ان قوم کا اجماع ہو گیا تھا وہ نبی کے جائز جانشین تھے لہذا انکی تسکین خاطر
 کے لئے سوا اسے سابق الاسلامی ایک ایسی بات دکھانا ہوں کہ جس پر مری نظر ڈالنے
 سے ہر عاقل کہہ دے گا کہ ابتدا سے آفرینش عالم سے جبکہ در باب خدا شناسی و عمل
 ذات مرقدی سے واقف ہوا کسی سے نہیں ہوا۔ اگر اودنے ہم پر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ
 نبی مرسل ہے ورنہ نہیں۔ بفضلِ بخت میں نے اعجازِ اودویں کی ہے۔ ابجد مخفیہ میں کرتا ہوں
 مامول رشید نے اسحاق سے جو کہ اوس زمانہ کے شیخ الاسلام دسر آمد علما تھے دریافت کیا
 کہ جس روز خدا نے آنحضرت کے سر مقدس پر تاج نبوت رکھا اوس دن بہترین عمل کیا تھا
 عالم اضرار نے جواب دیا کہ اس سے بہتر کوئی عمل نہ تھا کہ آنحضرت کو سچا فرستادہ خدا کا
 ایمان برصالت لایا جاتا۔ مامول رشید نے پوچھا کہ اس عمل خیر کبھی سے روزِ بعثت
 بہادرت کی یا نہیں۔ اسان نے جواب دیا کہ علی المرتضیٰ نے سب سے اول رسالت کی
 تصدیق کی۔

مامول رشید۔ ہر گاہ تم خود تسلیم کرتے ہو کہ مصدق نبوت آنحضرت پر در بشت علی المرتضیٰ
 تھے تو ایسے شخص کو نبی کا جانشین یا افضل کیوں نہ مانا جائے۔ یہ بچہ کی بات سن کر اسان
 جھبر سے۔ فرمانے لگے کہ علی بچے تھے و بلوغ نہ پونچھے تھے۔ لڑکپن کا اہان قابل
 اعتبار نہ تھا۔ اس واسطے اود کو ہر اول کا خلیفہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور ابوبکر جالیس برس
 کی عمر میں ایمان لائے تھے۔ اود وقت انسانِ صحیح الحواس اور مستقل طبیعت والا ہوتا
 ہے جس بات کو نہایت اوس کے نشیب و فراز پر پوری نظر ڈال لیتا ہے۔ یہاں جب
 ہم خلیفہ صاحب کو اسلام کا رکنِ عظیم جانتے ہیں۔

مامول رشید میں ہمارے لشکر کو تسلیم کر کے کہتا ہوں کہ علی جو بچپن میں اسلام لائے تھے
 تین دہائیوں پہلے تھے۔ وجہ اول یہ کہ نبی نے علی سے کہا کہ خدا وحدہ لا شریک ہو سوا
 اوس کے جنکو خدا کہا جاتا ہے وہ لائق پرستش نہیں ہیں۔ وجہ دوم یہ کہ خدا نے اپنے

اہام کہ اسے علیؑ پیری وحدانیت اور محمدؐ کی نبوت کو تصدیق کر کے اور کو نبی اسلام
 کا اور کو۔ اور جو رسوم یہ کرنا تھیں ان کو نبوت کی اور نہ خدا نے اہام کیا۔ بلکہ علیؑ نے
 بلا اعداد غیرے سے پہلے کیا کہ حضرت خدا کے پیچھے نبی ہیں اور ان کی اطاعت شاہراہ نجات کا پتہ
 دینے والی ہے۔ اس واسطے اسلام کو قبول کیا۔ ہر سہ وجوہات سے تم ایک کو مان لو تو پھر
 میں تقریر کرنے کا پہلو نکالوں۔ اس میں یہ سہ نکات ایسے یہ نبوت ہوئے کہ ایک وجہ
 کے قبول کرنے پر بھی جرات نہ کر سکے۔ آخر کار مابوں پر شہید نے کہا ہر سہ امور کی توجیہ
 میں کرتا ہوں۔ اول اگر نبی نے علیؑ سے کہا کہ آج مجھ پر خدا کا فرشتہ بھی لیکر آیا کہ میں
 نبی مقرر کیا گیا آپ بھی اوسکی درخواست اور پیری نبوت کا اقرار کریں اور فوراً خواب میں
 اوسکو تسلیم کر کے لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ زبان پر جاری کیا تو معلوم ہوا کہ نبی کی جانچ
 باوصف پر ہوئی تھی علیؑ ایسے نہیم و فریس و فرزانہ و حکیم زمانہ تھے کہ جن کی ذات میں قدرت
 نے قبولیت معقولیت کا مادہ عطا فرمایا تھا۔ اس سے آپ کا وہ ہنطنہ بھی باطل
 ہو گیا کہ علیؑ بچے تھے اور ان کا ایمان ایک گروہوں کا کھیل تھا اگر یہ صحیح ہو تو اننا پڑے گا
 کہ آنحضرتؐ نے ایک غمٹ اور غفلت کیا جو کہ منافی شانِ انبیاء ہے۔ ایسے خاکسار
 روکے کو آپ سے کیوں دعوت دی جو کہ اسلام کے حسن نفع جسے بوجہ صغر سن نہ واقف تھا
 ہاں اگر یہ بطن علیؑ تارک اسلام ہو جاتے تو کہا جاسکتا تھا کہ بقضائے طغولیت و کلام اللہ
 جس بات میں جبارت کی تھی نجات کا رستہ کار ہو کر اوسکو چھوڑ دیا۔ مگر اگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ اس
 بے غلٹی سے خدا کی وحدانیت اور آنحضرتؐ کی نبوت کے معر ہوئے تھے کہ دسبرم
 مرد و زنان ترقی پاتے رہتے۔ چنانچہ اولن کا یہ قول مشہور عالم ہے۔ لو کشف العما
 ما اذہست بقینا۔ یعنی اگر تمام پردے درمیان سے اوجھ جائیں اور میں حقیقت
 خداوندی پرچشم حال مطلع ہو جاؤں تو جیسا اس وقت نا دیدہ سیرالغیبین پر اوسین
 شاہدہ ایک شہ ترقی نہ پیداکرے گا۔
 دوم۔ خدا نے قلب مر تقویٰ پر اغوا والا جس کو اہام کہتے ہیں اگر
 ایسا ہو اور تو چہرہ نبی و علیؑ میں

ایک ذرہ فرق نہ آنا چاہیگا۔ کیونکہ جس شان سے خدا نے آنحضرت کو خلعت نبوت عطا فرمایا
اوستی ترکہ شان سے علی کو اوس کی تصدیق کے لئے تیار کیا۔ مہر اگر کہا جائے کہ نہ خدا نے
الہام کیا اور نہ ہی نے دعوت دی بلکہ وہ بلا تعلیم احسنے والے السابقون السابقون
کے خوشامخت پر جلوہ افروز ہوئے تو بلا چون و چرا ماننا پڑے گا کہ علی با وصف نابالغی
ایسے بالغ العقل تھے کہ اپنی روشن دماغی سے خدا کی وحدانیت اور آنحضرت کی رسالت
کو خدا و آخرت کا قوی ذریعہ سمجھ لیا۔ یہ توجہات و لائل سنگم اسحاق صاحب ایسے خاص
ہوئے کہ جیسے کیلکے گلے میں ہڈی اٹک جاتی ہے اور وہ بولنے پر توجہ نہیں دیتا جو شخص
ماسوں ریشید و اسحاق کی گفتگو پر نظر سرسری نہ ڈالے گا۔ بلکہ کچھ غور و فکر کرے گا تو وہ
بلا کسی دلیل کے سمجھ جائیگا کہ علی کی مثل دمانند اصحاب محمد ہیں ایک شخص نہ خدا و سب
ہادی و پیغمبر تھے اور تمام اصحاب چاہے ابو بکر و چہ عمر ان کے سامنے ایسے تھے کہ جیسے ہریاؤ
ذخار کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہوتا ہے۔ طلباء و طفل نابالغ کے امتحان کا حال تو معلوم کر چکے
ذرہ اوس روش کے کی طرف بھی توجہ فرمائیں جس نے بمقتضائے کہن ساگی بقول اسحاق بیچ
سمجھ کر باغ اسلام کی روش اور شیریں گھوم رنگشت کی تھی اگر حضرت اول و دل سے ایمان
خدا و رسول اللہ سے ہوتے تو غار میں خوف کا مار سے با وصف محبت آنحضرت جناب بیقراری
کر کے (لا تعزن) کی جہر کی نہ کھاتے حضرت کو زعمہ اشقیاء میں تنہا چھوڑ کر فرار کھوتے جنگ
احد میں آئے انقلاب علی الاعقاب پر عمل کر کے یہ سرک اسلام کفر اختیار کرنے پر آمادہ نہ ہوتے
(اس کا ذکر تفصیلی طور پر اوراق میندہ میں بلکہ واقعات عمر آئے گا ناظرین انتظار رہیں)۔ مہی
او کو شرک خفی کا حامل نہ بولتے شہدائے احد پر دعائے مغفرت کرتے ہوئے اور ان کے بالیا
ہونے پر ادائے شہادت سے مضائقہ فرماتے شرک لشکر اسامہ سے بغاوت حکم نبوی
سرتابی کر کے تازیانہ یعنی نہ کھلتے و نہ قلم کے نقیصہ میں بہر زبان عمر جو کر تو مرغی۔
(او غبار میرے پاس سے) کا پر غضب کلمہ زبان نبوی سے نہ سنتے حضرت کے جسم اطہر کو
بے دفن چھوڑ کر سقیقہ میں نہ جاتے انصار کے سامنے اپنا سابق الاسلام و نبی کا رشتہ دار
قریبی ہونا ظاہر کر کے حصول خلافت کے لئے دام نگاری نہ بھیلاتے حضرت امیر کے سامنے

عروجی ارکی سے بیعت کے لئے نہ ہو کر اسے گشت دروازہ میدہ کر کے وقت مرگ انی تفتی
 پر حاضرت نہ ہوتے جاسے ایضا بیعت چھوڑ کر جنگ کا ادب بننے کی خواہش نہ کرنے قلباً و
 سے مسند نبوی پر بیٹھ کر اپنی خلافت کو شراہ جہانوز کا خطاب لگا کر عمر یہ سے نہ دلالتے لاد
 نامہ ہو کر انا نہ بیعت نہ کرتے (یعنی خلافت سے استغفار نہ دیتے وغیرہ وغیرہ) کام و انقا
 کا ذکر اور پراچکا ہے) ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے سوائے اپنی ذات
 کے کسی کو حق خلافت نہیں سمجھا۔ ابو بکر صاحب کی بیعت ہرگز نہ کی عمر کے دوائے دیکھ کائے
 کا ادب کوئی اثر نہ ہوا عاف کہدیا کہ جب تک میری جان باقی ہے دعوئے خلافت سے
 دست بردار ہو کر شمارے حلقہ اطاعت میں داخل نہ ہو گا علی ہذا تمام بنی ہاشم و خوہں ہی آتے
 آنحضرت خلافت بکریہ سے کارہ و دلدنگ رہے سوائے انہیں دوا و شخص ایسے مقدس
 ہمیش کرتا ہوں جن کے ذی رتبہ ماننے میں کسی خارجی کو بھی تامل نہ ہو گا۔ انہوں نے بھی ابو بکر
 و عمر کو اپنی خلافت نہیں سمجھا۔ رسالہ اصل الحقیقت بہرہ و تحقیقت میں تحریر نے بودی بحث
 کو کے دکھلایا ہے کہ یہ روایت و واقعاتی و چند دیگر علمائے سنیہ امام بن علیہ السلام نے
 ابو بکر صاحب سے جبکہ وہ ممبر نبوی پر بیٹھے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے فرمایا کہ اے ابو بکر نیچے اتر آؤ
 یہ جگہ تمہارے اجلاس کوئے کی نہیں ہے۔ بلکہ یہ مقام میرے باپ کی نشست کا ہے خلیفہ
 صاحب نے عرض کیا کہ شانہ ادا ہے آپ سچ فرماتے ہیں درحقیقت یہ مقدس موقع ابو بکر
 ہی کا ہے پر کہ نیچے اتر آئے اور امام حسن کو گود میں بٹھا کر پا کر رہنے لگے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا
 کہ اے ابو بکر خدا کی قسم میں نے حسن کو تعلیم نہ دی تھی کہ سر جلعہ آپ کو ذلیل کو سے یہ کلمہ جو
 انہوں نے کہا کسی کے سکھانے سے نہیں کہا ابو بکر نے جواب دیا کہ اسے علی میں آپ کو اس
 بات میں متہم نہیں کرتا اسی طرح جناب امام حسین علیہ السلام نے حضرت عمر سے اس کے بعد
 میں کہا نہ بھی اثر مار نیچے اتر آئے اس وقت بھی حضرت امیر نے عمر سے ہی کہا تھا کہ میں
 حسین کو تعلیم نہیں دی اس لئے اپنی طبیعت سے یہ نہ چٹکنی کی ہے (حضرت امیر نے ہوا پنی
 لاعلمی کا انکار کیا) اتنا دوسری وجہ یہ بھی کہ آپ نے ابو بکر و عمر کو جتلا دیا کہ انہی خلافت ایسی کا
 ہے کہ ان سے نہ کچھ بھی جسکو بے بنیاد جاوے آپ کو عمر سے کچھ اتر نیکی ہدایت کرتے ہیں۔

(جو کہ یہ معاملہ دونوں خلفاء کے لئے نہایت شرمناک اور قانع بنیاد تھا جسے
 مادی النظر میں سمجھا جاسکتا ہے۔ لہذا اختلاف صاحب نے محمد کے باب دوم میں مایہ
 علیہ السلام کی گفتگو کا ذکر کر کے تجلیات خلیفہ صاحب فرمایا ہے کہ حسن علیہ السلام کا ایسا
 کہنا غفلت نہ حرکات میں داخل ہوا انہوں نے ابو بکر کو غیر حق غلامت سمجھ کر ایسا نہ کہا تھا
 بلکہ یہ کہیں سے ایک لادبالی بات کہہ دی تھی جس کا غفلت کی نظر میں کوئی نقص نہیں ہو سکتا
 جس زمانہ میں باسن ابو بکر صاحب دامام حسن علیہ السلام یہ معاملہ رو بہ کار ہوا اس وقت
 شاہزادے کی عمر تقریباً چھ سال کی تھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ دونوں صاحبزادوں
 باوصف مندرستی تمام عادت نبوی و جمیع احکام شرعی پر عبور رکھ چکے تھے اور لوح محفوظ
 ادن کے سامنے ایسی تھی کہ بطرح ناظر کے پیش نظر اوراق کتاب ہوتے ہیں۔ طلباء انھیں
 فرمائیں کہ جن بچوں کے گھر میں قرآن نازل ہوا جنہوں نے آمل روحی مشاہدہ کئے جن کے
 گہوارہ کی جبریل علیہ السلام نے دوری ہلائی جن کے واسطے فرشتگان بارگاہ ایندوئی نلمات
 جنت لائے جنہوں نے فاطمہ علیہا السلام کی کنار عاطفت میں پرورش پائی جن کو رسول مہتمم
 نے گاندہ ہے پر چڑھایا اپنی اطاعت کا بروئے حدیث تعلیم حکم فرمایا دنیا سے بڑا ہے
 بیزار کر کے کو جن کے لئے سفید بیج کا خطاب دیا جنہوں نے زمانہ کودکی میں ہزار اگلاؤں
 نبوی و جمیع شرائط دینی مضبوط و محکم کیا جو کہ لوح محفوظ بحکم حال مطالعہ کرتے تھے ایسے محدثین
 اکہی کو شاہ صاحب عامہ خلیاتی کے بچوں کی برابر عاجز اور ان کے اعراض کو محمول پر حرکات
 فرماتے ہیں اگر دامام حسن خلیفہ اقل کے سامنے اعراض کرتے وقت چہ برس کے تھے تو دامام
 علیہ السلام حکیمانہ انہوں نے عمر کو عمر سے نیچے اور نیکی ہدایت فرمائی تھی بارہ سال کے تھے تو کیا
 ان کو بھی بچہ ہی سمجھا جائیگا) بہر حال یہ بات ثابت ہو گئی کہ خاندان رسالت حضرت ابو بکر و عمر
 کو جوئے خلافت میں صحیح القول نہ جانتا تھا۔ انہوں نے کہ غلبہ خلافت کا بنیادی پتھر سر زمین
 سے ساڑھے تین ہاتھ اوپر رکھا ہوا ہے اور یہ سیرۃ پر قدم قدم چلنے کے لئے مصنفہ ہے
 طلباء کو ہدایت فرمائی ہے یہ مدد خدا و لائل شافیہ سے ثابت کر دیا کہ حضرت ابو بکر و عمر
 حال اوصاف مذکورہ تھے اور انکی خلافت محض ہے بنیاد و ملاحقان جائز فاعلم انہ تھے

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں زیادہ تر سالی کی ضرورت تھی مگر سیرۃ
میں ابن مسعودؓ نے چند باتیں اور ایسی دکھائی ہیں جن سے حضرت ابوبکرؓ کا استدار
اوس کے نزدیک ثابت ہوتا ہے لہذا مناسب جہر کہ مختصر ان کی حقیقت بھی دکھائی جاتی ہے
سیرۃ کے صفحہ پندرہ و خلیفہ اول کی دولت مندی کا اظہار کرتے ہوئے ہاقدار مصنف نے
لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اسلام لانے کے وقت چالیس ہزار کے سرمایہ دار تھے وہ سب مال
خدمت اسلام میں صرف کر دی ہجرت کے وقت اوس میں سے کل پانچ ہزار لے گیا تھا وہ اپنے
ساتھ لے گئے۔ مصنف نے بدست برداری یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ابوبکرؓ ایک دو گندہ شخص تھے
کسی دنیاوی طبع سے مطیع الاسلام نہ ہوتے تھے ان کے پاس جو کچھ تھا وہ سب تحمیل امور
میں صرف فرمایا پانچ ہزار روپہ کمرہ لاد کر ہجرت کی یہی مضمون کتاب رحمت العالمین جلد اول
معروف بہ سیرۃ النبی مطبوعہ سعید محمد پریس امرتسر مولفہ قاضی محمد سلیمان صاحب المخلص بیہمان
پیش کش جبریل جبریل ریاست پٹنہ کے صفحہ ۸۲ پر سجاد ابن ہشام لکھا ہے اس موقع پر
بات قابل ملاحظہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ قبل از اسلام کیا حیثیت تھے اور راہ خدا میں انھوں نے
کس کس طرح سے اور کون کون سے کیا اور پانچ ہزار روپہ وقت ہجرت کمرہ لاد کر لیا ہمایاں چاندوں پر
بانڈ کر یا گھڑی سر پر رکھ کر طرح لے گئے۔

قبل از اسلام حضرت ابوبکرؓ کی کیا حیثیت تھی

تیسرے الفصل الی جامع الاصول کے صفحہ ۸۸ پر لکھا ہے کہ ابوبکرؓ عمر ایسے شخص تھے کہ عسرت
و فداکت سے تنگ آکر گھر پر گھر روٹیاں کھاتے پھر کرتے تھے۔ کتاب بالاطہل سنت کی کتب
ستبر میں ذیل پر تصحیح ہے کہ مولف کتاب اپنے پیشوایان دین کا افلاس ظاہر کیا اور مصنف
نے کلام عالم و متولی کو پانچ لاکھ عزاں سے کہ لایں مصنف اور قاضی محمد سلیمان نے خلیفہ
صاحب کی دولت مندی کو ظاہر کیا ہے اوس کے قبول کرنے کے لئے دنیا میں کسی ایک شخص کا نہیں
بھی تیار نہیں ہو سکتا۔ لہذا بعلم اشارہ امتیازی روشنی کے مالی دماغ میں وہ مرجع کے پانچ ہزار
روپہ میں وجہ کشا تھا ہے اگر فی روپہ ساڑھے گیارہ ماشہ وزن مانا جائے تو بارہ ٹھہری

اور اگر پانچ روزہ کی سزا کا حکم مل گیا جائے تو جو کچھ درہم ساڑھے تین
 ماہوں کے لئے اس حساب چار دہری چاندی ہوئی خلیفہ صاحب کی شہ جہت بیت روئی
 بھیجے کر کیا تھی۔ خوف کفار سے اپنی جان بچا کر نہایت پوشش کی سے خائف و ترس
 سفر کر رہے ہیں ایسی حدت میں تنہا اپنے تن بدن کی حفاظت شکل ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ
 زر کثیر بھی ساتھ ہو۔ ایک آدی ساڑھے بارہ دہری یا چار دہری روپیہ ہرگز نہیں لجا سکتا
 بفرصت حال اگر خلیفہ صاحب اس عالم اضطراب میں روپیہ لے بھی گئے ہوں تو سوائے تین طرح کے
 اور کوئی جگہ خیال میں نہیں آ سکتی۔ اول گہری باندھ کر سر پر رکھا ہو دو مکرچ کھینچا سوم سرین مقدس
 سے پیشواہ اگر مصنف صاحب طیار کے سامنے پانچ روپیہ خوات ثلاثہ کی تعلیم پر رکھ کر تو نہ لگا
 بنائیں تو یقین کر لیا جائے گا کہ خلیفہ صاحب بھی اس عالم جمہا میں گھر سے روپیہ کر سیر طبع
 یہاں کے ہونے کے طرح مصنف سر پر گہری رکھے یا کمر سے پٹے کھڑے ہوں گے۔ اگر ناچار سر پر
 رکھنے سے مصنف صاحب کی گردن نہ چھکی یا کمر پر لادنے سے آٹا خریدگی ظاہر نہ ہوئے تو ہم اپنی
 دعوے استغناء و تعجب سے دست کش ہو کر اقرار کر لیں گے کہ بے شبہ خلیفہ صاحب بڑے بارکش تھے
 اور ہاں خود آیا اہل سنت فرمایا کرتے ہیں کہ ابو بکر نے راستہ میں آنحضرت کو اپنی پیٹھ پر بٹا کر رکھے
 کسی کو س تک چھو نہ پایا۔ پس ابو بکر نے وہ بوجہ اوٹھائے ایک کئی دہری چاندی دوسرا آنحضرت
 جو وقت مصنف صاحب کے لئے لڑکوں کے سامنے کھڑے ہوں لازم ہے کہ کسی جماعت کی
 کو بھی دو چار کون لیکر بہا گئیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ مصنف صاحب ابو بکر کی پوری تصویر بن گئے
 اس تماشہ کے لئے عیدان کا لچ بہتر ہوگا اگر فاضل سمجھیں تو دو چار شیعہ اور خلیفہ کو بھی طلب فرمائیں
 تاکہ چار و چوبیس ہندی کے ہم شبہ ابو بکر کی زیارت کر لیا جائے۔ ہاتھوں پر کہ علماء اہل سنت خلفاء
 کے فیوض و غیر ذاتی فضائل بیان کرنے میں ایسی باتیں و دفع سے آتا رہتے ہیں خلک یا سنج برس کا
 بچہ بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ لیکن ہے کہ طلباء جناب مصنف سے دریافت فرمائیں کہ حضور اس
 بے نیکی اور بعد القیاس بلکہ نامکن و محال بات سے تو بالکل ظاہر کر دیا کہ خلفائے کے بارہ میں
 جو کچھ کہا جاتا ہے وہ ایسا چوٹ ہوتا ہے جس کے تسلیم کرنے میں جوئے کو بھی اک نوع کی
 چکچکیا ہوتی ہے۔ جسے کسی میں بھی نہیں ٹھنک کر لی لگی داسے تعلیم سے تعلیم نہیں پائی۔ تاہل سڑ

اور دعوت کے سداغیر بد و غیر بد کے ہمارے دماغ میں بالمشین کلام سے روشنی
 بکھرنی ہے۔ ہم ایسی بے سرو پا بات کو جو مذہب کی بنیادوں کی ریل سے زیادہ
 سمجھنے اور اگر جواب اپنے دعوے میں سمجھ میں آوری الواقع حضرت ابو بکر باخیر اور حبیب
 اور حضرت کو کمر بردار کر رہا ہے تو براہ کرم کالج کے احاطہ میں ابیکر تانی بیکر کو بھی نظر آ کر دیکھو
 تاکہ شاہد حضور کی تحریک کو صحیح باور کرنے میں مدد دے۔ ممکن نہیں کہ تہ بند باند بیکر مصنف
 صاحب اپنے دعوے کو درجہ صداقت پر پہنچانے کے لئے اکہاڑے میں آئیں۔ پس طالب علم
 سمجھیں کہ یہ بزرگ فقہوری کی مسجد میں کسی ریٹائیل سے ورتی گردانی کتب ہوئے ہیں۔
 چوتھا: اوٹو یا دیکھا عقل کو دخل نہیں دیا۔ محقق کا یہ کام ہے کہ ہر واقعہ پر تنقیدی نظر ڈالے
 نال بعد نہایت لطافت سے معاملہ کر کے حضرت ابو بکر کا متحمل ہونا اور پھر اس کو مستحق
 دو تہندی سے فالصواب و جہاد اسلام کرنا اس قابل ہے کہ اوپر محققانہ و مستندانہ انداز پر
 تحقیقات کر کے سے معلوم ہو کہ امام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اعادیت نبوی کے لئے کیا کیا
 ایسی طبعی ہستی اور بزرگ روشن ہیں کہ جن کے پڑوسے رنگ آلود نہیں ہوئے۔ بلا اہلاد اسپرٹ
 اوٹو میں تیزی سے گہوم گشت رہی ہے کہ تار نظر کو اس کے چکر پر موقع لینے کا نہیں ملتا۔
 چوتھا: ایجا دام الضرورت ہی لہذا جب کوئی ہم پیش آئے محض وہ ہے کہ زبان میں کوئی لفظ
 اور نہایت صاف و ستہری جو کور حدیث و باکر خیار و سب سے پاس بیکری دہاں ہاںوں چاہے
 ایسی فروخت ہوئی کہ ہر گھر کے اپنے طاق میں مثل تصاویر لگا دیتی۔ مطلب یہ ہے کہ بازار
 سب سے متبول ہو کر ہر کسی کی کتاب و طینین داخل ہوگی۔ و قر اسلام کے معاملہ سے معلوم ہوا
 کہ حضرت ابوبکر کی دو تہندی ہی اسی سانچہ کی ڈبلی ہوئی ہے جس میں زہرا با اعادیت حضرت عائشہ نے
 لیا کر کے خلیفہ فرمائیں ہیں کتاب السراج الواجه مولفہ صدیق صوفان قنوجی کے صفحہ ۴۴۴ مطبوعہ
 لکھا ہے جناب عائشہ نے فرمایا کہ ابوبکر نے چالیس ہزار درہم رسول اللہ کی اعانت میں صرف فرمائے
 جو ان سے بیٹی باپ کی گواہ بن کر انلاس پوری کو ثروت سے بدل رہی ہے دنیا کا کوئی عقلمند
 ہزار اسکوت نہ عجز سے گا۔ ظاہر ہے کہ انچاق اقتدار ثابت کر چکے لئے ام المؤمنین نے دماغ سباز
 پر زور ڈاکر یہ عقلموں کا شایعہ مطہر کر لیا ہے مصنف باخیر اور یہ لیکر ابوبکر کا حجت کرنا تو ہر

حضرت ابوبکر فقیر تھے یا امیر اور بصورت امیر ہونے کے
انہوں نے راہ خدا میں کچھ صرف کیا یا کہ صدق و دولت
پر علیگدہ کا بنا ہوا بیماری قفل چڑھا رہا۔

جناب حدیث نے انہما میں پانچ سوہ حشر میں ارشاد فرمایا ہے لفظاً **الہما جوین**
الذین اخرجو من ديارهم اے آخر!۔۔۔

یعنی یہ مال ان فقراء میں جہاں کہے جو کہ اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ چونکہ ابوبکر ہاجرین
اولین سے ہیں اور قبول الہنت پھر گھر سے نکال دیے گئے۔ مصنف صاحب ارشاد فرمایا
کہ وہ داخل فقر آئے تھے یا کہ فہرست اغنیاء میں ان کا نام لکھا ہوا تھا جو شخص کئی دہری چاندی
اپنے سر پر رکھ کر گھر سے چلے وہ (خارجو من ديارهم) کی صفت میں آسکتے
یہ فقر میں اوس کا شمار ہو سکتا ہے۔ بخاری شریف میں تسلیم کیا گیا ہے کہ ابوبکر فقراء میں جہاں
میں داخل تھے چنانچہ لکھا ہے۔ **باب من قبل الہما جوین** وفضلنا ہم معنہم ابوبکر
اے اسخرا۔۔۔

جیکہ حضرت ابوبکر کا شمار فقر میں تھا تو کوئی ساقی کا دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ اذکی رو کر تھی

ہزار دہم کی تھی حمیں سے بعد فوج و اخراجات یا پانچ سوہ لکیر عازم ہجرت ہوئے تھے پس
عادت ہوا کہ وہ فقیر تھے نہ کہ امیر۔ ہشتاد و دو ایات اذکی و دقتی کے تعلق بیان کی گئی ہیں
وہ سب ہر اخلاص و دولت کی سنگہرت ہیں۔ دو موقع طلبا کو دکھلاتا ہوں جن سے حضرت
ابوبکر کا راہ خلا میں مال مرت کرنا ظاہر ہو جائے گا۔ ازاں بعد ایک آیت یہ بھی ہے اور وہ
آنحضرت کے ساتھ ہجرت حضرت ابوبکر کے اوتار کا فروخت کرنا یہود و اس کے
تباہی پر نظر کر کے اہل و عیال کو یونیکے کہ خطیہ اول کے بدل اموال میں کہا تھا کہ غرضت
دکھائی۔۔۔

امرا دل متعلق بہ یہ نجومی

پوری آیت یہ ہے یا ایہا الذین آمنوا انما نأجیتم الرسول فقد صوا

بن دیلی بخو کہ صدقہ علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور جلد ۶ کے صفحہ ۱۸۵ پر ہے حال
 سے روایت کی گئی ہے کہ اغیارا مارا آنحضرت کے پاس بھیجکر سرگرم مشورث ہوتے تھے
 وچارے فقر کو عرض حاجات اور مسئلہ مسائل کی پوچھ گچھ کا موقع ملتا تھا حضرت کریم
 ناگوار گزری۔ چونکہ خداوند عالم کو اپنے حبیب کی خاطر واری از بس منظور تھی اور امتحان امار
 بھی حضرت ہاری کو مدنظر تھا۔ حکم ہوا کہ اسے محمدان لوگوں سے کہہ دو کہ جب تم سے کچھ مشورہ
 کیا کریں تو پہلے یقین دیکھا کریں۔ جب اس کا اعلان کیا گیا مالدار لوگوں نے حضرت کے
 پاس آنا جانا چھوڑ دیا۔ باب کلمہ وکلام ہلکے خمد ہو گیا۔ سوئے حضرت امیر علیہ السلام کے اور کسی
 شخص نے صدقہ دیکر رسالتا بصلی اللہ علیہ وآلہ سے گفتگو نہ کی دس روز تک یہ حکم جاری
 رہا۔ جب امتحان آہی پورا ہو گیا اور لوگوں کی قلبی کھلگئی خدا نے دوسرا آیہ نازل فرمایا کہ
 اصحاب محمد تم راہ خدا میں صدقہ دینے سے ڈر گئے بہنے شفقت سے اپنا حکم اوشالیا
 سعید بن منصور اپنی راہبہ ابن شیبہ عبد بن حمید ابن المنذر ابن ابی حاتم ابن مردویہ سے حکم
 نے بسنہ صحیح روایت کیا ہے کہ پیچہ حضرت امیر کے آئے موصوفہ بالا پر عمل نہیں کیا۔ اور ان کے
 پاس ایک دینار تھا دس درہم ہوا دس کا خوردہ کر کے دس مسئلہ آنحضرت سے دریافت کیا
 اگر حضرت ابوبکر صدیق علیہ السلام کے عادی تھے اور جان و مال سب وقف کر رکھا
 تھا تو اس موقع پر نہ جو سکتے۔ کم از کم ایک دینار ہی بخیلہ ہزار ہارویہ کھنچ کر ڈالتے۔ انہوں
 کو جس شخص نے اپنے مال کو اس طرح ضبط کیا ہو کہ آیہ قرآن پر عمل کرنے سے معطل رہا ہو اس کی
 نسبت کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ چالیس ہزار کی بھیلیاں ایک دم کھول دی تھیں آدمی کا حال
 امتحان کے وقت معلوم ہوتا ہے آیہ بخوئی کے نزول پر ایسا فیل ہوئے کہ پھر صنف امتحان
 میں نہ بٹھا۔ گئے جناب حضرت صاحب سچ ذرا سے اس صورت میں اب عقلیہ کہنے کا حق
 رکھتے ہیں کہ ابوبکرؓ سے باذل و کریم دعا دتھے آپ کو لازم ہے کہ کالج میں جا کر طلباء
 سے غزیرہ کہیں کہ میں نے سخت غلطی کی ہے اب معلوم ہوا کہ ابوبکرؓ ایسے انجل الناس تھے
 کہ باو وصیت حکم خدا ایک ہائی خیر نہ کر سکتے تھے چنانچہ ابوبکرؓ دس دن تک کوئی شرعی
 مسئلہ بھی نہ پوچھا۔

امروہیم اوٹنول کا ذکر

شیخ عبدالرحمن محدث دہلوی مباحث النبوة جلد دوم صفحہ ۴۷ پر لکھتے ہیں کہ ابو بکر نے چار سو
 روہیم کو دو اونٹ خریدے تھے اور خوب دانا اگہاں کھلا پلا کر اونکو فریہ کر کے گا بک پند
 کر دیا جب آنحضرت فائز سفر ہوئے تو ابو بکر نے عرض کیا کہ اونٹ حاضر ہیں حضور نے فرمایا
 کہ اگر تم چھ تو میں نے سنا ہوں نو سو روپیہ پر معاملہ طے ہو گیا۔ محدث موصوف لکھتے ہیں کہ
 کہ اونٹ صنعت اس لئے نہ لیا گیا تھا کہ حضرت کی نظر اس آیت مبارک پر تھی (لا تزرک
 السجادة ربہ احدًا) یعنی عبادت خدا میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اس روایت پہنچے مگر
 نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ ابو بکر کے ساتھ اونٹ کی خرید کا معاملہ بالکل غیر صحیح ہے بطرح
 کہ اوپر باتیں متعلق بہ فضائل ابو بکر بنائی گئی ہیں اس بطرح کا یہ قصہ ہے اصلیت یہ ہے کہ جب
 امیر علیہ السلام نے حکم آنحضرت اونٹوں کا انتظام کیا تھا چنانچہ تفسیر دشنور مطبوعہ مصر جلد دو
 کے صفحہ ۲۲۰ اور تاریخ طبری جلد دوم کے صفحہ ۲۲۲ پر لکھا ہے کہ حضرت امیر عامر بن ابیہ
 کے ذریعہ سے آنحضرت کو کہا جاتا ہے مجھے رسالے اور ہجیرین کے سودا گروں سے اونٹ خرید کر حضرت
 کی خدمت میں حاضر کئے جہاں آنحضرت ابو بکر کے لئے مدینہ ہوئے اٹلرا سی بات کو صحیح مان لیا جائے
 کہ اوپر متعلق بہ شتر حضرت ابو بکر سے ہوئی تھی تو بڑے فسوس کی بات ہے کہ آنحضرت سے
 ایسے نازک وقت میں جبکہ وہ مضطرب و مہم سفر کر رہے تھے اتنا کثیر نفع لیا کہ دو سو روپیہ کے خرید کردہ
 اونٹ پر سات سو روپیہ منافع حاصل کیا اگر حضرت ابو بکر راہ خدا میں بذل اموال کرنے کے عادی
 تھے اور اداۃ عبادت اورین ضرورت سے زیادہ تھا تو درست ادب باتمکر عرض کرتے کہ حضور
 اکرم آپ پر یہ حقیر قبول فرمانا پسند نہیں کرتے تو زہد و عزم دیدتے جو کہ جس سے بچنے کے ہیں
 بچنے گردن کر کے دوسری جگہ نہ توڑنا چھنا چھن کر لے اور وقت ہاتھ سے نکل
 چھوڑی چونکہ یہ موقع سخت آخر ارضی کا ہے لہذا عبدالحق صاحب حفظ ماتقدم سے کہہ دیا کہ
 دانا اگہاں کھلا کر اونکو فریہ کیا تھا گویا وہ سات سو چار سو کھلائی پلائی کا حق تھا اگر شمار لوگ
 ایسا کریں کہ دو سو کو خریدیں اور سات سو چار سو کی خرداں میں اونٹنیں تو چار مہینے میں دیوانہ لکھ جائے

اسلام علی صاحبہ علی و سلم ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو وارد ہو کر
کئے آجکے اعلان غیر نا دا جب بھی تو کبریا یقین ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نے ابوبکر کا وہ یہ
وقت اتفاقاً تمام تر دوستی امر اسلام میں جمع کر دیا تھا۔ اس موقع پر یہ بات بھی ظاہر کر دینے کے
قابل ہے کہ آنحضرت نے ابوبکر کے دونوں اونٹ دوسرے کو خریدے تھے جن کو انہوں نے
چار روکھول لیا تھا یا کہ ایک اونٹ دوسرے کو لیا گیا۔ صحیح بخاری جلد ۲ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۴۴
پر عائشہ سے روایت ہے کہ ابوبکر نے آنحضرت سے کہا کہ دو اونٹوں سے ایک اونٹ آپ
لے لیں حضور نے فرمایا بقیہ لے سکتا ہوں چنانچہ قیمت دی گئی گویا ایک اونٹ دوسرے کو
۴۴ خرید لیا جو اسات سے کثرت پر فروخت ہو گیا طلباء وغیرہ فرمائیں کہ میں شخص نے اس عالم اضطراب
میں حضرت سے ایسا سخت معاملہ کیا اور اسکی نسبت کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ کسی دینی عالم کی
اوس نے روپیہ سے مدد کی ہوگی ابن ابی الحدید نے شرح نہجۃ البلاغۃ میں بمقام ذکر آنحضرت
دو کسٹیوں کا ذکر کیا کہ لکھا ہے ضرورت موقع پر نظر کر کے اوس کو نقل کیا جاتا ہے اوس سے
ایک کا نام حافظ ہے اور دوسرے کا جعفر اسکا فی دونوں حصے سنی ہی نہیں بلکہ بڑے عالم ہیں
حافظ نے کہا کہ ابوبکر نے چالیس ہزار دینار اسلام میں صرف کئے حالانکہ عیال کا بار بھی اوس پر
زاد تھا اور البین کے بھی خبر گیراں تھے۔ اسکا خیال ہے کہ ابوبکر ہر باقی یہ تو فرمائے ابوبکر نے
اسلام کی کس کس ضرورت میں یہ پیسہ صرف کیا۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ اتنی بڑی رقم صرف ہوا اور اس کا
صرف نہ کیا جا سکے۔ جس شخص نے بوقت نزول آنحضرت ایک جہت بیچ نیکی اور بوقت
ہجرت کہ از بس نازک وقت تھا اپنے آت اور معزلی سے کثیر نفع اونٹ پر لیا اور اسکی نسبت کو
یقین کیا جا سکتا ہو کہ خزانہ کے صندوق خوشنودی خدا و رسول کے لئے کھول دیتے تھے۔ اس کے
ماں باپ ابن جعفران کی مزدوری کر کے اپنا پیٹ بھرتے تھے اور انیسکے دسترخوان کی کھیاں
اڑا کر کتے تھے اگر ابو بکر ماں باپ کے خبر گیراں ہوتے تو وہ یہ چارے دہر دہارے مار
کیوں بھرتے جبکہ قوی امید ہے کہ مصنف اپنے دعوے سے دست کش ہو کر عجب نہیں کہ
ندامت زدہ ہو جائیں۔ عالی فہم مصنف ہی کتاب کے صفحہ ۱۶ سطر ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ آنحضرت
جب دار مدینہ پر گئے تو سات مہینہ تک ابوالوہب انصاری کے مکان پر قیام فرمایا۔ جلالہ بن

اس شریف کو سجدے کے لئے ابوبکر کے مال سے خریدی گئی۔ جناب حضرت نے ابوبکر کا
 مال ظاہر کرنے سے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہے کہ حضرت ابوبکر ایسے صاحبِ فیر تھے کہ سجدہ
 نبوی کی بنیاد بھی انھیں کی دولت سے قائم ہوئی۔ کمال تعجب ہے کہ جس شخص نے وقتوں
 اور ہم کے اونٹ پر سات سو درہم نفع حاصل کیا اس نے اشرفیاء کیونکر دیدیں جو زمین
 کہ مسجد کے لئے لگی تھی اور جس پر اول مدینہ میں خدا کا گھر یعنی عبادت خانہ بنا یا گیا وہ سجدہ
 نبوی کھلاتی ہے بختِ حیرت ہے کہ ابوبکر وہ لگا میں اور نام رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا ہو اگر حضرت خلیفہ اول کے ہاجم ایسی بے تکلفی تھی تو جو وقت بدتر یا انھوں نے اونٹ
 پیش کیا تھا اس وقت حضرت نے یہ کیوں فرمایا تھا کہ میں بلا قیمت نہیں لے سکتا ایک ساؤتھ
 کے معاملہ میں تو حضرت یہ احتیاط فرمائیں کہ آئیہ مبارک (لا تشکر لبعبا وستر بہرہ)
 پر بقول عبدالحق صاحب نظر فرما کر عبادت خدا میں کسی دوسرے کا مددگار ہونا پسند
 فرمائیں اور عبادتِ خدا میں بے احتیاطی کریں کہ خود ایک کوڑی نہ دین اور خدا بخواد غلط
 طور پر سجدہ رسول شہور کرائیں۔ اہل سنت پر لازم ہے کہ مدینہ منورہ کی مسجد کا نام بدلتے سجدہ
 ابوبکر کہا کریں حضرت اہل سنت بخاری شریف کو زیادہ مقبر جانتے ہیں اس کی عابدیہ
 مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۰۵ پر اہل طوائف مضمون متعلق یہ ہجرت لکھا ہے اور میں کا ایک جملہ
 یہ ہے کہ جب حضور رونق افروز ہے مدینہ ہوئے تو آپ کا اونٹ اسی جگہ بیٹھ گیا
 جہاں اب سجدہ وہ مقام سہل و سہیل و یتیم کو کوئی ملکیت میں تھا کہ اسعد بن زرارہ
 کے پاس پرورش پاتے تھے حضرت نے اونکو بلا کر سجدہ کے لئے زمین کی خواہش کی
 اور اسعد و مندوں نے کہا کہ حضور بنو قریظ سے اسجگہ عبادت خانہ بنائیں ہم بلا سادہ منہ
 مہیہ کئے دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں کسی بار احسانِ دینی معاملات میں اٹھانا نہیں
 چاہتا رو بہ اور زمین دو غرض کے ذریعہ دیا گیا۔ عبارت بخاری میں رو ہیہ کا دینا آنحضرت
 کی نسبت لکھا ہے۔ حضرت ابوبکر کا کہیں بھولے سے بھی اس داد و ستد میں ذکر نہیں
 ہے طلباءِ حق فرمائیں کہ آنحضرت مالکانِ زمین سے مفت لینا پسند نہ فرمایا ابوبکر کی
 کمر سے اس اشرفیاء کھلو اگر تمام مسلمانوں اور اپنی گردنہر قیامت تک ابوبکر کا ایسا

رہو میں یہ سب طرح ممکن نہیں اسکا۔ اہل سنت وغیرہ کہا کرتے ہیں کہ ابو بکرؓ نے اسی وقت
چھینر انور اسلام میں صرت کرتے آنحضرت کو منوں منت بنایا دیا یہ عقلی و دانشور
عبادہ ربہ احدی) پر پھر نظر فرمائی فرمائی۔ آنحضرت نہ تو بلا قیت اونٹ لیں اور نہ سہل
کی زمین زیر تصرف لائیں اور ابو بکر کی ساری کمائی خرچ کرادیں جو لوگ ایسا اعتقاد
رکھتے ہیں اور جو تسلیم کرنا پڑے گا کہ آنحضرت نے آیہ قرآن کے خلاف عمل کیا جس کا
یہ عقیدہ ہوگا اور سکو یہ سب مسلمان کا فرض تسلیم کرنے میں تامل ہوئے گا۔ پس بوجہات حدیثات
ہو گیا کہ نہ ابو بکرؓ وہ نہ حضرتؓ تھے نہ کبھی راہ خدا میں اور انہوں نے دفری خرچ کی وہ ایسے عقل
تھے کہ لوگوں کے گھر و ثیاں کھاتے پھرتے تھے۔ اور کچھ ماں باپ مزدوری کرتے
تھے۔ اہل جذعان کے دسترخوان کی گھیاں پکایا کرتے تھے۔ ذی لیاقت حضرت
حضرت ابو بکرؓ کا زاہد و سخی ہونا ظاہر کرنے کے لئے لکھا ہے کہ انہوں نے ایامِ جہالت میں
بھی کبھی شراب نہ پی تھی۔ یہ بات چنداں قابلِ تعریف نہیں دیں دلا شراب کی اسد
پنور والی ہے کہ جس کا پایا نہیں مگر نہ ار کا کفار اب بھی ایسے پائے جائیں گے کہ جہنم
نے قبل کا مال نہیں کھولا عقلی شراخ بخاری نے ابو بکرؓ کے شراب نہ پینے دلے عقل
پر تعجب ظاہر کیا ہے مطلب یہ کہ کون مراد کے لئے بحالت کجوشی شراب کے نہ پینے کا باعث
ہوا تھا۔ کیونکہ قبل اسلام جہنم لوگ مسلمان ہوئے وہ سب ماہِ جہالت میں سو خدا اور مے نوش
تھے اگر قبولِ صفت ہو گئے تھے قابلِ وثوق تھے جس کا ابو بکرؓ نے شراب نہ پی ہو ایک دوسرا
نقل ایسا کرتے تھے جو قرآن پاک میں (رحمٰن رحیم علی الشیطان) کہا گیا ہے۔ یہ کہنا ہے
اول و دوم یہ دیکر اصحاب قبا بازی کرتے تھے جواری کے لئے شرابی ہونا ضروری ہے جسے بازو
نہر یہ حرام حاصل کرتے ہیں وہ قبول مال حرام بوجہ حرام مفت شراب خواری اور ہندی بازی
میں صرت کروا کرتے ہیں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ دلی دوست تھے ہم یا لہ دم نوالہ ہذا دونوں بزرگواران
اہل سنت کا سلامت اسلام سے ہے اوراقِ اول میں عرض کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ ایسے ہماری
شراب خوار تھے وقتِ آخر کافر نے بھی بوجہ عادی ہو چکے شراب ہی تجویز کی بس ذکرِ مولیٰ شعلی
صاحب نے بھی الفاروق میں کیا ہے۔ مگر یہ غایتِ عمر صاحب یہ لکھا ہے کہ شراب خواران کو

ہادی کی مٹی وہ ان کے سر سے سرسری کی اسی شراب کے خیمے میں سرسری کی اسی شراب کے خیمے میں
 ہادی کی مٹی وہ ان کے سر سے سرسری کی اسی شراب کے خیمے میں سرسری کی اسی شراب کے خیمے میں
 تعلقات رکھتے تھے اور ایک جگہ بیٹھ کر جو اٹھیا کرتے تھے مگر نہیں کہ دونوں دوست کبھی غائب ہو جاتے
 میں شریک نہ ہوتے ہوں بظہر لیکن طلباء وہ ثبوت بھی پیش کئے دیتا ہوں جو کہ شیخین کی جو سے باری
 کے علاوہ رکھتا ہے محدث شمرانی صاحب کشف العزم عن جمیع الامم نے صفحہ (۱۵۴) جلد دوم
 میں بقایا تحریم التعارض کیلئے دکان عکرمہ رضی اللہ عنہ یقول کان ابو بکر رضی اللہ
 عنہ قہار ابی بن خلف وھذا من الشہدین قبل ان یجزم القمار یعنی حضرت ابو بکر
 شہدین کے ساتھ حالت اسلام میں حرمت قمار سے پہلے جو اٹھیا کرتے تھے کہیں جناب جیسے
 معلوم آئے کہ نہ یہ حالت میں شراب نہ پی وہ صدیق اکبر کا خطاب اگر حالت اسلام میں شرکوں
 کے ساتھ قمار بازی کیا کرتا تھا وہ کیا اچھے خلیفہ تھے۔ اسلام ظاہری کا بھی لحاظ نہ کیا۔ کیوں طلباء
 آپ پسند فرمائیں گے کہ ایک جاری کی سیر پر عمل کریں اگر آپ اسکو اچھا سمجھیں تو گوشت میں ایک
 درخت پر مشر کریں کہ بطرح ہندوؤں کو نہ دیا لیں ایک درخت کے لئے جو اٹھیلنے کی اجازت
 دیا جاتی ہو اس طرح ہو گیا نہیں شریعت کے موقع پر اجازت ہو جائے تاکہ ہم اپنے پیشوایان دین شیخین
 اکرام کی سیر پر پورے عمل کر سکیں ثابت ہو جائیں حضرات خلفاء مرت جہاڑی نکھیلے تھے بلکہ شطرنج
 بازی میں بھی اونکو کمال تھا حیادۃ النعمان جلد دوم (۱۱۶) مطبوعہ مطبع شریعہ مصر میں بتی نے چند صحابہ
 مثل ابو ہریرہ کی نسبت لکھا ہے کہ یہ لوگ شطرنج کھیلا کرتے تھے اور حضرت عمر نے اس کے براج
 اور جانچنے کا فتوے دیدیا تھا مصنف صاحب نے جتنی باتیں یہ ثبوت فضائل ابو بکر لکھی ہیں
 سب ستراسر غلط اور بے بنیاد ہیں ایک موقع طلباء عالی خیال کو دکھلاتا ہوں اوراق اولین
 میں خضیر لکھ چکا ہے کہ صلح حدیبیہ پر حضرت عمر بہت نیلے نیلے ہوئے اور حضرت کے نبی و جرنی
 ہونے میں نزول اٹھا کر کیا جکی نسبت مولوی شبلی صاحب نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ اوس روز کی
 گستاخی سے عمر ایسے نادم ہوئے کہ کفارہ میں روزے رکھے تو اقل پر میں غلام آزاد کئے
 اوس واقع کو مصنف صاحب نے صفحہ (۲۵) سطر آخر پر ان لفظوں میں ادا کیا کہ صلح اسے کبیدہ
 ہو کر عمر چھوٹ کر ابو بکر کے پاس آئے اور فاروقی لہجہ میں اپنا خیال ظاہر کیا ابو بکر نے کہا

کہ اس کی کتاب تہلے سے تہلے کی اور کمال انسان نہ صرف ذرا حضرت کے سامنے لایا حال
 کیا حضور نے جواب دیا کہ مطابق دینی کردار ہاں مصنف کی یہ ایسی سستہ روش ہے کہ ہر شخص کو
 معاملہ ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ فاروقی لہجہ کیا تھا۔ اور یہ کتاب تہلے رہو سے کیا مطلب تھا
 اور حضرت کے سامنے باوصفیکہ ابوبکر سے یہ کتاب تہلے رہنے کی بابت حاصل کر چکے تھے یہ
 خیال اس زمان سے ظاہر کیا گئے والاحب کاٹ تراش کر کسی واقعہ کو بیان کرے گا وہ ایسا عجیب
 ہو جائے گا جیسا کہ مصنف کا کلام ہے اس موقع پر دو باتیں قابل غرض ہیں اول لہجہ فاروقی دوم آپ کی
 کتاب تہلے رہو دونوں باتوں کی تصریح کئے دیتا ہوں۔

فقہ اول لہجہ فاروقی

مصنف کی تحریر سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ لہجہ فاروقی کیا شان رکھتا تھا اگر اس زمانہ میں لوگوں
 کو اتنا جونا اور بوجہ غرض گو ہو چکے کوئی رکاتوں کے لہجہ کا لیلیا گیا ہوتا تو مصنف یہ بات کہے
 تھے کہ یہی آنکھ بند کے ہوئے ہر گاہ جہری دندھی یا سدا بخیمت کے گھر چلے جاؤ جہاں اور جس
 زمانہ میں اور یہاں مذرا تہی آزمائی گئی ہے اس میں لہجہ فاروقی منبٹ کیا گیا ہے نتیجہ یہ ہوتا
 کہ یقین عقائد موضوعہ پر جا کر لہجہ فاروقی سے بہرہ یاب ہوتے مگر جو نہ غلطہ قبل از ای
 الہ آمان علامہ دار البقا ہو گئے لہذا اب لہجہ کا پتہ ملنا دشوار ملکہ ناممکن ہو گیا۔ ہاں ایک شخص
 سے امکان رکھتا ہے کہ غلطے اہل سنت نے اس لہجہ کو بوجہ غیب و غیب ہونے کے
 نقل و تراوت قرآن منبٹ طبیعت کیا ہو اور سلسلہ سلسلہ مصنف نے اس کے ادا کرنے
 میں مشق ہم ہو چکی ہو اگر کوئی پرچ نہ ہو تو حشم الیہ ایک تاریخ مقرر فرما کر حقیقہ کو اطلاعیں
 تاکہ یقین اور سچا پانچ اور شا یقین اس علم میں شریک ہوں جہاں لہجہ فاروقی میں
 مصنف کی زبان مبارک سے سنیں جو کہ حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ اور حضرت کے سامنے
 داکئے تھے مگر یہ بات بحال معلوم ہوتی ہے کہ مصنف کوئی ایسا تامل نہ دکھلائی کہ غرض سے
 علمہ قائم کریں لہذا میں لہجہ فاروقی کی بہار دکھلا تا ہوں ادا قاپندہ میں حقیقہ کچھ مختصر
 ات حضرت عمرؓ کے لکھے میں اور کچھ مختصر طلباء و معلم فرما لکھئے کہ ان کے مشاوت سے مذہب

حضرت ابی بن کثیر سے فرمایا کہ میں نے اپنے
 سے ایک دو دفعی بیعت کی کہ اگر وہی ماریت اسے ملے تو اسے چلنی دینی
 ہے اسے اس کے ساتھ بیعت کی کہ میں اسے ملے کہ الفاظ ہرچی و بیعت کی
 میں نے میں شرم آئی ہارونی لہجہ لکھ کر علیت کو تارکین میں دالیا۔ سب میں نہیں آتا
 اظہار اور دیگر اظہار اس کے ساتھ ہلے گئے شاید ہر بیت یا بیعت میں یا ان کے ہر بیت
 خیال کیا کہ حضرت عباس علیہ السلام اگر آئندہ حضرت خالد بن ولید یا معاویہ دیرینہ
 دوران و غیرہ کی سیر و خبر و زانیں و اگر ان کے بیعتی الفاظ زبان آدمی میں لایں حضرت
 سے ہر چیز کہ لہجہ خود فی خود یا یا چھپا یا۔ بلکہ گاہ کجائات لکھ کر ہر ایک مختلف ہو جائے
 ہوا کہ لہجہ صحیح ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں فرق کرنے کی وجہ سے ہوا کہ
 جاتے ہیں انہا اذہنوں نے اپنے لہجہ کا خود مفید کر لیا وہ کہ کفار میں اوروں کے ہاں
 ہے کہ تمام آواز کرتے ہیں ظاہر ہو گیا کہ اولیٰ کا لہجہ خداوں کی آیتوں کی آیتوں سے
 والہ ہے جسکی توفیق فقرہ دوم در کتاب تھا کہ رسول سے گجائی ہے۔
 جبکہ حضرت عمر سے صلح سے آرزو ہو کر حضرت ابو بکر سے اپنا خیال ظاہر کیا تو انھوں
 نے جواب دیا (آپ کی رسالت تمہارے ہو) اس سے پتہ نہیں چلتا کہ کتاب تمہارے
 رسول سے حضرت کا کیا مشاقت ہے آیا جناب رسول خدا سارے سے توبہ سائیس
 ہو کر کتاب تمہارے رہتے تھے یا کچھ اور معلوم ہوتا ہے کہ عمر قدامت سے ایسے وقت ناکہ
 میں اپنا خیال ظاہر کیا تھا جس سے وہ بچ سکے کہ یہ حضرت اسلامت سے نکلے اور کافر ہو
 چکے ہوتے اور انھوں نے جواب دیا کہ یہاں فی اس صلح سے دیکھ کر کفار کے ہاں
 میں تھا کہ حضرت کی کتاب پڑھتے رہو مگر انھوں نے ابوبکر صاحب کے کہنے پر کچھ اعتبار نہ کیا
 اور لہجہ حقہ کے جہاں کہ میں تمہارے رسول سے حضرت سے جا بھرتے وہاں جا کر
 جس لہجہ رسول کی بہار ہو گئی وہ آنحضرت کے جواب سے نمایاں ہو کہ پتہ نہ آیا
 کہ قادیان صاحب کھیل ہوا ہے یا ہر ہوتے جاتے ہوتے سالات آپ ہی ہوتے
 رہتے تھے ہر وہی آتی ہے اور ہر عمل کیا جاتا ہے حضرت عمر نازک علیت انہی سے جیسا

کہ اگر اس کی نسبت ال بولیں گے تو دونوں کو مرتد سے قرار دیا جائے یہ سب اس
 لیے کافی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے سطر نہایت سے بڑھ کر اس کے مرتد سے عذر واجب
 کے حالات لکھے ہیں وہاں کہ قبائل منت سے ثابت کیا گیا ہے کہ جنگ عیدین جو کہ صلح حدیبیہ
 سے قبل واقع ہوئی ہے جو یہ سب اس کی گواہی دیتی ہے اور حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ
 میں مکرر امر و حکم سرایت جانے کے تو اس وقت شیطان نے قدر قتل محمدؐ کی دھمکی دوئی
 صاحبوں نے کہا اب محمدؐ تو مر گئے مسلمان رکے کیا کریں گے چلو اپنے پرانے یہاں بندوں سے
 تو اس امر پر استقامت ادا کا نہہ لیں جن لوگوں کو حدیبیہ و فاروق کہا جاتا ہے ان کی ہمشنگی
 ایمان کی یہ حالت تھی کہ اوسنے ان کی باتوں سے اسلام چھوڑنے پر کمر بستہ ہو جاتے
 تھے اگر مصنف صاحب طبع پر لکھتے کہ صلح حدیبیہ سے ناراض ہو کر عمرؓ نے آنحضرتؐ سے الٹا نہ
 دے تا تھا تو گفتگو کی اور کتاب سادات انساب چھوڑ کر زمین کفر پر لوٹ جانے کا اعلان کر لیا
 تھا تو طلباء علیحدہ علیحدہ چونکہ عاقل و فرزادہ ہیں صاف کہہ دیتے کہ ہم ایسے سچے طبیعت والے
 کو کبھی مسلمان تسلیم نہ کریں گے جو کہ کافر ہو چکے ہوں ہر وقت کمر باندھے رہتا تھا جناب مصنف
 نے طلباء کی یہی سی ودانشمندی سے طرف کھا کر ایسے عیدہ الفاظ کا استعمال کیا جس سے
 اصیلت معلوم ہو گئی مدغنی نہ پڑی بلکہ تاریکی بھی بالکل اٹھ گئی مصنف صفحہ (۳۳) پر لکھتے ہیں
 کہ آنحضرتؐ نے قریب فوات حکم دیا کہ ہر قدر مکافات کے دروازہ کھولیں کہ جس میں وہ سب
 بند کر دیئے جائیں مگر ابو بکرؓ کا دروازہ بند نہ ہو گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو وقت جناب مصنف
 نے کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تھا اس وقت خدا سے عہد کر لیا تھا کہ میں ایک بات پوری
 کر دیتا ہوں کہ اگر ابو بکرؓ دار مدینہ ہوتے تو حملہ دشمن میں مکان جایا ہمیشہ وہیں رہا
 کرتے تھے جس پر آنحضرتؐ نے اقبال فرمایا اس شب بھی حضرت طلحہؓ کو ہی مکان میں
 استراحت فرماتے تھے مصنف نے دو نزل ہا تو گواہی نا در زمانہ تصنیف میں بیان کیا ہے
 چونکہ یہ بحث سبب ابواب سے متعلق ہے بنا برہاں عرض کیا جاتا ہے کہ رسالہ مذکور کے صفحہ
 (۱۲۲) و (۱۲۳) پر لکھا گیا ہے کہ خضائیں اندائی کے صفحہ (۹۰۶) پر تحریر ہے
 کہ ابن عباسؓ نے فرمایا علیؓ میں دس باتیں ایسی تھیں جن کا اثر کسی دوسری ذات میں تھا

سطر اول اس کے ساویں بات یہ ہے۔ آنحضرت کے حکم حساب لوگوں کے دروازے
 مسجد کی طرف سے بند کر دیئے جائیں۔ صرف ہمارا اور علی مرتضیٰ کا کھلا رہی جس طرح کہ
 موسیٰ اور ہارون اور فریت ہارون کو داخلہ مسجد کا حکم تھا۔ اسمی طرح علی اور ولاد علی
 مسجد میں آمد و شد رکھنے کا استحقاق رکھتے ہیں، علاوہ ہین برج المطالب کے صفحہ ۱۷۴
 آیتہ ۸۵ م کتب اہل سنت کے وہ مضامین نقل ہوئے ہیں جو سید ابوالکلیب علاء الدین نے
 سیرت میں دی گئی ہیں جناب امیر کے دروازہ کے ساتھ تمام صحابہ کے دروازے مسجد نبوی میں سے
 بند ہو جاتے، جس کو شوق و وصلات الامین دیکھ کر ہوئے۔ حضرت امیر کے دروازہ کے
 مشعل اس قدر روایات نقل ہوئی ہیں کہ دیکھنے والے کی آنکھیں روغن ہو جائیں۔ اس جگہ
 دو ایک مضمون نقل کیئے دیتا ہوں۔ امام احمد بن حنبل و امام نسائی و طاکم نے زید بن ارقم
 ویرا ابن یازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ چند اصحاب کے دروازے مسجد
 کی طرف تھے ایک آنحضرت کے حکم دیا کہ سوائے علی کے اور سب صحابہ کے دروازے بند کر دیئے
 جائیں۔ اور اسی خطبہ میں ارشاد ہوا کہ یہ میری تجویز نہیں۔ خدا نے اسمی طرح حکم دیا ہے۔
 ان میں سے کہ مصنف نے اپنی تفسیر میں کہا کہ بالکل نہیں دیکھیں اگر دیکھتے تو ہرگز ایسا
 نہ کہتے نہ ان کو لازم ہی کہ ملاحظہ کتب فرما کر طلباء و طلبہ جلد فرمادیں کہ مینے واقعہ کے بیان
 کو تفسیر میں ملتی اور عثمانی جو یاقین کہ حضرت امیر کی خصوصیات سے ہیں۔ جناب مصنف اور کو
 ایک شخص کے فرعون و الکرا ملک بنام ہے دیتے ہیں، مگر ہرگز ایسا ہو گا جو شخص ملک غیر میں جا
 و اہل کرے گا وہ باہر اور اللہ سے نکال دیا جائیگا۔ اگر مصنف اپنے دوسرے میں سچے ہیں جو ثبوت
 پیش کر دے حقیر کی بے اعتباری اور اپنے مضمون کا سلسلہ یقیناً ہونا ہی جو الکتب ثابت فرمائیں
 بنظر اطمینان طلباء کتاب کے صفحہ ۱۷۴ سے اور ایک روایت نقل کیئے دیتا ہوں۔ امام احمد بن
 حنبل نے اپنی سند میں لکھا ہے کہ سہیل بن صفا لکھ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔ کہ علی رضی اللہ
 عنہ کہتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کو تین باتیں خدا نے ایسی عنایت فرمائیں۔ اگر
 وہ جگہ حاصل ہو تیں تو سورج بنم والے اور سہیل سے زیادہ محبوب ہو تیں۔ اول مسجد رسول کی تشریف
 آدم جگہ حیرت انگیز علم ہدای۔ دوم کا طریقہ السلام کا شہر ہونا۔ مصنف صاحب کو شرم فرماتا تھا۔ کہ اگر

حضرت عمرؓ کی خبر سے حالت ارشاد فرما رہے ہیں۔ مصنف
 کے صفحہ ۳۳ سطور اخیر میں ایک حدیث لکھتے ہیں جو کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔
 علامہ مضمون یہ ہے کہ حضرت سے فرمایا (اگر میں کسی کو قتل دے دوں تو بناؤں گا اور ان کو بڑا
 حضرات طلباء و دیگر ناظرین اس حق کو نظر ثقیق دیجیے۔ کیونکہ یہ مقام بڑے مسرور کا ہے
 عبارت بخاری شریف میں لکھ کر کہ مصنف سے ہو رہا ہے کہ آنحضرت نے ابوبکر کے ساتھ
 رشتہ محبت قائم فرمایا تھا۔ اہل سنت چاہتے ہیں کہ آنحضرت کے نزدیک سوائے
 ابوبکر کے کوئی دوسرا محبوب نہ تھا یہ بالکل غلط ہوا۔ حضرت مصنف لکھ تو گئے مگر گھر نہ گئے
 کہ اس مضمون کو جو مائل دیکھنے کا وہ سمجھ جائے گا۔ کہ آنحضرت نے ابوبکر کے علاوہ
 میں داخل کیا تھا لہذا انھوں نے صفحہ مذکور بالا کے حاشیہ پر ایک نوٹ بھی منسلک دیا۔
 (ابوبکر و صاحبین کے قلوب میں جو عظمت اور محبت خداوند تعالیٰ کی ہوتی ہے اس کے ساتھ
 کسی دوسری محبت کی بالکل گنجائش نہیں رہتی۔ دوسری چیزوں سے اگر کسی درجہ پر محبت ہوتی
 ہے تو وہ بھی محبت الہی کا الٹا شعبہ اور اس کے تابع ہوتی ہے) مصنف کے نوٹ سے
 جبکہ اتفاق ہے۔ اہل اللہ کا قلب خدا کی محبت کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ اولاد و
 اصحاب کی محبت بھی قلب انسان میں ضرور ہوتی ہے۔ فطرت کے قلوب کو ان کی محبت پر سخن
 کروایا ہے۔ صاحبان ایمان و اصحاب ایمان ان کی محبت کو بھی جو کہ فطرتی ہوتی ہے وہاں
 خدا کا شعبہ جانتے ہیں اگر کسی غیر کی محبت منع ہوتی تو قرآن پاک میں یہ ارشاد تھا کہ (لا
 یلتخذ المؤمنین الاولیاء من دین و لا من دین)۔ الی آخر۔ یعنی دین
 لوجا ہے کہ سوائے دین کے کسی دوسرے سے محبت نہ کریں حضرت کے ارشاد کا صاف و
 یچ یہ مطلب ہے کہ اپنے ابوبکر کو یا کسی اور کو اپنا خلیل نہ بنیے۔ قرآن میں دیا عبارت عربی جو کہ مصنف
 ہے فانی تو کہنت متخذ خلیل لا یلتخذ ابابکر خلیل۔ یعنی اگر کسی سے محبت
 صداقت کرتا تو ابوبکر سے کرتا۔ اس جملہ میں خاص عام دونوں سے نفی پائی جاتی ہے۔
 یوں کہ گھر کر مصنف نے شام پر نوٹ دیدیا ہے حضرت مصنف ارشاد فرما میں جبکہ صاحب
 ماد آیہ بالا اصحاب اہدیت خدا ارشاد فرماتا ہے کہ دین میں سوائے دین کے سوائے

کسی کو حضرت پر اہم تھا کہ ملاقات یا ابو بکر سے محبت کرنے اور نیک طبع بنانے سے
انکار نہ فرمائے۔ معلوم ہو گا کہ ابو بکر یوں دیکھے اگرچہ سنی توجہ و تامل اول کے ساتھ وہی حال
کے جسے حکم ہر الفاظ واضح آیت میں دیا گیا ہے۔ علاوہ بریں مضمون نوٹ سے جو یہاں
ہے کہ جیسے آنحضرت نے ابو بکر کو اپنا محبوب و اق نہ بنایا تھا اسی طرح ابو بکر کے قلب میں بھی آنحضرت
کی محبت و محبتی و بھروسہ و محبت کے نوٹ کا یہ جملہ راہنما و ہدایتی کے قلب میں جو عظمت اور
عشرت خداوند تعالیٰ کی ہوتی ہے اس میں کسی دوسرے کی محبت کی بالکل گنجائش نہیں ہوتی
چونکہ ابو بکر عند اللہ تعالیٰ میں داخل ہیں اور یہ لفظ صدیق مقرر ہوا ہے صحابہ ان دنوں کا نام
نالی زبان جاری فرمائے ہیں۔ لہذا ان کے قلب میں بھی سوائے خدا کے اور کسی کی محبت نہ
چاہئے۔ انہیں ہے کہ نہ صرف قرآن کو بھیکہ نہیں پڑا جناب حدیث اپنے مقدس کلام میں
ایسا دریا کہ ہے قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة والقریٰ فی حق یعنی اسے
اپنی امت کے بعد وہ کسی تین رسالت کا کوئی اجورہ سے طلب نہیں کرتا اگر یہ کہ مرے اقربا سے
محبت و مودت اختیار کرو۔ اگر خلعت و مصداققت منجھتی تو جناب ہاری مودت و قرابت
امت کو ہایت فرماتا۔ ذہن و شمس صنف بڑا کرم فرمائیں کہ اقربا سے رسول کی محبت کو
اصحاب خصوص حضرت صدیق سفیر نبی طبعیت میں جگہ دی یا نہیں۔ اگر محبت اہل بیت داخل
لے اختیار کی تو ان کے قلب میں کہاں گنجائش تھی کہ محبت خدا کے ساتھ کسی دوسری محبت کر
سکتے ہیں اس سے ثابت ہو گا کہ وہ نہیں آہ سے ہر نصیب رسے خدا پر خدا و امت اللہ نام
دار و پرستندہ کہ اس نے ایسی خدمت پر امت کو قبول کر لیا جو کہ ناقابل التعمیل تھی حضرت
صاحب سے جو ہے مجھے ایسی باتیں کہہ دینے ہیں۔ جن کا سر سر نہاد و جہالت ہے اتفاقاً
معامرہ خیر کے وقت آنحضرت نے فرمایا تھا کہ کل یہ ظلم او کو دیا جائے گا جبکہ خدا دراصل دست
رکتے ہیں اور وہ خدا دراصل کو دست رکھتا ہے۔ صنف فرماتے ہیں کہ انبیاء کو سوائے خدا
کے کسی دوسرے کی محبت نہیں ہوتی اس کے صاف ثابت ہے کہ آنحضرت پر ہر کوئی دست رکھتے
تھے۔ اس سے معلوم ہو گا کہ آنحضرت نے ابو بکر سے مصداققت نہیں کی اگر چاہتے تو کر سکتے
تھے جیسا کہ علی کے ساتھ کیا راجح المطالب کے صفحہ (۲۸۸) کو طلبا و رجاء جناب صنف ملاحظہ

طائیں علی تسلیم سے دوسری وقت نظر ہوگی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عالم ان
 میں حضرت فاطمہ علیہا السلام کا عہد ہوا اگر سوائے خدا کے کسی شخص سے بطور جائز صحبت کرنا
 مہر نہ ہو جائے حضرت جناب سیدہ سے کہیں الفت کرتے ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے
 کہ ابیہ بن رید کہتے تھے آنحضرت سے اکثر فرمایا کہ تمام ان بیوت سے میرے نزدیک فاطمہ محبوب
 تر ہے اس جگہ سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت کو تمام ان بیوت سے صحبت تھی مگر الفت سیدہ کا بغیر شہادہ
 تھا اوس ہی کا آنحضرت باوصف قدمت ابو بکر دست رکھنے کے لئے اپنے کلبے پہنچے
 حبشہ کو بھی وقت شکر کے صحیح بنائی صحیح ترمذی واسعیاب علامہ ابن عبد البر میں صحیح بن عمر ویر
 سے نقل ہوا ہے کہ آنحضرت عمر بن خطاب فاطمہ اور مروان بن الحنفی سے زیادہ کسی کو دست نہ دیا
 تھے۔ ویلی نے بھی فردوس الاخبار میں اس معنی کو لکھا ہے۔ بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ کسی سے
 بطور جائز صحبت رکھنا کوئی عذر شرعی یا انہیں کر سکا۔ سب تعلیم صفت یہ امر بھی بخیر ہو گیا کہ آنحضرت
 سے ابو بکر کو اپنے احباب کی فہرست میں جگہ نہ دی تھی۔ طلباء کو اسکا وصیت الیخبر واقع دکھلا دیا
 جس سے وہ سمجھ جائیں گے کہ جس طرح آنحضرت کو ابوبکر سے محبت تھی اس طرح ابوبکر کے رفیق محبت
 مصطفوی کا کوئی اثر نہ تھا۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شہید یا بڑا سیدہ اور اس پروردگار کی قطع ہو جاتی
 ہے تو عزیز و قریب و بچا۔ مگر یہ نہ بھی مرین سے ملکہ نہیں ہوتے۔ ہر وقت اسکی حالت کے
 انگوٹوں میں رہتے ہیں اور ہاتھوں میں اس اور سسر ایسے ہڈیاں ہوتے ہیں کہ جس کا باپان نہیں کہہ
 سکتے کہ رائے نہیں سہاگ گشت نے ناگ میں آگ لگنے کا سخت اندیشہ جو اسے حضرت ابوبکر
 کی کسی بیٹی یا آنحضرت کی وفات سے رہتا ہے کا وہ عظیم کرنے والا تھا آج یہاں کے لئے کا
 چورانیہ تھا ایسے نازک موقع پر حضرت ابوبکر کو لازم تھا کہ ایک م حضرت سے ملکہ نہ پڑے
 مگر واقعات کچھ اور تھیں۔ حضرت اول جیسے بنی کا جنازہ چھوڑ کر بلاد بنی و کن کے علاقے
 آگئے تھے وہ انتخاب عمر عبیدہ کے لئے دوست لینے یا اپنے واسطے ان دونوں سے اپنے
 کے لئے سفید بنی باعدہ میں چلے گئے تھے۔ اس طرح حضرت کو اوس آخری شبیات
 میں جس کی صبح کو آنحضرت رحلت فرمائی۔ فرش باری پر دم کوڑا ہوا چھوڑ کر شہر سے دو تین میل
 کے فاصلہ پر ٹھہر بیٹھے۔ چنانچہ ذیلم صنف نے صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے ابوبکر نے عرض کیا

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بنت خاریجہ جو کہ حمل (سرخ) میں رہتی ہے اس کے پاس شب باشر
 ہونے کی یہ شب معروف ہے اگر اجازت ہو تو چلا جاؤں مصنف سے جان و مال ایسے خلیفہ پر ہر طور
 بار تصدق ہو جائیں جس نے نبی کے مرنے کی کچھ پروا نہ کر کے بی بی کی شب و صلت کو منافع نہ ہونے
 دیا حضرات طلباء جبکہ ادائے باتو میں بوجہ زیر کی وہ انسانی کھٹک جاتے ہیں ضرور یہ خیال فرمائیں کہ
 کیا رویہ کیا شخص تھا کہ داماد کو ایسی خطرناک حالتیں محسوس کر دے جو سے ہم آغوش ہونے کے لئے چلا گیا
 حضرات طلباء رجب نفرائیں جلد بزرگدان اہل سنت کو نواف کے نیچے کے حقیر پر پورا قابو نہ تھا
 و مراد از عضو تناسل (اوراق) آئندہ میں جگہ حقیر نے حضرت عثمان کے حالات لکھے ہیں وہاں
 طلباء کو معلوم ہو جائے گا کہ جس شب رقصہ زوجہ عثمان نے (جس کو اہل سنت نبی کی بی بی یکن کرتے
 ہیں تضاک) و حضرت ثالث نے کچھ پر نہ کی کہ میں میت (اور وہ بھی نبی کی محترم و دختر) تھی
 ہوئی ہے تمام رات ایک اونٹنی کو لئے پٹے رہے۔ چونکہ مصنف نے نہایت جا بجا ہی سو
 سیرۃ الصدیق لکھ کر طلباء کے لئے ایک ہدایت نامہ تیار کیا ہے نظر جہاں میں طالب علموں سے
 بغیر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ ایسے کو گونجی سیرۃ پر کار بند ہونا پسند کریں گے جنہوں نے وقت کفر
 نبی کے کنارہ کر کے و دایک میل کے فاصلہ پر بی بی سے خط نفاق اوٹھایا اور کچھ پروا نہ کی کہ
 میرے خداوند صفت میرے ہادی میرے پیشوا میرے داماد کی روح پر کیا القب ہو گا اپنی
 کے گھر میں کیسا کراہی رہا ہوگا ہائے یہ بھی خیال نہ ہوا کہ عائشہ کس اضطراب و پھینسی سے
 سرگرائی ہوگی کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ اس رات نبی کے گھر کا جو کہ گرم ہوا ہو یا کوئی ہوا
 ٹپک پر لٹا ہو مصنف نے لکھا ہے کہ انبیاء و صادقین کے ولیوں سوائے خدا کے کسی دوسرے
 کی محبت نہیں ہوتی حضرت ابوبکر کو اگر اپنی زوجہ سے انتہائی الفت نہ تھی تو نبی کو ہمسایہ مرگ
 چور کر حملہ (سرخ) میں ہگز نہ جاتے۔ اگر ابوبکر کو اپنی اہلیہ سے ایسی ہی محبت تھی کہ بے ادب کے
 رات کا شنی دشوار تھی تو لازم تھا کہ ہنہا دھوکہ دہلی صبح در دولت پر حاضر ہو جاتے مگر آپ حضرت
 کے مصال سے بہت دیر بعد وارد مدینہ ہوئے چنانچہ مصنف صفحہ (۳۵) سطر پندرہ پر لکھتے
 ہیں کہ (۱۲) ریسع الاول یوم در شب نہ وقت چاشت آنحضرت تھے رحلت فرمائی صدق
 ہے اس واقعہ پر غور فرمائی جائے خبر سنی تو غور اٹھوڑے پر سوار ہو کر اسے طلباء و ناظرین اپنا پتہ

نظر فرمایا اس طرح الاول روز الارواح کی شام کو حضرت ابو بکرؓ اپنی زوجہ بنت خراجه کے اشتیاق
 میں آنحضرتؐ کو رومی حالت میں چھڑ کر محلہ راسخ کو روانہ ہوئے تمام رات عیش و آرام میں بسر
 طبع صبح سے تا وقت ہشت یعنی ان کے آہنہ بچے تک اہلیست سے سرگرم اختلاط ہے جب آنحضرتؐ
 نے اس صبح الاول کو وفات پائی تو مدینہ سے ہر کارہ چڑھا کہ آنحضرتؐ کا وصال ہو گیا گھنٹہ میں
 وہ ہانکنا پانتا سر پہ خاک ڈالتا رو تا پیشانیہ کتاب جو چھوڑا ہو گا کہ اسے یا نثار رسول کے وصالت کی
 صاف خبر دی ہے نہ چوٹیاں ٹھنڈی کر دیں اور داپا جامہ اور لالہ دھڑلہ صہیکہ کر مٹھا لیا بیٹے
 فرمایا اس تعجبی کی کاچچہ چھوڑنے سے جلد چلے اور وقت انھوں نے سائیس کو حکم دیا ہو گا کہ گھولنا تیار
 کر و فروری انتظامات سے فانی ہو کر خدایاں خدایاں میں چھپنے ہو گئے حسابی طریقہ سے معلوم ہوتا ہے
 کہ تقریباً اٹھارہ گھنٹہ میں غلیظ کی واسپی ہوئی کیونکہ بارہ گھنٹہ رات اور چھ گھنٹہ دن اس ہی ٹول ہو گا
 ایسے کہ حضرات طلباء و فروریہ جا میں گئے کہ خلی سیرہ پر کار بند ہو چکے لئے مصنف نے انکو
 آمادہ کیا ہے وہ انہماکے عیش پرست اور نفس کے بل تھے انکے دلیس آنحضرتؐ کی محبت الہی ہی
 زنجیری کو جتنا دانہ سوزل ہوتا ہے بلکہ اسات کے مرصد تھے کہ نبی طبع میں قوم آزادی کے ساتھ
 لڑاؤ دینا سے بہرہ یاب ہوں تعجب کہ آنحضرتؐ مبتلا سے مرض الموت چل ادر ایسے متع پر ابو بکرؓ
 اٹھا رہ گھنٹہ تک پھر کر دیکھیں کہ ہمارے ہادی پر کیا گزری اگر جزیر گندہ پوختی تو نہ مسلم کتاب
 اپنی زور بہت فارجہ سے دست و بغل رہتے اہل سنت مخیرہ کہا کرتے ہیں کہ ابو بکرؓ نے دنیا و
 بی کسی کو دوست نہ کہتے تھے اہل الضاف ارشاد فرماتے کہ دوست الہی ہی ہو کرتے ہیں
 کہ ایک دوست سفر آخرت کے لئے اسباب باندہ رہا ہے اور دوسری بی سے ہم آغوش ہو کر
 بڑھاپے میں جوانی کے فرسے لہا ہے اس واقعہ عجیب و غریب کی نظیر میں سوائے حضرت
 ابو بکرؓ کے کوئی دوسرا دوست پیش نہیں کیا جاسکتا۔ طلباء اور دیگر الضاف پسندنا ظہری کو
 ایک اور معاملہ کھلاتا جو اس سے تمام رسالہ سیرۃ اور مصنف صاحب کی صدق کلامی ظاہر
 ہو کر ثابت ہو جائے گا کہ اہل سنت اعلیٰ بے جز باتیں کر سکا اپنے مذہب کی بے اندازی خود بخود
 ثابت کر دیتے ہیں مصنف صفحہ ۳۴۱ میں رقمطراز ہیں کہ جب حضرت کے مرض کو شفت ہوئی
 تو حکم جا کہ ابو بکرؓ غازیہ میں مارشہ سے فرمایا کہ ہندی کے والد بہت نرم طبیعت ہیں تو ان پر ہنسی

پڑھتے دیکھتے ہیں وہ امام کا بارہا دیکھنے کے لئے حضرت ابو بکر کی یا حضرت علی کی شان سے دیکھتے
 سنے لگتے مگر وہ غیب کی صبح تک آنحضرت کی حیات میں شرعہ نمازیں پڑھیں یہی پیکر کو نکلا
 پڑھا رہے تھے کہ آنحضرت پر وہاں شکر باہر تشریف لائے اچانک بیکر کے نمازیں جانب چلی گئیں
 اور ہر ایسی اپنا دانستہ دعا کیا کہ اس کے باہر تک آواز جاتی تھی حضرت ابوبکر اس کی حیات میں حضور
 کا امام جماعت بنانا نا قابل مایہ و نادر ہے کہ جبکہ عدیل و نظیر کوئی دوسرا شرف نہ نہیں ہر سنگ
 جس اہل سنت سے صاحب خلافت گھٹو کیلئے یہی کہے گا کہ حضرت ابوبکر کی آنحضرت کے آخر
 حقیقہ حیات میں پیش نمازی ادنیٰ خلافت کو درجہ صداقت پر پہنچا دینا ہے۔ میں اس کی گنجائش
 کرنا داخل طوالت سمجھتا ہوں کہ یہ وقت پیش نمازی کیا خیر ہے ایسا اس کی کوئی اصلیت ہے نہیں
 اس میں استدعا اختلافات ہیں کہ جن کا بیان نہیں۔ امام مہدی شامی بخاری نے جو کہ سترہ میں ہے
 اہل سنت میں داخل ہیں عالم پیش نمازی کے واقعات اور اس کے اختلافات کو بہت شرح
 کے ساتھ بیان کیلئے اگر اس کتاب کے طلبہ علم میں تو ایک اور در سال کا پتہ دیتا ہوں اور وہ
 بھی غامض کالج کا جناب بروہی شیخ ذوالحسین صاحب پر دفسیر کالج علیحدہ نے ایک رسالہ
 امامت ابوبکر کی محنت اور غیر محنت متعلق لکھا ہے اور اصلاح نمبر ۳ جلد ۱۲۸۰ بصرہ الاول ۱۳۳۳ھ
 پھر میں اس کی اشاعت ہوئی جو حضرات علماء اور کو ملاحظہ فرما کر کہہ دیں گے کہ صرف بارہا کا
 ذکر ہوا معنوں سے اہل بے بنیاد ہے بل ازین کہ حضرات علماء کتب مولانا کو ملاحظہ فرمائیں۔
 دیگر وجہ عقلی سے باطل کرتا ہوں۔ بقول مصنف شرعہ فتنہ کی نمازیں حضرت ابوبکر نے پڑھیں
 ان اوقات میں صبح صحابہ موجودہ مدینہ اور دیگر اطراف و مقامات کے مسلمان شریک جماعت
 ہوتے ہوں گے سپہیوں نے نیت نماز یہی کی ہوگی کہ نماز پڑھتے ہیں ہم جیسے ابوبکر صدیق کے درجہ
 قرین الاثر مگر انہوں نے کہہ سوائے حضرت عائشہ صدیقہ اور فلیحہ ازل کے محبوب علی
 انس بن مالک کے اس عظیم کالیک گواہ نہیں جیگہ دیکھو امامت کے متعلق (قال عائشہ)
 وقت نظر ہوگا اگر زمانہ قائد کے متعلق کوئی اور ہوتا تو سمجھ لیا جاتا کہ پردہ کی بات یہ پردہ والے چاہتے
 ہیں۔ نماز تو مسجد میں پڑھائی جاتی تھی جس میں شریک ہونے والے ہزار ہا آدمی تھے تعجب ہے
 کہ اس نئی امامت کی گواہ صرف ایک عورت اور وہ بھی امام زادی اور بھی ایسی کا اٹھاؤ

قالی کی سب سے اوّل سی سعادۃ دنیا میں جس کے تحت صحاح اہلسنت صحاح ابوسفیانی
 حکمران عورت کا خطاب ہائے نبوی جو کچھ معالامت نہایت اہم اور ذکر کا مقام ہے لہذا اور
 انشاء اللہ ایسی صفائی کے لئے کہ اباب شہور کا وہ جس کے قواعد عقلی سے کیسے پر بات صحیح
 نہیں ہو سکتی کہ آنحضرت نے عہد امامت حضرت ابو بکر کے عہد کے لئے کو قائم مقام وہاں نہیں
 فرمایا تھا ہر عاقل تو جہاں تک خوف کو دیکھ کر بے تامل کہہ دے گا کہ محض اقرار ابو بکر ثابت کرنے کے
 لئے یہ مضمون تراشا گیا۔

توجہ اول

اور اوراق اول میں مضمون بشرح دکھایا گیا ہے کہ آنحضرت نے وفات تک جاوید و زبیل
 شدت بیماری میں حکم دیا کہ سوائے علی المرتضیٰ کل مسلمان اور بالخصوص ابو بکر و عمرہ باغی
 رسول کے مقابلے چلے جائیں یا کہ مدینہ میں نہیں اس پر شرف قریش نے غل مجاہد
 ہم کو غلام زاد کی ماحمت کیا جاتا ہی آپ نے فرمایا کہ وہ مرتز و یک تم عرض میں سے افضل ہے
 بلا اعتراض چلے جاؤ اور جو شخص کہ میرے حکم سے تخلف کرے اس پر ہر خدا کی لعنت ہو مصنف نے
 بھی صفحہ ۱۸۱ البس پر تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت نے مرض وفات میں اپنی اسامہ ایک لکھی اور اگلی
 کا حکم دیا تھا جس میں مدینہ و بصرہ مدینہ کے نہ آدمی نافر وہو ہوئے ہے کہ آپ کی شدت علالت اور وقا
 ابوجہ سے روانگی نہیں کی البس ثابت ہوا کہ ابو بکر عین زمانہ وفات میں جبکہ آنحضرت پر شدت
 مرض تھا اک غلام کے تحت بنا کر مدینہ سے باہر جانے کے لئے مامور کئے گئے تھے یہ ہر ہنسوجی حکم
 اقل عہدہ نماز اذ کو کب دیا گیا مولیان ابو بکر پر لازم ہے کہ اس بات کو آنحضرت کے کسی حکم
 سے وہ کلامین کہ بالفعل رد اگلی شکر تلوی کی جاتی ہے مامورین سے ابو بکر کو کمال کر محراب سجین
 نماز پڑھانیکے لئے کھڑا کر دیا جائے مصنف ارشاد فرمائیں کہ بارہی کے زمانہ میں ناکیدی حکم ابانگاہ
 نبوی سے صادر ہو کہ سوائے علی مرتضیٰ کے سب چلے جائیں جب صحابہ کو عرض کریں کہ ہم شہر مدینہ
 اور افسر غلام زادہ او سو قتا آنحضرت فرمائیں کہ یہ شخص میرے نزدیک سے علی و افضل سے کہنے
 آج ہی غلام کی ذلت مانتی اختیار نہیں کی اس سے پہلے اسامہ کے پانویں ابجداری کا عندہ تھا

میں سے اس کے الگ ہی حکم ہو گئے اور میرے حکم کو اٹا کر تو میری رعیت میں
کوئی مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ آنحضرت اپنے وقت وفات کے واقف نہ تھے
کیونکہ وہ کسی لشکر سے پہلے دوات و قلم کے مقدمہ میں آپ لفظ وجد ہی فرما کر اپنے وصال سے
خبردار کر چکے تھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والے ہونے کے سوائے ابو بکر کے کوئی دوسرا
امامت نہیں کر سکتا تو تین روز قبل از وفات آنحضرت سے نکل جانے والی امر نفی کے پاس سے
کا کیوں حکم دیا جانا واقعہ یہ ہے کہ دوات و قلم کے پیش میں جب ابو بکر اور عمر اور ان کے سازش
نے باہمی سازش کر کے بنی کو امر حق کے ظہار سے روک دیا تو حضرت نے حکم دیا کہ دو موغنی (میرے سے
اوجھ جائے چونکہ انکا اخراج نہ نظر تھا اس قضیہ کے بعد حرم سرور سے بھی شدت بباری میں یہ
رو بکار نکالا کہ سب بندہ چور کر فوراً نکل جائیں کہ یہ لوگ رو حکم نبوی مدینہ سے باہر نہ گئے دیر اور دیر
مثل عجمان استہارہ چیتے پہرائے جب حضرت کی وفات ہو گئی فوراً اکھاڑے میں آکر دسے وقت
اتراح سے آخر حیات تک آنکھوں کے روتے منور پر نظر کر نیکام و قح ہی نہیں مابہر حکوم یا امامت
جو کرے اور منت کی ناز پر یا کیونکر ہو سکتا ہی حضرت مصنف پہلے خارجہ چون کا داخل ہونا ثابت کر لیں
زان بعد صلیہ درست کریں طالب علم بیچارہ حقایق معلوم کو کیا جانیں اون کے سامنے ایک خرز
آدمی نے کوٹ بنیوں پہن کر جو کہدیا اسکو حکم آسانی سمجھ کر روح طبعیت پر نقش کر لیا نازک خیال
طلبا، بولازم ہی کہ مصنف صاحب کے ولت خاتمہ ہر جا کر دیا فت فرامین کہ حضور دوات قلم کی طلب
سے پہلے رو انکی لشکر اسکا حکم یا کیا تھا یا کہ بعد اگر ان میں یا کیا تھا تو یہ لوگ کیوں شریک نہ ہوئے
کیا کوئی امتناعی حکم حضرت نے شایع فرما دیا تھا کہ بالفضل لکے ہو گا رد اب کر وادھو حضرت
ابو بکر و عمر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین ناز و غیرہ میں ہی شریک نہیں ہوئی پھر انہوں نے مدینہ
میں رہ کر کس خدمت اسلامی کو انجام دیا ہو کہ تعجب معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت وفات سے تین دن
پہلے ابو بکر صاحب کو اسامہ کماخت کے خارج البلد ہو چکا حکم میں بصورت عدم میل متعلقین چٹانیا
لعن الکاذبین اور پھر بلا منسوخی حکم خود عہد امامت دیکھی پس فرما کر خود ہی اقتدار میں برآمد ہو گئی کسی
شائستہ تفسیر سے اسکو جاری و بین نہیں کر دیکھے مرنے میں آجواور لکے مذہب کو غلط اور بے بنیاد سمجھ کر
اول لوگوں سے جا کر باتہ ملائیکہ جو کہ معاملہ امامت ابو بکر کو بدلانے شایہ غلط بتلائیے ہیں

توحید دوم

کھینچی وجہ خاص کے تمام ملاؤں کی عادت تھی کہ بیچکا زمانہ آنحضرت کی عیسا مسیح نبوی میں جو کہ عیسائی
صرف ایک ہی تھی نماز پڑھ کر نے تھے جبکہ حضرت یار نبوی نے بقول المہنت ابو کریم نے اوقت کی نماز پڑھ کر
ان نماز و عین النصار ہی ضرور شریعت نے ہونے کے لیے کہ ابو کریم بقاعہ معراج حضور پر نور نماز پڑھا ہوا ہے کہ
اوہوں نے یہ نصیب کیا ہو گا کہ یہی بزرگ کو لائق جانشین سمجھا کہ حضرت نے عہد امامت عطا فرمایا اور جس کے
النصار نے ایسی ظاہری علامت دیکھی جو دعویٰ خلافت کیوں کیا اگر حضرت ازل کے کسی وقت خاتم الانبیاء
ہوئی اور حضرت نے بھی اول کیا مقتدی ہو کر پڑھی ہوئی تو وہ اگر وہ النصار کی تریعت قرآن میں موجود جمعی صلی
خلافت میں اپنے پلیر ہی نہ کرنا تو فیکہ النصار کا بدکشی اور ناقص کوش ہونا بت کیا جا کوئی دوسری بات
نہیں ہی سکتی علاوہ میں یہ بات ایک دآدمی کے معاشقہ کی نہ تھی اسکے گواہ ہزاروں ہزار ہوں سکتے تھے کہ کوئی ایسی
سے کیا جائے کہ ایسے عظیم کفر ایک گواہ اور وہ بھی عائشہ صاحبہ کو کہ وہ ہر شے کے لباس سنی ہے ہر ایسا رشتہ نہیں

لوگوں کو

ہر مقرر کا قاعدہ ہے کہ اپنے مخالف کے سامنے ایسی بات پیش کیا کرنا ہی کہ جس کا جواب بجز سکوت
 اوس کے پاس کچھ نہ ہو جبکہ سفید میں انصار نے نصیغہ خلاف کے لئے چرا ڈالیا اور حضرت ابو بکر و
 عمر امت کے ڈوبنے والی کشتی کو کہ خلاف انصار سے اب پر پہنچ جاتی جہاں بچہ مصنف نے صفحہ
 ۷۷ پر لکھا ہے کہ انصار سفید میں درباب خلافت کھڑو کر رہے تھے خبر دار نے ابو بکر و عمر کو خبر ہو گیا
 کہ اگر امت کے بچا نیکی ضرورت جو تو بجا تو میں اس کے کہ کام وقت سے نکل گیا کہ ابو بکر و عمر
 کو روانہ ہو گئے اور ابو بکر و عمر وہ امت تقویٰ کیا گیا تھا تو وہ انصار سے کہتے کہ کیا ہو گیا
 بات جو میں نے حکم ان سرور امت نماز کی نہ ہی ابو بکر نہیں بلکہ وہ وقت اب حال جا شریک ہوئی اور
 افتد کیا حتی کہ خود شاہ کوں و مکان نے میرے چچی نماز پڑھی میری امت تو نبوت پر فضیلت
 رکھتی ہے آخر میں عالم سے کوئی مقدسی مقدس کا مقدس اس لئے میرے نہیں ہو کسی نبی
 نے اپنے صحابی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی خدا نے بہ شرف اس حضور ہی کو عنایت فرمایا ہے

علیؑ حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ کو مدعو کیا گیا کہ آپ اپنے مکان پر آئیں اور حضرت امیرؑ کے ساتھ بیٹھ جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک کہ میں اپنے مکان پر نہ آؤں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک کہ میں اپنے مکان پر نہ آؤں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک کہ میں اپنے مکان پر نہ آؤں۔

توحید و توحید

یہ توحید الہی قوی ہے کہ اگر تمام عالم کے علماء و مشائخ و مفتیوں کے مددگار ہو جائیں تب بھی توحید کی گرفت سے اوٹ نہ رہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک کہ میں اپنے مکان پر نہ آؤں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک کہ میں اپنے مکان پر نہ آؤں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک کہ میں اپنے مکان پر نہ آؤں۔

رہتی ہیں۔ طلباء و طالبات مصنف سے پوچھیں کہ اگر بغیر من محال ابو بکر صاحب
نے امامت کی تو چودہ وقت کی آپ سترہ کس حساب سے فرماتے ہیں۔
کالج میں چونکہ ریاضی اعلیٰ پیارہ پڑھائی جاتی ہے طالب علم سلیٹ لے کر
تفریض حقیر کی جامع کر سکتے ہیں ہمیشہ عشاء سے انوار کی طہیرین تک جب
طلباء حساب لگا لیں گے انشاء اللہ چودہ وقت سے زیادہ پناہ لیں گے۔

ناظرین گہرا بین نہیں اس سے ہی تیز تر مضمون پیش کرنا ہوں تحریر باتیں
سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ دو شنبہ کو حضرت نے قضا کی اوسیر و زکی صبح
کار است کو مصنف یہ واقعہ صفحہ ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ ابو بکر نماز صبح پڑھا ہے
کہ آنحضرت پردہ اٹھا کر باہر نکلے لائے اور ابو بکر کے داہنی طرف بیٹھ کر نماز
پڑھی اور اس زور سے وعظ کیا کہ مسجد سے باہر تک آواز گئی عقلائے اہل سنت
سے بکلف پوچھنا ہوں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ جو شخص سترہ بخوری پر سترہ عشرہ سے
بڑا ہوا ہو نماز پڑھانے کے لئے بوجہ بیطاقتی اپنا قایم مقام مقرر کر دے
وہ مرنے سے دو گنہہ پہلے گہرا پردہ شہار مسجد میں چلا آئے نماز پڑھے
چلا کر وعظ کہے اور پھر گہر میں جا کر مرے۔

مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ ابو بکر حضرت سے رخصت ہو کر محمد
دستخ میں چلے گئے رات بہرنی بی کے ساتھ مشغول عیش و راحت ہوئے
دو شنبہ کو بوقت چاشت جلوت فرما گئے تو اذن کو اطلاع دی گئی
وہاں سے سوار ہو کر وارد عسرا خانہ ہوئے تبوڑی دیوہ پھر کر اعمت
کی غرق ہونے والی کشتی کو بچانے کے لئے متعین میں چلے گئے اب فرمایا
کہ صبح کی نماز کون پڑھا رہا تھا جس کے داہیں جانب بیٹھ کر حضرت
نے نماز پڑھی سچ ایک فطری بات ہے اوس میں کبھی غلطی نہیں ہو سکتی
اور جھوٹ چونکہ خلاف فطرت ہے کیا ایسی ہو سکتی کہ بولا جائے کوئی نہ
رخت ضرور پڑ جاتا ہے اس پر اسنے شریعت نے.....

صاحب دلاء علی گڑھ میں کسی مکمل کو مضمون مشعلق یہ نماز دکھلائیں اگر وہ میری جرح کو باطل کر کے ثابت فرمادینگے بقول مصنف ہو سکتا ہے کہ ابو بکر صبح کے وقت محمد (سبح) میں ہی ہوں اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھائی ہو تو میں اپنی جرح واپس لے لوں گا عجب نہیں اس واقعہ خلاف عقل کو صدیق کا صحرا بھجا جائیگا کہ ابو بکر صاحب کی لادت کا معاملہ سرحد پر تھا اور بنیاد اگر مصنف کچھ اضافہ فرمائیں گے تو جیسی ہرانی میں غرضی تجارت ہو کر کبریٰ کی لائے لکھنے کے لئے قلم بدست نہ ہونگے ۔

توجہ

مسلم و بخاری جو کہ ائمہ کے یہاں معتبر ترین کتب سے ہوتی ہیں کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ ابو بکر امام تھے اور آنحضرت ناموم البتہ صحیح لسانی و ترمذی وغیرہ میں ایسی روایتیں وارد ہوئی ہیں کہ رسول خدا نے ابو بکر کے پیچھے مرض الموت میں نماز پڑھی کہ امام عینی شارح بخاری لکھتے ہیں اس میں بھی بہت اختلاف ہی شعبہ اور زاویدہ بن قدامہ واقعہ نماز کے راوی ہیں اونہیں خود اختلاف ہی شبہ کہتے ہیں کہ آنحضرت مقتدی تھے زاویدہ کہتے ہیں یہ نہیں وہ امام تھے عاصم راوی ناقل ہے کہ ابو بکر ناموم تھے نعم کہتا ہے کہ امام تھے ابو جہاتم کا بیان ہے کہ رسول خدا کو دو کنیزیں زانخانہ سے دروازہ تک بین وہاں سے حضرت عباسؓ و جناب امیرؓ نے حضرت کو مسجد میں پہنچایا اور قطعی اپنی سنن میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا کو آسمانہ اور فضل مسجد میں لائے سہیلی نے بھی یہی ذکر کیا ہے مہر مرقی نے جو حدیث نقل کی ہے اس کا یہ مضمون ہے کہ بریدہ اور نوہ حضرت کو لایا امام سلم اپنی صحیح میں انس سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول خدا باہر نکلتے ہی نہیں لائے جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو ابو بکر امام بن کر جماعت کراتے تھے اور حضرت لیٹے لیٹے پردہ اٹھا کر دیکھ لیا کرتے تھے تاہن کہ اپنے ایسی حالت میں انتقال فرمایا مصنف لکھتے ہیں کہ دو شبہ کی صحیح کو حضرت ہذا اٹھا کر سجدے میں گئے اور بہت زور سے وعظ کیا اور اوسے دو شبہ کو وفات ہوئی مگر شہد پریشان خوانین رگرت تاجر

حسب مسائل میں قضا خلافت روایا اور لوگوں کی کلامی کتب سے لیا گیا ہے۔

توجیحِ ششم

بپاس خاطر مصنفین تسلیم کیے جاتا ہوں کہ حضرت ابو بکر نے نماز پڑھائی تھی تو اس سے اوّل کا
 خلیفہ ہونا کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے قبل از امامت ابو بکر ابن کثوم صحابی کو جو کہ نابینا ہی تھے بہ
 روایات اہل سنت حضرت کے نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا اور وہ پڑھاتے تھے کہ آج تک کسی
 سنی نے نبیائے امامت اوّل کی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا سو اسی ازیں اوّل اور ابوبکر میں
 جن میں صحابہ کرام جاتے تھے آنحضرت مدینہ منورہ میں رہتے تھے جکو (مصر) کہتے ہیں اوّل
 میں کون نماز پڑھاتا تھا بہر حال صحابہ جو وہ میدان جنگ کوئی کوئی امام ہو جاتا تھا
 قریات و قصبات و دیگر مواقع بیرون مدینہ میں جو مسلمان رہتے تھے وہاں ہی عبادت کرتی
 تھی عہدِ خلفاء میں خالد بن ولید اور سعد بن وقاص و دیگر سرداران لشکر نے نماز پڑھائی ہے
 یہ ابن تغری برب کو سنی خلافت سمجھنا چاہا مگر اس وقت تک کسی سنی نے یہ دعویٰ پیش نہیں
 کیا کہ اٹھارویں صدی ہجری میں خلافت اہل سنت کا یہ سیدھی صلہ و خلف کل ہو فاجوینی
 نماز جماعت ہو خواہ امام سنی و پرہیزگار ہو یا اکیسار و ناسیجارتیج کہ حضرت مصنف و دیگر اہل
 البی خفیہ اور ایک علامت سے ابو بکر صاحب کسرمقدس پرانہ شہری اور ریاست عظمیٰ
 کالج رکھنا چاہیں صفحہ دوم ۳۱ پر حسب طرحت اول مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ دو شہر
 کی حکومتیں کچھ دیر پہلے آنحضرت نے بہت جمع اور جبار و عطا فرمایا وہ و عطا یہ تھا کہ اُسے
 لوگوں کو آگ روشن ہوگی اور فتنے اندمیری رات کی ٹھون طرح چلائے ہیں بخدا اپنے تبلیغ
 رسالت میں کمی نہیں کی خدایا کو حلال اور حرام خدا کو حرام و حلال کر کے بتلادیا میرے ذمہ
 کوئی مطالبہ نہیں، علی خاں طالب علم اور دانائے روزگار مصنف میرے عرض کرنے سے
 نہیں خود غور فرمائیں آنحضرت سفر آخرت کر رہی ہیں صحابہ کو سمجھاتے ہیں کہ میں جس خدمت
 پر مامور ہوا تھا اسکو پورے طور پر انجام دے دیا کسی بالکوبیان کرنے سمجھانے سے اوٹھا نہیں لکھا
 تمہارا کوئی مطالبہ مجھ پر نہیں ہے جو آنشرفقہ کو روشن ہوئی ہو اور اسکے دل کے مثل

سارن بہادرون کی گٹھائے اندر سے ہر سب بدل چکے آئے ہیں اگر تلوک کا وس الگ میں کر کے اور
قدح کی تار کی لئے ٹکڑا کر کے چاہ خداست میں ڈال دیا اوس کا ذریعہ دار میں نہیں ہوں
مخبر خود خدا کے سامنے جو بدہ ہو گئے کیونکہ میں نے ہر خشک تر سے ہم کو آگاہ کروا چو نکہ اوس
روز سب بدل یا صفت ہو کر اسلام کا ہدیہ گیر رونق افروز ہو اہنا مقتضائے وقت کو
پہننا کہ اوس وقت کو آنحضرت لمولہ از اوار الہی بیان کرتے نہ کہ اسے مسلمانوں آگ
روشن ہو گئی اور اس کوہ آتش فشان سے فتنہ و فساد کی چکاریاں اندھیری رات کے
مظہور کی طرح نمایاں ہو نیوالی میں جناب مصنف اور طلباء و الضاف فرامین کہ اولن ایک
طعن ڈال کا جن کی خبر آنحضرت نے دی تھی وقوع ہوا یا نہیں اور اگر ہو تو وہ تاریکی کیا تھی
جو کہ نور نبوت مثل ہر سپاہ جہاگئی حقیقت نے رسالہ ہڈ کے دوران ابتدائی میں وہ چند باتیں
لکھ کر دی ہیں جن کو آنحضرت نے خرمن اسلام کا چلائو لا تھا یا ہے ہر خشک وہ بہت
باتیں ہیں سب کو ناظر بن ملاحظہ فرما چکے ہیں اعادہ کرنیکی حاجت نہیں صرف ایک
بات لکھ رہا ہوں خذ لہذا اور ابوذر غفاری و حضرت امیر سے آنحضرت نے بردار
صحاح و مخصوص صحیح مسلم بیان فرمایا کہ عنقریب شیطان مسلط ہونے والے ہیں
وہ لوگ خلافت کو بد راہ کر کے ہلاکت کے تاریک گدھے میں ڈالینگے مسلمانوں کو لازم ہے
کہ اون شیاطین کے مقابلہ میں صف رائی مگر بن ہٹڈے ل سے اچکی جرو نقدی کا کوہ عظیم
اپنے سر پہلو و تھالیں مصنف و طلباء و ارشاد فرامین کہ وہ کو بن شیطان تھے خلی خیر صادق نے
دی تھی ہر چند کہیں پورے طور پر اوراق الہین میں ثابت کر آیا ہوں کہ وہ سلطان سیران
انسان صورت ہی بزرگوار تھے جو کہ خلافت استحقاق بعد نبی مسند اسلام کے پال کر نیوالے ہوئے
منظر توضیح مطلب اس موقع پر دو ایک باتیں اور لکھ دیتا ہوں صاحب کوہ المصلح نے مسلم و
بخاری کے حوالے سے صفحہ ۵۴ پر عقیقہ بن عمر سے روایت کی ہے آنحضرت نے اپنی صحابہ
فرمایا مجھ کو یہ خوف نہیں ہے کہ بعد میرے تم شرک ہو کر تو کو پوجے لو گے کہ خوف یہی کہ جس
دنیا تمہاری طرف دئے تو جو کر ملی تو تم لغنائت سے ایک دوسرے کے قتل پر کھڑے ہو
جائے ایسے ہی کتاب الرافق کے صفحہ ۵۹ (۳) پر عمر بن عوف سے نقل ہوا ہے

حضرات اہل سنت کی عادت یہ کہ اپنے ہمدرد صوفی خلفاء کے بجائے کے واسطے جھگڑا کرنا
 کہتے ہیں کمال اخبار سے فرید و دیگر اشعار پر مبنی اشعار میں لفظ اور مطلع و مطلع کر کے
 لے میج مسلم سے ایک ایسی حدیث نقل کئے دیتا ہوں کہ جس سے ہر جاہل مان سنے گا کہ
 تمام اخبارات جن میں شیاطین اور اہل فتنہ و مناد کی جہنمیں نار و برقی ہیں اور کافیات
 فرید و غیرہ سے نہیں ہے بلکہ خاص حضرت ابو بکر و عمر و عثمان سے صحیح مسلم و ابن کثیر و
 العاص سے مروی ہے (ان رسول اللہ صائم قال اذا فتحت علیک خزائن الدار من الدار و الموی
 قوم انتم قال عبد الرحمن بن عوف کما امرنا اللہ تعالیٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلا کل من افسون تم
 متحاشون ثم تدبرون ثم تباعضون) اور ایک روایت میں ہے (ثم تطلقون الی ساکین
 المهاجرین فتلون بعضهم علی بعض بعض یعنی آنحضرتؐ فرمایا کہ اسے عبد الرحمن جبکہ
 ایران و روم کو خزانے تمہارے ہاتھ میں آئیں گے اس وقت تم لوگوں کی کیا حالت ہوگی
 اس نے جواب دیا کہ جو اللہ کا حکم ملے اس کی اطاعت کریں گے حضرت نے جواب دیا کہ تم
 ہرگز اس وقت جادۂ ایمان پر تیار نہ رہو گے بلکہ بائیکاہ و جہد و بعض و عداوت و بغاوت و بغیہ
 کر کے فرماؤ مهاجرین کے گھر و پنجرہ جاؤ گے اور ایک دوسرے کی گردن مارنے پر آمادہ ہو جاؤ
 طلباء و مصنف کتب و تاریخ و احادیث کا ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیں کہ ملک دم و فخر میں
 زمانے میں فتح ہوا جن اوقات میں ممالک مذکورہ بالا و دوسرے اسلام میں داخل ہوئے وہی وہ
 مسلمانوں کی ان حرکات کا ہے جس کا ذکر صحیح مسلم سے اوپر کیا گیا جو صاحب تحقیقات فرمایا
 اوپر واضح ہو جائے گا کہ ممالک مذکورہ بالا خلیفہ اول و دوم کے زمانے میں اہل اسلام
 زیر تصرف آئے ہیں اب انگریز مانتا ہے کہ جن فتنوں کی آنحضرتؐ نے جہادی تھی وہ سب
 انہیں کے اوقات حکومت میں وقوع پذیر ہوئیں یہ اسد کرتا ہوں کہ حضرت طلباء و مصنف
 کہہ سکیں کہ حضرت اپنی مرتبہ سیرۂ کو مایوس بھیجے ابو بکر و عمر و عیسیٰ باکی سیرۂ علی کرنا و سکو
 زیبا ہے جبکہ شیطانی بننے کی ضرورت ہو۔ ہم پیش خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانا
 جس کا جس پر ایمان روم و ایران نے خزانوں پر تصرف کرنا باطل و ظلمان کشادہ کیوں کر
 تھے

حضرت علیؓ و خیر بنی امیہ نے علیؓ کی تصریحات پر نظر کر کے فیصلہ فرمایا
 جو تین گنجینے بنائے گئے ہیں وہ ہی ادن کے علامے آعلام نے لکھیں امام غزالی
 رازی تفسیر کبیر کی جلد چہارم میں صفحہ (۵۶۳) پر جو عربی عبارت لکھتے ہیں اوس کا اردو میں
 خلاصہ یہ ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت ہوئے تو اپنے خدا کی عبادت اور عباد
 نیک اختیار کر سکی مسلمانوں کو ہدایت کی سبھوں نے حضرت کی اطاعت اختیار کر کے
 باہمی عداوت اور شونت کو چھوڑ دیا۔ مگر بعد وفات آنحضرت جب ابواب دنیا و آخرت بند
 ہوئے تو اپنی قدیم چال پر پلٹ کر غریزی کرنے لگے یہی مصنفین امام غزالی
 نے ستر عالمیں میں لکھا ہے کہ جب اصحاب نے مالک کا قلع ہونا خائن کا بارہر سے ادا کیا
 تو ادلی کی آئینہ گلی میں عیسائی کو لڑکر خواہش فغانی کے تابع ہو گئے۔ علامہ تفتازانی بھی یہی
 لکھا ہے کہ اصحاب بنی و جور سے حد و ظلم پر بھونچ گئے تھے۔ علامہ موقوف نے ادن میں غلو م طلبوں
 اہل بیت کو پیش کر کے لکھا ہے کہ سولہ دیگر تنبیح و تنبیح کے جو بارہا اہل اصحابؓ کا نشان
 دہ کر کے کیا ادن کی گواہی جمادات و نباتات دہستے کے لئے تیار ہو جائیں گے
 کیونکہ وہ ایسے علانیہ ستم ہیں جنکو کوئی پوشیدہ نہیں کر سکتا۔

حضرت ابوبکر کے اس موقع تک کچھ مختصر حالات لکھے گئے اور انشاء اللہ آگے لکھے جائیں گے
 مگر چونکہ مصنف نے تحریر فرمایا ہے کہ قرن اول کے مسلمانوں کے حالات قید قلم میں لائے
 جائیں کیونکہ وہ لوگ بہترین مخلوق آہی تھے اونکی پیروی ہر مسلمان پر فرض ہے وہ بزرگوار
 ان بیانات سے محفوظ تھے جیسے ناد حال کے سلطان مبتلا ہیں۔ مختصر کیا یہ دعویٰ ہے کہ موت
 کے اکثر مسلمان حکم (دائرہ نما ستقین) بدترین غلایق تھے آہیں صاحبان ایمان بہت کم تھے
 اور دیندار اقل قلیل جب قدر اسلام میں خرابیاں ہوئیں اور تا قیامت ہوں گی وہ سب انہیں سلاوا
 کے اہتمام سے ہوئیں جن کو باقیہ مصنف اسلام علی کا منظر بتلاتے ہیں۔ طلباء چند ورق مولف کے
 دیکھ لیں آنحضرت کو لڑائیوں میں جو کرا و سولت کے مسلمان بھاگے۔ دینی لڑائیوں میں انہیں
 بزرگوار دل نے کوئی حقہ نہ لیا۔ اولاد کفار جو کہ بعد میں مسلمان ہوئی۔ بوجہ عدم قتل کفار انہیں
 لوگوں سے پیوستہ رہی جنہوں نے دینی لڑائیوں میں کوئی غایاں کام نہ کیا تھا۔ تقسیم سوال

تمام میں وہ ہی لوگ حضرت کو غیر عادل کہتے رہے تھے۔ جبکہ انہیں اسلام قبول کرنا تھا
 جاتے والے بھی وہی حضرات تھے وصیت آخری کیے کی روک اویں سے منع ہوئی۔ رسول
 کو یہ وہ کہنے والے وہی لوگ تھے۔ حضرت کو بے کفن و عنجبور دینا اویں کا فعل تھا
 پرگ لبکاوی زمانہ کے حضرات تھے۔ بخلاف حدیث ثقلین اہل بیت رسول کو حکوم ہائے میں وہ
 ہی بزرگوار کو نشان ہوئے جس کو آل نبی سے ضبط کر نیالے وہ ہی قرار پائے اولاد رسول کو
 بجا لغت احکام قرآن وراثت نبوی سے محروم کر نیوالے وہ ہی صاحب تجویز ہوئے قرآن و
 و احادیث رسول اویں کے اہتمام سے آگ کی نذر ہوئے۔ تبرسیدہ اویں کی حکومت میں
 نظر ظالم سے بھٹی گئی۔ امام حسن علیہ السلام کے جنازہ پر تیروں کا مہندہ اویں وقت برسیا گیا
 حضرت علی سے اوسی زمانہ کے لوگ برسر پیکار ہوئے آنحضرتؐ کی صلی اللہ علیہ وسلم کی انتیجہ
 قیامت میں ندامت ہو اویں کو کھنکھایا۔ انسان صورت و شیطاں سیرت کا خطاب بالکام
 نبوی سے اویں کے لئے دیا گیا۔ شرک خفی کا حامل اویں کو آنحضرتؐ بتلایا۔ حضرت
 خدیجہ و حضرت ابوذر غفاری و جناب امیر علیہ السلام کو اویں کے اوقات حکومت میں امر
 بصیر کیا گیا۔ بہرہایت بخاری اوسی زمانہ کو ہدیفہ نے دور کفر کے ساتھ تعبیر کیا پیش
 شہدائے اُحد جن لوگوں کے بایمان مرنے پر آوائے شہادت کے آنحضرتؐ مصافحہ فرمایا
 وہ اوسی قرن کے ذی فترت مسلمان تھے۔ بنی کا خاندان کر بلا میں اویں وقت برہاد ہوا۔ رسولؐ کے
 گھرانے کی عورتیں سر بازار اسی وقت بھرائی گئیں۔ کعبہ معظمہ اسی مبارک قرن میں حلا گیا۔
 مسجد رسول۔ و جوش و کلاب کا مسکن بھی ہوئی۔ ایک نہر ان کا کھدائی اہل مدینہ کی آبی
 وقت میں حال حل حرام ہوئی۔ اسی وقت کے مسلمانوں کو جو کہ صحابہ رسولؐ کہے جاتے ہیں
 فرشتے ہوئے۔ کسان جنہم میں یجائیں گے۔ روم اور ایران فتح کر کے وہی لوگ جانشین اسلام
 کے چاک کرنے والے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حملہ باخلاقیاں مسلمانوں کے طبایع میں
 اویں وقت مرتکز ہوئی تھی کہ باقیہ مصنفات ایسے پر مکر و فریب زمانہ کو بوجہ یاد فرما کر
 ناقص طلباء کو جہالت کے جال میں پھنسانا چاہتے ہیں گو کہ اس تحریر کا علاقہ حضرت ابو بکر
 کی ذات مخبہ صفت سے ہے مگر میں نے بہ نظر توہینج مطلب مصنفات حضرت عثمان و دیگر

صحابہ و شیخان کے حالات بھی عجیب و غریب بیان کر دیے ہیں مگر کتب میں ان کے کمال نہیں ملتا
 جن میں موبیل کہے جاتا ہے۔ لہذا یہ نظر و توجہ طلب ہے اور حالات صحابہ کرام
 انکا بچنی واضح ہو جائے کہ باخبر مصنف کس درجہ قرن اول کے لوگوں کی مطابقت پر مبالغہ کر رہا
 ہے اور فراموشی کے لئے برسرِ راستی ہیں ہر چند کہ حضرت عمرؓ کے اکثر معاملات میں حضرت اول کے غالب
 شریک ہیں جبکہ زیادتیان خاندان نبوت پر نہیں آئیں ابو بکر و عمر ایک دوسرے کے مشورہ
 تھے مگر بعض باتیں خاص حضرت عمرؓ سے علاقہ رکھتی ہیں لہذا ان کی خصوصیات اور دیگر اہل
 کے بعض حالات محاذِ اکمل کرتا ہوں۔ قاعدہ یہ کہ جب کسی کا کوئی عزیز ہوتا ہے تو حکم طبیعت
 اور کد و ناظر و ناہ ہے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے انتقال فرمایا تو ان کی ہنس اُم زد کے حبیب
 روزِ شروع کیا اس وقت حضرت عمرؓ تختِ خلافت پر جلوہ فرما ہوئے والے تھے تاج پوشی
 و مسند نشینی کے وقت وہ گریہ بہ گونگی معلوم ہوا اولِ مخالفت کی گئی کہ اس وقت رفاہ ہونا
 موقوف کرو مگر جب وہ رد کے سے نہ رکی ہشام کو حکم دیا کہ تم میں ہنسر بکڑ لاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی
 ہوا مصنف عزائے اُنکا کرتا ہمارا کہ اسید کا دل جانتا ہو گا دیکھو جلد دوم تاریخ کامل صفحہ (۶۱)
 حضرت عمرؓ کو اس بارہ میں کمالِ تمام تھا کہ کوئی عزیز مردہ میت کے گریہ و زاری نہ کرے رسالہ الشہس
 جلد پنجم نمبر پانچ کے صفحہ (۳۶) پر لکھا ہے کہ بخاری شریف کے صفحہ (۱۴۵) پر درج ہے
 کہ حضرت عمرؓ مراد میں شخص کو عسا سے مارنے اور منہ میں تیر پڑتی جو کہ اپنے یگانہ کے رہنے پر رفا تھا
 طلباء و اوراقِ بادلبں میں دیکھ چکے ہیں کہ جناب سیدہ کے رونے پر مسلمانوں نے بایں شدت
 گراہنت کی تھی کہ آخر کار ان کو گھر چھوڑ کر بیرونِ مدینہ روئے کیواسطے جاتا ہوا جس کا نشان
 زامیر بن مدینہ منورہ کے لئے اب تک بیت الاحزان موجود ہے ہمارے جس قرن کے لوگوں کو
 انتخاب کر کے مصنف نے طلباء کے سامنے پیش کیا ہے وہ زمانہ اور اہل زمانہ ایسے تھے
 کہ ان کے اذقات حکومت میں بہ تقضائے بشریت میت پر بھی کوئی ذل جہر کے نہ رہتا تھا
 تھا وجہ غمی کہ جو لوگ بعد اذقات آنحضرتؐ سر پر آراء و مخالفت ہوئے وہ خدا اور رسول
 کے بنائے ہوئے فیلذ نہ تھے بلکہ ایسے لوگوں نے اپنے اتفاق کر لیا تھا کہ جو دینی اہل اصول
 میں کامیابی حاصل کرنے والوں سے ناراض تھے اور جن بزرگواروں نے کوئی دینی خدمت

دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک پہنچا کہ وہ اپنے
 خطابی صاحب کے بیان سے ثابت کر دیا کہ اس نے کہ خلافت ابوبکر صاحب پر اجماع
 کرنے والے وہ لوگ تھے جو کہ اپنے بزرگ گذار کے اہل ہونے سے خدا و رسول و حضرت
 امیر کو نظر محبت نہ دیکھتے تھے پس جن لوگوں کی خلافت میں اللہ و نبی کو کوئی دخل نہ ہو سکا
 ایسا ہی اہم و خود سر ہونا چاہئے کہ نظریات (نیت پر دانا) سے طلائع کو دیکھیں
 صحیح مسلم مطبوعہ بیروت کے صفحہ (۱۲۰) و صحیح بخاری کے صفحہ (۱۰۵۸) پر لکھا ہے کہ حضرت
 عمر سے ان کے صاحبزادے عبداللہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور اپنے ہاتھ سے کسی کو خلافت
 کا چارج دیا ہے یا نہیں اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہاں تاں یہاں تک کہ میں نے باک و سخت خلافت کو
 خلافت پوش کیا ہوا چہرہ زرد وں بہرہ و صورت۔ مابور و متاب ہو سکتا ہوں اگر چہ خلیفہ
 کسی کو نہ کروں تو گویا میں نے آنحضرت کی سنت پر عمل کیا کیونکہ حضور نے کسی کو خلافت
 سے نادر و نہ فرمایا تھا اور اگر کسی کے ہاتھ میں کچھری کا سکہ و دوات دیدوں تو ابوبکر کی
 پیروی کرنے والا نایت ہوں گا۔ کیونکہ انہوں نے یہ خلیفہ کیا تھا لیکن میں دونوں راستے
 چھوڑ کر شوق ثالث اختیار کرتا ہوں وہ یہ کہ مشورہ پر چہرے سے تباہ ہوں بھر حال یہ ثابت
 ہو گیا کہ حضرت ابوبکر نے مسند نبوی کے خلافت عمر صاحب کو خلیفہ کیا جو بات کہ سنت
 کے خلافت ہو وہ بدعت کہلاتی ہے جس کا مرتکب ضلال و ضل دگرہ و گمراہ کرنا ہوتا ہے
 ہوتا ہے یہ ابن عنوان ابوبکر بدعتی ہوئے اور عمرؓ بدعت کیوں طلبا و آپ نے دیکھا
 کہ حضرت ابوبکر و عمر کس پایہ و اقتدار کے اشخاص تھے ہر چند کہ نہایت اہلی اور روشن
 دلیل سے یحییٰ کرام کی خلافت درجہ عزت سے بمراتب دور ہو گئی لیکن حقیر ایک
 دوسری بات یہ بھی ثابت کرنا چاہتا ہے کہ خلیفہ دوم کی خلافت اصول مقرر کردہ اہل سنت
 بالکل خلاف تھی۔ شاہ صاحب رحمہ کے باب ہفتم میں لکھتے ہیں کہ اجماع اہل سنت
 امیر ہے کہ خدا کسی کو اپنے حکم سے خلیفہ مقرر نہیں کر سکتا اور اگر وہ ایسا کرے تو منفرد
 برپا ہو کر نظام عباد و عین خرابی واقع ہو جائے خلیفہ رسول وہی ہو سکتا ہے جس پر
 اہل اسلام اتفاق ہو لیں۔ کیونکہ اپنی ضروریات پر انسان خود اچھی طرح مطلع ہوتا ہے

جسکو اپنے کام کا آدمی سمجھا ہے۔ اوسکی حکومت کے لئے بنت کر لیا ہے۔ اسکا
 خدائے اس منصب کو آدمی کی رائے پر چھوڑ دیا ہے کہ جسکو اپنے مناسب حال تجویز
 حاکم مقرر کر لیں مگر حضرت عمر کے حالات پر نظر کرنے سے واضح ہوا کہ اُنکی خلافت پر سلطان
 نے اجماع و رضا مندی ظاہر نہ کی تھی۔ بلکہ ابوبکر صاحب پر اعتراض کیا تھا کہ آپ نے ہم پر
 ایسا شخص تجویز کیا جو کہ نہایت مخدو و بد مزاج ہے چند کتب اہل سنت میں یہ واقعہ درج
 ہے۔ یاض ابراہیمی و موعود محرقہ و کنز العمال علی متنی و تاریخ و اقدی و ازالۃ النہا
 شاہ ولی اللہ میں لکھا ہے کہ جو وقت ابوبکر نے عمر کے نام پر وصیت نامہ لکھا تو ایک گروہ
 صحابہ نے جنہیں طلحہ بھی داخل تھے ابوبکر سے کہا کہ حضور آپ تو دنیا سے چلے اور پھر ایسا
 شخص حاکم چھوڑا جو کہ شدیدہ کاغظ و غلط (مخدو و بد مزاج) ہے جس سے طبائع متغیر
 اور نفوس متغص و متقبض ہیں۔ فردا جب ہم خدائے شکوہ کریں گے تو آپ کیا جواب دیں گے
 ابوبکر نے کہا کہ تم اطمینان رکھو خدائی مواخذہ کا بار میرے ذمہ ہے کتب مجملہ بالا کا دیکھنا
 اگر طلباء کو معتذر ہو تو ایک جدید کتاب پتہ دیتا ہوں سنہ ۱۳۱۸ ہجری میں مولوی عبدالقادر
 صاحب خلیفہ بیفیع الدین صاحب مدرس خوجہ ساکن گنڈا ولی ضلع بلند شہر نے ایک رسالہ
 سہمی بہ مباحثہ ہمدیہ لکھکر مطبع بن پکاں ضلع صدر میں چھپوایا ہے اس کے صفحہ ۷۵
 سطر اول پر یہ عبارت ہے۔ عمر کے خلیفہ کرنے پر لوگوں نے کراہت کی اور ابوبکر سے کہا کہ
 کیا جواب دو گے۔ خدا کو اس بات کا کہ ہمیر مستعد کیا تم نے ایک مرد سخت کور ممکن ہے کہ
 رسالہ بخت ہمدیہ ثملی تو ایسی کتاب کا پتہ دیتا ہوں جو کہ داخل کورس ہے۔ مولوی شبلی
 صاحب کی الفاروق کا صفحہ (۲۰) ملاحظہ کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عمر کی سخت
 طبیعت اور بد مزاج تھے جن لوگوں کے خفیاریں انتخاب خلافت تھے جبکہ وہ ہی لوگ
 نارضا مند تھے تو حسب اصول مقرر کردہ اہل سنت خلافت عمر پر قطعاً باطل ہوئی۔ حضرت
 عمر فی الواقع نہایت بد مزاج اور درشت طبیعت تھے معذالین و قاص جو کہ عند الشنہ ہی
 جلیل القدر میں داخل تھے اُن کے جوتیر و شیر حضرت عمر نے درہ بہ این جرم لگایا کہ
 وہ اُنکی تعظیم کو نہ اٹھتے تھے ابوبی بن کعب نے یہ این الزام کوڑے لگوائے تھے کہ وہ آگے

آگے جاتے تھے اور ان کے پیچھے اور چڑادی تھے دیگر تین تین جنس جلد دوم صفحہ (۲۰۲) ص ۲۰۲
 کتاب سیرۃ القاروق کے صفحہ (۳۷) پر ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابوالہ
 کل جو میں نے کہا تھا وہ صحیح نہ تھا میرا وہ کہنا کتاب اللہ اور وعدہ خداوندی کے خلاف
 تھا ابن زبیر ہان عالم کامل نے کتاب الباطل الباطل میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ
 حلبہ عام میں ان کی شیطانا پھر بنی واتی رخت فاستقیہونی یعنی اسے
 حضرات اسلام ہمیں ایک شیطنت کا بہت طرار تھا ہے جب تم اسکو میری گردن پر چڑھاؤ
 دیکھو تو مجھکو اس کے پیچھے نکال کر سیدی راہ پر ڈال دو جو شخص کہ تنہا ہے اور سخت مزاج
 ہو رہا ہے اس پر ہر وقت عفتہ کا دیو سوار رہتا ہے۔ چونکہ حضرت دوم کی طبیعت میں غلاط
 و غلاط از بس کفی لہذا انتہا کی راستبازی سے اپنے اندر فی حالات کا نقشہ پیش
 کر دیا حضرت عمرؓ نے ایک روز سر ممبر فرمایا اللہم ان شدد یل وانی حنیف
 فقونی وانی بخیل وانی غنی خدا یا میں سخت دشمن ہوں میرے دلوں کو نرم کر دے
 میرا ایمان حنیف ہے انہیں قوت دیدہ میری طبیعت میں نجاست از بس ہے انہیں
 مادہ سخاوت غایت فرمایا جائے۔ ہر سہ جہاں متذکرہ بالا کی تفصیل و تشریح حقیر نے
 اپنے رسالہ در بے ہما مطبوعہ پریس لاہور کے صفحہ (۲۳) سے تا صفحہ (۷۹) پر دے
 طور پر کر دی ہے جو صاحب ملاحظہ فرمائیں گے انکو لطف بے اندازہ حاصل ہوگا۔ طلباء
 مفید فرمائیں کہ جو شخص ایسی صفات تقیہ و تمیہ کا حامل ہو دیکھا بیشوائے مذہب تسلیم
 کیا جاسکتا ہے جب صراحت اولی ابوبکر صاحب کی خلافت کے یہی بزرگ مہتمم گورٹ
 تھے تو کہو فکر خیال ہو سکتا ہے کہ اس کے احکام و مواطین شیطان کو کوئی دخل نہ تھا
 مذہب اہل سنت کی بنا تمام تر بخیر و نفاذ و فی پر محض ہے۔ اندرین صورت کیونکر یقین کیا
 جاسکتا ہے کہ تدوین ملت اہل سنت اور شیطانی سے محفوظ ہے۔ کثر الحال علی بنی کی کتاب
 الطہارت میں جو کہ جلد پنجم میں ہے صفحہ (۳۷۷) پر لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے جو کہ
 بیٹاب کیا کرتے تھے انکا قول تھا کہ شیبہ کرے سے متعدد دہلی اور خلکی ہوجاتی
 ہے اور کھڑے ہو کر موتے سے تنگ و متعقب رہتی ہے۔ اس کی پوری وجہ حقیر نے

سادہ گوارا میں یوں بیان کر دی ہیں جو کہ کفر سے کھوسے پیشاب کرنا طاعت میں
انسانی ہے لہذا علامہ اہل سنت نے غلط کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کو ایک ایسا عارضہ
لاحق ہو گیا تھا کہ جب تک وجہ سے وہ مثل حیوانات پیشاب کرنے کے عادی تھے یا یہ
کہ آیام حیات سے جب طرح ہوتے کی عادت تھی اسی روش پر اسلام میں بھی ہوتے
رہے۔ دیکھو ترجمہ صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۴۰۶ (۴۰۷) حنفی مشکوٰۃ ج ۱
عبدالحق دہلوی و بیاضی ابراہیمی وغیرہ شرح معانی میں لکھا ہے کہ بیشاب
کرنے سے ادن کی کاغذ غل غل پڑتی تھی۔ واقعات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ کسی غیر معمولی صدمہ سے حضرت عمرؓ کا مقام معروف کچھ کنادہ ہو گیا تھا امام غزالی
اصفا فی کتاب محاضرات میں لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ مہر پر بیٹھ رہے
خطیب شریف تھے دفعتاً ادن کا گوز نکل نکلا۔ ناچاری سب کچھ سگرائی۔ سب دن نکل
دہا کہ حضرت عمرؓ ایسا بزرگ خلیفہ جو کنادہ پر کبھی نہ بیٹھتے دیتا تھا نہ پرانی شرمناک
حرکت کا مرتکب ہونا ادنیٰ سہر زو واقع ایسی ڈوبلی ہو گئی تھی جس سے ہادئگی کی
رہک تمام ادن کے قابو سے نکل گئی تھی۔ عقلاء غور فرمائیں کہ جو شخص مہر پر بیٹھ کر
گوز بازی کرے اور جو کشل حیوانات کھڑا ہو کر پیشاب کرنا ہوا دوسکو کون عقل کا بہن
امام کہہ سکتا ہے اہل سنت کا مدار سائنس فاروقی پر ہے مگر حضرت عمرؓ ایسے جاہل
تھے کہ میراث ہذہ میں تقریباً سو حکم دینے جگہ باہر مرقنا قضا فیہ۔ دیکھو کنز العمال
و طبقات محمدؐ و شرح تجاری ابن جریر و عقلائی و شرح تہائی ابن ملطین و شرح فرہیدی
سراجیہ علامہ جوہانی و شرح موطا و امام مالک ملا علی قاری وغیرہ آپ نے ایک بخوندہ کے
شک ساگر کرنے کا حکم دیا حضرت امیرؓ نے فرمایا کہ بجا نہیں تا وقتیکہ عقل صحیح حاصل کریں
مزارعے شرعی سے مستثنیٰ ہیں علامہ ایک عالم عورت کے رجم کرنے کا فریاد صاحب
نے حکم دیا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تا وقتیکہ حل و اختتام عدت شیر خوار گئی اس کے سزا
نہیں دیا سکتی دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ (۱) و شرح موقوف و کثر الداعی و جلال
مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ سوائے ازیں بہت احکام حضرت عمرؓ نے

حضرت عمرؓ نے خود سی سے ایسے نافذ فرمائے کہ جنگی اصلاح حضرت ابراہیمؓ کی خلیفہ دوم
 نے بار بار فرمایا کہ لو کا علی طحاٹک عہد یعنی اگر علی نہ ہوئے زعمراک ہو جاتا۔ دیکھو
 از اللہ الخفا مقصد دوم صفحہ (۱۵۹) و تاریخ الخلفاء صفحہ (۱۷۰) وسیۃ القاروق
 (۱۸۰) جن میں پر سبیل ضروریہ دین و احبات و مستحبات نماز و روزہ نماز جاتا ایسا ضروری ہو
 کہ بلا درس کے کوئی عبادت صحیح نہیں ہو سکتی۔ مگر حضرت عمرؓ کی مسئلہ والی اس پر ختم ہو گئی تھی
 کہ آپؓ کے احکام سے بھی آگاہ نہ تھے دیکھو جلد اول صحیح بخاری مطبوعہ میرٹھ صفحہ (۲۰۵)
 و ضروریہ مقدمات نماز میں داخل بناد ملک عرب میں تبیم کی ضرورت اکثر مواقع پر ہوتی ہے
 معلوم حضرت دوم اس وقت کیا عمل کرتے ہیں گئے جبکہ ریگستان عرب میں پانی میسر
 نہ تھا ہو گا صحیح بخاری جلد اول کے صفحہ (۲۰۶) پر ایک طو لانی مصمون پر جس کا حاصل یہ ہے کہ
 عمرؓ قہم کے شکر تہذیب کا اجتہاد یہ تھا کہ جب تک غسل نہ کرے نماز نہ پڑھے۔ شقیق بن سلمہؓ کی ہیں
 کہ عبد اللہ ابن مسعود اور ابو موسیٰ کے باہم در باب تبیم گفتگو تھی ابن مسعود کہتے تھے کہ جب
 تک پانی نہ ملے نماز نہ پڑھنی چاہیے ابو موسیٰ جواب دہ ہوئے کہ آنحضرتؐ نے عمارؓ یا سرورؓ کو عمرؓ
 کا حکم دیا تھا ابن مسعود نے کہا یہ سب صحیح ہی طرح عمرؓ کا اجتہاد اس کے خلاف تھا حافظ امام
 ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد اول کے صفحہ (۱۶۲) پر یہ مقام مسئلہ طہارت عن الجنہ سب ایک
 حدیث نقل کی ہے جو کہ ابن عمرؓ و عمارؓ یا سرورؓ یا تبیم واقع ہوئی خلیفہ یہ ہی عمارؓ یا سرورؓ نے خلیفہ
 دوم سے کہا کہ ایک مرتبہ میں ورتھما دیں تھے دونوں کو جنابت واقع ہوئی آپؐ نے نماز
 پڑھنی اور میں نے تبیم کیے پڑھ لی۔ جب حضرت کے سامنے ذکر ہوا تو حضورؐ نے میرے غسل
 کی تائید کی اور آپؐ کا فضل ناقابل قبول ہوا یہ سب عمرؓ عمارؓ کو طو لیا کہ خبر دار اس کا ذکر
 نہ کرنا۔ عمارؓ نے کہا کہ میں نہ کہوں گا طلبا اپنے دل میں سوچیں کہ ایسا اولو لغرم خلیفہ
 جس کے مدونہ مسائل برالہ سنت کا مذہب خلیل سہا ہی البیہا مائل زمانہ تھا کہ نماز تک کرنا تھا
 مگر تبیم کے پاس نہ جاتا تھا عمارؓ نے اگر ایک واقعہ کا ذکر کیا تو اس کو دیکھا کہ اگر خیر دار اسکا
 ذکر نہ کرنا۔ علامہ ابن کثیر شافعی نے اپنی کتاب تاریخ صالح بن ابی الاحضرؓ سے نقل کیا ہے
 قال سمعت اباہریرۃ یقول ما لانا نستطیع ان قال رسول اللہ صلیم بکذا الخ

جس میں اس کی عمر یہ کہتے ہیں کہ کم اس بات کے بیان کے لئے فرمایا کہ حضرت علیؓ سے ارشاد
 فرمایا ہے جب تک کہ عمر کی روح فانی نہ ہوئی تب تک اس کی عمر نہیں گنتی کتاب الاصول میں نقل
 کیا ہے کہ عمر کے کتب الایثار سے کہا کہ عمر رسولؐ سے احادیث کا نقل کرنا ترک کر دو ورنہ میں
 حکمو اس جنگل میں پہنچ دوں گا جہاں بندہ سون کا مسکن ہے علاوہ ازیں صاحب نور اللوار نے
 باب الامجاع میں نقل کیا ہے دسند عول میں ابن عباس نے فتویٰ عمر سے اختلاف کیا
 لوگوں نے کہا کہ آپ عمر سے یہ کیوں نہ کہا اور انہوں نے جواب دیا کہ مہبت عمر بہ اور ان کے ورہ
 کے خوف نے مجھ کو حق بات کہنے سے روک دیا تھا۔ طلباء و ذہیند معلوم کر چکے ہیں کہ حضرت عمرؓ
 سند یہاں نقل کیا کہ ان کے رعب سے نہ اسی پ رسولؐ نقل حدیث کر سکتے تھے اور نہ کسی سند
 کو جو کہ ان کے خلاف مرضی ہوتا تھا بیان کر سکتے تھے ورنہ عمر کی لچک بالکل ایسی تھی جیسی
 کہ حاج ابن ربیع مشہور ظالم کی توار خاچا جلد ۱۲ صفحہ ۶۰ شرح بیع البلاء میں ابن ابی العز
 نے لکھا کہ ورنہ عمرؓ اب من سید الحجاج یعنی عمر کا ورہ حجاج کی توار سے زیادہ ضرر رسان
 تھا اگر حضرت عمرؓ کا تاربانہ حدیث ہوتا تو بیسویس سے مثال میں نہیں کیا جاتا اگرچہ اس کا استنباط
 حجازیہ و ظالم طریقہ سے ہی ہو چکا ہو تا تھا لہذا ظالم حجاج کی نسبت ظلم کے ساتھ تشبیہ
 کیا۔ میں کہان تک حضرت عمرؓ کے فضائل بیان کروں ایک ضخیم کتاب بھی اور سیکھنے لانی نہیں
 سکتی مگر خاطر دار رہی طلباء و مصنف ضروری ہوں لہذا کچھ اور حالات ہدیہ نظر کرتا ہوں۔
 کنز العمال میں ہے کہ عمرؓ شراب خوری کی حد یعنی نہ اسے شرعی سے ناواقفیت تھی
 تھی استطاعت حل کے خونیہ سے بھی عمر صاحب ناواقف تھے از الہ الخفا میں ہے
 کہ عمرؓ نے مسائل میں استغفر غلطیاں کی تھیں کہ جن کا احصا نہیں ہو سکتا شرح بیع البلاء
 ابن ابی الحدید و کنز العمال علی متقی و تحفہ شاہ صاحب کے صفحہ ۳۰۶ پر ہے کہ ایک مرتبہ
 صاحب گشتی رویہ جاری کرنا چاہا کہ جو عورت ان کا رویہ سے زیادہ بظاہر مقرر کر چکی وہ اس سے
 لیکر بیت المال میں پتی سرکاریا پہ کر لیا جائیگا ایک عورت نے یہ الفاظ سن کر کہا کہ حضورؐ ظالم قرآن کر
 حکم دیتے ہیں جناب باری اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے و اتوھن صدقھن مخلد
 یعنی عورت کو وہ ہر دنیا چاہے جسکو وہ منظور و تسلیم کر لیں دوسرے موقع پر حضرت اقدس

نے حکم دیا ہے و ان ائمتہ ہم اصداف فی ظلال الکلاخ و منہن شب سنا
 طلب یہ ہے کہ اگر کتنے کس عورت کو سونیکا ڈھیر ہی دینا ہے تو اس سے واپس نہ لو
 افضل العقل عورت سے یہ جلد سکر خلیفہ صاحب کی آنکھ کھلی غایت انصاف سے فرمایا اہل البانی
 افقدہ من عمر صحتی الخ ذرات فی الحال العینی تمام آدمی امور فقہ میں مجھ عمر سے زیادہ جا
 والے ہیں یہاں تک کہ پڑھنیں عورات بھی اعلیٰ درجہ کی واقفیت رکھتی ہیں جو شخص کہ دینی معاملات
 میں اس درجہ باہر دست ہو کہ جسکو پڑھیں بیٹھنے والی عورات الزام دیکھیں جیسے کہ ایک
 جماعت اسلام کے دینی معاملات اسکی ذات سے وابستہ ہوں حضرات اہلسنت فرماتے ہیں عادلانہ
 احکام صادر کرنے میں عمر یا ناظر کی رائے ہے اسباب سے انکو فاروق اعظم کہا جاتا ہے اہل دانش
 کو توجہ فرمائی جا چکے کہ اہلی خطاب ہی ہے جو کہ کسی بادشاہ کے حضور سے بصلہ خضات کی بکھڑا
 ہو چاروں دروغ غرض اگر کسیکو خوشامد سے اپنی اغراض ذاتی پر نظر کر کے خطاب یہ یوں تو وہ لائق
 اعتنا نہیں ہوتا رسالتنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضور سے اگر عمر صاحب کو فاروق کا
 خطاب ملتا تو قابل قدر سمجھا جاتا۔ رسالہ سچا دینیں نقل عبارت وحوالہ کتاب بخشنے ثابت کر دیا
 ہے کہ یہودیوں نے عمر کو فاروق کہا تھا اوسوقت سے سنی صاحبان ان کو ابس خطاب جلیل
 سے یاد فرمائے گئے جو لوگ کہ خلیفہ صاحب کو فاروق اعظم کہتے ہیں وہ یہودیوں کی اطاعت
 کرتے ہیں۔ ایک مقدمہ اہل انش کے سامنے پیش کرتا ہوں اوسکے فیصلہ پر نظر کر کے صاحبان
 مشہور تہذیب کے حضرت دوم کیسے منصف مزاج تھے۔ حضرت عمر کے منبرہ ایک دوست تھے
 اوکسی صوبہ کی حکومت بھی اہل سے متعلق تھی شوقین مزاج ازلیس ہوا ام جہل ایک عورت سے
 مر کتب بے احتیاطی ہوئے اونپر مقدمہ زنا خلیفہ صاحب کی کچھری میں دائر کیا گیا معائنہ کے
 جاگواہ پیش ہوئے۔ ابو بکر غلام رسول اللہ - تابع بن کلدہ - ذیاد بن ربیعہ - بل بن سعید بن ابی
 نے حسب فیور شرعی سلائی اور سرمدانی کی طرح معائنہ کیا گیا خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ انصاف پیشہ طابع
 و اختلاف پورا ہو گیا چوتھی گواہی گند جانے پر جلداد اور شہرہ دوست ایک دیگر معاملہ پر داہنوں کے جہت
 جو تھا گواہ زیاد پیش ہو خلیفہ صاحب کو کو دیکھ کر فرمائی گئے کہ اسوقت میں ایسی صورت کا
 نظر نگاہ رہا ہوں جو کہ ایک مہاجر کو رسوائی سے بچانے جائیگا گواہ صاحب سمجھ گئے کہ خلیفہ کا

کوشتہ خاطر غم کی رہائی پر جو اس نے وقوع نہا پر کو اپنی تو پوری دینی کیسے بدو
 نیسے بروں کے ساتھ سے انکار کیا دلائل قیاسی سے مثبت نہا ہوا خلیفہ صاحب کو چاہا دلی
 کے ایک بابہ ٹوٹ جاتے سے از بس ستر ہوئی فوراً تین گواہوں پر مجرم شہادت کا ذہ
 وقوع نہا ۱۹ قائم کر کے مجرم کے ہاتھ سے انہی انہی کوڑوں کی سزا دلائی گئی خلیفہ
 صلیت معاملہ سے آگاہ تھے اکثر سفیر سے کہا کرتے تھے کہ دوست تم نے ام جمیلہ کی پردہ
 وری ضرور کی تھی میں مسلمانوں کو بہت ساری وجہ سے ناحق سزا دی گئی جب میں تم کو دیکھتا ہوں
 تو عذاب الہی سے خوف کر کے خیال کرتا ہوں کہ کہیں مجھ پر آسمان سے پہرہ گر پڑے تاریخ
 ابن خلکان و تاریخ طبری میں تمام واقعہ درج ہے تفسیر المطاعن جو کہ خطبہ کے باب دہم
 کا جواب ہے اور جس کا اختتام کوئی عالم اہل سنت جواب نہ نہیں ہوا اور نہ قیامت ہو گا اور اس
 مشیرہ دام جمیل کے حالات بہت وضاحت کیسا خطہ بیان کئے ہیں مصنف مطالعلم کتاب
 موصوفہ و دیگر اگر پر ہی عمر کو فاروق کہیں گے تو قیامت ہو جائے گی یہ امر مستحاج
 بیان نہیں کہ حضرت عمر انتہا کے بد مزاج و قہر طبیعت تھے رسالت مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 سے گستاخانہ پیش کرتا ان کے خصائل میں داخل تھا بجا مقام بد نشینہائے کفار کی طرف جو کہ
 ایک گنہگار میں پڑی ہوئی تھیں آنحضرت نے خطاب کر کے انکے دل بیکار کیسے کچھ نہ نہا فرمایا
 خلیفہ صاحب کو اپنے کان پر بائی بند کی سہر زشت لگا کر معلوم ہوئی درشت لہجہ میں حضرت سے
 کہنے لگے کہ مردہ ہو غائب کرنا اس پر حسی درج النبوة جلد دوم کے صفحہ (۲۱۲) پر اس
 واقعہ کے متعلق یہ جملہ لکھا ہے دگھٹو سبکی از اجا بیجان، ابی بن کعب کے جنازہ کی آنحضرت
 نماز پڑھا ہے تھے کہیں سے جلتے پھرنے ہوئے حضرت عمر ہی آگئے حضرت کا دامن کپڑا کھینچ
 لیا اور کہا کہ آپ ایسے شخص کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں جو کہ سزاوارنا حقین تھا درج النبوة
 میں اس کے متعلق یہ عبارت ہے ولس کشید عمر ابن خطاب عمامہ آنحضرت را دگفت نماز بخوانی
 شخصے کہ بنوس رئیس منافقان بود پس کشید آنحضرت عمامہ خود را از دست عمر دگفت و درود
 عمر از من و این آیه را تلاوت فرمود کہ اتبعوا ما یحیی الہ یعنی مجھ پر جو حی نازل ہوئی
 ہے میں اسکی متابعت کرتا ہوں مولوی شبلی صاحب الفاروق کے صفحہ (۲۷۳) پر لکھتے ہیں

کہ یہ سب اس موقع پر پیش آئے کہ رسول خدا نے جو کام کرنا چاہا اور ان کے خلاف عمر نے رائے ظاہر کی
 خدا نے پاک قرآن میں فرمایا ہے کہ یہی مسلمانوں کو لازم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 سے براہ مخالفت اختیار نہ کریں طلباء انصاف فرمائیں کہ جو شخص آنحضرت سے براہ مخالفت
 اختیار کرے ہر قول و فعل رسول پر معترض ہو جائیگا کہ ان کہیں تو وہ رات بتلائے ایسا آدمی
 کب یہ قابلیت کہتا ہے کہ اسکو خلیفہ رسول و پیشوائے مذہب سمجھا جائے شاہ عبدالغفر فرماتا
 اپنی نغسہ معروف فی بیحی الغریب کے صفحہ (۴۳۶) پر لکھتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام
 نے آنحضرت کو غسل اچھڑا دیا اور اسکو تنہا کرنے کا طریقہ سکھایا اہم المؤمنین عائشہ فرماتی
 ہیں کہ آنحضرت خود بھی بالیائی تنہا کرتے تھے اور لوگوں کو حکم بھی اسیکا دیتے تھے دیکھو
 سند احمد بن حنبل سنن بیہقی سنن ابن ماجہ و بخاری شریف باب الاستنجاء باب غسل و شرب
 باب الہلیل علی بنی اسلمہ ابول وغیرہ وغیرہ تفسیر عالم التفسیر میں بھی یہی لکھا ہے کہ استنجا
 پانی سے درست ہے امام شوکانی فرماتے ہیں کہ پاک کرنا پانی ہے دوسری چیز اسکی فابمقام
 میں ہو سکتی حضرت عمر نے شریعت محمدی کے خلاف حکم جاری کیا کہ ہماری مقلد و پیروں سے پیشا
 گاہ رکڑا کر بن چنانچہ شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا کے مقصد چہارم میں صفحہ (۸۷) پر لکھتے ہیں
 کہ استنجا یا کلوخ بعد از پیشاب سنت عمر است و حبیبۃ الاولیاء ابونعیم و اوسط طبرانی میں لکھا ہے
 کہ آنحضرت بعد از پیشاب پانی سے صاف کرتے تھے دھیانہ لیتے تھے عمر بعد فرغ بہرہ را خاک سے طلبا
 فرماتے تھے مولوی عبدالحی صاحب نے بھی شریعت و قادیہ کے حاشیہ پر بحوالہ عبدالرزاق اسس مضمون
 کو لکھا ہے طلباء جو ازار میں اتھ ڈال کر مثل شیر احاطہ کالج میں پیشاب گاہ کو کو داتے اور چلتے
 بھرتے ہوئے یا آٹھ اپنے مذہب کے دھننے جولاہوں کو کھینچ کر سائل ہاتھ میں پکڑے ہوئے
 گلیوں میں پھلتے ہوئے دیکھا ہوگا وہ اپنے مذہب کی نوعیت قایم کر کے بتلائیں کہ محمدی ہیں
 یا عمری۔ عمر صاحب کے طریقہ پر پیشاب کرنا ابالضرورت بعین عمر سے شمار کیا جائیگا خلیفہ
 دوم کے مسلمان ہونے کی ہی عجیب کیفیت ہے قبل از اسلام ابو جوشون شیشی سخت مزاجی یہ بزرگ
 مسلمانوں کو بہت سنانے دیتے تھے چہرہ الفاروق کے صفحہ (۲۷۰ و ۲۷۱) پر لکھا ہے کہ آنحضرت
 نے فرمایا کہ اے عمر تو ہماری تکلیف دہی سے اوسوقت تک سر کش نہ ہوگا جب تک

بسبب اس کے خدا پر عذاب شدید نازل نہ کرے گا جو کہ خدا کے حضرت دوم پر نازل ہوا اور اس کو
 میں نے سالہ تحقیق جدید میں جو کہ گنبد خلیفہ محمود میں خواجہ بشیر حسین صاحب کے مطبع میں
 طبع ہوا اور مفصل لکھا ہوا ہے کہ مخضرمین کو کیا ہوا جس کے حضرت عمر کی شورش زیادہ بڑھی اور عرش
 کفر ترقی ہو چکا اور خلیفہ صاحب تلوار لگے میں ڈاکٹر رسول صلعم کے قتل کرنے کے واسطے دندو
 پر نشہ لائے حضرت امیر حمزہ و طلحہ و ابو بکر ہی موجود تھے اول ان سے جھپٹ ہوئی یہ شور و
 غل سر کر حضرت اندر سے برآمد ہو کر اور حضرت خلیفہ صاحب سے فرمایا کہ تم مسلمان
 ہو جاؤ ورنہ میں خدا سے دعا کروں گا کہ تم پر وہی خواری و رسوائی نازل ہوگی جو کہ ولید
 بن مغیرہ پر ہوئی تھی بس کہ عمر کا منہ لگے تلوار اٹھنے سے کر لگی مجبوراً کلمہ توحید پڑھا حضرت
 کی نبوت پر اور ان شہادت کی جس خون سے عمر صاحب مسلمان ہوئے تھے اوس کی حالت دیکھائی
 جاتی ہے ولید بن مغیرہ جس کے آنحضرت نے عمر کو مشابہ فرمایا تھا فطی نطفہ حرام تھا نفسیر
 کشف و نفسیر دار حسنی وغیرہ میں لکھا ہے کہ مغیرہ پر ولید محض نام و تہاد و ملت و ثروت
 اسکے پاس بہت تھی اوسکی زوجہ نے ایک گلہ بان سے آشنائی پیدا کی اٹھارہ برس کے بعد
 مشہور نے اس کو اپنا فرزند قرار دے لیا خالد جو کہ اہلسنت کے بیان ٹبرے بہسا در اور چرنیل
 اسلام و سیف اللہ کہے جاتے ہیں وہ اسی لید کے فرزند ارجمند تھے جس کا باب اٹھارہ برس
 بعد پیدا ہوا یہ معنی ظاہر طالب علم اور جناب مصنف سیف اللہ کی خوش نشی پر گہری
 نظر فرمائیں یہ سچان اللہ ایک نامی پہلوان جس کے فتوحات پر سنہو نکو ناز ہے ایک جڑو ہے
 کا نا جائز میا تھا سورگادن میں درباب ولید پر خالد یہ آید نازل ہوئی والی قطع کل محل
 مدھیس لکھ یعنی نہ کہا مان ہر ایک قسم کہاٹے دولے ذیل کا غیبت کرنا والہ جیل خوش کرنا والا
 امر خیر سے حدود والی سے گذر جائیو والا لکھ گار بدو سوخت گو مرید برآں غلطہ حرام چونکہ آنحضرت نے
 فرمایا تھا کہ اے عمر تو اگر اسلام ملایا تو وہ ہی خواری و رسوائی تیرے لئے آسمان سے نازل ہوگی جو کہ ولید
 پر قہر الہی ٹوٹا تھا فرض کر لو کہ اگر عمر اسلام ملائے تو حسب شاو نبوی ضرران کے بارے میں کچھ
 آیات حسین زول باتیں جو کہ ولید کے معاملہ سے ملتی جلتی ہوئی ہوتیں ولید میں خدانے دش عیب
 بیان فرمائی ہیں از انجملہ لواؤن کا فعلی اخلاق و عادات کے ہوا اور ہر ایک کا سب سے جی عاوت

حال اس کے ساتھ کہ حال ولید تھا جب ارشاد آنحضرت لازم کیا کہ وہ سب تابعین کے
 حضرت دوم کی ذات اقدس میں صحت ہوں بجلد تو عبد بن کے نزدیک اور حضرت کوئی ہی کو اس
 اقرار حسب صراحت اہلسنت کے علماء کا ملین کو ہی عمر صاحب ارشاد ہے کہ قطیظ وغلیظ طبعہ
 تھے خلیفہ دوم اوصاف ولید کے پورے حامل تھے ہر دس صفات میں ایک ہی ایسی نہ تھی
 جو کہ خلیفہ صاحب میں نہ پائی جاتی ہو حتیٰ کہ عورات مدینہ ہی اذن کی بد اخلاقوں سے بھرنے
 واقفیت کہی نہیں تاج کمال جلد سوم کے صفحہ (۲۱) پر لکھا ہے کہ ایک عورت سے عمر صاحب نے
 کلح کرنا چاہا اور اس نے انکار کر کے کہا کہ میں ایسے شخص سے ہرگز عقد نہ کر دیتی جو امیر شہر کو منع کرنا
 ہے اور مال کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے روکنا ہے ہر وقت بیوری چڑاے رہتا ہے جس
 شگفتہ خاطر کسی کے ساتھ پیش نہیں آتا اور سو فیہ کی عبارت ہے یخلق بادیہ
 و يمنع خیرہ و یدخل السبأ و یخرجہا السبأ و ازیں میں نے رسالہ تحقیق حسب پند
 بالاین تفصیل ثابت کر دیا ہے کہ تمام عیب حضرت عمر کی ذات میں جمع ہو گئے تھے اب
 دسواں عیب یعنی ولید کا دلدادہ الحرام ہونا یہ تمام عیبوں سے بالاتر ہے چونکہ آنحضرت نے
 عمر صاحب کو حامل اوصاف ولید فرمایا تھا لہذا جو لوگ کہ آنحضرت کو مخبر صادق جانتے ہیں
 اور جن کے اعتقاد میں ہر وہ کلمہ جو کہ زبان نبوی پر جاری ہو عین وہی ہو اذن ہر حکم مذہب
 واجب بلکہ واجب ہے کہ حضرت عمر کو ولید ہی خوش نسب سمجھیں جن کی خبر قرآن میں ولید کے
 وار د ہوئی ہے اگر حسن عقیقت سے یہ خیال کیا جائے کہ ایسا نامور خلیفہ دائرہ نسب میں کوئی
 نام نہ نہ وہ حضرت خالد بن ولید کے نسب نامہ نظر کریں علاوہ ہرین آنحضرت پر و قسم کے
 اکر ام وار د ہو سکتے ہیں اول یہ کہ عمر صاحب کے نسب نامہ پر کسی کی مباحہ مہر نہ لگی ہوئی تھی تو حوالہ
 نے ایک موضوع سن اللہ جرمی سے انکو کیوں مشابہ کیا آئیں حضرت پر نسب مباحہ نافرمانی کا
 الزام عاید ہو سکتا ہے دوم یہ کہ کوئی الواقع حسب معمول اپنے اصل ہاں باپ سے پیدا ہوئے
 تھے تو نبی صلعم نے انکو ایسی صفت سے کیوں خوف دلایا جو کہ ان کی ذات میں نہ تھی میں حضرت
 طلباء علی گڑھ اور مصنف سیر الصمدین سے پوچھا ہوں کہ کیا آپ اسکو بدل پسند فرمائیں گے
 کہ عمر محض میں حکم یوم میں عوکل ناس یا سامعہ آپ ایسا نام کے دامن گرفتہ ہوں کہ

اس کے سبب ہر کسی کے سبب سے کہہ سکتے ہیں جو اس کی طرف سے کہے
 اس کے لئے کہ اس کو ان کے نیک اور اسلام کے لئے ہی برا خدا قبول کا جامہ سبب بدل کر فرما
 ہوئے تھے جبکہ انسان آنحضرت نے یا تھا کہ یہ مسلمان ہو چکے ہوں اور ان کی طبیعت سے کہے ہوئے
 تھے حال اسلام میں اہل ہو کر تمام برائیاں اس طرح دور ہو گئیں نہیں کہ جیسے سابق
 کے ہیں کچھ نبی اور جانی ہے میں اس کو ضرور تسلیم کروں گا کہ درحقیقت اسلام ایسا ہی پاک و
 نورانی ہے کہ اگر طبیعت پر ہے ہی آدمی کی طبیعت بدل جاتی ہے وہ کفر تک آئینہ قلب پر ایمان کی
 قلبی ہو جاتی ہے اگر نعمت و انہیں کو مستغرق ہوئی ہے جو کہ جسم و قلب ایمان لانے ہیں نہ وہ کہ جو
 بنحو فیض مسلمان ہوئی ہوں جس کے حضرت عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت کے نبی برحق ہو چکا ہے یقین
 ہی نہ ہوا۔ ویکھو واقعات حدیث یہ مذکورہ بالا ایسے لوگوں کا ایمان ظاہر ہی کفر سے چھوڑ رہا ہے
 ہر زمانہ ولید کی برائیوں میں سے ایک بد مزاجی و خشونت طبیعت ہی قرآن میں بیان کی گئی ہے کہ
 حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ایمان بجا اور رسول لانے تو کم از کم ان سے ایک ہی صفت زائل ہو جاتی کہ
 وہ تو مسلمان ہوئے ہی ایسے سخت مزاج ہوئی کہ جس پر کل علمائے اہل سنت کا حسب حضرت
 الامام حق ہی چونکہ آنحضرت نے ایک حرامی سے تشبیہ دی ہے لہذا یہ حیثیت اسلام پر فرض
 ہے کہ اپنے نبی کو صادق القول ثابت کرنے کے لئے ایسے شواہد بطور ثبوت فرمادیں کہ جس
 سے ظاہر ہو جائے کہ آنحضرت کا فرمانا بالکل صحیح تھا عمر یا اعتبار و لادلت ایسے ہی تھے جبکہ
 ولید تھا شرح کثیر مکتوم فی حل عقد کلتوم میں بوضاحت تمام ثابت کر دیا گیا ہے کہ عمر صاحب
 النسب میں خدیجہ کی زبان واقع ہوئی پہل و نکی والدہ ایک طریقہ سے پہنچی ہوئی تھی اور کثیر
 غریزہ کی صفت اور میں باقی جانی ہی علیٰ ہذا ان کے باپ کا خطاب ہی سید ہے طریقہ سے
 باپ تھے اور میں بھی خرم و بیچ پرے ہوتے ہیں سوائے باپ ہو چکے وہ اپنے ذی لیاقت بیٹے
 کے نام اور امون ہی ہوتے تھے یہ الٹی سلسلی بات کسی کی سمجھ میں جب تک کہ شرح کثیر مکتوم
 کا صفحہ نہ دیکھے گا ہرگز نہ آئیگی۔ کتاب معارف و تاریخ ابن کثیر شامی و مثالب کلی کے
 دیکھنے والے اور ان کو نسب فیصلہ کر سکتے ہیں قاعدہ ہے کہ جس شخص کا باپ مجہول ہوتا ہے تو
 اس کو ان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ شرفا سند و ستان میں جو نوڈ بیان ہوئی ہیں اور ان کا

صحاح براہ راست کہ سوائے اکثر غرض غلط ہوتی ہیں اونٹنے چاروں طرف سے اوس نام سے
 نام سے پکارا جاتا ہے۔ مثلاً ٹرس و جمیلی و ہینڈ کلی و رائے میل و سنگورن و فرزانہ
 وغیرہ وغیرہ کتابنا اس طرح حضرت عمر ابنی والدہ ماجدہ مسماۃ حنیئہ کے نام سے
 معروف تھے مگر جبکہ بدنسب آدمی بھی حضرت عمر کو ادنی والدہ کے نام یاد کرتے تھے۔
 خالد ابن ولید بن کا بایہ قطعی حرامی تھا وہ بھی حضرت عمر کو ابن حنیئہ کہا کرتے تھے منہ نام
 ابو حنیئہ مرثیہ صفحہ کتاب الفضائل میں لکھا ہے کہ عمر اپنی والدہ حنیئہ کے نام سے میر
 تھے ابن خطاب کوئی نہ کہتا تھا ابن حنیئہ کہے جاتے تھے سوائے خالد امک اور ابیہ شخص
 پیش کرتا ہوں جو کہ نزار حرامی کا تھا۔ مگر وہ بھی حضرت عمر کے نسب پر مستحسن رہا کرتا تھا امیر
 معاویہ کے وزیر ابیہ بن خلف کے صاحب سلیم صاحب نے اوس یاد حضرت عمر ابن العاص شخص
 واحد کے فرزند نہ تھے بلکہ مثل آچا خند آلن کے پانچ باب تھے جب یہ بزرگ پیدا ہوئے
 تو ہر پنج شخصوں نے دعوی کیا کہ یہ لڑکا ہمارا ہے جب خبردار وہیں پہنچا ہوا تو ادنی والدہ
 گرامی بقیہ نزاع کی محضر الیہ قرار پائی انہوں نے فرمایا کہ میرا حملہ مدعیان مولود سے تعلق
 رہا ہے سب کیسے با دیگرے سواری گناہ تھے رہتے ہیں میں قطعی فیض نہیں دے سکتی کہ یہ
 میرا چاند دراصل کس کا نطفہ ہی صورت ملا جو جس سے نقشہ ملتا ہوا دیکھا جھوٹا نظر باز دنیا
 شناس لوگوں نے عاص کا ہم شبیبہ بتلایا اوس وقت سے آپ ابن العاص کہے گئے اس
 موقع پر عرض طلب یہ ہے کہ جب ایسے بدنسب عمر کے نسب میں قبح کرنے والے تھے تو دیگر
 شرفاء و نجباء عرب اونکو کیسا سمجھتے ہوں گے عمر ابن العاص کی نظر میں خلیفہ دوم ابیہ و اشد
 تھے کہ اونکو خلیفہ نہ کہتے تھے بلکہ کہا کرتے تھے کہ خدا اوسدن پر لعنت کرے کہ میں عمر کا بھتی
 ہو کر اوسکی جائے کہیں کا حاکم ہوں خدا کی قسم میں نے اوس کو اس ذلت و خواری میں
 دیکھا ہے کہ دونوں کے بدن پر کپڑا نہ تھا صرف ایک قطران ہوتا تھا قطران ایک کم درجہ
 کا کپڑا ہوتا جس سے گھیزون کی گردیاں بنائی جاتی ہیں جس سے وہ آگے پیچھے کو نہ
 ڈھک سکتے تھے اسی حیثیت سے گلی گلی لڑکے ان سے پیچھے کر رہے تھے اور میرا باپ عاص با سہا
 سریر و دیبا کا استعمال کرتا تھا ازالۃ الخفا کے مقصد دوم میں صفحہ (۱۸۳) پر یہ بیان ہے

کہہ رہی تھیں ہوا ایک بازار کا جس میں ہودی اور بن عمر صاحب قلم والے کہہ جاتے تھے
 سہ ماہہ تولد نے عمر کا چاہ و حلال دیکھ کر خدا کی قدرت ختمہ کا لڑا اعمیر سے عمر بنا اور عمر
 سے امیر المؤمنین آئندہ دیکھنے گیا خطاب یا ایک گادیکھو اذالت الخلفاء کا صفحہ ۵۵۰ یقین
 کیا جاتا ہے کہ ولید کے ساتھ آنحضرت کا عمر کو تشبیہ دینا طلباء کو ضرر و تشویش میں ڈالنے کا
 کہ الیہنا مورخ بنی طبعیت خلیفہ اگر زاد و ولد میں مثل ولید نہ تھا تو حضور صلعم نے ایک شخص کو
 سن القرآن ترمیمی کیا تھا لہذا ان کا وضع وہم کرنے کے لئے عرض کیا جاتا ہے
 کہ آپ کوئی شک و شبہ فرمایا آپ کے حضرت عمر کی پیدائش بالکل ایسی ہی تھی جیسے کہ ولید
 کی بلکہ ولید ایک نوع سے اچھا تھا لہذا اس کے پدر و مادر زانی و زانیہ تھے اور مثل خطاب
 ختمہ ایک لڑکی گئی ناجائز رشتہ کہنے والے تھے سالہ تحقیق جدید یا شرح کثر کثوم مؤلفہ خیر
 کو جب طلباء و عینک لگا کر دیکھینگے ان شاء اللہ تمام واقعات آپ کے سامنے آجائیں گے تمام
 عالم کے و میوں کا خواہ وہ سنی ہوں یا شیعہ بیٹھی ہوں یا نصرانی یا کسی دوسری قوم کے سپر
 اتفاق ہی کہ ولید الحرام بدترین خلائق ہوتا ہی لیکن علماء اہلسنت نے صرف اس خیال سے کہ
 اولیٰ کے پیشوا یا دین پر کوئی الزام نہ آئے صاف فتویٰ دیدیا کہ ولید الحرام ہونا کوئی
 عیب نہیں حرامی کے اور وہ پدر مجرم ہیں اور وہ بذات خود پاک پاکیزہ ہی سندرک
 حاکم میں ہی عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلعم لیس علی ولید الزمانہ منی وزر
 بیہ تنفی کا لند و ازہ و زرا آخری ہذا الحدیث صحیح الامتداد یعنی حضرت عائشہ
 فرماتی ہیں کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ ولید الزمانہ کے ان باپ کے گناہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا
 چنانچہ خدا نے فرمایا ہی کہ بوجہ اہلانو الادوسر کا بوجہ نہیں اٹھا سکتا اس حدیث
 کے اثنا صحیح بین المسلم العلماء ابو بکر محمد حشری کتاب الاصول میں لکھتے ہیں کہ بوجہ برہ ولید الحرام
 کو شتر النساہ یعنی دوہین کا تیسرا بنایا کرتے تھے جب یخبر عائشہ کو پہونچی تو انہوں نے فرمایا ہر
 لگاویا نہیں ہی خدا نے فرمایا ہی ہذا زرا و زرا آخری یعنی ایک بوجہ اہلانو الادوسر
 دوسرے کے بار عمل نہیں کر سکتا تا علی تنفی کثر اعمال میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر
 حرامی کو خیر النساہ یعنی دوہین کا تیسرا بنک بتلایا کرتے تھے علامہ سیوطی کی کتاب

لائی مضمون میں ہے کہ اگر کسی نے تاریخ ترمذی میں بیان کیا ہے کہ فقہائے بعد از حرامی
 کے اپنے ہرے پر اتفاق نہ کیا کتابوں میں شرح توفیق میں ہی لکھا ہے کہ حرامی کی نوہن و
 ہتھکن کے لئے کوئی عقلی قرینہ قائم نہیں ہو سکتا جن مدارج عالیہ یعنی امامت خلافت و اجتہاد و
 خوشبخت و قطبیت پر لکھ کر ام فخر بنو تاکہ ایہ نہیں مرانب علیہ بر نقطہ نا یقین پہنچے سکتا ہے طلباء
 ملاحظہ فرمائیں کہ ان کے ذہبی علماء نے حرامی کی کس وجہ پاسداری کی ہے امامت و ولایت کسا و کے
 لئے جو تذکرہ دی اور حضرت عائشہ و عبد اللہ ابن عمر نے اوسکے خیر الثلثہ ہونے کا قوی دہیا
 ہے علماء اہل سنت نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ حرامی کو اجہا ہی بتلایا ہو بلکہ یہاں تک عقب
 کیا ہے کہ مانی پر حرامی کو فوق دیا ہے چنانچہ علامہ قطب الدین شیرازی نے ترجمہ القلوب
 میں اور امام ابو القاسم راغب اصفہانی نے محاضرات میں لکھا ہے۔ ولدا الزناء فقد انجب
 الی الرجال من غیر شہوة فیدخروہ ولدا کاملا و صایکون من الحلال فی نصح الکمل
 الی المراء کا یعنی جب آدمی آمادہ نہ ہوتا ہی تو قوت نہیں ہوتی زور پر ہوتی ہے جانیہ
 کی رنگ شتباہ ہوتی ہوئی ہوتی ہیں۔ اوسوقت جو نطفہ جنت و جہنم کے داخل رحم ہوتا
 ہے وہ قوی بچہ کے پیدا ہو جاتا کیسب بن جاتا ہے اور اپنی شکوہ سے آدمی جب سرگرم نہ ہوتا
 ہوتا ہے تو شش روزانہ سے طبیعت سیر ہوتی ہے نہ پورے طور پر نہ نطفہ ہوتا ہے اور
 نطفہ میں علی درجہ کی اوچل کو دہوتی ہے اس عنوان سے جو مولود ہوتا ہی وہ کچ لجا اور
 زولیدہ اور میطافت پایا گیا ہے علماء اہل سنت نے امیر معاویہ و عمر ابن العاص کو دہاۃ الناس
 یعنی اعلیٰ درجہ کا عقلمند اس واسطے کہا ہے کہ دونوں بزرگ غیر معمولی طریق سے رونق دہ
 عالم ہونے پر پہنچے تھے القلوب لوی حید علی صاحب فیض آبادی نے الکلام کے صفحہ
 ۵۵۵ لکھا ہے۔ الحمد للہ کہ متقدمین اہل حق از تحریج روایات مذمت اولاد زنا مبرا
 اند یعنی شکر خدا کہ اہل سنت کے علماء و کالمین و متقدمین حرامیوں کے برا جاننے والوں
 میں نہیں ہیں طلباء و انصاف فرمائیں کہ انکے نہیں علماء حرامی کی طرف ذاری میں کیسی دل
 منطقہ و حکمہ پیش فرماتے ہیں کوئی اونکو جزا لثانہ کہتا ہو کوئی دہاۃ الناس کہہ کر عقل و
 دانش اوس کی ملکیت بتلاتا ہے کوئی امیر معاویہ و عمر ابن العاص کو عقلمند

میں جس طرح کی وجہ سے کہتا ہے کہ اگر رک رک کر ملنے یا عقیدہ کو درست اور
 اگر ان کے پاس میں نہیں۔ اگر حضرت اہل اسلام صحاح بیاہ ظہور کر گشت ہو جائیں
 تو سب حرامی کے جو کہ عقل و فہم و دانائے روزگار بن جائیں اور سب کے سب پورا نظر
 آئے لیں۔ معلوم ہوا کہ کسی عزت اور بھیر والے دلدار یا جز کی حمایت اہلسنت کے
 علماء کو ان دلائل کے پیدا کرنے میں امداد فرمائی ہے۔ اہل سوائے ان اوصاف حمیدہ کے
 حضرت عمر کی دیانت بھی حد کمال پر پہنچی ہوئی تھی بلکہ ۹۹ ہزار روپیہ و تفاوتاً
 بیت المال کے خزینہ دار سے منگاتے رہے مرنے دم تک ادا نہ کیا پس بیٹے عبداللہ بن مسعود
 کی کہ جسطرح ممکن ہو سکے اس کی کو پورا کر کے عذاب الدین کے مظلمے سے محکوم یا ناگوار میں ہونے
 سوائے دلہا صالح کے باپ کی نصیحت پر کون عمل کرتا ہے۔ وہ بھی ٹال گئے۔ خلیفہ کی مباح
 اب تک محاسبان و قضا و قدر کے شکنجہ میں پھنسی ہوئی ہے تاریخ الخلفاء و فتح الباری میں شرح
 بخاری و وصیۃ الاحباب کے سامنے سے تمام حالت ظاہر ہو جائے گی۔ ملک فاروق ہزار و تین
 سے جمال آیا تھا اور میں تمام سلمان حصہ دار تھے حضرت عمر سب کو بھگت کر گئے دیکھو مناجات
 ابن شہر آشوب بر نہایت امام شافعی و امام ابو حنیفہ۔ فذلک کی جہد و آمدنی ہوئی بخلیفہ صفا
 تمام اپنے تصرف میں لائے دیکھو صحیح مسلم جیا پہ لکھتے صفحہ (۱۵۴) میری قلم میں طاقت
 نہیں ہے کہ حضرت عمر کے تمام حالات ضبط تحریر کر سکے چند باتیں اور باق ابتدائی میں طلباء کے
 وقت نظر کی گئیں اور چند باتیں اس موقع پر دکھائی گئیں کچھ آئندہ انشاء اللہ ہدیہ نظر
 ہوں گی مگر ایک اور بات دکھائیے دیتا ہوں جس سے تمام اقتدار و صاحب اولیٰ
 منقلدوں پر ظاہر ہو جائیگا۔ مسلمان ناز و جگہ میں یہ ہی دکھا کرتا ہے کہ خدایا انجام بخیر
 کرنا۔ مگر حضرت عمر نے اپنے زمانہ حکومت میں جو بے احتیاطی کی تھی اس سے تاج
 ہوتا ہے کہ ان کا انجام بخیر نہیں ہوا۔ ناظرین رسالہ نہاد کو یاد ہوگا کہ حضرت ابو بکر نے
 بوقت وفات خود شدت کرب و یحینی میں چند افسوس کئے تھے اس طرح جب
 حضرت عمر کے ابوہ کا زخم کاری لگا اور آثار مرگ نمایاں ہوئے تو انہوں نے
 خضدی سانس بھر کر کچھ افسوس کئے جس کا ذکر کیا جاتا ہے سوئی نے کتاب الحج الذیبت لکھا

حضرت عقیلہؓ حضرت عمرؓ دے کر کے کہتے تھے کہ اسے کاش میں فاطمہ کے گھر پر
 جا کر اور نکاح بخند نہوتا یا بیچ کامل ابن اثیر کی جلد دوم میں صفحہ ۱۲ اور ثالثہ الخاضع
 مقصد دوم میں صفحہ (۱۷۴) لکھا ہے کہ جب خلیفہ دوم کا وقت وفات قریب ہو چکا
 تو زمانے لگے کہ اگر تمام روئے زمین طواغیٹوں کی ہر کریم کے قبضہ میں آجائے تو میں اس
 سب کو اس عذاب کے بدلے میں جو کہ پیچہ ہو رہا ہے تصدیق کر دوں۔ ابن عباسؓ نے
 کہا کہ آئیے رسول اللہؐ کی صحبت و اٹھائی۔ ابو بکرؓ کی ذات گرامی سے استفادہ کیا
 پھر ایسے مضطرانہ کلمات کیوں کہے جاتے ہیں۔ فرماتے لگے کہ یہ سب اضطرار تھا
 صاحب (علیہ السلام) کی وجہ سے ہی۔ تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی مطبوعہ مطبع زمیندار
 واقع لاہور کے صفحہ (۷۷) مطبع تاریخ لغات آئندہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کاش میں
 دینہ نہوتا تو مجھے کھلا بلا کر ایسا منا لیا جاتا کہ لوگ مجھے دیکھنے آتے پھر مجھ کو بچ کر ڈالتے۔ اور میری
 گوشت کا قیہ کرتے کچھ حصہ کا شور بہ بکا کر کہا جاتے مگر میں انسان نہوتا اور اراق اولیٰ بن
 طلباء معلوم کر چکے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے بھی یہی فرمایا تھا کہ میں راستہ کا رخت ہوتا
 جب کو اونٹ کھا کر میں گلیاں کر دیتا یہی استدعا حضرت عمرؓ کی ہوتی کہ میں دینہ نہوتا
 معلوم ہوا کہ وہ بھی مثل حضرت ابو بکرؓ مذہب ہندو کا پہلو دبا ہے ہوئے تھے۔ کیونکہ ہندو
 عقیدہ ہے کہ آدمی۔ سور۔ کتابیل۔ بھینس۔ بھیر۔ بکری۔ کھٹل بچہ۔ سب کچھ ہوتا ہے
 مصنف صاحب از حضرات طلباء ارشاد فرمائی کہ ایسے باجاہ و جلال خلیفہ جس نے
 فتوحات کر کے ممالک کفار کو محمد رسولہ اسلام میں داخل کیا عادلانہ روش اختیار کر کے فاروق
 کا لقب حاصل کیا اس سے ایسی کیا خطا واقع ہوئی تھی کہ جو قبائے انسانیت اقرار کر دیتے
 بکریوں کی پوتین زریب بدن کرنے کی خواہش کرتا تھا۔ فاروق اعظمؓ کے کچھ اور حیرت انگیز
 واقعات طلباء کو دکھاتا ہوں جس کے سلسلہ سے حضرت عمرؓ کی قابلیت ظاہر ہوگی حضرت
 اہل سنت شیعہ پر اعتراض فرمایا کرتے ہیں کہ امامیہ رجعت اللہ علیہ السلام کے معتقد ہیں اسی
 عبدالعزیز بن مسعودؓ میں اس کے متعلق بڑا شور مچایا ہے۔ نیز دیگر طلباء نے بھی لکھا ہے
 مگر ان کو خبر نہیں کہ حدیث سے اول کے ہادی ملت و بانئی مذہب حضرت عمرؓ کا بھی یہی

مندرجہ بالا روایت طریقی ہے مبارک حضرت ابیہ نے یہی کتاب کے صفحہ ۳۰ پر لکھا
 ہے کہ آنحضرت کی وفات پانچواں گھنٹہ گزرا تھا وہ گھنٹے ہوئے کہ اسے
 ہے کہ منافق کہتے ہیں کہ آنحضرت نے وفات پائی واللہ وہ ہرگز وفات نہیں ہوئے بلکہ
 جیسے مولیٰ غائب ہو کر ہم روز کے بعد واپس ہوئے تھے اسی طرح آنحضرت
 مراجعت کر کے اون لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹینگے جن کو اون کے مرنے کا یقین ہے
 نہ معلوم جناب مصنف جس طرح عقیدہ رحمت میں شیعہ کو تحقیر العقل سمجھ کر مذاق و دریا
 کرتے ہیں اسی طرح حضرت عمر کو تحقیر العقل و باہم سمجھنے کے لکھ کر ریوڑیاں سنسکا کر انکی فاتحہ
 لکھینگے۔ علاوہ ازیں حضرت عمر کو قرآن پڑھتی ہیں ہی عجب بلکہ حامل تھا مصنف صاحب
 سیرۃ کے صفحہ ۳۰۴ پر لکھتے ہیں کہ حیو قف ابو بکر نے دروازہ آنحضرت پر عمر کو
 سنکر وفات نبی دیکھا تو کہا اسے عمر سننے والی دیکھو خدا قرآن میں فرماتا ہے وما عمل اولو
 قلوب من قبلہ لعلہ ان یفلحوا و قتل ان قتل انقلبتم علی اعقابکم انہم یخربون
 آیت نجر مگر نبوی ہی عمر کہتے ہیں کہ میرے پاؤں کو چھوئے زمین پر گر گیا مجھ کو یقین ہو گیا کہ یقین
 حضور مر گئے گویا ہم کو یہ آیت یاد ہی نہ تھی کہ وار و قرآن ہوئی ہے (اے سبحان اللہ یاد و را
 یہ اور دعویٰ وہ کہ حسب کتاب اللہ مصنف صفحہ ۲۷۰ کے آخر پر ایک نوٹ دیا ہے
 جس کے معانی سے طلباء پر واضح ہو جائیگا کہ حضرت عمر کیسے تیر فرمادے معانی قرآن کے سمجھنے
 والے تھے وہوذا خلیفہ عمر نے اپنے زانہ خلافت میں ابن عباس سے بیان کیا کہ وفات رسول
 کے دن جو میرا کلام تھا یعنی انکار ز وفات نبی (اور کیا منشاء آیت تھی) و کذلت جعلنا
 کم وسطا لکم و لکم و لکم علی الناس انہم میں اس آیت کے یہ معنی سمجھا تھا کہ آنحضرت آخر
 کلمہ مذہر کو امت کے اعمال کی شہادت و افراٹینگے قرآن کے متعلق جو حضرت عمر کا کلام تھا
 وہ تو غالب علون پر ظاہر ہو گیا کہ بعض آیات کے نسبت او کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہ
 مضمون وار و قرآن ہوا ہے اور بعض کے معنی او نہوں نے بجائی خلا کچھ کچھ بخیر لکھے تھے
 لیکن میں اہل عقل کے سامنے ایسی باتیں پیش کرنا ہوں کہ جن کے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا
 کہ وہ اپنے کسی بیان میں بڑے بولنے والے تھے عمر صاحب کا یہ قول درہم نقل کیا گیا ہے

کہ جب ابو بکرؓ آہ و ما جملہ آکر رسولؐ پر اتو وہ ستر شہر پہنچے اور ان کے باطن
 ٹوٹ گئے و پھر سے زمین پر گر پڑے اور سمجھ گئے کہ میں غلطی پر تھا کہ حضورؐ صلعم گذر گئے
 یا دیکھنا چاہیے کہ ایسی خبر ہوئی کہ اگر جسکو پہلے نہ سنا ہو اور دفعہ کو شش زد ہو جائے
 تو سننے والا ہکا بھکا رہ جائے اور ایسا غم و الم طاری ہوتا ہے کہ بعض موقع پر
 لوگ مر بھی گئے ہیں۔ اگر حضرت عمرؓ مرگ نبویؐ سے مطلع نہ ہوتے اور اچانک یہ بات اون
 کے کان میں پڑی ہوتی کہ حضورؐ وفات پا گئے تو ممکن تھا کہ وہ فرط محبت سے ادس کا
 بغیر نہ کرتے اور بجائے پیر ٹوٹنے اور دھم سے گر جانے کے اگر وہ دیوانہ وار و درازی
 کرنے لگتے تب بھی جذبان لائق استبعاد نہ تھا مگر غضب یہ ہے کہ مرگ نبویؐ کی خبر سے اون کے
 کانوں کو کبریات و مرآت آشنائی ہوئی تھی و ایک دفعہ دیکھا ہی دیتا ہوں یہ اتفاق اہمیت
 آنحضرتؐ نے مجمع صحابہ میں فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں جیو رہا ہوں ایک کتاب اللہ و دم
 اپنی عزت اگر بعد میرے اندرون کی اطاعت کر دے تو میرے گمراہ نہو گے جن لوگوں نے یہ
 کلام سنا ہوگا سمجھ گئے ہونگے کہ حضرت اپنی وفات سے پہلے آگاہ کر کے الہد کا انتظام فرماتے ہیں
 حیوقت حضرت عمرؓ نے وہ زمان رسولؐ سے یہ جملہ سنا تھا مقتضائے محبت تو یہ تھا کہ اس وقت
 کلمہ میں چہرہ کی گہر لیتے دیوار سے سرگرداں کہو پڑی شریفانہ دل و لہجہ سے کہہ رہے تھے ایک دم
 ہو جاتے مسلمان اون کو سچا عاشق رسولؐ سمجھ کر قیامت تک نو چندی حیرت کو فاختہ دلاتے
 رہتے اس سے کچھ اور بڑا جرم مضمون سنئے حب اللہ و حب اللہ و حب اللہ و حب اللہ و حب اللہ و حب اللہ
 نے وفات سے قبل چار دن پہلے اپنے صحابہ مخصوصین سے فرمایا کہ دو قلم حاضر کر دوں مگر ایک نیکو
 دے دیتا ہوں کہ بعد میرے غلوگ و آدمی ہلاکت و مخالفت میں نہ پڑو گے ایسے مواقع پر جب کوئی
 شدید مرض نصیحت کیا کرے تو انا سمجھنے والا ہوں یہ ہی سمجھا کر آیا ہی کہ لباس اس کا وقت آخری
 اپنے بعد کے لئے کچھ نصیحتیں و وصیت کرنا ہی کہ انفسوس کہ حضرت عمرؓ استہائے دانشمندی
 سے یہ نہ سمجھے کہ حضرت عقیقہ وفات پائیے ہیں ہمارے ہدایت و مکر ہی سے بچنے کے لئے
 جو جو شفقت فروری ہدایات کو قید قلم میں لانا چاہتے ہیں حضرت نے تو یہ الفاظ واضح
 فرمادیا تھا کہ تو صلوات علیٰ نبیؐ یعنی وہ ایسی تحریر ہوگی کہ محفوظ طبعیت کرنے سے۔

آج میں میرے کراہے میں کے معلوم کرنا حسب لفظ (لہدی) کو لیا
 مجھے بول کے۔ غالباً یہ سمجھے ہوں کہ حضرت تاکیام قیامت امت کو احوال کی
 شہادت کے لئے زندہ رہیں گے۔ صحاح میں تو یہ معنون وارد ہوا ہے کہ بوقت طلوع
 روایات و قرآن حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا تھا کہ ان السراج بھی دینی شخص (انھوں نے)
 زندہ رہ کر رہیں یہی باتیں کرتا ہے جو حالت کہ وہ ترب میں بیمار کو مال بہ بدیان
 کرتی ہے وہی صورت ان کی ہی۔ تم کو ان سے کسی دشا ویر کے لینے کی ضرورت نہیں
 حسب کتاب اللہ خدا کی کتاب ہمارے لئے کافی ہے۔ کیا اب بھی کوئی عقائد رکھ سکتا ہے
 کہ حضرت عمرؓ کے عازر حجت ہوتے سے بے خبر تھے۔ اسی طلباء و طلبہ آپ کے شریعت
 عمرؓ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں سلج فرمانا ان واقعات پر نظر فرما کر کہہ سکتے ہیں کہ حضرت و دم نما
 نبوی سے بے خبر تھے اور حضرت ابوبکرؓ کی زبان مہارک سے آئیہ انقلاب علی الاعقاب
 شکر ان کے کہنے لگا کی اور بخیر دہر کر میں پر گر پڑے۔ حضرت مصطفیٰؐ یہ تحریر فرمایا ہے
 کہ آریہ موصوفہ بالا شکر عمرؓ کے لکھا دیکھے کہ محکوم یاد نہ تھا کہ قرآن میں کوئی ایسی آیت بھی
 جس سے دھال مصطفویؐ کا تہ لگ سکتا ہو ایسے شخص کو عالم قرآن کہا جائے گا یا کہ جاہل
 احکام باری کا اوس کو خطاب دیا جائیگا۔ آپ چونکہ آزاد و طبیعت و انصاف پسند ہیں عمرؓ
 و بکرؓ کی رعایا نہیں جو خواہ مخواہ ردی انصاف پر خاک ڈالنے کے لئے ریگہ کے ٹیلہ پر ہاتھ
 بڑھائیں ضرور ہے کہ اصناف فرما دیں گے کہ کسی مجنون کو بھی اس کا باور نہیں ہو سکتا کہ عمرؓ نے
 اچانک اور ذمہ داری کے مرنے کی خبر سنی تھی وہ پہلے سے پوری اطلاع رکھتے تھے اور ان کا
 حسب بیان نقل کیا گیا ہے وہ تواتر غیر صحیح ہے اور احکام قرآن دینی آیات سمجھنے کیلئے
 اور کا دماغ بالکل کمزور بلکہ معطل تھا اہل سنت بڑے مناظر میں ہیں جو کہ حضرت عمرؓ کو اعلیٰ
 درجہ کے خلفاء میں شمار کر کے اور کونہ ہی ہمدار جانتے ہیں اور کونوا امور دینی سے کوئی تعلق
 نہ تھا بلکہ وہ اسلامی سیدھے تھے جن کو سوائے اللہ کے دوسرا کام نہیں ہوتا کثر العمال
 وحسن مصنی وازالتہ الختامیں بمقام ذکر تاثر عمرؓ ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے خطبہ میں ارشاد
 فرمایا اگر کسی کو قرآن کے متعلق کچھ دریافت کرنا ہو وہ ابی بن کعبؓ پر چلے چلاں و حرام

شخصیت کا استفسار تھا ذہنی جبلت سے کہ فراتعلیٰ کے متعلق زید بن ثابتؓ
روایت کر چکے ہیں کہ متعلق اگر کوئی بات جنت کرتی ہو وہ میرے پاس آئے گی
میں فرماؤں گی ہوں جو شخص کہیں رسول پر ہجو اور شتم کا علاقہ دوسرے لوگوں کے متعلق
اور خود دینیہ میں ہو کر روپیہ پس کی برطاعت ہاتھ میں لے کر کہے اور کوئی عقل کا دشمن حاکم
امر ملت سمجھ سکتا ہے امر واقعی یہ کہ شخص عمر واکثر صحابہ احکام شریعت سے ناواقف
تھے میں بتاؤں کہ حضرت ابوہریرہؓ کو جو سنہوں کے نزدیک اعلیٰ درجہ کے روایت
حدیث میں داخل ہیں گواہی میں نہیں کرتا ہوں شکوۃ المصابیح کے صفحہ ۳۴۷ پر ہے
کہ ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ لوگ مجھ پر غیظ و نفرت ہیں کہ یہ شخص آنحضرتؐ سے احادیث بہت نقل کرتا ہے
اوس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ پر جو توبہ زاری میں شہکار تجارت میں مصروف تھے تھے
اور انصاف لہیتی باڑی میں یہ غریب تھا کہ ہوا ہو کہ اکثر اوقات حضرت کے پاس نہ تھا
تھا جو کچھ حضرت سے سنا لوچ قلب پر نقش نگاہیں حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ فلان امر میں فلان
کی اطاعت کرو اور دام و دھڑی کا تعلق مجھ سے مجھو نہایت صحیح ہے اور انکو حضوری و بار
کا اتفاق بہت ہی کم ہوتا تھا باز ایدہ پر کچھ دیر ہی سوئے کرتے رہتے تھے بخاری شریف
اب الخرج فی التجرارۃ من کتاب التبیوت میں اس طواری مضمون کے بعد لکھا ہے کہ حضرت
عمرؓ نے ابو موسیٰ شمریؓ کے اعراض پر فرمادیا کہ ابھائی مجھ کو معلوم تھا کہ آنحضرتؐ نے
نے حکم دیا ہے کہ بلاذن صاحب خانہ اوس کے گھر میں خیال و میری معلومات کی کمی نہ ہوں
یہ کہیں کہ فرید و فروخت کے لئے منڈی میں ہوتا تھا اعلیٰ متقی نے یہ کتاب کسر النعمانی اور
شمر مؤلف کتاب الاذکار نے یہ مقام سننا لائی ہیں کتب ہے کہ خلیفہ دوم اور امی
سے اکثر روایات قرآن مجید کا ہوا ہے عمرؓ نے جو کہا ابی نے اوس کے خلاف
بتایا آخر کار اوس نے تنگ آکر کہا کہ میں ان عمرؓ کا کام کر رہا تھا کہ قرآن کیسے
ہوتا ہے آپ باز ایدہ پر دو روایات ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو
اور ہم دونوں قرآن آنحضرتؐ سے صل کرے قرآن کے متعلق غبار نہ رہے یہ ہے عقیدتی الفاظ
وشفقت الصفو ولا سوانیہ

نکاحہ البصاف طوائف والا کہہ چکا کہ حضرت بالکل بندہ زرتھے قرآن پاک میں منکر
 میں پروردگار دنیا و منکر میں پروردگار آخرت انہیں کی شان میں نازل ہوا ہے یہ سہا بل
 احکام قرآن کا پروردگار حکم نبوی و اوت و قوم کے تنبیہ میں یہ کہنا کہ حسب کتاب البیہ نہایت
 ہی عجیب و غریب ہے جو شخص بازاروں میں دو گئے جو گئے کرنے کی نیت سے پہنچا رہا ہو کہ ہی قرآن
 کی بار بیکوں پر نظر نہ کی ہو اس سے یہ دعویٰ کہ ہم قرآن کافی ہے نوشتہ نبوی کی کوئی
 ضرورت نہیں نہتا درجہ کا بیل لکھال امر ہے یہ بزرگ ایسے جامع اور تریریں نہایت ہے کہ انھیں
 کو نمازیں کھڑے ہو کر صوف خالی کر کے بازار میں دوڑ جاتے تھے سورہ جمعہ میں جو
 ترکوت قابجا وارد ہوا ہے وہ انہیں کی شان میں ہے شاہ صاحب بخیر میں لکھتے ہیں
 کہ زمانہ قحط کا تھا اور صحابہ پورے طور پر آداب شریعت سے آگاہ نہ تھے جب وہ غلہ کے اوتوں
 کی آمد محسوس کرتے تھے تو یہ ابن خیال کہ اگر ہم کو معبود میں پسے رہے تو خریدنے والے خرید
 لینے کو مانج و دیگر استیاضہ ورمی گران ملین گی یہاں وہ نماز قطع کر کے بازار میں
 چلے جاتے تھے حضرت عمر کی لکھا دین جدا گانہ رنگ کہتے تھے آپ اپنی زوجہ سے بطور
 سلعو کس صحبت کیا کرتے تھے جس طرح کہ برج کو نہ بند و ق میں کھلی طرف سے کار توس
 ٹھوسنا جاتا ہے یہ ہی جلیفہ صاحب کی طرز مباشرت تھی۔ تعذیر کے متعلق میں نے ایک قسم
 مسطور سال لکھا ہوا اس میں چند کتب اہلسنت سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ حضرت عمر وٹی بیٹی کا رو
 کے از بیش اقا ہی صحیح ترمذی کی کتاب القف جلد دوم صفحہ ۳۲۴ پر یہ ثابت ابن عباس
 مروی ہے کہ ایک روز حضرت عمر سٹ ٹھاکی کہہ رہے تھے حضرت کے پاس آئے اور عرض کیا
 یا رسول اللہ میں ہاگ ہوا رات میں نے اپنی زوجہ سے خلاف فطرت عمل کیا ابن عباس کہتے
 ہیں کہ سید وقت یہ بیت نازل ہوئی الفساح وحث لکھ یعنی عورتیں ہتھاری کہتی ہیں انھیں
 کہتے ہو جس طرف سے جا ہو استعمال میں لاؤ یعنی قبل و بعد نفسیر باب النقول فی اسباب
 السنو وال میں ہی ابو سعید خدری سے ابن جری و ابوالہیاء ابن مردودہ نے حسب تصریح
 ابوالہیاء بیان کیا ہے حضرت عمر کی جس جہ سادات تھیں ان سب کا رنگ نارا تھا آپ ایسے چہرہ ہوت
 اور خوشامی طبعیت کے شخص تھے کہ جا بھی اگر بند کہول دیتے تھے روزے میں ہی عا و عجب جاکان

سے نہ جو کہتے تھے جہانم فتح الباری شریعہ بخاری کے صفحہ ۱۳۷ پر کتاب التفسیر میں لکھا ہے
 وجہ صوم رمضان کا حکم ہوا تو تمام ماہ مبارک عورتوں کے پاس جانے کا حکم نہ تھا
 لیکن بعض صحابہ حکم خدا میں خیانت کر کے اپنی ازواج سے ہم بستر ہونے تھے پس خدا نے یہ آیت
 نازل فرمائی **عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ تَخْتَلُونَ الْأُنثَىٰ كُلَّ مَمْسَاةٍ عَلَيْهِ حَكْمٌ لِّئَلَّا
 حُلَّ جَانِبَاكُمْ** تم اپنی نفسوں میں خیانت کرتے ہو۔ بدین وجہ تمہاری توبہ قبول کی گئی آپس میں کسب کا
 نام نہیں ہے کہ وہ کون صحابہ تھے جو کہ حالت صوم میں حکم خدا سے سترائی کر کے اپنے نفسوں پر
 خیانت کرتے تھے لیکن مغیر بن نے ان کے نام بھی بتلائے ہیں سہی امن ہولا۔ عمر و کعب بن مالک
 رضی اللہ عنہ یعنی جن لوگوں نے حکم باری سے انحراف کر کے خیانت کی تھی وہ عمر اور
 اور کعب بن مالک تھے حضرت فاروق کی چند ازواج تھیں جو کہ آپ نے اپنی عمر کے مختلف
 حصوں میں داخل ہم کر لی تھیں مگر اس پر بھی شوق طبیعت کم نہ ہوا تھا لہذا ان کے باندیوں
 سے ہم نابل ہو جاتے تھے باوصفیکہ وزرے میں گم رہنے بھولنے سے عابین عیس کے ممتاز خطاب
 سے بہرور ہو چکے تھے مگر یہ بھی محتاط نہ تھے عین حالت میں بے احتیاطی کر بیٹھتے تھے وہ بھی
 حاضر نہیں بلکہ نہایت ناواجب طریقہ سے جہانم کے اعمال کی کتاب الصوم میں سعید بن
 المسیب سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر صحابہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ ابہا الناس
 آپس میں کیا فرماتے ہیں آج ایک باکرہ کی میرے پاس سے گذری اس کے ناز و عشوہ نے
 میری طبیعت پر چادر مستقیم پر تمام نہ رہنے دیا بے اختیار اس سے ہم آغوش ہو کر آخر کار اس
 نتیجہ پر پہنچا جہاں پہنچنا چاہیے تھا درخت کا ٹھیکہ میں روز دار تھا اصحاب کو یہ سن کر
 تعجب ہوا۔ احباب حاضر میں حضرت عمر کچھ ایسے بے احتیاط ہو گئے تھے کہ ان کی ازواج کو بھی
 اعتبار نہ رہنا چاہیے۔ سہو علی نے تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۹۷ پر جابر بن عبد اللہ انصاری
 سے روایت کی ہے کہ جب عمر کھر سے باہر جایا کرتے تھے تو اون کی بیبیاں کہا کرتی تھیں کہ تم
 فلان عورت سے دیدار ہی کرنے جاتے ہو طلبا معلوم کر چکے ہیں کہ بناؤند سب بے ہمت مایل
 فاروقی پر ہے جو حکم اونہوں نے دیا وہ عین حکم خدا و رسول سمجھا لیا جو فعل اون سے واقع
 ہوا اسکو سہرت سے منسوب کیا گیا چونکہ خلیفہ صاحب اپنی زوجہ و بی بی الدبر کیا کرتے

کے لئے اس مسئلہ میں یہ مسئلہ جاری ہو گئی ہے تاہم حضرت علامہ ابن عمر
ماہیات خود اس کے مادی ہے اور اس کی نوک پر ثابت کرتے رہے کہ النساء و حرت
ل حکم میں یہی حکم ہے کہ عورت کی دہریں آدرو و ہر دیکار و نہ سبب المہنت میں حضرت
عمر کی بدولت اسد رجہ و طی فی الدبر کا رواج ہوا کہ امام مالک عام طور پر اس مسئلہ کے مفتی
ہوئے امام عینی نے شرح بخاری کی کتاب التفسیر میں لکھا ہے محمد بن سعید نے ابی سلیمان
محمد جانی سے روایت کی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ میں امام مالک کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک شخص
نے وطی فی الدبر کی نسبت پوچھا امام موصوف نے فرمایا کہ میں ابھی فارغ ہو کر آیا ہوں
شرح مذکورہ بالا میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام مالک نے فرمایا مائتہ احد اقبل
بہ بنی و بنیہ شک فیہ انہ حلال یعنی وطی المراءۃ فی دہریا یعنی جو شخص
کہ امور دہریں بیروی کرنا ہے اس کی نسبت مجھ کو شک نہیں ہے کہ وہ وطی
فی الدبر نسوان کے مسئلہ میں تامل کرنا ہو تفسیر و منشور میں ہے کہ امام شافعی سے
درباب وطی فی الدبر فتویٰ طلب کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ سہمبر خدا نے نہ اس
فعل کی حرمت بیان کی نہ حلت اور نہ ہی حلت نہ لہذا میں اس کو حلال جانتا ہوں تفسیر
مذکورہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے استاد دفعہ عبدالرحمن بن قاسم و ابن ابی لیلیہ
یہ سب ثقہ و عادل و نہایت صحیحین سے ہیں علامہ حضرت ابن فضل کے عامل اور فتوے دینے
والے تھے ابن ابی لیلیہ سے پوچھا گیا کہ حضور اس مقدمہ میں کیا فرمانے ہیں جواب دیا کہ سب
گندہ شے میں خود جب آلودہ ہو طی ہوا تنگی بالغ دخول ہوئی عضو متاسیل پر تیل چٹ کر
اجزاء کا کیا خلا وہ برین امام عینی نے شرح مابہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زوجہ
یا لوطی یا غلام سے وطی فی الدبر کرے تو اس پر حد یعنی سنائے شرعی کچھ نہیں ہے اکثر
فقہائے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر اس فعل کے فاعل کو انزال نہ ہوا و خشک مقام پر نہ ہو تو غسل
کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس عنوان سے وضو کی مضبوطی میں بھی کوئی فرق
نہیں آتا کیونکہ بعض صحابہ و تبع تابعین وطی فی الدبر کے عامل تھے اور اس کے جواز
پر فتوے دیتے تھے کتاب شریعہ الاماں مطبوعہ حیدرآباد میں لکھا ہے کہ

عثمان پر جو یہ طعن کیا جاتا ہے کہ اس نے زوجه کے مرنے کی کوئی پروا نہ کی اور یہ بڑا
 لودھی ہے دست و پا دل رہا اوس کی وجہ یہ ہے کہ عرب کے وہ بزرگ و نامور آدمی جو سن
 شہوت میں لسی بانوں کی کوئی پروا نہ کرتے تھے چاہے تاج اچھلے اور لقمہ مسیح الزمان
 صاحب میں ہے کہ نمید بن ولید بن عبد الملک بن مروان دیکھ کر بارہ خلفاء رسول
 سے ایک خلیفہ ہوا، کی جب مشوقہ مر گئی تو ایک ہفتہ تک اس کے ساتھ ہجرت کرتا رہا اگر
 دروازے کا تختہ پر چڑھ کر نہ ہزار دقت اور سکود فن کر آیا درجہ عرب کو ان بہن محرمات
 شرعیہ اور میت و بہائم کیسا تھے ہی وطنی کر سکی عادت تھی لہذا فقہانے اوس کے جواز
 بر فدا وائے شایع کئے اہل فقاہت اوس سے مطلب یہ تھا کہ اگر لوگوں کو روکا گیا تو عادت
 قدیم کا جو کہ صدیوں سے جاری ہے ترک کرنا ناگزیر ہے گا اور وہ اسلامی دائرہ
 کو تنگ سمجھ کر اپنے مذہب آبائی کی طرف عود کر جائینگے یعنی کافر ہو جائینگے اس
 واسطے اون کو یہ ضرورت داعی ہوئی کہ جن بانوں کے صحابہ تابعین کیسے وقت سے لوگ
 عادی تھے اون کی خوبی دکھائی جائے تاکہ اسلام کو یہ تعجب و شریعت پر حملہ جھک خلا
 اوس سے پہلے پورے ہی اس واسطے فتاویٰ قاضی خان جلد اول کتاب الصوم میں یہ صفحہ
 ۱۵۱ لکھا ہے ان کو کچھ بھینٹا اور صیتہ ولم یزل لا یفسد صومہ وکالینم
 الغسل یعنی بہائم و میت کیسا تھے فعل کرنے سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے نہ غسل کر سکی
 حاجت ہوتی ہے لف حریر کی نسبت لکھا ہے کہ یہ ترکیبی جماع دو وجہ سے کیا
 جاتا تھا ایک یہ کہ عورت کے مقام پر روزہ لگنے سے کوئی مرض مثل آشک وغیرہ
 نہ ہوا انکہ حرمت مصاہرت سے حفاظت ہے یعنی یہ جب حرام سے بد فعلی کرنی
 منظور ہو تو کبیر البیٹ لیا جائے تاکہ فریقین کے مفاہمت ایک دوسرے سے
 ملتی نہوں ایک کی رطوبت دوسرے سے نہ ملنے پائے جب اس ترکیب سے جماع کیا
 جائیگا تو مان بہن حلال رہی فتاویٰ عالمگیری جلد اول فصل سوم فی المعانی جوب
 الغسل میں لکھا ہے اگر ذکر بر کبیر البیٹ کر جماع کیا جائے اور نزال نہ ہو تو اوس کی
 نسبت بعض نے لکھا کہ غسل واجب ہوتا ہی اور بعض نے کہا کہ نہیں ہوتا اور صحیح

یہ بات ہے کہ باریک کپڑا اس طرح پہننا جائے کہ جس طرح کی حرارت اور لذت محسوس
 ہو تو غسل واجب ہو ورنہ نہیں ہوتا انتہی کلام سبحان اللہ کیا پاکیزہ مذہب ہے کیسی
 سہولت کر دیجی ہو اگر کسی کی مان جوان ہو تو یقیناً ایک ملل لپیٹ کر بخوبی مطلب آوی
 کر سکتا ہے علی ایذا پیش ہیں اور دیگر محرمات شرعیہ سے حفاظت فی اوٹھا سکتا ہے مسئلہ الف
 جو جب کو اہل سنت شیعہ کے یہاں صرف لٹرو ہونے سے بلحاظ کتاب بتلایا کرتے ہیں
 اوس کی حقیقت بھی ظاہر ہو گئی کہ قصود ان کا تانے پٹنے خط اپنی عمل آئی تاکہ طلب
 کو یہ کتابیں نہ ملین تو اسلامی مدرسہ علی گڑھ سے جامع الرموز مؤلف علامہ شمس الدین
 فہستانی مطبوعہ نول کشور کو تنگالین ہر مدرسہ عربی سے یہ کتاب بہ آسانی مل سکتی
 ہے کیونکہ کتب و رسات میں داخل ہے اوس کے صفحہ ۲۸ کو دیکھیں انشاء اللہ
 یہ عبارت نظر آئیگی۔ اولفت الحشفۃ بنوب او غیرہ لم یحبیب الغسل کافی
 الجلالی یعنی اگر سر ذکر پر کپڑا لپیٹ کر مباشرت کی جائے تو فاعل پر غسل واجب
 نہیں ہوتا جلالی میں اس طرح ہے اسی کتاب کی بحث مہتمم جو الکامیہ لکھا ہے کہ اگر
 ذکر پر کپڑا لپیٹا جائے کہ مقام مخصوص کی حرارت محسوس نہ ہو تو روزہ پر کھانا نہیں ہو سکتا
 عبارت یہ ہو لی فبذلک من خرقہ ما لعنة للحارۃ لم یحکف حجاب مصنف
 اور طلبا دیکھیں کہ صرف حضرت عمر کے تصدیب فعل کے لئے اون کے فقہاء نے وطن
 فی الدبر اور مان ہیں سب کو حلال کر دیا حضرت عمرؓ کو دیگر فضائل کمالات کے مہذب
 ہی انتہا درجہ کے تھے تاریخ الخلفاء سبوطی کے صفحہ ۹۹ پر ہے کہ حضرت عمرؓ
 ایک شب گشت کر رہے تھے آپؓ کا ایک عورت اپنے شوہر کی جدائی سے بقرار ہو کر
 عاشقانہ و زندانہ اشعار پوری ہے پوچھنے سے معلوم ہوا کہ اسکا شوہر جگت ہے خلیف
 صاحب کہا کہ تو اطمینان رکھ ہم انتظام کئے دیتے ہیں گہرا اگر انہی میں خلیفہ سے کہا کہ
 جان پر یہ ہے وہ عورت تے دونوں ملا شوہر صبر و استقلال سے بسر کر سکتی ہے بی بی نے
 باب کے اس سوال پر شرمندگی سے سہمی کر لیا جب امر ہو کہ شرع میں شرم کیا ہی اور سہوت
 اس نے زبان سے تو مجھ نہ کہا اول تمن اور چار اٹھلیاں اٹھا کر تھلایا کہ تمن یا چار مہدیک

عورت بلا شوہر کے جاوے عصمت پر قائم رہ سکتی ہے اس راند پر لوگوں کی فوج کرنے کا بیڑ
 نہیں کر صرف اتنا کہ خلیفہ صاحب سہاگواہی از روح سے دریافت کر سکتے تھے جو ان کا
 دور وہ بھی بڑا اوسس ایسی شرمناک حالت کرتا کہ کب نہایت ہی جاب مصنف
 اور طلباء فرما یں کہ کوئی شریف آدمی بڑا بڑا کی سے ایسی بات پوچھ سکتا ہے یہ چند
 باتیں بطور غلط فہم کے متعلق حوالہ قلم کی گئیں دنیا کا کوئی عقل مند حالات مذکورہ کو
 دیکھ کر پرگز نہ کہہ سکیگا کہ ایسے اشخاص پیشوائے دین ہونے کی قابلیت کہتے تھے اور
 باتیں مصنف اور لوگوں کو اسلام اصلی کا مظہر بتاتے ہیں صحیح القول نہیں ہیں بلکہ حق
 یہ ہے کہ ایسے ہی لوگوں کی حرکات نے دامن اسلام پر دہریہ لگا دیا فقیر نے خلیفہ صاحب کے
 حالات بہت اختصار سے طلباء کے سامنے پیش کئے ہیں ان کے حقائق واقعی جو اسیرۃ الفائق
 اور الفرق جواب البغراق میں دیکھائی گئیں ہیں حضرات طلباء تمام معاملات پر گہری نظر رکھ
 بجائے خود فیصلہ فرمائیں کہ ان کا مذہب کس اصول عقلی سے مطابقت رکھتا ہے بعد ان میں
 حضرت عثمان کی بہت کچھ طلباء کو طلبا نامناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی قرن ابتدائی کے
 مقتدر حضرات میں داخل ہیں سالہ مذاکے اول میں طلباء کچھ حالات عثمان دیکھ چکے ہیں اور
 کچھ اب کہتا ہوں کہ حضرت عثمان نے تحت خلافت پر قدم دیا ہے ہی وہ بد عنوانیان
 کہیں کہ نباء خذ ابن سعود جلیل القدر صحابی کو اتنا بڑا یا کہ بڑا بان ٹوٹ گئیں عمار یا سر کو دربار
 میں بے عزت کیا ابو ذر غفاری کو دہریہ سے نکلوا دیا الکاشغر کو جلا وطن کیا کعب بن عبد
 المہدی عامر بن عبد قیس وغیرہ وغیرہ کو خارج البلد کر دیا نہراہ افغان سے نقیبر رسول پہلو کر
 مروان زائدہ درگاہ رسول کو قلعہ ان وزارت حوالہ کیا بنی امیہ کے ہاتھ میں اعوان انتظام
 مذہبی حارث بن حکم کو مدینہ کے بازار کی چودہرہ پٹ عطا فرمائی دسوان حصہ و س کا مال کی فروختی پر
 قاجم کر دیا عائشہ صاحبہ کی پیشین بند کردی جس پر بیچ کہا کہ انہوں نے خلیفہ صاحب کے
 قتل پر لوگوں کو برا بکھڑا کر کے قتل نامہ پر لگوئے کائنات ان کا دیا صاحب سیر اور نایاب حرم
 کو فی میں لکھا ہے کہ عثمان کی بد علیوں نے عام مسلمانوں کو خود بخود زنا دیا تھا پانچ دیکھ کر
 بی بی صاحبہ نے لوگوں کو او دہرا شروع کیا اکثر کہا کرتی تھیں کہ حضرت کا گفن بھی مسیلا

سرور محمد بن علی شریف کو اس وقت تک کہ اس کو واپس بلے نہ ہو کر
 قتل کر دیا اور اس کو مبین ہو کر سب سے پہلے ہمارے ہاں ہوا کہ ہمارے ہاں کو
 کہ حضور انجیل لگا چلیں جو کبھی بچنے والی نہیں ہوا اگر بڑی سوخ و خشک لکھا
 ہے کہ عائشہ اپنے بہنوئی محمد بن ابی بکر کو قتل عثمان پر آمدم کرتی رہتی تھیں آخر کار وہ
 نزلہ چند وز میں عثمان کے سر پر ٹپک پڑا غم کو فی لکھتے ہیں کہ جب عائشہ کو قتل
 عثمان کی خبر ملی تو نہایت مسرور ہوئیں کمال انبساط سے فرمایا اجدہ اللہ ما قد
 ہداه الحدیث الذی قبلہ کتاب عقد الفرید میں ابن عبد البر نے لکھا ہے سعید
 ابن وقاص سے پوچھا گیا کہ عثمان کو کس نے قتل کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جس تلوار کو
 عائشہ لکھ کر لینی چاہی اور طلحہ نے اس پر آپ جڑ پائی اور صقل کیا اور علی نے زہر کے پانی میں
 بچھاؤ دیا ابن قتیبہ نے بھی یہی مضمون لکھا ہے بلکہ اتنا اضافہ کیا ہے کہ عثمان کی عادت
 بدل گئیں تھیں وہ نیکیوں کی جگہ برائیوں کا کام کرنے لگے تھے عبداللہ ابن سواد جو مصریوں کا
 سردار اور نہایت نیک خصلت تھا اس کا یہی قول تھا کہ عثمان سلمان نہ تھا مسلمانوں
 کے قبرستان میں اس کو گر گرنے دفن ہو نہ دنگا کیونکہ یہ نہایت سوچا ہوا ہے اس کے زمانہ
 خلافت میں ایک روز ابوسفیان نے علی الاعلان کہا یا بنی امیہ تلقوها تلقف الکفرہ
 الذی یجلف ابوسفیان صاصی ذائب کا خطاب کا ناہو ولا یبعث ولا یتیامہ
 یعنی اے بنی امیہ اس بادشاہت کو حاصل کرو نہ قذاب کوئی شے ہے نہ حباب قیامت
 نہ دوزخ وغیرہ وغیرہ عثمان پر لازم تھا کہ اس پر چارے شرع جاری کرنا یا قتل کر دینا
 مگر اس نے مخالف اس کے خزانہ عامر سے دولا کہہ دیا اس کو العام قیامہ علاوہ ازین
 ایک مورخ اگر بڑی کتاب داسیر اسلام کے صفحہ ۲۵۴ پر لکھا ہے خلیفہ عثمان
 کی حیثیت ہرگز اس قابل نہ تھی کہ اس کو خلافت کے لیے منتخب کیا جاتا وہ کسی قابلیت
 اور اسناد کے شخص نہ تھے وہ خطیبہ شاہان کی لیاقت نہ رکھتے تھے اور کو یہی خبر
 نہ تھی کہ خطیبہ کیونکر شروع کیا جاتا ہوا و نکاحی حکم اور اس کا بیٹا مروان اس سلطنت سے
 اصل فرمانروا تھے عثمان کو خلیفہ کا لقب برائے نام دے دیا تھا تھوڑے عرصے میں کرتا ہے

حضرت عثمان نے حالات کو ایسے نفرت دلانے والے ہیں کہ اہل سنت کو بھی اذیت
چندان دل آید ہی نہیں ہے مگر چونکہ یہ سلسلہ خلافت وہ بزرگ علیہ صلوٰۃ علیہ وسلم ہیں
بطور سنی اذن سے محبت رکھتے ہیں تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت نے
خواب دیکھا کہ اذن کے مہر پر بندہ کو دتے اور چیلنے خلافت کو بدراہ کرتے ہیں۔ اس خواب کے
متعلق مسلمانوں کے مختلف خیال ہیں شیعوں کہتے ہیں کہ بعد آنحضرت جو لوگ فرما رہے تھے
وہ بندہ تھے اہل سنت حضور حضرت خدیفہ۔ ابوذر غفاری و حضرت امیر علیہ السلام
کو خبر دیکھتے تھے کہ بعد ہمارے ثنائین ملک اسلام کے مالک ہو جائینگے۔ حضرت اہل سنت
فرماتے ہیں کہ جو بندہ حضرت کو دکھلائے گئے تھے وہ امیر اے بنی امیہ تھے قرآن میں
اس کے متعلق یہ آیا آیا ہے وما جعلنا الرثاء اللہی اذینک الا فتنۃ اللہ
والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ جو فخر ملعون
قرآن میں ہے وہ بنی امیہ ہیں حضرت عثمان اسی مبارک قبیلہ کے سردار ہیں جو کہ ملعون
کہا گیا ہے صواعقہ معرقہ مطبوعہ مصر کے حاشیہ پر ایک دوسری کتاب سنی تہذیب
ابن حجر کی مصنفہ طبع ہوئی ہے اس میں لکھا ہے کہ آنحضرت فرمایا میرے مہر پر ایک
شخص خیار بن بنی امیہ سے جلوہ فرما ہو گا اس جاہلی شہناخت یہ ہو گی کہ جو وقت وہ
زیب وہ مہر ہو گا رعایت میں مبتلا ہو جائیگا تاریخ الخلفاء اور وضعۃ الاحباب بخاری
میں بہ مقام مناقب زبیر بن العوام لکھا ہے کہ جو وقت عثمان صاحب مہر رسول ہو گئے
اونہی ملک سے ایسا رطافت (کھیر) جاری ہوا کہ امید منگی قطع ہو گئی تھی۔ ایسا
کہ طلباء و خطباء و اہل ان عثمان سب سے جا میں گئے کہ اذن کے معزز و محترم خلیفہ ایک ملعون
ورخت کی خراسم میں ناموں تھے (بندر) نتیجہ یہ ہوا کہ قرن اول کے مسلمانوں نے
جن کا شمار صحابہ رسول یا طبقہ تابعین میں ہے اتفاق کر کے ان کو قتل کر دیا اور ان
حسن و فاشاکر ناباک کے انبار پر ڈال دیا تاہم خوارزی جو کہ اہل سنت کے نزدیک
صدر الافاضل و اعظم علماء ہیں داخل ہیں کتاخزم السقط شرح دیوان ابی العصار
کے صفحہ (۹۱) پر لکھتے ہیں کہ وہ قادی نے بیان کیا کہ عثمان مسندہ پھر میں باہ

اور سوہ برس کی عمر میں قتل ہوئے تھے۔ میں روز نکساہن کی بخش کوڑے پر بڑی رہی
 (دعا ایک گئے کہ لکھی جو فتنہ اونکی قبر کا نشان شاہد کیا حضرت عثمان شہیدین علیہ السلام
 تھے عورت سے آپ کو نہایت دلچسپی تھی چنانچہ سیوطی نے حضایں کبرے جلد اول
 صفحہ (۱۳۱) پر لکھا ہے کہ عثمان کا سبب ایمان عورت کی عشق بازی تھا جو ان کا
 بیان ہے کہ ہم ایک روز خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہاں تھا کہ محمد صلعم نے اپنی
 بیٹی رقیہ کا عقد حبیبہ بن ابولہب سے کر دیا یہ سن کر حکو بڑا انوس ہوا کہ اسے میں پہلے
 میں نے سلمان ہوا اگر ایسا ہوتا تو رقیہ کا عقد مجھے ہوتا اس نکاح کو دیکھ کر وہ انصاف
 کہہ گا کہ حضرت عثمان خدا و رسول کو سچا باور کر کے ایمان نہ لائے تھے بلکہ عہد قرآن کی محبت
 نے ان کو اسلام میں داخل ہونے کے لئے راعب کیا تھا۔ طاب علو کو ایک ایسی نکاح تھا
 ہوں جو دیکھ کر انگشت بہ دندان ہو جائیں گئے تاریخ صغیر امام بخاری مطبوعہ مصر انوار محمدی
 الم آباد کے صفحہ (۱۱) پر ہے کہ جو وقت رقیہ بنت آنحضرت سے انتقال کیا تو عثمان ایک
 کینز سے ہم اغوش تھے گھر میں ایک بی بی مری ہوئی تھی مگر یہ ایسے شوقین طبع تھے اور
 حریف جماع تھے کہ اس وقت بھی جماعت سے نہ باز رہے۔ انس بن مالک کہتے ہیں
 کہ جب رقیہ کو دفن کرنے لگے تو بوجہ محرم ہونے کے قبر میں اترنا عثمان کے لئے
 ضروری تھا آنحضرت نے فرمایا کہ وہ شخص قبر میں جاسکتا ہے جس نے اس شب میں
 بتقاہیت نہ کی ہو یہ شرط عثمان وہاں سے پیچھے ہٹ گئے ابو طلحہ نے کہا کہ یا حضرت
 میری رات خالی گئی ہے آخر کار اسی نے خدات قبر کو انجام دیا جلد اول بخاری
 شریف مطبوعہ مصر کے صفحہ (۱۷۸) پر بھی اس عنوان کی روایت موجود ہے امام
 طاہری جو کہ اہل سنت کے بڑے عالم کامل ہیں انہوں نے تعجب ظاہر کر کے
 فرمایا ہے کہ عثمان سے ایسی ضعیف حرکت کا واقع ہونا اتنا کاحیرت انگیز ہے کہ جس
 گھر میں بی بی کا جنازہ رکھا ہو اسی گھر میں عثمان کو ندی سے سرگرم ہوس دیکھا ہو
 حضرت طلحہ، جہاد غایت عمارت نہ کورہ بالا کو سمجھیں آنحضرت نے یہ کیوں فرمایا تھا
 کہ وہ شخص قبر میں جائے جس نے آج جماع نہ کیا ہو ظاہر مطلب یہ معلوم ہوتا ہے

کہ عہد خلافت پر ظاہر ہوا ہے کہ عثمان ایسے حریص جماع ہیں کہ گھر میں بیت پڑی
رہی مگر یہ اپنے تر قوت سے باز نہ آئے۔

اس موقع تک بالخصوص حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کے حالات کچھ مختصر بیان کے لئے
درست دیکر حضرات کا بھی جو کہ صحابی کہے جاتے ہیں ذکر فرمایا گیا۔ چونکہ طلباء و مصنف

صاحب اوراق بالا کا پورے طور پر ملاحظہ فرما چکے ہیں لہذا تنقیح اول کے مطالب
پر نظر فرما کر یہ نتیجہ برآمد فرمائیں کہ حضرات خلفاء اوس صفت کے مسلمانوں میں داخل

ہو سکتے ہیں یا نہیں جبکہ نقشہ حثیت امام بخاری نے یہ بتلایا ہے کہ مسلمان وہ ہے
جو جس کے دست و زبان سے مسلمانوں کو کوئی حرمہ پہنچے۔ اگر حضرت غنیمت نے ایک کیسی

میں جو کہ علمائے شنی و شیعہ و دیگر مذاہب کے اہل دانش سے آراستہ ہو گئی۔ بات
ثابت کرادی کہ ابوبکر و عمر و عثمان و دیگر صحابہ زیشان کے افعال و کردار و زبان و

ہاتھ سے اہل اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں کی جملہ حرکات مسلمانوں اور خصوصاً
خاندان نبوت کے لئے فائدہ رسان تھیں اور حسب ترمقر کہ وہ امام بخاری وہ مسلمان

تھے اگر وہ شیعہ کو ان کے مسلمان تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا جب مصنف ایسی
کیسی کر کے کامیابی حاصل کر لیں گے تو انکو پانچزار روپیہ نقد عین جلیہ میں کسی رئیس

شیعہ سے دلادیا جائے گا۔ طلبہ بوجہ کم سنی و نوخیز می چونکہ ایک نزعے شی مزین ہوتے ہیں
عجب نہیں کہ مصنف صاحب کا دامن پکڑ کر کہیں کہ حضور ہمارے پیشوایان دین مسلمان ہوں

حسب ترمقر امام بخاری ثابت کر کے شیعہ سے پانچزار روپیہ لیکر کالج کے کسی کام میں صرف
کئے در نہ ہوگا حازت دیجئے کہ ان دو گونو نا مسلمان سمجھ کر اوس شجر کی تلاش کریں جہاں

ہے اسلام نکلا ہے۔ میں طلباء کی طمانیت خاطر کے لئے حق و ناحق کی جانچ کر اس ایک
معیار تیار کرنا چاہوں اگر مصنف صاحب نے خلفاء کا اسلام

کرنے کیلئے کبھی قائم کر کے کی رائے کو پاس کیا اور کالیانی حاصل کر لیں تو سمجھ لیں
کہ وہ مذہب جبریل پر مبنی ہے مگر میں بہ آواز بلند کہتا ہوں کہ اگر تمام عرب و ہندوستان

کے علماء و ذہیزت مصنف کے مدکار بچائیں گے تب بھی وہ میدان میں نہ آئیں گے

سچ سمجھ کر سوائے خاموشی کچھ نہ کہہ سکیں گے۔ طلباء جب مصنف صاحب کو فرمایا
 اور متصل پائیں سنت کی کوئی پہچانی سرائے سے اسباب اوٹھا کر قلعہ شیعہ میں
 چلے آئیں چو کہ مصنف نے صفحہ ۲ پر دعویٰ کیا ہے کہ قرن ابتدائی کے مسلمان
 بہترین منظر اسلام تھے اور ان کا اقتدار پیر دی ہر مسلمان کے لئے مزید ہے۔ لہذا
 مناسب سمجھا گیا کہ اس وقت کے مسلمانوں کے کچھ اہم حالات طلباء کو دکھلا دیے
 جائیں جنکو ذیقرت مصنف نے اسلام پہلی کا نمونہ بتلایا ہے اس زمانہ کے سربراہ اور
 مسلمانوں میں حضرت فارار بن ولید علیہ السلام درجہ کے ذوق قار تسلیم کئے گئے ہیں حضرت
 ابوبکر نے بوجہ کثرت فتوحات اور کھوسیف اللہ کا خطاب دیا تھا۔ اور ان کے والد
 ناجد مغیرہ کے فرضی بیٹے تھے۔ قرآن میں اور ان کے دل عیب بیان کئے گئے
 آخر میں خدا نے لفظ زینم (فرمایا ہے۔ یعنی سوائے نو عبیدل کے اور نہیں
 زمانہ اوگی کی بھی صفت تھی۔ ایسے باپ کا بیٹا حقد رصوب ہو وہ تہوار ہے یہ بزر
 عجب خیرہ سرچھے مسلمانوں کا قتلا کر ڈالنا اور ان کے نزدیک ایسا تھا کہ جیسے تین
 چاقو سے سامنے گا جا اور مولیٰ ہوتی ہے (کتاب ابی والاسلام) مؤلفہ ڈاکٹر
 محمد عبدال حکیم فاضل صاحب (ایم۔ اے) کے صفحہ (۳۳۴) سطر ۱۱ مطبوعہ نسیم
 پریس پبلشر ہے۔

نخل سے واپس ہوتے ہوئے خالد نے بنی خذیمہ کے چند مسلمانوں کو غلطی سے دشمن
 سمجھ کر مار ڈالا۔ اس واقعہ سے بنی صلم کو سخت بچ ہوا آپ نے دونوں ہاتھ آسمان
 کی طرف بلند کر کے عرض کیا اے خداوند عالم! خذیمہ جو کیا میں ماوس کا ذمہ دار نہیں ہوں
 بخاری شریف میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اللھم الخ ابود
 الیث حماضع خالد ابن ولید یعنی خذایا خالد کے فعل سے میں بری ہوں۔ اگر
 بقول ڈاکٹر صاحب دیدہ و دانستہ نہیں بلکہ غلطی سے خالد صاحب نے چند مسلمانوں
 سیف اللہ چلائی تھی تو آنحضرت کا آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے یہ عرض کرنا
 کہ خذایا میں فعل خالد کا ذمہ دار نہیں کیا معنی رکھتا ہے غلطی سے اگر کوئی گناہ

سرزد ہو جائے تو وہ قابل معافی ہوتا ہے نہ کہ لایق سزا نشی اگر بدانت حضرت
 وہ فعل نیک بنتی سے خالد نے کیا ہوتا تو حضور و عدا مغفرت کرتے۔ نہ کہ اوس کے
 فعل سے اپنی برأت ظاہر فرماتے اہل سنت کو چونکہ خالد سے محبت از بس ہے۔ لہذا
 ڈاکٹر صاحب نے لکھی یا کہ غلطی سے خالد نے مسلمانوں کو ذبح کر ڈالا تھا۔ سبحان اللہ مسلمان
 ایسے ہی ہوتے ہیں اگر امام بخاری کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا جائے تو نہ معلوم جب
 کلیہ مقرر کردہ خود خالد صاحب کو مسلمان ہونے کا سائنٹیفک عطا فرمائیں گے یا کہ
 اوس کے مذہب کی کوئی اور نوعیت قائم کریں گے۔ حضرت خالد ہمیشہ ایسی ہی
 زیادتیاں کرتے تھے جیسا کہ ایک جنگ جو سرنگ آدمی کی عادت ہوتی ہے حضرت
 عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں انکو پٹوا بھی دیا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب
 مذکورہ بالا کے صفحہ (۵۶۶) پر حضرت عمر صاحب کی عدالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے
 ہیں کہ حضرت عمر ایسے عادل تھے کہ خالد جیسے بیظہر بہادر کو بھی ارکاب جہاد پر بلا
 سزا دیئے نہیں جوڑا۔ چونکہ بدش آدھی سے سوائے بڑی باتوں کے کبھی کوئی نیک بات
 سرزد نہیں ہوتی۔ لہذا خالد صاحب سے ہمیشہ ایسے ہی واقعات رویہ اظہار ہوتے۔
 کبھی کسی کو قتل کیا کبھی کسی کی زوجہ پر تصرف ہو گئے۔ ایک گروہ اہل اسلام کو
 جو کہ روزہ دار نماز گزار تھا۔ مگر ابو بکر کو خلیفہ ناجائز سمجھ کر زکوٰۃ دینے سے انکار کرتا
 تھا اوسکو نہیر دستی قتل کر کے اوسی شب اس مرد مومن کی زوجہ سے بچر زنا کیا۔ کہا
 اوس عورت پر کیا قلع گزرا ہوگا ایک طرف اوس کے شوہر اور دوسرے جانب صدمہ
 عزیز عزیز مسلمانوں کی لغزشیں بیدقن پڑی ہوئی تھیں تمام بستی آگ سے خاکستر
 ہو گئی تھی اور ایک سمت ایک وحشی آدمی اوس کے ساتھ بدکاری میں مشغول تھا۔ مالک
 بن نویدہ کا قصہ مشہور عالم ہے۔ صدمہ کتا ہوں میں اس کا ذکر ہے۔ کثر العمال جمع الجوا
 سیوطی و تبویب و تاریخ ابن خلکان وغیرہ چنانچہ کتا بول میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر
 عمر صاحب نے عرض کیا کہ خالد کو تنگ کر دینا چاہیے۔ کیونکہ اس نے مالک کو
 قتل کر کے اوس کی زوجہ سے زنا کر کیا ہے عبارت یہ ہے فبلغ عمر قتلہ مالک

اس کے واسطے صرف ذرا بچے تھے۔ اور میں اتنا مادہ بھی نہ تھا کہ مواعظِ حسنہ سے ترویج و اشاعت
 اسلام کر سکے۔ چنانچہ ذوقِ قارِ مصنف نے صفحہ (۵۲) پر لکھا ہے کہ جب یہ سب تک
 یمن میں حضرت خالد بن ولید سے تبلیغِ اسلام کی مگر کھڑا نہ ہوا۔ آنحضرت نے حضرت
 علی کو اہل یمن کی ہدایت کیواسطے بھیجا۔ شیر خدا کی جبرِ شکر شربتِ سیوینی لوگ استقبال کو آئے
 آپ نے نمازِ صبح پڑھا کر آنحضرت کا فرمانِ اہل یمن کو سنایا اور قلعینِ اسلام کی اُسکا یہ اثر ہوا
 کہ اوسے روز تمام قبیلہ ہمدان سلمان ہو گیا۔ حکام یمن میں تبلیغ کے اثر سے اشاعتِ اسلام
 ہوئی الخ۔ اس وقت میں بالاضافہ طلباء کا مضبوطی کے ساتھ دامن پکڑ کر کہتا ہوں کہ جس
 شخص کی زبان میں یہ اثر تھا کہ ایک گھنٹہ میں صرف دغذ سے ملک کے ملک کو مطیعِ اسلام
 بنا دیا وہ شخص اگر بعد بی شکم نہ ہو یہ خلافتِ ہوتا تو صرف مواعظِ حسنہ سے کتنے کفار کو
 مطیعِ اسلام بناتا اسلام پر چرچہ و رتلوار پھیلنے کا خلفا نے ہر نادہ پتہ لگا دیا ہے۔ یہ ہرگز
 نہ لگتا۔ دیکھو یہ ایسا اعجازِ بیان ہے جس پر حکامِ خالد ابن ولید جب یہ سب میں نہ کر سکے
 وہ اس ظہیر اللسان نے دو گھنٹہ میں کر سکے دکھلادیا۔ حضرت عمر کو جب کوئی دینی دریاوی
 مشکل پیش آتی تھی اوسکا اہل اسی سرشتہ میں ہوتا تھا وہ حضرت دوم نے بار بار فرمایا ہے
 کہ اگر علی نہ جیتے تو میں ہاک ہوتا جو شخص کہ تیغِ کمر سے تیغِ زبان خیز کر کھتا ہوا جنوسِ ک
 کہ قرنِ اول کے مسلمانوں نے اس کو گھر میں محفل کر کے بٹھا دیا۔ نہ کبھی کسی فوجی خدمت پر مامور
 کیا نہ مہالک میں مواعظ کرنے کے لئے بھیجا۔ ہائے جنوسِ سعد ابن وقاص و خالد ابن ولید
 عسا کر اسلام کی گمانِ انصاری کریں اور عہدِ رسول کفایت و قتال۔ یہودیوں کے باغات میں
 ہر دروہی کر کے اپنا پیٹ پالے حاصلِ کلامِ خالد ابن ولید انتہا کا ظالم و سفاک و شہرت پرست
 و خدا نافرست شخص تھا اس نے عہدِ ابوبکر میں ہزار ہا مسلمانوں کو بھجور و خطا و تلوار کے گھاٹ
 اتار دیا چنانچہ تاریخِ کامل ابن اثیر جزیری جلد ۲ صفحہ (۱۲۳) پر ہے کہ ابوبکر نے بذریعہ
 خالد قبیلہ بنی عامر و بنی ہمدان و بنی سہم کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ جس کی نظیر دنیا میں بہ
 مشکل ہی نہیں مل سکتی۔ قبائلِ ثلثہ کے لوگوں کہ ابوبکر نے قتل ہی نہ کرایا تھا ملکِ اود کو
 شکر لایا یعنی مالکانِ گناہ سے اور بعض کو جلایا اور بعض کو پتھروں سے کچلایا اور بعض کو

ہمارے چاہنے والے گراما اور بعض کو کہیں میں ڈلوایا۔ حضرت ابوبکر کے ان مظالم کا ذکر ایک
 دینا بکر ہی جلد ۱۲ دینا منظرہ اور فتح الباری شرح بخاری وغیرہ میں بھی ہے اس کے
 ہا لاتر حضرت ابوبکر کا ظلم دکھلاتا ہوں وہ یہ کہ خلیفہ صاحب نے قیامت تک لوگوں کی سونگو
 خراب کر کے اسلام میں ایک بڑا گروہ حراسید کا پیدا کر دیا۔ فتح المبین علیٰ روقہ مذہب المقلدین
 مولفہ مولوی بدیع الزمان شاگر د مولوی صدیق حسن خان بھوپالی و مولوی سید نظیر حسین
 محدث دہلوی کے صفحہ (۲۳۶) پر ہے کہ ابوبکر نے اپنے مخالفین خلافت کا قلع و قمع
 کر کے اون کے اموال و غلام و جوندہ بیٹی و بہن و بہانچی وغیرہ پر قبضہ کیا اور شل ایلان
 کفار صحابہ پر تقسیم کر دیا اوہوں نے بلا تکلح و انتظار عدہ زیر تصرف کیا
 وہ بیمار یاں نا کر وہ گناہ صحابہ کے زیر شق رہیں۔ بعض نے بچے بھی جنے۔ جب حضرت عمر
 نے اپنے زمانہ خلافت میں اون لوگوں کی خطا و معاف کی تو بعض عورت جو خالی گودھیں
 وہ واپس دی گئیں۔ اور بعض حاملہ اور صاحب اولاد بہ ستورا صحابہ کے گروں کا چراغ
 روشن کرتی رہیں۔ جن سے کثیر التعداد تالبعین پیدا ہوئے جو کہ قطعی ولدا بحرام تھے۔ ہاؤ
 ابوبکر نے یہ اس پرانہ سالی و تجربہ کاری وہ ظلم مسلمانوں پر محض عدم تبدل خلافت سے
 کئے کہ جبکہ وہ بھکر چنگیز خاں ہلاکو د حجاج ابن یوسفنا ایسے مشہور ظالم بھی زمین نہامت
 میں دہنسی جائیں۔ ابوبکر کا ایک ظلم ہو تو اسکا ذکر کیا جائے۔ فتح الباری شرح بخاری
 میں ہے کہ ابوبکر نے د فجار اسلمی صحابی کو جو کہ جنگ برہن میں آنحضرت کے ساتھ ہوتا
 مجمع عام میں آگ روشن کر کے جلوا دیا۔ جو ٹکا کہی کچی بات بھی کہہتا ہے۔ گو کہ حق
 عمر کو حسب تصریح بخاری و مسلم حضرت امیر جو ٹا و غیرہ جانتے تھے مگر کہی کہی وہ
 سچ بھی بول ا د بھتے تھے۔ اون کا ایک اور ارشاد دکھلاتا ہوں جس کا پہلا حصہ
 سچا ہے اور دوسرا لکڑہ جو ٹا۔ رسالہ ہذا میں حقیر نے پہلے ذکر کیا ہے اور ضرورت
 ملاحظہ پھر کھتا ہوں کہ صحیح بخاری کی کتاب الفحار میں باب رحیم البعلی سعد امام احمد
 بن حنبل وغیرہ میں درج ہے کہ خلیفہ دوم نے فرمایا ایاہا الناس آگاہ ہو کہ بیت
 ابوبکر ناگہانی تھی خدا نے اوس کے شر سے لوگوں کو بچایا اگر بھر کوئی مثل ابوبکر

حصول خلافت میں دست انداز ہوا اسکو قتل کرنا چاہئے۔ حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ خلافت
 ابوبکر ایک شرارہ جہاںسوز تھی پہلے صحیح و مطابق واقعہ ہے۔ اس کے شر سے جہاں تک
 پہنچے تھے ملک کے ملک تباہ کر دیئے۔ مگر خلیفہ صاحب کا یہ فرمانا کہ خلافت ابوبکر کی خلافت
 کے شر سے مسلمانوں کو بچایا بالکل غلط ہے یہ اسی خلافت کی جنگاریاں تھیں جنہوں سے
 حسب صراحت بالاسلام ان کے گھروں کو بے چراغ کر کے اونکی عورتوں کو بھڑا بلائے زمانہ میں
 سبھا کیا تھا اہل سنت حضرت فاروق اعظم کے بڑے مداح ہیں انکے انکو فاروق حق و
 باطل اعتقاد کئے ہوئے ہیں اور انکا ارشاد وسطہ بالاسن تاریخ ابن خلکان وکنز العمال وغیرہ سے
 یہ دکھلایا گیا ہے کہ عمر نے ابوبکر سے کہا کہ خالد بن مالک کو ناحق قتل کر کے اونکی بیوی کو
 زندہ رکھا گیا ہے اسکو نکسار کرنا چاہئے۔ ممکن ہے کہ کتب محولہ بالا طلبہ کو بآسانی نہ مل سکیں
 لہذا وہ روضۃ الاحباب جلد ۱ کے صفحہ (۲۳) کو ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ یہ عبارت
 مثل سرمہ داخل نظر ہوگی (گویند برادر مالک متمم بن نویرہ رضی اللہ عنہ بہ مدینہ آمد و صورت
 واقعہ بعرض رسانید و طلب جن برادر و التماس روئے سہا یا سے خوش کرد و عمر بن خطاب
 متمم را امداد و اسعاد و بہ ابوبکر گفت کہ شمس خالد بر اہل اسلام کشید و ت اگر بیان این شخص
 مطابق واقعہ باشد بقصاص باید سانید) ابوبکر نے عمر کی ایک بات نہ سنی۔ خالد کو ویسے
 ہی سطلق انسان رکھا طلبہ و فرمائیں کہ متمم برادر مالک مقتول کی حمایت عمر نے حق و باطل
 میں فرق کرنے کے اعتبار سے کی تھی یا کہ اوپر طرح پر نہ معلوم اہل سنت عمر کو قصاص کی سزا
 دینے میں برسر صواب جانتے ہیں یا کہ ابوبکر کو خالد کے آزاد چھوڑے رکھنے میں تاریخ
 حمینس دیار مکرری جلد ۲ صفحہ (۲۳۸) و استیعاب ابن عبد البر و دیات الاعیان
 ابن خلکان و تاریخ کبیر طبری و مرآۃ الزمان سبط ابن جوزی و طبقات ابن عساکر وکنز العمال
 و صحیحین وغیرہ میں یہ قول عمر درج ہے کہ خلیفہ دوم نے خالد کے بڑا کہا کہ اسے شخص نے
 ایک مرد مسلمان کو قتل کیا اور پھر اسی کی جہرہ کے ساتھ بغلی کی دانت میں چبوا نکسار کر دیا
 اگر طلبہ کو تمام کتابیں نہ ملیں تو تاریخ کبیر طبری کی پانچویں جلد میں تمام واقعہ کو دیکھ لیں
 جانتا چاہئے کہ مالک بن نویرہ آنحضرت کے اصحاب میں داخل تھے جنہو صلوات اللہ علیہم

اس وقت رسول اللہ کے لئے مقرر فرمایا تھا کہ اوس کے قبیلہ کے لوگ تھے خالد بن ولید
 سے روایہ طلب کی تو انہوں نے یہ بحث پیش کی کہ ابوبکر غنی کا غلیظ نہیں ہے اوس کو
 نہیں دیکھتے مالک کی زوجہ سماء بیلی بنت سنان نہایت جمیلہ و حسینہ تھی خالد نے
 اوس پر احکام دیا کہ جاری کر سبکو قتل کر دیا۔ مسلمان بیٹیوں کے بدن اُن میں ڈلوادے
 اور ان کے سروں کے چولے بٹا کر اوپر کھانا پکوا دیا اور بیلی فلک مددی کو جیبر اپنی
 چار پائی پر لے لیا۔ جب دربار خلافت میں اون کے مرتد و مسلم ہونے کی بحث پیش ہوئی
 تو ابو قتادہ انصاری اور حبابہ انصاری نے مشاہوت دی کہ اونکی بستیوں سے آواز
 آذان سنائی گئی۔ اے انوس ابوبکر صاحب کعبہ کیسی خوش گھڑی میں مسرت و قدم رکھا تھا
 سب پہلے اسی قضیہ میں نبی کے گھر پر آتش از دقتہ ہوئی پھر اس کے شعلہ ایسے
 بلند ہوئے کہ نماز گزاروں پر ہیزگار مسلمانوں کے نہار باجوہ پڑے یہ نہایت ہی واقع
 میں حضرت عمر کا یہ کہنا کہ خلافت ابوبکر ناگہانی طور پر دقتہ بلا عذر و فکر کے قائم ہو گئی
 تھی بہا بن وجہ ایک عالم کو جلا دینے والی تھی نہایت سچا اور قابل قدر ہے جلد
 میں جو کام ہوتا ہے وہ شیطانی کہا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر نے آگے پیچھے چلکر بالکل نہیں دیکھا
 جس نے اونکی خلافت کو بے بنیاد بتلایا اوس کے سر پر بے باختی خالد شکر گران بھیجا۔ علامہ
 شہرستانی نے کیا ہی حسی ملی ہوئی بات لکھی ہے کہ جیسی تلوار قضیہ خلافت میں علی ایسی
 اور اسلامی معاملہ میں خونریزی نہیں ہوئی ڈبچی نذیر احمد صاحب ہوتی کا قول کتاب فیض
 سے اول نقل کر چکا ہوں کہ ابوبکر کا تخت خلافت پر قدم رکھنا اس سرے سے اس سرے
 تک اسلام کا خاتمہ کر گیا اس بزرگ نے بڑے ہی میں صحت و دوس کی حکومت کے لئے وہ مختار
 بنادیا کہ جس کے غار و دہر و قتل نے دامن اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے حضرت
 ابوبکر کے زمانہ میں فتوحات بہت کم ہوئیں۔ کفار سے اٹلے کا انکو موقع صحت ایک و
 جبکہ ملازم مسلمانوں سے جو کہ اونکی خلافت کے سنگہر تھے اور جن کا علم و تدبیر رکھا گیا تھا
 بھیر کر مرنے لگتے رہے ایک جنگ یمامہ میں صرف ساٹھ سو عاف و قرآن مارے گئے اور عین
 جان و مال کا کوئی شمار نہیں ملے ہذا دوسری طرف کے منکرین خلافت بھی بہ کثرت تہتین ہوئے

اور موت حضرت عمرؓ کے گھر پر لگا کر کھائی ابو بکرؓ کو ان کو صبح کا درہ جی طرح خشک ہا ہا میں
 حافظ صاحبان مارے گئے اگر دو ایک سرکہ رد بکار ہوئے تو قرآن و آل لوگ منور عالم
 سے بالکل اودھ جائیں گے تھا فاحات کتب میں ریح میں۔ حیرت کہ ثبالی حرب ابو بکر
 طغیاء رسول تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا لازم تھا کہ ان کے سامنے بہ نسبت خلافت خود کسی
 دلائل ثانیہ پیش کر کے کہ جن کو ستمار وہ مجبور آؤنی خلافت کو مان لیتے مگر ان کے پاس جو
 تیغ خالد اور کوئی دلیل ہی نہ تھی۔ تاریخ کامل ابن اثیر علیہ صفحہ (۲۸ و ۳۰ و ۳۱ و ۳۲) پر ہی
 کہ اس پر آشوب حالت میں مسلمانوں کے چار نکیت ہو گئے ایک وہ جو کہ خلافت ابو بکر کا قطعاً
 مخالف تھا اور جن سے بازار حرب کی گرا گئی تھی۔ دوم وہ جو کہ صلح و صفائی کو پسند فرماتے
 تھے اور کئی قول یہ تھا کہ ان مخالفین سے جنگ نہ کرو کیونکہ یہ اہل قبلہ میں ایسے لوگ ہیں جن سے جنگ
 کرنے کو آنحضرتؐ فصیح فرمایا ہے (حقیر عرض کرتا ہے کہ شکوہ شریف میں اس مضمون
 کی حدیث وارد ہوئی ہے کہ آنحضرتؐ فرمایا جو ہماری طرح ناز پر ہے اور قبائلیہن سید ہے
 اور ہمارا زہی بکھارے وہ مسلمان ہو کر اللہ اور رسول کی ذمہ داری میں ہے) جن میں سے آنحضرتؐ
 نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہوگی ابو بکر وہاں نہ ہوں گے۔ اس گروہ دوم کے معین و مددگار
 و ہم راے حضرت فاروق اعظم و ابو عبیدہ جراح و عثمان غنی و سعد بن و قاضی غیر باقی
 قیس گروہ یہ تھا کہ مخالفین و منکرین خلافت سے جنگ نہ کیا ہے۔ مگر ان کی کفایت تباہ کیا
 اور خود قول کو لوندی غلام بنا کر بے آبرو کیا جائے۔ چوتھا گروہ کہنا تھا کہ جماعوں کی جبر
 لاؤ گھاڑ کر چھینک دو ہر ناکردنی کو ان کے ساتھ مل میں لایا جائے۔ ابو بکر اس چوتھے گروہ
 کے چہرہ ہی تھے۔ خالد اول تو طبقا بنی القلب تھے دوم ابو بکر نے ان کو اپنی خلافت کا
 پورا مددگار سمجھا اور بھی تیر کر دیا تھا خالد صاحب نے ہر طرح کی کوشش کر کے آخر ہر خلافت
 کا دیکھ بجا ہی دیا۔ در واقع سلطنت ایسی ہی پاری چیز ہے کہ اس کے مقابلہ میں کسی کے
 مرتبہ کا تھا نہیں کیا جاتا۔ اسد الغابہ جلد اول صفحہ ۲۷۴ پر حضرت معاویہ کے حالات
 خلافت میں لکھا ہے کہ ان کے حکم سے بشران ہار طباطبائی نے قبیلہ ہمدان پر جگہ ملک
 بن کا ایک خوب تھا تاخت کی اور بعد فتح یابی مغنوعین کے جو رہی ہیں وغیرہ پر تفت

کیا لشکر کی لوگوں نے اور نہ ناجائز تصرف کیا عداوت کے عالم ہو کر ہزار ہا بچے جنے جن کا شمار
 طبقہ تاج تابعین میں ہوا جس طرح کہ مالک بن نویرہ کو خلافت ابو بکر سے انکار تھا یہی کیفیت
 اہل عبد اللہ کی تھی۔ چونکہ حسب صراحت بالا وہ لوگ حضرت امیر علیہ السلام کے مواعظ حسنہ سے
 شیخ اسلام ہوئے تھے۔ یہ ایں وجہ معاویہ کو خلیفہ حق نہ سمجھتے تھے بسرا بن ارطاة مذکور
 نے یہ ظلم کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کے عبدالرحمن وغیرہ اور بچوں کو اونکی والدہ عائشہ
 بنت عبداللہ ان کے سامنے ذبح کر ڈالا وہ بی بی اس صد میں اسی دیوانی ہوئی کہ روکنا
 ہزاروں میں بھڑکتی تھی تا انکہ مر گئی حضرت امیر و عائشہ و معاویہ کے باہم بھی اسے
 خلافت پر تلواریں چلی۔ مگر فرق اتنا رہا کہ حضرت علی نے اپنے دشمنوں پر قابو کر لوں کے ساتھ
 کوئی زیادتی نہ کی نہ کسی کا گھر جلایا نہ مقتولین کے اجسام کی اہانت کی نہ عورتوں اور بچوں کو کسی
 لشکر کی دست ظلم دراز کر سکا۔ چنانچہ خوارج معترض ہوئے کہ آپ نے لشکر کو لوٹ مار کرنے
 سے روک دیا۔ حضرت نے جواب دیا کہ اگر میں عورتوں کو قید کر کے اپنے عسکر پر تقسیم کرتا تو عائشہ
 صاحبہ کو کون صاحب اپنے حق میں لیکر اون پر احکام جاری ناؤں فرماتے چنانچہ آپ نے بعد
 غلبہ بہ احترام ام المومنین کو مدینہ بھیجا دیا۔ خالص اپنے قاتل کے ساتھ جو ساتھ کیا
 وہ کسی پر پوشیدہ نہیں اقل شریعت کا پیالہ او سکھ پلایا زان بعد ہو دیا۔ اکثر کتب اہل سنت
 اور خصوصاً روضہ حذیہ کے صفحہ (۱۴۴) پر اسکا ذکر ہے۔ طالب علم انصاف فرمائیں کہ
 خلیفہ ابو بکر اور ان کے تابعین کے احکام درباب مخالفین ایسے سخت و شدید ہیں کہ کوئی جہنم
 شخص اسکو پسند نہیں کر سکتا اور حضرت امیر نے اہل بغاوت سے جو عمل کیا وہ ایسا ہے
 کہ ہر تہذیب پسند اس کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتا ہے تاریخ کامل جلد ۳ کے صفحہ (۱۰۲)
 پر ہے کہ حضرت امیر درباب اہل بغاوت پر پیش پر اپنے لشکریوں کو یہ حکم سناتے تھے
 کہ جو شخص میدان جنگ سے بہار جائے اس کا تاقبہ شکر و ترقی سے تبرع نہ ہو کسی کی
 پرہیز دہی نہ کر و عداوت کی طیف آنکھ دوٹکا کر نہ دیکھو کسی نکال نہ لاؤ۔ روضہ حذیہ کے صفحہ
 (۳۵) پر ہے کہ مسلمانوں نے باغیوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں حضرت امیر کا سیدہ و انصاف
 کیا ہے۔ بقول صاحب روضہ مسلمان سیرت و مرتضوی کو قابل تقلید سمجھیں اور حضرت حبیب

ہر بیت فرامیں کہ سیرۃ صدیق پر عمل کرنا ضروری ہو چکا اس پر نہیں کہ وہاں کوئی بڑا لکھا اپنے غلاموں
 پر غلبہ پا کر وہ عمل کرے جو کہ ابو بکر نے مسلمانان منکرین خلافت کے ساتھ کیا تھا۔ جب کہ
 سیرۃ بکر یہ کا ایک جزو قابل عمل نہ رہا تو ان مضامین سیرۃ مطہرہ ہو گئے اب مسلمانوں کو سیرۃ
 اس کے چارہ نہیں کہ اس بزرگ کی تمام سیرۃ پر عمل کریں جس پر تفریح و دفعہ فدیہ مذکورہ
 بالا در باب اہل بغاوت مسلمانوں نے اتفاق کیا ہے (وہ کون علی) حضرت خالد بن ولید
 نے جو نامہ مذکور کات حکم ابو بکر مسلمانوں کے ساتھ کیا اور انکا ذکر کیا گیا لیکن دل چاہتا ہی
 کہ طالب علم کو اور ایک درد انگیز کہانی سنا دوں تا بیخ جنس جلد اس کے صفحہ ۲۳۰ پر لکھا ہے
 (خالد نے جب قوم ظہور پر دبا دیا اور انکو قتل کر کے کچھ مراد اور جو تو ٹھوکتے مگر کیا تو خدا کر
 اہل لشکر سے کہا کہ جو شخص کہا نا چکے یا بانی گرم کرے لازم ہے کہ مقتولین کا سر کاٹ کر چوبہا
 بنا ہے۔ پھر دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ غنیمتیں یعنی گدے کھو دے جائیں اور اس میں آگ دھا کر
 قیدیوں کو دھلیل دیا جائے۔ یہ تعمیل حکم سب کو گڈے میں پھونک دیا یا ان میں غامیہ بن سید
 صحابی بھی تھے جن کو آنحضرت نے فراہمی تصدیقات کے لئے مامور کیا تھا بعض اہل لشکر
 اس حکم کی تعمیل سے پہچان چکے تھے اپنے فرما جیسے حکیمانہ نکال کر دکھلایا جو کہ ابو بکر نے انکو
 لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اے خدائی تلوار جب تو منظر ہو تو صرف قتل ہی پر اکتفا نہ کرنا
 بلکہ زندہ گوشت کو آگ میں بھی جلوا دینا یہ فرمان واجب الادا غان سنکر بہوں نے گردن بھی
 کر کے گڈے کھو دے کے لئے کدال اور پہاڑ سے اڑھٹھائے سب کو پکڑ کر طبعی ہوئی
 آگ میں دھکا دیدھا کہ بلا میں جیڑیدوں نے خاندان نبوت سے کیا یہ اسی سنت کی پیروی
 تھی جو کہ ابو بکر خالفین خلافت کے ساتھ قائم فرما گئے تھے وعلیہ رسول کا طر عمل پس
 طلبا کو دکھلایا ایک کی نسبت تو حسب توضیح بالا یہ بات ثابت ہوئی کہ ادنیوں نے جو منکرین
 خلافت کے ساتھ عملدرآمد کیا وہ صحیح اور قابل تقلید ہے (علی) دوسرا شخص کس شریعت
 پایا بند تھا جس نے ایسے احکام جاری کئے جنکو دیکھ کر ایک سچے مسلمان کو حیرت ہوتی ہے
 اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر نے بچپن سے آنحضرت کے سایہ دولت میں پرورش
 کی جملہ آداب شریعت آنحضرت سے سیکھے جو تعلیم آپ کو ملی امیر عمل کیا اور حضرت

ابوبکر نے چالیس برس تک فراخی صحبت اور سخاوت کی جیسا اوپر ذکر کرتے دیکھا ویسا ہی
 کیا اور کمال تعلیم و تربیت تھا جو کہ افراد کے وسیعہ میں داخل ہے۔ شیخ عبدالغفور بخاری
 (بی۔ اے) پہلے سنی تھے پھر اریہ مذہب اختیار کر کے دہریال نام لے کر کیا ہر دور
 میں بود و باش اختیار کی ایک سالہ کلا جس کا نام اندر ہے نومبر ۱۹۱۲ء کے مضمون
 میں جو کہ صفحہ ۲۷ پر ہے آپ لکھتے ہیں کہ وید کلام خدا نہیں ہے دعویٰ کو سوا دیا نہ
 اور ترجمہ وید سے بلا لیل ثابت کیا ہے جو وید کے ہر شخص کو کہہ سکتا ہے کہ وید نہ خدا
 کلام ہے نہ الہامی بلکہ لوگوں کے گیت میں جنکو اشوک کہا گیا ہے انہیں کا ایک گیت انگڑ
 میں ملتا کہ سنا تھوں۔ دہریال صاحب نے ایک سے دس ا طریقہ سے ثابت کیا ہے کہ وید
 راجہ گونگو یہ ترانہ سنا ہے (اسے راج پرش دہرم کے مخالف لوگوں کو آگ میں جلا دیا
 کے گناہوں اور بدوشیر کے منہ میں ڈال دیا پانی میں ڈبو دو) حضرت ابوبکر نے اپنے
 زمانہ انفرین جو گھر کی کتابوں میں دیکھا اور سپر عمل کیا انہوں نے عرب میں بود و ریشٹان ہونے
 کے شیر اور دیا رہیں ہیں۔ ورنہ خالد کو ضرور ہدایت کی جاتی کہ میری خلافت کے شکنجہ
 کو شیر کے سامنے ڈال دو اور بچتے ہوئے پانی میں ڈبو دو۔

جنکو ہر یقین نہیں ہو سکتا کہ عالی دماغ طالب علم ایسے شخص کی سیرۃ پر عمل کرنا پسند کریں
 جو احکام نبوی سے پشت پھر کر وید کا پابند تھا۔ حقیر نے اوپر کے اوراق میں دکھلایا ہے
 کہ صحابہ نے قرآن سے روگردانی کر کے زوریت سے زیادہ دلچسپی کر لی تھی اور حضرت عمر
 عثمان تو بالکل اہم سابقہ کی کتابیں و لداہ تھے۔ چونکہ جناب مصنف نے ابتدائی کتابیں
 تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر کی برگزیدہ زندگی دین و دنیا کے لئے عمدہ رہبر تھی۔ مگر
 انہوں نے کہا ان کے حالات و واقعات بہت کم اہل دین کی نظر کے سامنے لائے گئے
 ہیں۔ ذیقرت مصنف کو میرا شک یہ ادا کرنا چاہیے کہ ان کے محبوب خلیفہ کے حالات میں
 اب دو جلدیں مرتب ہو گئیں ایک سیرۃ الصديق مولفہ جناب مصنف و دیگر حقیقۃ الصديق
 مرتبہ حقیر جو حضرات ملاحظہ فرمائیں گے اور کو دین و دنیا کے برگزیدہ زندگی کے حالات
 معلوم ہو جائیں گے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ مصنف کو اس صلہ میں کہ انہوں نے حضرت

الہی کی بزرگیدہ زندگی کے حالات سے پیچہ کو کو جو خبردار کیا بروہر حضرت ابو بکر
 و عمر و عثمان و خالد و معاویہ کا دامن دولت آفتاب محشر سے سر چمکنے کے لئے نکلا
 ساتھ الیہ رب عنایت ہوا اور مجیدہ ناچیز کو ان چند اوراق کے زیر قلم لاسٹ سے جناب فخر
 بال درازہ امام چہارہ معصوم علیہم الصلوٰۃ والسلام وصحبا کرام رضوان اللہ تعالیٰ
 علیہم اجمعین بارگاہ حضرت حجت اسے عطا ہو۔ حضرت مصنف نے لکھا ہے اہل
 تصنیف کو چاہئے قرون اولے کے بزرگوں کے واقعات کثرت سے شایع کئے جائیں
 تاکہ مسلمان اونکو پڑھیں اور سبق حاصل کریں۔ یہ کیر نکلا اس دور کے مسلمان فاضل اسلامی
 تعلیم کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ نظر ہاں تعمیل ارشاد مصنف اس ناز کے چند بزرگوں امان اسلام
 کے کچھ مختصر حالات تحیف نے لکھ دیئے ہیں اور چند بزرگان مذہب شریفہ کے واقعات
 اور قلمے دیتا ہے۔ معاویہ و یحییٰ و عمر ابن العاص و ولید و غیر انکی حقیقت زندگی
 میں مصنف تصدیق ادا تھا میں جب ہم دونوں ملکر کمر باندھیں گے اہل سنت کے
 بزرگان دین کی بزرگیدہ زندگی کا نقشہ پیش نظر ہو جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ ایسی
 مشہور عالم ہیں کہ جن کے نام سے ہر شی مسلمان بخوبی واقفیت رکھتا ہے مردوں میں ابو
 ہریرہ اور عورتوں میں حضرت عائشہ اگر اپنی یادداشت سے کام نہ لیتے تو کتب صحاح
 میں بڑا نقص رہ جاتا۔ دونوں کو ائمہ البخاری و مسلم و دیگر صحاح اگر کہا جائے تو ہرگز
 بیجا نہ ہوگا۔ استیعاب عبدالبر کے صفحہ (۲۴۱) پر لکھا ہے کہ ابو ہریرہ اس شخص سے
 بہت محبت رکھتے تھے جو انکا پیش بھر دیتا تھا سیرۃ علیہ میں علی بن برہان الدین چلشیانی
 لکھتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین و معاویہ میں جنگ ہوئی تو ابو ہریرہ نماز حضرت
 علی کے ساتھ پڑھتے تھے اور کھانا معاویہ کے دسترخوان پر رکھا یا کرتے تھے اور لڑائی کا تاثر
 ایک نیلہ پریشیکہ دیکھا کرتے تھے۔ کتاب عقد الفرید بمعجم الادباء و معجم بلدان میں لکھا ہے
 کہ ابو ہریرہ نے جبکہ وہ امیر بحرین ہوئے۔ بیت المال کا غلبہ کیا حضرت عمرؓ نے اونکو
 چور کا خطاب دیا زائد معاویہ میں اونکو حدیث سازی کی خدمت عطا ہوئی عمی دیکھو شرح
 بیحی البلاغہ و رسالہ افراہن عباس مؤلف مولوی عبدالحی لکھنوی۔ حضرت عمرؓ نے نیلے ترانے

اور اس کی احادیث سے اس کو ابوسریہ سے کہا کہ تم اکثر اردالی چھوڑ دو اور فقہ
 مدین کے بہادر زمین کو مسجد یا جائے گاہ شاہ ولی اللہ انا لہ الخفاد میں لکھتے ہیں کہ
 ابوسریہ مدینہ میں مسلمان ہوئے آنحضرتؐ ابوسریہ کا ساتھ صرف تین برس
 رہا ہے۔ اس مدت قلیل میں اون سے پانچزار احادیث نقل ہوئی ہیں اور بعض کا بیان ہے
 کہ پانچزار آدمی نے اون سے احادیث کو نقل کیا ہے اتنی حدیثیں نہ یحییٰ سے لی گئی ہیں
 نہ جناب امیر سے حضرت عمرؓ نے جو ابوسریہ کو ڈانٹ بتلائی تھی کہ احادیث نقل نہ کیا کرو
 ورنہ جلا وطن کر دیے جاؤ گے اس ممانعت پر اتنی کثیر التعداد احادیث کا نقل ہونا اون سے
 بیان کیا گیا ہے اگر عمرؓ ممانعت نہ فرماتے تو یقیناً پانچ لاکھ احادیث ان کے دفتر یادداشت
 بنام ہو جیتیں۔ علامہ ابن کثیر شافعی بسند صالح بن ابی الاخضر لکھتے ہیں کہ ابوسریہ نکاح کیا کرتے
 تھے کہ ہم زمانہ عمرؓ میں اس بات پر قادر نہ تھے عویہ کہہ سکتے کہ آنحضرتؐ نے ایسا فرمایا ہے و اتھا
 عمر کا اور اس وقت میں جہاں ذکر کیا گیا ہے وہاں ابوسریہ کا بیان بالاکھدیا گیا ہے نتیجہ
 یہ ہوا کہ عمر صاحب کے زمانہ میں یہ ستراج راویان اہل سنت زبان کھولنے سے روک دیئے گئے
 تھے مصنف دیکھیں کہ ابوسریہ حدیث ساؤ کس قرن کے لوگوں میں شامل تھے ان کا شمار
 خدا نخواستہ اوس زمانہ کے حضرات میں تو نہ تھا جن کو بہترین مذہب منظر اسلام کا
 نمونہ مصنف نے بتلایا ہے۔ نیز ان الاعتدال کے صفحہ (۱۷۳) پر لکھا ہے کہ علامہ مستمیری
 ابوسریہ کو کاذب جانتے تھے کتاب اعلام الاخبار کند ہی میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا
 کہ اگر میرا قول مخالفت اصحاب کہنی دیکھا جائے تو اوس کو ترک کر کے اصحاب کے ارشاد
 پر عمل کیا جائے۔ مگر تین حضرات کے متبادل میں مجھ کو ترجیح دو ایک ابوسریہ دوم الش
 بن مالک سوم سمرہ بن جندب جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ابوسریہ صاحب کو نقل احادیث
 کرنے سے روکا تھا یہی واقعہ حضرت عائشہؓ صاحبہ سے پیش آیا۔ احادیث سازی
 میں چونکہ مسئلہ بھی سوائے ابوسریہ اناثانی نہ رکھتی تھیں۔ بعض نبی اقسام کا احادیث
 جو محدومہ کے گوش زد ہیں اون کو ناگوار گزارا کہ یہ عرب صحرائی ہم سے سمجھ سادی ہیں
 بڑا جاہل ہے۔ مستدرک حاکم کی جلد دوم صفحہ (۲۸۱) پر باب المناقب میں ہے

کہ امام المؤمنین نے ابوہریرہؓ صاحب کو بلا کر کہا کہ یہاں کیسی احادیث میں جو آئے ہیں
 کو سنا ہے ہیں اگر انکا کچھ وجود ہو تا تو کیا ہم نہ سنتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے اباور
 ہر بان آپ کو کتنی ہی سُرمدانی اور بناؤ سنگھار سے کب فرصت ہوتی تھی جو احادیث نبوی
 پر مطلع ہوتیں میرے لئے کوئی چیز ماننے نہ تھی ہر وقت حاضر و بار بار ہر حضرت کے کلام بلا
 نظام سے شرف اندوز ہوتا رہتا تھا۔ یقین کیا جاتا ہے کہ جناب مصنف اب ضرور سمجھ چکے
 کہ جس بلائے گوناگوں میں مسلمان اب مبتلا ہیں اس سے زیادہ ابتلا لوگوں کو پہلے تھا۔
 مسلمانانِ قرینِ اول کو جو روشن نگاہ مصنف کے اسلامِ اصلی کا منظر بتایا ہے یہ بالکل غلط
 واقعہ ہے ایک جید محدث ابوہریرہؓ کے حالات مختصر احوالِ علم کئے گئے۔ اگر دیگر صحابہ کے
 فرداً فرداً واقعات لکھے جائیں تو دفتر چھا جائے۔ مگر بہ نظر سنگین طلباء و مصنف و دیگر
 ناظرین کچھ اور حالات عرض کرنا ہوں بخاری شریف میں وارد ہر سلسلے کی سیب کے کہا کہ میں
 ایک مرتبہ تبراہنِ عازبِ صحابی جلیل القدر سے ملا اور عرض کیا کہ خوش نصیب آپ کے کہ
 آنحضرت کی صحبت سے فیض اٹھایا اور زیرِ رحمت آنحضرت کے ہاتھ پر بیعت کی تبار و موصوف
 نے یہ سنکر بعد و رد جواب دیا کہ بھائی تم آگاہ نہیں ہو کہ بعد نبی ہم نے دین میں کیا احادیث
 کیا۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت کی صحبت اور بیعت رضواں نے ہر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا
 کیونکہ ہم لوگوں نے اپنی نفسی سے دین خدا کو متغیر کر دیا۔ طلباء کو یاد دلانا ہوں غلط
 امام مالک سے صدرِ زمانہ میں لکھا گیا ہے کہ آنحضرت نے جبکہ شہداء کے احد کے بابا
 مرنے پر گواہی دی تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ حضور ہم
 بھی تو ایسے مسلمان ہیں جیسے کہ یہ منجورین تھے۔ آپ ہمارے ایمان دار ہونے کی بھی شہادت
 ادا کر سکتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہاں ابو بکرؓ آپ کے ایمان کا کیونکر شاہد ہو سکتے
 ہوں۔ بلکہ کیا معلوم ہے کہ آپ دینِ خدا میں اپنی رائے کو دخل دیکر کیا کیا ایجاد کر سکتے
 یہ سنکر ابو بکرؓ روئے اور کہا کہ ہائے ہم ایسا بڑا طریقہ جاری کرنا لے ہوں گے۔ کمال
 تعجب یہ کہ تون ابتدائی کے مسلمان محدث بدعات ہو چکا اپنی زبان سے اقرار کریں
 صلی اللہ علیہ وسلم انوں کے منہ پر کہیں کہ میں تمہارے بایمان مرنے کی تصدیق نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر کر کے اپنے
 گھر میں لے آئے اور ان کو یہ حدیث فرمائی کہ ان لوگوں کی رسول پر قدم رکھنا جائز ہے
 کیونکہ وہ اسلام اصل کی جہم تصور کرتے تھے حضرت حنفیہ براءہ کرم اون مضامین مصر
 والا بھی نظر ڈالیں جنکو میں نے احادیث جو عن کے پیش سے بیان کیا ہے اور جن کا خلاصہ
 یہ ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ ہر روز قیامت میرے اصحاب کو فرشتے پکڑ کر لائیں گے
 اور کہیں گے کہ بعد اکیس یہ لوگ یاہن سے تیار و ذکر گئے انکو جہنم میں ڈال دینے کا حکم ہوا
 ہے میں کہوں گا کہ جنک میں انہیں رہا روک تمام مرتاز با بعد میرے جو خوابیاں انھوں نے
 دیں ہیں ڈالیں اسکی مزید یہی ہے کہ انکو جلتی آگ میں جھونک دیا جائے مسلم و بخاری ہر
 کتب میں احادیث جو عن وارد ہوئی ہیں امام النوادی نے جو مسلم شریف کی شرح لکھی ہے
 جلد ۳ میں صفحہ (۳۴۹) و صفحہ (۲۵۰) کے دیکھنے سے سارا حال ظاہر ہو جائے گا۔
 احادیث جو عن جو حدیث مسلم و بخاری میں وارد ہوئی ہیں لہذا بدرجہ غایت قابل اعتماد ہیں
 مزید برآں کتاب مفہم شرح مسلم میں لکھا ہے کہ قاضی عیاض نے فرمایا کہ احادیث جو عن
 جنہیں اصحاب کی گرفتاری اور جہنم میں ڈالنے کا ذکر ہے تراویح میں اور بیابان الانام
 فرض ہے اور انکی تصدیق ضروری ہے کیونکہ طبقہ اصحاب نے اسکو روایت کیا ہے چنانچہ
 کہیں احادیث کی نوال کا پورا نشان دیکھا ہوں جنہیں اول درجہ راویوں میں جن کے با بیان
 کرنے پر انھوں نے ادا سے شہادت سے مضایقہ فرمایا لیکن ایک اور مرتبہ انھوں نے
 اٹھایا ہوں البکہ جوہری نے کتاب السیف میں ایک لؤلؤی مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے
 کہ حضرت عائشہ و حفصہ نے عثمان برتھریض کی کہ تو نے احکام خدا کو چھوڑ دیا اور عہد خداوندی
 کے خلاف رفتار اختیار کی عثمان نے کہا کہ یہ دونوں جھٹتیاں ہیں انکو دشنام دینا جائز ہے
 اسیر سعد و قاص نے کہا کہ یہ ازواج نبی ہیں انکی شان میں کم و بیش کرنا داخل سواد بی ہے
 یہ سنکر عثمان نے سعد و قاص کو جو کہ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں گالیاں دیں اور چاک
 لیک مارنے کے لئے اٹھے الی آخر یہ نوین جلد شرح الحج البلاغ میں بھی ابن الکدی نے
 اسکا ذکر کیا ہے۔ کتب اہل سنت میں چند احادیث وارد ہوئی ہیں مثلاً علیکم تسبیحہ

دست خدا را را شدین و من سب احوالی خلیفہ لعنتہ اللہ علیہ وسلم و انما سب
 جمیعین و غیرہ وارد ہوئی ہیں جن کا حاصل مطلب یہ ہے کہ میری سنت خلتا وراثت
 کی سنت ہجرتا متا و آخرت کا نتیجہ پیدا کرنا لہ ہے۔ نیز جس نے میرے اصحاب کو گالی دی
 اس پر خدا و ملائکہ و تمام آدمیوں کی لعنت وارد ہوگی۔ طلباء و مصنف کو تاریخ الخلفاء سے نقل
 و کھلا چکا ہوں کہ لی کان ابو بکر ستا یا یعنی ابو بکر انتہا لے دشنام ہاتھ جھیل دیا بکر
 میں کچھ گفتگو تھی۔ ابو بکر نبی گالی گلوچ کرنے والے تھے۔ انہوں نے کچھ پاس نہ کیا
 کہ عقل آنحضرت کے رشتہ دار تھی ہیں اور برابر گالیاں دیا کرتے۔ اس کی شکایت عفر
 کے پاس گئی۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے لی قال قال رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم انکم لایکون لعاناً یعنی صدیق اکبر کا لعنت کرنا اول میں نہ ہو جہاد تھا۔ بخاری
 میں بمقام حلالہ عقبہ لکھا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا قتل اللہ سدا یعنی خدا سدا و
 کو قتل کرے۔ یہ سعد بن مسعود جلیل القدر صحابی گروہ انصار سے تھے۔ انہوں نے ابو بکر
 سے کسی کی بیعت نہیں کی اور علامہ طبری نے لکھا ہے کہ عمر کی زبان سے یہ کلمہ نکلا تھا
 لی قتل اللہ نہ منافق یعنی خدا اس منافق کو قتل کرے اور قاموس میں جو کہ سنت کی
 کتاب ہو قتل اللہ کو سنت اللہ کہا ہے۔ مطلب یہ کہ عمر نے سعد عبادہ بن زید انصار کو
 ملعون کہا۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کی جلد ہفتم میں لکھا ہے کہ ابو جعفر نقیب
 نقل کیا ہے کہ عمر نے ابو ہریرہ کو گالیاں دیں مزیہ بآں بیدیں بتایا ابو صفالہ ابن ابی
 جریبل اسلام کو گالیاں بھی سنائیں اور فاسق بھی بتلایا ان واقعات پر نظر فرما کر جناب
 مصنف و طلباء نتیجہ ہما حدیث کو الہی ابتداء کے کیسے بنے اور نتیجہ جن نے نزدیک ایک
 دوسرے کو گالی دینا مار پیٹ کرنا ملعون و فاسق کہنا ازواج بنی کو جبریل و بیٹی کہنا
 اور انکو گالی دینا جائز تھا ہر گاہ آنحضرت کا یہ ارشاد ہے کہ جس نے میرے صحابہ کو گالی دی
 وہ ملعون ہے جب کہ اصحاب ایک دوسرے کو گالیاں دیا کرتے تھے اور بنی ملعون کہو
 کہا جاتا ہے گا۔ ہر بزرگ بادشاہ کر دار بدگو کہیہ ملعون کہیں تو واقعی کہے جائیں اور مجھے
 ابائیکہ کہہ جاتی کہ سے لائق تعظیم بھیجے جائیں یہ کیا انصاف ہے جن لوگوں کو مصنف

اسلام کی جان اور روح سمجھنے میں اور اونکی خلافت کے اعتقاد کو اپنی منفرت کا ذریعہ
 جانتے ہیں اور کو یہ بھی فہم نہ تھی کہ ہم سلاطین جبر میں داخل ہیں یا کہ خلفاء و رہنما
 میں ہوا شامی۔ ایسے خلفاء سیوطی میں لکھا ہے کہ خلیفہ دوم نے سلمان فارسی سے پوچھا
 ۱۲ ملک امام خلیفہ یعنی میں بادشاہ ہوں یا رسول کا جانشین چونکہ خلافت ابوبکر کا بنیادی
 پتھر بقول عمر مگر اگر ہاکو ذکر نہ رکھا گیا تھا۔ بلکہ اس کا وقوع ہوا تھا یعنی بے سمجھے
 غور کئے لہذا دونوں صاحب انصاف کا پہلو لیتے تھے تو اپنے غیر متحقی خلافت ہونے کا اقرار
 کرنا کرتے تھے چنانچہ چند کتب مثل طبری و کتاب السیف ابوبکر جو سری و کتاب سیاست
 ابن قتیبہ و نہایت العقول امام فخر الدین رازی و کنز العمال علی متقی و مجمع البحار سیوطی
 وغیرہ میں درج ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا ذاتی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 الامم سلا تا زعمہ ذاتی سال ہل لا انصار فی ہذا الامر یعنی حضرت ابوبکر نے فرمایا
 کاش میں حضرت سے دریافت کر لیتا کہ خلافت کا کون جہاد ہے اگر محب کو اسکی خبر مل جاتی
 تو جہاد نہ کرتا اور انصار کے باب میں بھی دریافت کر لیتا کہ یہ لوگ خلافت میں کوئی شان
 رکھتے ہیں یا نہیں۔ بلکہ تعجب ہی کہ حضرت ابوبکر کو یہ کھٹکے کیوں ہوا تھا جب وہ امام جماعت
 کے گئے تھے اور حضرت نے بھی اون کے پیچھے ناز پرہ لی تھی اور وقت اونکو سمجھ لینا چاہا
 تھا کہ خلیفہ برحق اور امام مطلق سے ہوا اور کوئی نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صدیق
 اکبر نے امامت کو خلافت کا قطعی حیلہ نہیں سمجھا تھا طلباء کو انصاف کرانا چاہیے کہ
 جن کو انکو اپنی خلافت کا خود یقین نہ تھا۔ بلکہ اپنے بادشاہ اور خلیفہ ہونے کا امتیاز دونوں
 لوگوں سے کرتے تھے اور باہم دشنام بازی و دست و رازی کر کے لعنت ملاست
 کرتے رہتے تھے اور انکی سیرہ پر عمل کرنا کس حد تک جائز ہے۔ حضرات طلباء کو اور
 ایک واقعہ زمانہ ابتدائی کے مسلمانوں کا دکھانا ہوں۔ جبکہ دیکھ کر اگشت بہ دندان ہو کر
 کہیں گے کہ صحابہ رسول آدمی تھے یا کہ کسی جنگل کے وحشی گرفتار ہو کر آگئے تھے اسباب میں
 محب کو آیات قرآن پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ کلام پاک میں بہ الفاظ
 مختلفہ اس کا ذکر وارد ہوا ہے کہ اے مسلمانوں! راج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور سے

مگر حضرت صحابہ نے اس میدان میں بھی
 سب دوائی کی رسول پاک کی دو پیوں سے نکاح کر لی لیا۔ حضرت ابوبکر کے بیوی
 اشعث بن قیس کی بہن سماء قتیلہ سے آنحضرت نے عقد کیا مباح النہیہ جلد دوم
 کے صفحہ (۶۲۰) پر لکھا ہے کہ جب وہ حرم سرا میں داخل ہوئی چونکہ حسینہ ازبس تھی
 ازواج کو رشک ہوا کہ اس کی کمان چڑھ جائے گی اور ہماری چڑھی ہوئی کا چاہا اور چاہا
 عایشہ و حفصہ میں مشورہ ہوا کہ کوئی ایسی تدبیر کر دے کہ یہ سولی نگوڑی حضرت کی نگاہ
 سے گر جائے۔ بظاہر دونوں نے اظہارِ ریا شاست کیا اور حضرت کو خوش کرانے کے لئے
 کہا کہ ہم اسکو دھن کی شان میں لانا چاہتے ہیں (عائشہ با حفصہ گفت تو اور اجنا بندی
 کن و من ہوئے سرش را شان کنم آنکھ باوئے گفتند کہ چوں آنحضرت با تو خلوت کند
 با او گو احوال باللہ منک الی آخرہ۔

القصیدہ ابن جوی سے بعد وفات حضور عکرمہ بن ابی جہل نے عقد کیا۔ استیاب جلد ۲ کے صفحہ
 (۷۷۷) پر پورا قصیدہ لکھا ہے۔ جب حضرت ابوبکر کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے نہایت
 غصہ ہو کر فرمایا کہ میں عکرمہ کو سزا دے دوں گا اور سنت حضرت عمرؓ نے فرمایا
 کہ عکرمہ نے کوئی بیجا حرکت نہیں کی رسول پاک نے اس عورت سے صرون نکاح کیا عفتا
 خلوت صحیح کی نوبت نہ آئی تھی۔ حتمیہ عرض کرتا ہے کہ یہ صرون حضرت عمرؓ کا اجتہاد تھا ورنہ
 جو عورت آنحضرت کے عقد میں ہو وہ مومن کی مال سمجھی جائے گی۔ خواہ اس کے ساتھ خلوت
 صحیح واقع ہوئی ہو یا نہ ہو اب استیاب صاحب جگہ یہ قضیہ نامرضیہ لکھا ہے اسکی
 کوئی بحث نہیں کی گئی کہ عمر صاحب کے پاس اس کا کیا ثبوت تھا کہ قتیلہ مذکور کے ساتھ
 نبی ہم بستہ نہ ہوئے تھے۔ پھر عنوان وہابی کی زوجہ کہلاتی تھی۔ قرآن میں یہ کہیں اجازت
 نہیں دی گئی کہ جس عورت سے آنحضرت نے مباشرت نہ کی ہو وہ حکم اہل اہلالتونین سے
 خارج ہو کر ہر زید وکر کے نکاح میں آسکتی ہے دیکھو عام لوگوں کے لئے خدا ارشاد فرماتا ہے
 وَاِنْ تَنكَحُوا مَا نَكَحَ اَبَاكُمْ فَاِنَّكُمْ لَعَلٰی جُنٌ مُّطَاعٍ جُن عورت سے تمہارے باپ کے نکاح کر لیا ہوا اس
 سے تم نہیں کر سکتے جو وہاں کے نکاح کر لینے سے منکوحہ پدری بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو وہابی غیر مستطیع ہو کہ اس کے لئے جائز ہو سکتی ہو
 حضرت زکریاؑ نے ایک غیر مستطیع علیل پر اللہ کے حکم کو سزا کے شرعی سے بچا لیا۔ ہاں
 اشعث بن اذول میں وہ اندھیر تھا کہ اسلام کو مضحکہ بنادیا وہ سارا واقعہ حضرت عمرؓ کے
 عہد و ولایت میں ایسا ہی ہوا سماء مستعینہ شکوہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
 اشعث بن قیس نے جو حضرت ابوبکرؓ کا بہنوئی تھا نکاح کر لیا حضرت عمرؓ نے اسکو شکسار کرنا
 چاہا مگر چونکہ مذکورہ العبد خلیفہ اذول کا بہنوئی تھا۔ اس کے چائے کے لئے چہا طرف سے
 گواہ اور شکسار سے خود کے حضرت کے مستعینہ کو چہا بھی نہ تھا ویسے ہی بلا سزاقت طلاق
 دیدیئے تھے۔ تفسیر بیضاوی بن برہم تفسیر آریہ مبارکہ الا ان تلحقوا الہذا من حدک
 یعنی مسلمانوں کو لازم ہے کہ ازواج نبی سے بعد وفات نبی ابدانکاح نہ کریں۔ پورا واقعہ
 درج ہے۔ تفسیر موصوف میں لکھا ہے کہ اس عورت کو حضرت کے طلاق دیدی تھی اسواسطہ
 اس کے ساتھ اشعث نے عقد کر لیا تھا۔ علامہ اہل سنت اصحاب کی حبیب پوشی
 قد نظر فرما کر ایسی زوجہاں فرماتے رہتے ہیں کہ جس سے اتنا در رسالت گھٹ جائے
 احکام قرآن کی مخالفت ہو۔ مگر اصحاب کے افعال پر اخراصن وارد نہ ہو۔ طلباء بلا محبت
 مذہب بینی دین اندواز نہ فرمایں کہ قرن ازل کے مسلمان ایسی صریح بدعات کے
 مرتکب ہوں کہ نبیؐ کی ازواج پر ہاتھ صاف کریں اور بیضت اذول اسلام اصلی کا فائدہ بٹائیں
 اگر مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں تو اس سے نفرت ہے جس اشعث نے مستعینہ زدہ
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کیا تھا اس کے حالات بھی ساحت فرمائے۔
 یہ حضرت خلیفہ ابوبکرؓ کے بھائی تھے۔ اسی رشتہ مندی نے حضرت عمرؓ کے زور سے اوٹ
 بچا لیا موصوف القدر کی بی بی ابوبکرؓ کی بہانچی نے جس کا نام جعد بنت اشعث ہے
 امام حسن علیہ السلام کو ہر دیا یہ حضرت نبات خود سرگرہ خارج تھے انکا بیٹا حضرت ابوبکرؓ
 کا گاہا ہوا محبت اشعث مگر کہ بلا میں ازجملہ قاتلان کشیدہ علیہ السلام تھا جو شخص ایسی
 فضائل جلیلہ کا حامل ہوا جس کا لحاظ داس عمر صاحب کو ایسا ہی کرنا چاہئے تھا جیسا کہ کیا
 کیا جن لوگوں کو حضرت نے اسلام اصلی کا عکسی نقش تجویز فرمایا ہے وہ ایسے باایمان

تھے کہ سبک حیات نبوی کریمؐ کے نزدیک اس سہل و آسان تھا کہ بقا ملے
 خواہش نفسانی اور سبکی کچھ نہ دیکھنے تھے۔ آندا و گبر و عطر ایسے حاکم شریف تھے
 کہ ایک ناوجب حیلہ پیدا کر کے بدعا شوں کو سزا کے شرعی سے برباد کر دیا حیف صاحب
 کہ عمرہ و اشعث اثبات المؤمنین کو غلات حکم خدا و رسول زیر تصرف لائیں اور اسلامی
 حج حجود کو بلا کسی سزا کے چھوڑ دیں ہم لوگ اگر کسی زود چہ رسول کو پاداش کروا نا جائز
 خاص الفاظ سے یاد کریں تو کافر و مرتد کہے جائیں اور اشعث و عمرہ ہم سے زیادہ
 اہم جہم کے غلات گاہ سے پروانہ آزادی لیکر مدینہ کی گلیوں میں گھومتے پھریں اور اس
 زمانہ کے مسلمان جن کو مصنف صاحب نے اعلیٰ درجہ کا ایمان سمجھا ہے ایسے بدینہ دار
 فاسد العقیدہ تھے کہ آنحضرتؐ کی زندگی میں ادن کی ازواج مطہرات پر نظر نہ رکھتے
 تھے وہ بھی عوام صحابہ نہیں بلکہ احضار انھوں جسکے عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور جن کا نام
 نامی حضرت عثمان غنیؓ و طلحہؓ ہے۔ تفسیر کبیر و تفسیر واحدی و تفسیر درمنثور جلال الدین
 سیوطی میں ہے کہ قبل از آیہ حجاب عورات مہاجر و انصار و خاص اہل بیت المؤمنین
 حسب دستور عرب اندر باہر آیا جا یا کرتی تھیں حضرت عثمانؓ و طلحہؓ نے حجاب مانع
 دیگر کاویکھ کر فرمایا کہ نبی کے مرنے پر ہم ان کی بی بیوں سے عقد کرینگے خدا کا ان کی نیت
 پر اطلاع ہوئی اور حکم حجاب نازل ہوا۔ مسلمان تو کیا کوئی کافر بھی نہیں کہ سکتا کہ ان لوگوں
 کے دلوں میں بڑے ایمان یا کوئی وقعت رسالت تھی انہوں نے کہ ایسے لوگوں کی نسبت
 حجاب مطلق یا ارشاد فرماتے ہیں کہ ادن کے حالات زندگی بہ کثرت لکھے جائیں۔ بلکہ زمانہ
 حال کے مسلمان تار مکملیٰ چہالت سے تنگ کرنا ابتدائی کے اہل اسلام سے سنی آدمیت
 حاصل کریں۔ طلباء و خیر اور طلبی طبیعت والوں کو اکال اور حکایت منانا ہیں۔ آنحضرتؐ کے
 ساتھ نمازیں و رات بھی شریک ہوا کرتی تھیں۔ جو اصحاب کا ادن سے آگے ہوتے تھے
 وہ گردنیں پھرا پھرا کر نظارہ کیا کرتے تھے۔ اوصاف آخر کے آدمی رکوع میں ادن مہم
 پہلی کو دیکھتے تھے جو کہ ادن کے پیش نظر ہوتے تھے۔ صحیح ترمذی و صحیح نسائی میں
 انہوں کو صبح آئیے بارگاہ دعا ملنا استاخرین پورا واقعہ درج ہے۔ کتاب بیئہ الاصول

اس باب کے اصول کے صفحہ ۱۱۰ و ۱۱۱ پر بھی اسکا ذکر الفاظ میں کیا گیا ہے۔ اس
 طلباء و ذی شعور قرن اول کے مسلمانوں کی آپ کو کیا کیا باتیں متاثر ایک سے دوسرے
 پہنچے تھیں ہوئی ہے۔ تفسیر کبیر جلد ششم کے صفحہ ۸۳ پر ابو بکر رازی کا قول اس طرح
 نقل ہوا ہے کہ آنحضرت اور صحابہ کرام کے زمانہ میں بہت سے مسلمان مرد و عورتیں ایسی
 تھیں جنہوں نے حسب قواعد شریعت نکاح بیاہ کچھ نکحیا تھا۔ عورتوں میں سے مرد سے
 چاہا پیشگی اختیار کی۔ علی ہذا مرد کو جس عورت کے دلچسپی ہوئی دست و نعل ہر گز نہ دیا
 ہو کہ آنحضرت کے زمانہ میں جو مسلمان تھا۔ وہ فرد اصحاب میں داخل تھا۔ اور صحابہ کرام
 کے وقت میں دو گروہ تھے۔ ایک اصحاب اور دوسرا تابعین۔ گویا اصحاب تابعین
 سے اکثر ایسے تھے جو کہ بلا وقت خانہ داری کا رواج رکھتے رہتے تھے۔ اول سے
 جو اولاد پیدا ہوئی وہ غیر طاهر تھی۔ انہوں نے چونکہ جناب مصنف نے کتب پر نظر نہیں ڈالی
 ورنہ طلبہ کو اگلے لوگوں کی پیروی پر تجریدیں فرمائے۔ کتاب اسد النامہ کی جلد پنجم میں صفحہ
 ۱۲۶ پر ایک طرانی قصہ لکھا ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حمل بن مالک بن النابغہ
 ہندی صحابی المسماة ایشلہ بنت راشد الضاری سے ایک آزاد موقع پر ملائی ہوئے۔
 وہ برقع اوٹھائے ہوئے اپنی کجریاں چار ہی تھیں۔ حمل موصوف نے اس کے حق پر نظر
 ہو کر مرتکب بے احتیاطی ہونا چاہا۔ وہ عقیقہ مانع آئی اور سنت و سماجت سے اپنی بھینٹ
 بچانی چاہی مگر وہ نہ مانے۔ باہم ہاتھ پائی ہوئی۔ ایشلہ غالب آئیں اور حمل کا
 نکل دیا۔ فرجام کار وہ مر گئے۔ وراثت حمل نے دعویٰ قصاص کیا۔ آنحضرت
 سامنے ایشلہ نے سارا کچا حال بیان کر دیا۔ حضور نے مقدمہ کو خارج فرما دیا۔
 موصوف چوتیا شہید نہیں داخل ہو گئے۔ کیوں جناب مصنف قرن اول کے
 لوگوں کو آپ منظر اسلام پہلی بتاتے ہیں جو کہ صحابیت سے سول کا متفق تھے میں ڈاک
 ایسی ناجائز حرکات کا ارتکاب کرتے تھے۔ حضرات اہل سنت کل صحابہ کو عادل بتاتے
 ہیں اور انکی پیروی کو باعث نجات جانتے ہیں۔ حضرات طلباء و مصنف صاحب
 التکبر غلطی کے لئے اور چند بزرگواروں کے جو کہ قرن اول کے آنحضرت کے صحابہ

اس وقت تھے کچھ حالات جو ان کو کہنے دیتے تھے کہ حضرت محمد مصطفیٰ
 زائد اجلان کے نام سے آدمی بقول ان کے کہتے تھے۔ اسد اللہ کی جلد غم میں
 صفحہ ۱۳ پر ہے۔ عمر بن حمزہ بن سنان سلمی صحابی بعد صلح حدیبیہ آنحضرت سے
 حضرت جو کراہے گا توں کو جاسے تھے۔ راسخہ میں اونکو ایک چنان ادر حسین عورت
 مل گئی۔ آپ مرتکب بے احتیاطی ہوئے مقدمہ زنا اور پھر آنحضرت کے اجلاس میں چلایا گیا
 آپ کو کوڑے لگائے۔ کتاب بالا کے صفحہ ۲۱۲ پر ہے کہ ہلال بن امیہ صحابی کی بیوی
 شریک ابن حجاج صحابی سے حاملہ ہوئیں۔ ہلال موصوف نے زنا کا دعویٰ دائر کیا
 اور سپر ایمان نازل ہوا۔ حضرت نے دونوں میں تفریق کرادی۔ جب بچہ پیدا ہوا وہ معلوم
 کیا گیا کہ بالکل شریک زانی کی محسوس ہی۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ ایمان نازل ہوا ہوتا
 تو ہم عورت کو سنگسار کرتے صحیح ترمذی جلد دوم میں بقام تفسیر موجود لکھا ہے کہ ایک صحابیہ
 ابدا السیر صحابی سے کچھ بی بی خریدے گئیں۔ اونہوں نے دوکان پر کچھ بی بی تھیں اونکو
 دکھلا میں۔ جب نابند ہوئیں تو فرمایا کہ میرے گھر میں اعلیٰ درجہ کا زنا زادہ خرم موجود ہے
 اوس کو دیکھ لیجئے عورت مذکورہ ان کے ساتھ ہوئی۔ گھر میں لپکا کر ایسے خرم سے اوس کا منہ
 میٹھا کیا کہ اسفل تک اثر شیرینی پھونگیا۔ کتاب مذکورہ بالا کے صفحہ ۱۰ پر عمر بن عبد الصغری
 کا جو کہ جنگ بدر میں شریک تھا ایسا ہی دانتہ لکھا ہے یہ صاحب بھی مان کاری کے
 از بن عادی تھے اور ایک مزید بات سنئے۔ مقامات حیرتی مولفہ محمد قاسم بن علی الحریر کے
 مضامین ۷۴ پر لکھا ہے کہ ایک عورت بازار عکا طہ میں دو مشکیزہ گہی کے لالی ذاتہ الخنین
 اوس کا نام لیا۔ قبیلہ تین بن ثعلبہ سے اوس کا تعلق تھا۔ اتفاق سے حضرت خواتہ الصغری
 جو کہ جنگ بدر میں آنحضرت کے ساتھ شریک جہاد تھے گئی بچنے والی عورت سے ملے
 فرمایا کہ ہمارے گھر چلو حسب رید لنگے وہ سادہ مزاج ساتھ ہوئی۔ آپ نے گھر پر کچھ ایک
 میں شکنہ کا دانہ کھولا۔ اوس میں کانگی چک کر کھلی ہوئی مشک عورت کے ہاتھ میں دیدی۔ پھر
 دوسرے شکنہ کا ذرہ کھ لکرا دھیں سے بھی گئی دیکھ کر کہلا ہوا دانہ عورت کے ہاتھ میں دیدیا
 جب اس غریبے دونوں ہاتھ رک گئی تو صحابی صاحب کارادہ اسکو دوسرے عنوان کا نظر آیا

یہاں پر بھی ہے تو بھی زمین کی نہ رہتا ہے محض یہ ہے کہ وہ بڑی بڑی گلابی
 دیالی۔ گریہ بھی گردن کر کے ہوا شہید۔ جی بٹھرتے رہے۔ مگر جس ارادہ سے آئے
 آئے تھے وہیں پوری کامیابی حاصل کی۔ کتاب مذکور کی جلد ششم میں صفحہ ۴۰ پر
 ہے کہ میرہ نے جبکہ حضرت عمر کی کچھری سے آم حمل کے ساتھ زنا کرنے پر جب صراحت
 والا پروا نہ بنائے بل چکا تھا تین سو عورتوں کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ نہ معلوم حضرت عمر کے
 دوست نے چار لکھ دو سو چھپا دیں زاید نکاح کیونکر کر لئے تھے۔ شاید اوس وقت تک
 حضرت عمر نے متعہ کو حرام نہ کیا ہوگا۔ ذی ہوش و عاقل انصاف فرمائیں کہ قرن اول کے
 مسلمان جو کہ صحابی رسول اللہ صلی علیہ وسلم تھے۔ اور جنکی پیروی کو صنف صاحب کے زمانہ
 کے مسلمانوں کے لئے شاہراہ نجات قرار دیا ہے۔ وہ ایسا بدکار راستہ کی غیر مبشرعی کے
 سیاہ داغ اونکی پیشانی پر نہیں پڑے ہوتے تھے۔ علاوہ برین خلاصۃ التفسیر جلد ۴ میں
 بمقام تفسیر سورہ مائدہ کی روایت ہے کہ وہ لوہی عبدالحی کھنوی کہتے ہیں کہ قیس بن
 عاصم کلابی نے آنحضرت سے عرض کیا کہ میں نے اپنی آنکھ بینوں کو محض اس خیال سے
 زندہ کر دیا کہ کسی کا سر نہ کہلاؤں۔ اوس پر یہ آیہ نازل ہو اذ اللہ و تہ

سئل ہامی ذنب قتلت۔

یعنی دختر کش لوگوں سے لو کیا سوال کریں گی کہ ہلو کس گناہ پر قتل کیا گیا۔ حضرات طلبا
 کو اور ایک حیرت انگیز بات سنانا ہوں۔ تیسرا قاری شرح بخاری کی پانچویں جلد پر
 صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے کہ ابوطلحہ انصاری کا بیٹا بہر تھا وہ باہر اپنی بھتیجی کے کام پر گئے تھے
 یہاں بچہ مر گیا۔ بڑی نے جو کہ صحابہ تھے۔ اوس کی انش کو چھپا دیا۔ شوہر نے واپس آکر بچہ
 پوچھا تو بڑی نے کہا اچھا ہے اور کسی رشتہ دار کے گھر جانے کا بہانا کر دیا۔ رات کو گھبرا
 کھانا کھا اور صباں بڑی تمام شب اوس قتل میں رہے جس میں رہا کرتے تھے اوس زمانہ کی عورتوں
 بھی جو کہ صحابہ کی ہی جاتی ہیں ایسی تابع نفس تھیں کہ بیشہ کی انش گھر میں رکھی رہی اور خود
 اراتی رہیں۔ یہ واقعہ حضرت عثمان کے معاملہ مذکورہ الصدر سے بالکل ملتا جلتا ہوا۔
 انہوں نے بیوی کے مردہ کے پاس لٹدی سے طبیعت کو خوش کیا اور اس عورت سے بچہ

مفسر کے پاس اپنے شریک قلب کو رامت ہو بخاری۔ حضرت ابی اسحق کی عادت تھی
 کہ جو صحابہ کے عریض کی اصلاح کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ابی اسحق نے کسی ایسی چیز پر
 لکھے کہ میں لکھا ہے کچھ کھانے سے شریک کو بخیر رکھنا صحابہ و مرفوع کے ایان پر دلالت کرتا
 ہے۔ بخیر حضرت ابو طلحہ تھیکے ماندے چھتی کا کام کر کے خجکل سے لکھے تھے اور وقت
 اگر اونکو اطلاع دیا جاتی تو روٹے پیٹتے۔ دفن و کفن میں مشغول ہو جاتے کھانا دانہ کچھ نہ ہوتا۔
 اصل بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں ایماندار بہت کم تھے اور بے ایمانوں کی کثرت تھی۔ بخاری
 جلد اول مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۸۲ پر ہے قال ابی نرد اعما اعراف من امتہ صول
 شیئ الا انہم یصلون جمیعاً۔

یعنی ابو داؤد صحابی نے راستہ میں کسی کو امت محمدی سے شریعت کا پابند نہیں تھاتا تھا
 کیونکہ سب گمراہ ہوتے ہیں۔

نوٹ

بخاری مطبوعہ میرٹھ کے بخاری بخاری طبع ہوئی ہے ایمین کھائے یصلون ضاد کا نقطہ
 اگر اگر یصلون لکھا گیا ہے۔ جبکہ میرے قول کی تصدیق منظور ہو وہ میرٹھ کا چھپا ہوا نسخہ
 دیکھے۔ شیعہ کا مقول ہے کہ ابی اسحق نے چند صحابہ کے اکثر نفش میں لکھے تھے
 اور سیدال شہت تعریضاً کہا کرتے ہیں۔ کہ یہ کتب مکمل ہو سکتا ہے کہ سب سلمان بدراہ ہو جائیں
 اور پھر لازم ہے کہ قول ابو داؤد اور سندرجہ بالا کو جبکہ بخاری شریف میں لکھا ہے نظر فرمائیں۔
 اور پھر انصاف کریں کہ شیعہ کہا تک حق پر ہیں۔ خذیفہ صحابی کا ارشاد صحیح بخاری سے جینے
 ادا کل رسالہ میں لکھا ہے اور سید نظر ڈالیں جس کا مطلب یہ ہے۔ خذیفہ کہتے ہیں کہ حضرت
 کے زمانہ میں سلمان منافق تھے اور بعد رحلت حضور کہلے ہوئے کافر ہو گئے۔ انہوں نے کہ جن
 لوگوں کو ان کے ہمراہ بخاری کافر بتلا میں انکی سیرت عمل کرتے کہ قابل مصنف تاواثق طلباً
 کو آمادگی دلائی۔ اس زمانہ کی ایک اور حکایت طلبہ کو دکھانا ہوں۔ سکوناً حفظ فرما کر ظالم
 بہرہت قہقہہ اڑائینگے۔ امام محمد بن حنفیہ نے تفسیر کبیر کی جلد دوم میں صفحہ ۲۰۳ پر لکھا ہے
 کہ عدی بن حاتم صحابی کہتے ہیں کہ جب یہ آیہ نازل ہوئی تو کھٹے سلمان ماہ رمضان میں اس وقت

کہ کہنے سے جاوے جس کے کہ اس دور میں برصغیر دورہ کیا جائے اس کی وجہ سے
 کھرا اور ان کو اپنی حقیت لکھ کر خط الایض میں لکھا اس میں انھوں نے
 زمین کے نیچے دو دہائے رکھ لئے اور میں ایک سیاہ تھا دوسرا سفید۔ کئی روایت کہ وہ
 اوٹھ کر بچھا کر سفید و سیاہ کی تمیز نہ ہوئی۔ انھوں نے عرض کیا آپ نے بہت بہتے اور فرما کر
 تو اس میں ہے جو کہ علماء اہل سنت کا قاعدہ ہے کہ جب صحابہ کو کئی الزام وار و بھاری توہم
 اصلاح کے لئے قدم بہت چلتے ہیں۔ لہذا فیہ مجالہ التزیل کے صفحہ ۵ پر لکھا گیا ہے کہ اس کی
 میں سعد سے روایت ہے کہ جب آپ کو کلوہاشر بن نازل ہوئی تو ہم سیاہ اور سفید دورے اس کی
 میں باندھ کر سوا کرتے تھے۔ جن کا سیاہی اور سفیدی میں تمیز نہ ہوتی تھی اس وقت تک سحر
 کھاتے رہتے تھے۔ خدا نے اس کی توضیح کے لئے جملہ من الفجر نازل فرمادیا۔ اس وقت سے
 وہاں پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ معلوم ہوا کہ معاذاً خدا نے من الفجر محفوظ رکھا تو کلوہاشر الطین
 ڈال دیا۔ غالباً خدا نے سوچا ہوگا کہ ایسے بڑی غلطی ہوئی خطا الایض میں الاسود سے صحابہ
 نے ہمارے مطلب کو نہیں سمجھا۔ اس واسطے سمجھا کر من الفجر کو نازل فرما کر غلط فہمی کو دور کر دیا
 اہل سنت کہتے وقت کچھ خیال نہیں فرماتے کہ نزول کس طرف کرے گا۔ دیکھئے بالفاظ صاف
 و صریح خدا کو ملازم قرار دیکر اصحاب کو جہالت کے تائید گاہ سے ہاتھ پکڑ کر اوکھنچ لیا
 وہ اسے اسلام۔ جناب صفت پیچ فرمائے جن کا یہ کے حالات تحریر حقیقہ میں لگا تا رہا آپ ملاحظہ
 فرماتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ اس قابل تھے کہ اسلام اہل کا منظر عجیب ان کی تقلید کیلئے بنایا
 مسفتنا اور طلبا مطلق رہیں کہ اس نتیجہ میں جو کہ منجملہ سات تنقیح کے دوسری ہے صحابہ کرام
 کے کچھ مختصر حالات دکھلا دیئے گئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر انصاف فرمائے کہ حضرات صحابہ
 اور خصوص ابو بکر و عمر و عثمان و غیرہ کیسے خوش کردار تھے ان کے دست و پاؤں سے مسلمانوں
 فوائد حاصل ہوئے یا کہ ضرر پہنچا۔ اگر تحریر حقیقہ سے بناو وقت ثابت ہو جائے کہ ان کے
 دست و زبان و طرز عمل سے مسلمانوں اور نفس اسلام کو ضرر پہنچا ہے تو اور نیز وہ احکام عام
 فرمادیجے جو کہ امام بخاری نے اسلام کے لئے معیار قیام فرمایا تھا جس کو میں نے نتیجہ اول
 بیان کیلئے کہ مسلمان وہ ہے جس کے دست و زبان سے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچے

تمام واقعات مصرہ صدر برقرار نظر فرما فیصلہ صادر فرمائیے کہ آپ کے مخلص
 حلیہ اسلام میں کس غیبی کرسی پر بیٹھنے والے ہیں۔ نتیجہ منہج یہ برآمد ہوا کہ زمانہ ابتدا
 کے مسلمان اور بالخصوص ابو بکر و عمر و غیرہ اچھے نہ تھے بلکہ اول سے وہ بائیں ظہور
 پذیر ہوئے جو کہ ایک سچے مسلمان سے ہونی چاہئیں تھے۔ جن خرابیوں میں مسلمان اب
 مبتلا ہیں یا پہلے تھے۔ یہ سب اونہیں کے پرلوز زمانہ کی برکت ہے۔ نہ وہ ابتدا خرابیاں
 پیدا کرتے نہ زمانہ مابعد کے مسلمان اونہی پیروی کر کے تباہ و برباد ہوئے۔ اسلام کی تمام
 برائیوں کا وبال انھیں کی گردن پر ہے۔ حضرات طلباء و مصنف باکمال سے محکو
 پوری امید ہے کہ معروضہ حقیر پر بغور نظر فرمائیں۔ انشاء اللہ تمام فضائیے مذہبی
 کا فیصلہ کن اسی منہج کو پائیں گے۔

منہج سوم

حضرت ابو بکر بہ اتفاق جمیع اہل سنت اہل اُمت ماننے لگے ہیں

ذی مرتبہ مصنف نے سیرۃ الصدیق کے صفحہ اول سطر (۵) پر تحریر فرمایا ہے۔ باتفاق
 جمیع اہل سنت و جماعت ابو بکر افضل اُمت ہیں۔ یہ معلوم قابل مصنف نے اہل سنت
 و جماعت کو سکھایا ہے۔ جن کے اتفاق کا افضلیت ابو بکر پر ہوئے کیا گیا ہے۔ کیونکہ
 آنحضرت کے زمانہ میں کوئی مذہب ملقب بہ اہل سنت نہ تھا۔ کتاب پر نظر کرنے سے واضح
 ہوا کہ ایک سنگ منش بادشاہ کے سب سے جلیس کی یادگار میں یہ نام تجویز کیا گیا ہے۔ کتب
 صحاح میں خدطر بقیہ سے بہ اتحاد مطلب یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ تیس برس تک اسی
 اسلام اپنی سیخ پر چکر کھائے گی۔ مراد یہ کہ خلفائے اربعہ کے زمانہ تک انتظام اچھا رہے گا۔
 زان بعد ملک اسلام عرض ہو جائے گا۔ یعنی کاٹ کھائے والا مطلب یہ کہ تیس برس کے
 بعد ایسے لوگوں کے ہاتھ میں عثمان اسلام چلی جائے گی جو کہ لنگھنے یعنی سلاطین جو رہیں گے
 تمام دنیا کا سپر اتفاق ہے کہ چاروں خلفاء کے بعد حضرت امیر معاویہ ملک اسلام کے

ایک برس سے لگ کر جب حدیث آنحضرت (خلفاء اثناعشر کلمہ من قریش) یعنی انھوں
 نے فرمایا کہ بعد ہمارے بارہ خلیفہ قریش سے نیک راہ دکھلانے والے اور امت
 کو ہدایت کرنے والے ہونگے۔ مولوی خلیل احمد صاحب نے بھی ہدایات الرشید میں
 لکھا ہے کہ جن بارہ خلفاء کی آنحضرت نے خبر دی ہو وہ سب ہادی امت تھے
 اور ان کے اوقات میں فتنہ کا وقوع نہیں ہوا۔ علمائے سینہ نے اور بارہ میں باخوال
 نیز معاویہ صاحب کو دیا ہے اور چھٹا نیز یہ کہ یہ مفاد حدیث مندرجہ بالا تین سال گذر کر
 جو خلیفہ رسول ہوا وہ دو عضو حق کا خلیفہ تھا یعنی دکنگہنا (پس معاویہ کاٹ کہا ہوا)
 تھے اور ان کے بعد جو سلاطین ہوئے وہ اسی گنگہنے کے شاگرد تھے جس طرح اوس نے
 اپنے بچوں کو کاشنے کی تعلیم دی اسی طرح انہوں نے مسلمانوں کے جسم سے گوشت کے
 بچے اُتارے زمانہ عضو حق کے خلیفہ سے پہلی پہل جسے اثر حاصل کیا وہ نرید صاحب
 تھے جن کی تیر و ندانی کسی پہنچی نہیں ہے عربی زبان میں معاویہ اس گنگہنا کہتے ہیں جو
 گر گرائے ہوئے کتوں کی تلاش میں ادھر ادھر پھر کرتی ہے کتوں کے منہ سے جو آواز
 نکلتی ہے اوس کو لہجہ (عغو) ہے اوس سے معاویہ کا استخراج اشتقاق ہوا ہے
 یہی وجہ ہے کہ عرب کے اہل زبان بلکہ گروہ لشوار تک معاویہ کو گنگہنا کہا کرتے تھے علامہ
 سیوطی نے جو تاریخ الخلفاء لکھی ہے اوس کا ترجمہ زبان اردو مطبع صدیقی لاہور میں چھپا ہے
 صفحہ (۱۰۸) پیر عبارت ہے (جاریہ بن قدامہ سعدی نے کہا معاویہ واقعہ تو گنگہنا
 اور گنگہ کی طرح ہونگتا ہے) سنت و جماعت کی چند وجوہ کتب میں لکھی ہیں غنیۃ الطی
 مصنف پیران پیر صاحب کا ترجمہ زبان فارسی مولوی عبدالحکیم صاحب نے کیا ہے وہ
 تحریر فرماتے ہیں کہ جہوت امام حسن و معاویہ کے باہم صلح ہوئی دس نامیدہ شہر سال ان
 عقد سال جماعت) کتاب ابانہ میں ابن بطہ نے یہ لکھا ہے۔ ثم معاویہ استہبہ اللہ
 اجماع فیہا علیہ الناس یہ عام السنہ) یعنی جس سال معاویہ پر لوگوں نے اجماع کر لیا
 اوس سال کا نام سال سنت ہو گیا۔ گرامیسی نے لکھا ہے کہ معاویہ نے تو سال سنہ تجوین
 کیا تھا یہی نے بعد قتل حسین اوسہ جماعت کا اضافہ کر دیا پورا اجل سنت و جماعت ہو گیا

علامہ سیوطی کی تاریخ اختلاف و جلا سے اس کے مطبع محمدی میں چھپی ہے اس کے صفحہ ۲۴۲ پر
 ۱۷۷۰ء پر لکھا ہے کہ سنہ ۱۱۸۰ ہجری میں جبکہ امام حسن علیہ السلام خلافت سے علیحدہ ہوئے اور
 معاویہ بن ابی سفیان سلمیہ کے لئے گئے تو اسی سال کا نام جماعت رکھا گیا اس موقع کی
 عبارت یہ ہے۔ فتوحی هذا الجماعۃ الجماعۃ

اور کتاب استیعاب میں ہے کہ جس سال امیر معاویہ نے اہل شام و عراق کو حکم دیا کہ میر پر
 بیٹھ کر علی کو گالیاں دی جائیں اس سنت معاویہ کا نام عام السنۃ رکھا گیا یعنی خاندان نبوت
 حضرت امیر و جناب بندہ و حسین و دیگر بنی ہاشم پر گالیاں دیئے گئے کاسال یہاں تقدیر
 سنی کوئی نہ سبب نہیں ہے۔ بلکہ اہل بیت رسول کے گالیاں دینے کی یادگار بقیہ وقت ہے تبدیل
 بدل ہو کر سنت و جماعت کے نام سے معروف ہو گیا۔ امام عینی شاح بخاری نے لکھا ہے کہ جس
 سال اہل عراق سے معاویہ نے بیعت لی اس کو سنت الجماعۃ کہا گیا دراسات اللیب کے
 صفحہ (۷۷) پر لکھا ہے کہ معاویہ متابعت علی سے لگو نکور وکتے تھے اور اپنے طریقہ پر
 چلاتے تھے آخر کار سنت الجماعت کا سنت الجماعت نام ہو گیا۔ چونکہ معاویہ کی متابعت
 سے حضرت علی کی اطاعت لوگوں نے چھوڑ دی۔ لہذا اولی اللہ نے قرۃ العین میں لکھ دیا
 کہ فقیر تاحال مطلع شدہ بر سلسلہ کہ ماخوذ باشد از کلام مرقی اس سے بھی ظاہر ہو کہ سنت
 جماعت والوں کا تعلق امیر معاویہ سے ہے۔ ظاہر بھی اس کا یہ چلنا ہے۔ سال جماعت
 سے جو لوگ علاقہ رکھ کر سنی کہلاتے ہیں وہ معاویہ کے نام پر بلکے ہوئے ہیں فقیر نے رسالہ
 تقریر و لیدیر میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں صریح و ذریعہ ہیں۔ ایک شیعہ دہم خارجی
 جب قدر لوگ سنی کہے جاتے ہیں وہ درحقیقت خارجی ہیں۔ نہ معلوم مصنف نے کس گروہ
 کا اتفاق ابوبکر کے افضل الناس پر ظاہر کیا ہے۔ اگر قابل مصنف کی مراد یہ اتفاق اہل
 جماعت سے یہی عمری سنی ہیں جو کہ حقیقتاً خارجی ہیں اور جن کا وجود اس وقت ہوا
 جبکہ اہل بیت نبوی پر گالیاں دینے کی بناء قایم ہوئی تو شخص کتب سے ثابت ہوا کہ ان
 متقدمین خلافت معاویہ کا بھی اس پر اتفاق نہیں کہ ابوبکر افضل امت ہیں مصنف
 نے ظہار کو اس میں برا غلطہ دیا ان معاویہ شاہی لوگوں میں شاہ عبدالعزیز صاحب

کے لئے کے علماء میں محدود ہیں۔ وہ محدث کے اب یہ قسم میں لکھتے ہیں (حفظ)۔
 امام ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ فضیلت ہم بحث کیا راستہ (یعنی ابوبکر و
 عمر نہ تو صاحبانِ عصمت و طہارت سے ہیں اور نہ خدا و رسول کا کوئی حکم اذن کی غفلت
 کے لئے ہے بلکہ ان کا فضل و برتری میں ہے۔ تعجب ہے کہ جس فرقہ
 کا اتنا بڑا عالمِ فضیلت کے درجہ کو کشتی میں جلائے اوس گروہ کا ایک اونی
 شخص تمام اہل سنت کا فضیلت ابوبکر پر جتھے ہو نایان کرے کتاب اجماع المطالبین میں
 مولوی عبید اللہ امرت سہری حنفی المذہب نے در باب فضیلت بہت کچھ بحث کر کے
 چند اقوال علماء سے سید نقل کئے ہیں اور جو بیحد لکھا جا لے انشاء اللہ علیہ و آلہ
 فرما کر خود کہہ دیں گے کہ مصنف نے فضیلت ابوبکر کے دعوت کرنے میں بے احتیاطی
 سے کام لیا کتاب مذکور کے (صفحہ ۵۲۲) سطر (۱۲) پر لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل
 والہ الخیر قدوسی اور بیہقی نے لکھا ہے۔ الی حمراء یعنی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب
 سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص علم میں حضرت آدم کو اور ایم میں
 حضرت نوح کو اور علم میں حضرت ابراہیم کو اور نہ میں حضرت یحییٰ کو اور علم میں حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام کو دیکھنا چاہئے اوسکو لازم ہے کہ میرے بھائی علی کو دیکھ لے۔ کیا شک
 وہ انبیاء و موصوفہ انصاری کی ذات کے مجموعہ ہیں اسی صحیح کی سطر (۱۸) پر لکھا ہے کہ
 آنحضرت نے ابوبکر سے فرمایا کہ علی تین نبیوں کی مانند و مثل ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر
 نے فرمایا خوشحال علی کا کہ وہ حامل اوصاف انبیاء ہیں کوئی شخص علی کا مثل و مانند
 نہیں ہے۔ کتاب مذکور کے صفحہ (۵۲۳) سطر (۹) پر لکھا ہے کہ امام فخر الدین رازی
 احادیث بائنا کی توضیح و تفسیر اپنی کتاب اربعین فی اصول دین میں اس طرح کرتے ہیں
 (یہ احادیث دلالت کرتی ہیں کہ حضرت امیر انبیاء و موصوفہ بالائے فضائل میں سادہ
 تھے اور کوئی ایک نہیں ہو سکتا کہ انبیاء و صحابہ سے افضل تھے ہمیں بنا حضرت ایہ
 سب صحابہ سے افضل ہوئے۔ کیونکہ ان کو انبیاء سے سادات حاصل ہے۔ پس
 سادہ و نہ افضل و افضل ہوا۔ حضرات طلباء و طلب ازربات ملاحظہ فرمائیں لرحمہ

مذکورہ بالا کے صفحہ (۲۲۵) پر لکھا ہے کہ کتاب ریاض النور میں درج ہے کہ اس
نے فرمایا کہ اسے علی جوہر اجڑے وہی ہوتا ہے کھارے جو مال غنیمت حاصل
ہوا وہیں ہوتا ہے میرے حقہ کے برابر ہے صفحہ بالکل سطر ۷۱، پر لکھا ہے
علامہ زبیدی نے فضائل عشرہ مبشرہ کے متعلق جو رسالہ ترتیب دیا ہے اس میں
درج ہے کہ آنحضرت جب جنگ بنو نضیر میں مال تقسیم فرماتے تھے تو حضرت علی کو دوسرا حصہ
دیا یہ دیکھ کر زائدہ بن ابی العوج صحابی کھڑے ہو کر عرض کیا ہر سہ کے حضور نے جو مولیٰ
سے زیادہ علی کو عطا فرمایا یہ حکم خدا سے دیا گیا یا آپ نے خود عنایت فرمایا بجا ہوا ارشاد
ہوا کہ تم نے میمنہ میں ایک منبر اعمامہ والا شخص دیکھا تھا جس کے گیسو تک رہی تھے
اوس کے ہاتھ میں ایک حربہ تھا جس نے میمنہ و میسرہ کو پریشان کر رکھا تھا صحابہ
نے عرض کیا کہ بے شبہ ہم نے اوس جوان کو دیکھا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ
جبریل علیہ السلام تھے اوصول نے مجھے کھا تھا کہ میرا حقہ علی کو دیدینا۔ طلباء غور فرمائیے
کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر کو جو عطا عطا فرمایا انبیاء و مہتممین
کی فضیلت کامل کا ایک ذات کہ تقویٰ میں جمع ہوا ظاہر کریں۔ حضرت ابو بکر ارشاد
فرمائیے کہ کوئی شخص علی کی مثل و مانند نہیں ہو سکتا فخر راوی یہ کہیں کہ انبیاء و صحابہ
نبوی سے افضل ہیں اور حضرت امیر کو جو مساوات انبیاء و تمام صحابہ پر فوقیت رکھتے ہیں
حضرت جبریل علیہ السلام اپنا حصہ جناب امیر کو دیں اور حضرت مصنف سے راہ
اختیار کی کہ علیؑ کا کالج میں یہ سوا پھیلاؤں کہ بہ اتفاق اہل سنت ابو بکر افضل الصحابہ
تھے۔ جو شخص تقریر حقیر پر بہ نظر ایمان داری نگاہ ڈالے گا وہ مصنف صاحب سے
متردد پرچہ گا کہ حضرت اس خلاف نویسی سے تو ابو بکر صاحب کا رہا سہا بھی اقتدار
جاتا رہا اگر حضرت مصنف یہ لکھتے کہ ابو بکر ابو عبیدہ جراح و عمر فاروق و عثمان غنی و
عمر ابن العاص و معاویہ و زید و مروان و غیرہ اسے افضل تھے تب بھی مضائقہ نہ تھا
افضل الصحابہ کی نعم نے تو تمام صحابہ پر رسول کو دائرہ میں لے لیا۔ حضرت امیرؓ کو سوا
شرف اہلیت و عزت صحابیت سے بھی متاثر نہیں ہوا لازم آیا کہ ابو بکر صاحب فضائل و

مراتب و ادھیانت میں حضرت امیر علیہ السلام سے جو بات
 سے یاد رکھنا چاہیے کہ جو شخص فضائل کو فاضل و فضیلت دے وہ بھی ان فضائل کی بات
 میں قطع نہیں کر سکتا ایک واقعہ طلباء کو یاد رکھنا چاہوں جس کے ملاحظے سے
 سمجھ جائیگے کہ ابوبکر صاحب کو افضل الصماہ بتلانے سے مصنف صاحب کچھ بہت سچے
 آدمیوں میں شمار نہیں کر سکتے۔ کتاب ریاض النظرہ سے ابن السمان کا بیان اربع المطالب
 کے صفحہ (۵۲۲) پر اس طرح نقل ہوا ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر نے اعلان فرمایا کہ اگر
 نبی نے کسی شخص سے کوئی وعدہ کیا ہو اس کے وفا کرنے کے لئے ہم موجود ہیں ایک
 شخص نے حاضر و بارہ کر عرض کیا کہ آنحضرت نے دو کف دست (لپ) کھجوروں کے
 دینے کا مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ عنایت فرمائے اس وقت یہ بحث پیش ہوئی کہ جس کا ہاتھ
 اور ہتھیلیاں رسول صلعم کے برابر ہوں وہ اس کو پورا کر سکتا ہے حضرت ابوبکر نے فرمایا اعلیٰ
 الم فی فی کو بلاؤ و جہنمی کہ اپنے ہاتھ سے اس طرح درجہ و فاریچو بچا سکتے ہیں جیسا کہ مذہبیت
 مبارک ہاتھ سے آنحضرت کر سکتے تھے۔ کیونکہ جب میں آنحضرت کے ساتھ فار میں جا رہا تھا تو
 حضور نے فرمایا ہاتھ ہمارا اور علی کا ہاتھ ملنے ایسا برابر بنایا جو کہ جس میں سی طرح کا فرق نہیں
 طلباء وغیرہ فرمائیں کہ سوائے دیگر اوصاف حمیدہ و جلیلہ کے جس کے جسم کی ساخت بھی نہایت
 نے مثل جسم آنحضرت کی ہو۔ ابوبکر صاحب ابوبکر کو افضل جانتے ہیں۔ اسید ہے کہ
 میری ناچیز خبر یہ کہ دیکھ کر طالب علم سمجھ جائیں گے کہ مصنف صاحب کا یہ نقد تحقیقات ہی
 بالکل خالی ہے۔ بالکل مجھ جو جانتے ہیں اگھدیتے ہیں طاعلوں کو ایک اور بات بتلانا ہوا
 جس سے یہ آسانی بلا کسی کتاب کے دیکھنے کے سمجھ جائیں گے کہ ابوبکر صاحب کو افضل آیت
 بتلانے میں حضرت مصنف صحیح القول نہیں ہیں اہل سنت میں ایک طبقہ تفضیلیہ کہلاتا
 ہے جو کہ حضرت امیر کو ثلاثہ سے افضل لکھتا ہو اس کے کچھ حالات دکھاتا ہوں۔

کتاب اربع المطالب تذکرہ بالکے صفحہ (۶۱۲) سے لغایت (۶۲۲) ص باب فضیلت
 ایک طوائف لکھی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت امیر تمام صحابہ میں افضل تھے بقدر
 اختصار کتاب مذکور کے دو بار موقع دکھاتا ہوں صفحہ (۶۱۲) سطر آخر پر امام ذہبی کا رشتہ

اس کی پہلی شرح مسلم بن حنفیہ بن عثمان نقل ہوئی اور حضرت فرمایا کہ اس کی مہارتی نہایت ہے
 اور کئی سی وجوہ سے کہ یہ کتاب موسیٰ ہارن کی تھی یہ حدیث ایسی ہے کہ جس میں قرآن نہیں کیا جا سکتا
 علی المرتضیٰ کی اس سے فضیلت ثابت ہوتی ہے ہمیں بنا حضرت امیر تمام صحابہ سے افضل ہے صفحہ
 ۱۳۰ و ۱۳۱ سطر آخر پر لکھا ہے کہ مذہب تفضیل کثرت سے تابعین تبع تابعین میں رائج تھا صفحہ ۱۳۰ و ۱۳۱
 ۱۳۰ پر لکھا ہے ابن قیمیہ کن البیانات میں لکھتے ہیں ابو طفیل صحابی اور مختار ثقفی اور ابو عبد اللہ بن ابی
 بن آئین اور جابر الجعفی وغیرہ سچین سے حضرت امیر کو افضل جانتے تھے۔ سطر (۲۰)
 صفحہ بالا پر ہے حافظ خطیب تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ ہندی عباسی نے تاضنی
 شریک سے پوچھا کہ مدباب علی تیر کیا اعتقاد ہے جواب دیا کہ جو عباس اور ان کے بیٹے
 عداوت آپ کے اہلاد کا تھا پوچھا کہ ان کا کیا اعتقاد تھا اس نے عرض کیا کہ آپ کے
 جدا علی عباس کا نام حیات ہی عقیدہ رہا کہ علی افضل الصحابہ ہیں کیونکہ حضرت عباس
 دیکھا کرتے تھے کہ صحابہ اپنے مشکل معاملات علی کے پاس لجاتے تھے اور حضرت امیر نے
 کبھی کسی معاملہ میں خلفاء سے التجا نہیں کی اور حضرت عبدالمتن عباس تمام لڑائیوں میں
 جو کہ حادثہ دعایت وغیرہ سے ہوئی حضرت علی کے شریک رہے اگر علی کے معاملات
 کو دیکھتے تو سب پہلے ابن عباس اور ان سے کنارہ کرتے جبکہ ایسے عالم دہنم و عقیل نے
 علی کے دامن کو ظن عافیت سمجھا تو ان کے افضل ہونے میں کیا کلام رہا۔ میری سچین
 ہرگز یہ بات نہیں آئی کہ حیات مصنف کا مواد استدلال کیا ہے جس سے انہوں نے یہ
 تحریر فرمایا۔ کہ بہ اتفاق اہل سنت والجماعت ابوبکر افضل ائمہ ہیں ایسا معلوم
 ہوتا ہے کہ زمانہ عند کاشا ہر کوئی کتب فاضلہ مصنف کے ہاتھ آگیا ہے میں لکھتا ہے کہ بہ
 اتفاق اہل سنت ابوبکر افضل ائمہ ہیں سعد الدین تفتازانی شرح شاہد میں لکھتے ہیں
 الفضل میں ان جہتوں یا استحقاق میں تھا۔

یعنی مسئلہ تفضیل ایک اجتہاد علمی امر ہے کوئی دلیل قطعی اس کے لئے موجود نہیں ہے
 امام غزالی سر العالیہ میں فرماتے ہیں حقیقت الفضل ما هو عند اللہ وذلک
 ما لا یطیع غلیظ الامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی فضل کی حقیقت

خدا کو معلوم ہے سوائے نبی کریم اور پیغمبری کو اطلاع نہیں ہی کمال تعجب ہو کہ مذہب اہل
 کے علماء کے اعلام یہ فرمایا میں حکم مقدمہ تفضیل کے لئے کوئی قطعی دلیل نہیں ہے
 صرف اجتہادی بات ہے جس میں خطا و صواب دونوں پہلو مکمل کئے ہیں اور مصنف صاحب
 فرماتے ہیں کہ فضیلت ابو بکر پر اجماع ہو چکا ہے علامہ عبدالبر کتاب استیعاب میں کہتے
 ہیں کہ سلف کے لوگ رباب فضیلت ابو بکر و علی اختلاف رکھتے تھے سلمان فارسی و ابو
 ذر غفاری و مقداد و عمار باسرو و خذیفہ و سعید جندری و زید بن ارقم کا یہ عقیدہ تھا کہ
 سے پہلے ایمان لائے والے علی المرتضیٰ میں اور وہ تمام صحابہ سے افضل ہیں کتاب مذکور
 میں یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اگر کوئی عمر یا علی کو ابو بکر سے افضل سمجھے تو میں اس کو
 منع نہیں کرتا (تدریب الراوی فی شرح تقریب النوادی) میں جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں
 کہ خطابی نے حکایت کی ہے کہ مشائخ ابو بکر کو اچھا جانتے تھے اور تمام صحابہ سے علی کو
 افضل سمجھتے تھے وہی جلال الدین کتاب حضانۃ النض میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام علم الدین عراقی
 ناقل ہیں کہ حضرت سیدہ اور اون کے بھائی ابراہیم مرتبہ فضیلت میں تمام صحابہ پر فوق
 درجہ پر شمار کئے گئے مصنف نے طلبہ کو بڑا دھوکا دیا کہ فضیلت ابو بکر پر بخلاف کتاب
 خود اجماع اہل سنت بیان کیا اور کلام یہ ہے کہ تحریر حقیقہ پر نظر فرما کر طلباء سے یہ تقدس
 دہو کہ وہی صفائی طلب ہوں مصنف ارجح المطالب نے سبب فضیلت سات باتوں کو قرار
 دیکر ثابت کیا ہے کہ جتنی باتیں فضیلت کے لئے عقلاً ممکن ہو سکتی ہیں وہ سب حضرت
 امیر کی ذات ستودہ صفات میں موجود تھیں۔ پس آپ تمام صحابہ سے اکمل و افضل تھے
 مصنف موصوف کتاب مذکور میں لکھتے ہیں کہ احادیث اکثر لکھا ہے کہ شامین وارد ہوئی
 ہیں مگر تمام قابل وثوق نہیں اور نہیں وضعیں بیشتر ہیں اور حضرت امیر علیہ السلام کے
 بارے میں جو آیات و احادیث منقول ہوئی ہیں وہ سب معتبر اور جید الاسانید ہیں
 مولف موصوف نے اپنی کتاب ص ۱۱۳ پر لکھا ہے کہ عبدالبر نے کتاب استیعاب
 داہن حجر علی بن زبیر و عن محمد بن حرقہ و حارزمی و محمد بن یوسف کجی شافعی نے کفایت
 المطالب اور تعلی بہ تفسیر خود داہن طلحہ شافعی یہ کتاب مطالب اسول انام

بن حبیب و قاضی امین بن اسحق و ابو یعلیٰ بن ابی ابرہہ و داود بن شیبہ کی وغیرہ اسے
 روایت کی ہے کہ در باب مناسبت مرتضوی بقدر اطلاع حدیث کو قطع سے محلی میں
 وہ ازخیر تاکن ایسی صحیح میں خبر کوئی احتمال پیدا نہیں ہو سکتا سب درجہ قرار پر
 فائز میں پس جو شخص اس درجہ فضائل و کمالات کا حامی ہو وہ جمیع معانی سے فضیلت
 کے اعلیٰ درجہ پر ہے یعنی (۱۰۳) لغایت (۷۱) پورے (۶۸۸) صفحہ احادیث
 فضیلت کو بیان کیا ہے ہر کمال مرتضوی کے متعلق احادیث و اقوال صحابہ نقل کر دیے
 گئے ہیں جناب مصنف نے طلباء احسن اندھی خیر کتاب بالمحفظہ فرما کر انصاف فرمایا
 کہ وہ مرتضیٰ فضیلت میں نہ اس پختائی پر نہ مصنف کا وہی فضیلت لغوی لائق دسمس سنجہ کر گیا جبکہ
 ناقابل قبول ہوئی تو قاتر مٹھا میں سیرۃ باطل ہو گئے ناقصہ پر نظر کر کے طلباء سمجھ لیں کہ جناب
 کو اپنے کتب خانہ پر مطلق اطلاع نہیں ایک ضعیف قول پیش نظر کر کے مدعی فضیلت ہوئے
 میں نہ سب اہل سنت کی بناء جو مینہ عرض کی ہے اسکو دیکھ کر شریف طالب علم بہت
 گھبرا میں گئے اور عجبت نہیں کہ لقب سنیت کو کہ اہل بیت پر نفیس کرنے کا سال حادق
 نے تجویز کیا ہے چہرہ دینے پر آمادہ ہو جائیں۔ طلباء سے عرض کرتا ہوں کہ قیامت چہرہ
 اہل دین کا تیسرا اعتقاد ہے ضرور آپ اس کے متفقہ ہوں گے ابن حجر کی صواعق مکتوبہ
 میں لکھتے ہیں کہ قیامت میں جسے پہلے خدا کے سامنے حضرت امیر علیہ السلام عرض دی
 تھا کہ اپنے مخالفوں کی تکفایت کریں گے الخ۔
 اس استغاثہ میں یقیناً ایک منہ پر بھی ہوگا کہ خدا یا سماویہ نے مجھ کو اور میری بی بی اور بچوں کو
 علانیہ گالیاں دلائیں اور اس سال کا نام سنیت و جاعت رکھا بنا یہ پرست جماعت
 نے اسکو ایسا محبوب سمجھا کہ اپنا مذہب اس سے مشتبہ کر دیا اسوقت بارگاہ قہار
 و جبار سے حکم ہوا کہ گالیاں دینے والوں اور اس گالی گچ کے سال پر مذہب کا نام رکھنے
 والو کو سزا سکے اے حاضر عدالت کہ دھڑ دھڑ ہے کہ مادیرہ کو پیکر کفر شنگان غلاظہ و شداو
 پیکر میں لیجائیں لائق عالمہ کو چاہئے کہ ابھی سے ایسا انتظام کر لیں کہ اس دار دیگر
 میں نہ شترہ ان سے اس طرح دست لگریاں نہ ہوں جیسے کہ وارث سے ہوتے ہیں

سے اس تہادی ہمارے ہیں لازم ہے کہ سب سے بڑا کریم و سب سے بڑا عزیز خدا ہے اور اس کے شاکر
موا ہے وہ اب کسی عذاب لفظ شیعہ سے تعبیر میں نہیں کہہ سکتا اور اس کے
اسلام و اتحاد و شیعہ تھے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں اور اس کے شاگرد
شیر الدین خان و ابن حجر کے سہمی اپنی تالیفات میں لکھا ہے کہ سب سے بڑا
شیعہ تھے اور فضائل شیعہ میں احادیث و روایات میں بھی اگر حضرت سے لفظ شیعہ لکھ
کر کے پردہ نیست میں سرچھپایا ہے۔ بس میں علامہ جو دو مستند راے دیتا ہوں کہ اس کا
تدبیر پر قائم ہو جائیں جو کہ اوّلیٰ بزرگ کا تھا۔ چونکہ مذہب اہل سنت کا جو کہ حقیقت
کوئی مذہب نہیں بلکہ اہل بیت کو گالیاں دینے والے سال کا نام ہے حضرت امیر معاویہ
سے انتہا و رد کا اعلان ہے لہذا طلباء کو دیکھلا تا ہوں کہ آپ صاحب جو یہ خلاف عادت انسا
ہاتھ باندھ کر ناز پرستہ ہیں۔ یہ بھی حضرت مسیح ہی کا ایجاد ہی۔ گو کہ سب سے اول حضرت عمر
اس کو پسند کیا تھا اور وہ اس طرح کہ جب ان کے پاس لائے گئے تو وہ دست و اب
باندھے ہوئے تھے خلیفہ نے پوچھا کہ اس طرح کیوں ہاتھ باندھ رہی ہو۔ جواب ملا کہ بادشاہ
کے سامنے اس طرح مودب کھڑا ہونا چاہئے وہاں سے حضرت عمر کا خیال اس طرف منتقل ہوا
کہ ہر گاہ یہ لوگ بادشاہ مجازی کا ایسا احترام کرتے ہیں تو ہم کو سلطان حقیقی کے سامنے اس طرح
دست بستہ کھڑا ہونا چاہئے۔ مگر وہ اس کو مدینہ میں جاری نہ کر سکے لیکن امیر معاویہ نے جہاں
ہو اور ارادہ کی تکمیل کی نماز کی بھی دیکھتی فرمادی۔ چنانچہ حین بن الصبح میں حمیدی کہتے ہیں کہ
دار الامارۃ و مشق میں معاویہ نے نماز میں ہاتھ باندھنے کی عبادت و الی۔ لیکن حرمین و ان
نے نماز میں اس واسطے امام مالک ہاتھ کھول کر ناز پرستہ رہے۔ و رسالت اللہ صلی
(۱۰۷) پر بھی یہ یمنوں پر جو ہے۔ جبکہ عرض کرتا ہے کہ منظم میں امام مالک کے پر
اب بھی دست کشادہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ اگر تحریر حقیقت پر مطلع ہو کر کتابت نے مصنف
صاحب سے پوچھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سطح نماز پڑھتے تھے تو پڑھتی وقت
پیش آئے گی جو خطباء و عالی خیال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ احترام کرتے ہیں جب نہیں کہ کسی
لکھے ہاتھ ناز پرستہ کیا ہے امام حاکم نے کتابت کریں۔ بعد از تحریر تصحیح یہ لکھا کہ مصنف

عمرے فضیلت الوبکر پر کچھ بہت ہے نہیں ہیں۔

تنقیح چہارم

یہ کہ حضرت ابوبکر و دیگر صحابہ رسول شل حضرت عمر و غیرہ اول و برائوں سے بالکل پاک و صاف تھے چنانچہ سلمان ان ماجست سے ظاہر ہوئی۔

اس تنقیح کی توضیح تنقیح دوم میں پورے طور پر کی گئی خلیفہ اول دوم ہر گراون برائوں سے پاک نہ تھے جو کہ سلمان مابعد سے ظاہر ہوئی بلکہ تمام برائوں کے وہی سر شہرہ تھے اگر وہ اول حق آل محمد کو تلف کر کے امر اسلام کو اہتر نہ کرے تو کسیکو دستہ امتلائی کی حرارت نہ ہوتی۔

تنقیح پنجم

یہ کہ ادنی سیرۃ ایسی اچھی اور مقبول زمانہ تھی کہ اس پر عمل کرنے سے عامل راہ نجات پاسکتا تھا طلباء عالی و ذاریع کو درست و بابرکت میں نہایت عجز و ادب سے عرض کیا جاتا ہے کہ اس تنقیح کے مطالب پر نہایت غور فرمائیں کل مسامحہ کا تصفیہ صرف اس ایک تنقیح کی توضیح پر موقوف ہے۔ کیونکہ جس بنا پر مصنف عالی خیال نے سیرۃ المصطفیٰ کو ترتیب دیا ہے وہ یہی بحث آنکھ بپور کل لکھی ہے واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت عمر مرتضیٰ لکھ لگے تو اس نے حسب احتیاج صحیح مسلم کہا گیا کہ آپ سیکو اپنا خلیفہ مقرر فرمادیجئے اور انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں کسیکو خلیفہ میں دوں تو سنت نبوی پر عمل کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ اور انہوں نے بھی کہیں کو اپنا نام تمام نکلیا تھا اور اگر جانشین کا انتظام کر دوں تو میرا مل سیرت بکریہ پر ہوگا۔ اس لئے کہ انہوں نے عنان انتظام میرے ہاتھ میں دیدی تھی لیکن میں نہ رسول کی سنت پر چلتا ہوں نہ بہائی ابوبکر کی سیرت پر کار بند ہوتا ہوں۔ بلکہ میرا راستہ اختیار کرتا ہوں چہرہ حضرت ابوبکر بھی کام فرما رہیں ہوئے وہ شیعہ سویم شوری سے مسلمان شہرہ کر کے جبکہ پسند کریں خلیفہ بنالیں حضرت طلبہ آج بھی نتیجہ محال لہر جو کہ حضرت ابوبکر نے خلیفہ خلافت حضرت عمر کے سر پر رکھا وہ سنت رسول کے خلاف تھا۔ جہاں مخالفت نہایت کی جائے وہ بدعت ہی اور حضرت

ابوبکرؓ نے خلافت طریقی نبوی اپنے بعد خلافت کا انتظام کر دیا اور نہ لازم تھا کہ جلیقہ
 حضرتؓ مقدم خلافت کو قبول اہلسنت و ہادایا چھوڑ گئے تھے یہ بھی ایسا ہی کرنے کے عمل
 انہوں نے معاملہ نیابت کو طے فرما دیا تو بھتہ کی خود چینی ہوئے اور عمر صاحب ثمرہ
 بدعت حضرت عمرؓ سے دو بدعتوں کا وقوع ہوا۔ ایک مخالفت سنت نبوی دوم ترک سیرت
 ابوبکرؓ حضرات اہل سنت کے یہاں ایک حدیث وارد ہوئی ہے (کہ علیکم سنتی و سنت
 راشدین) یعنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل
 کریں حضرت ابوبکرؓ نے حسب تصریح حدیث سنت رسول سے موہ نہ چھوڑا اور حضرت
 دومؓ نے نبی و ابوبکرؓ دونوں کی سنت کو پس پشت ڈال دیا۔ ذی ایات حضرتؓ اور
 نازک خیال طالب علم غور فرمائیں کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں حکم رسولؐ سے سرتابی کر رہے
 تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ مخالفت حدیث مندرجہ بالا سنت نبوی سے اختلاف کیا
 اور عمر صاحبؓ نے نبی و ابوبکرؓ دونوں کی سنت سے گریز کیا اور کیا تابع شریعت لوگ تھے
 الخلیفہ اول و دومؓ کی بدعت کے وہ انہیں پیدا ہوا کہ کتاب اسلام کا شیرازہ و رہم و برہم ہر
 ایک ایک برق ہوا میں اڑ گیا مصنف صاحب سیرت ابوبکرؓ کی پابندی طلبا و کو
 عزت دلائے پس انکو انصاف فرمانا چاہئے کہ ابوبکرؓ کی سیرت کے ترکہ کرنے والے سب سے
 اول حضرتؓ تھے جبکہ خلیفہ صاحب کو اپنے گھر میں عزت نہ ملی تو دوسرے گھروں میں
 کیا فدا پائے گئے ہیں۔ الحاصل عمر صاحبؓ نے حکم دیا کہ ہماری وفات کے بعد تمہارا باقیہ
 جمع ہو کر مشورہ کریں جبکہ دوش زیادہ ہو جائیں اس کے سر پر خلافت کی چوگوشیا
 لڑنی رکھ دی جائے۔ ہر چند کہ یہ واقعہ اکثر کتب اہل سنت میں جو کہ زبان عربی فارسی
 ترتیب بند ہوئی ہیں درج ہے۔ مگر چونکہ ایک اور دو کی کتاب جسکو حکیم جلیل قریشی ساکن
 گلاوٹلی ضلع بلند شہر نے تصنیف کیا ہو حالات شہری اقلیندہ کرتا ہوں کتاب کا نام نظام عمال
 ہے اس کے صفحہ ۴۹ پر ارباب کینی کے نام مودثر الیہا مشورہ اسطرح کہے ہیں۔

اسما کے مبارک ارباب مشورے

۱۔ حضرت امیر علیہ السلام حضرت عثمانؓ ۲۔ حضرت محمد بن وقاصؓ حضرت علیہ حضرت

۵۔ حضرت امیر حضرت عبدالرحمن بن عوف کتاب مذکور بالا کے صفحہ ۲۹ سطر ۱۰ پر
 لکھا ہے: "عمر بنے چاس آدمی ہشتاد ہند اس واسطے فضیلت کے کہ اگر اہل شہر سے
 پانچ آدمی ایک طرف ہوں اور ایک ایک طرف ہو تو اس کی فوج اگر دن مار دو اور اگر
 چار آدمی ہوں تو دو مخالفین کریں تب بھی تلوار سے کام لیا اور اگر دونوں جانب پلہ ساوی ہو
 اور جس جانب عبدالرحمن ہوا تو کو ترجیح دو۔" یہ عجیب حکم ہے جو لوگ خلافت کے لئے منتخب ہوئے
 گئے تھے وہ حضرت عمر کے نزدیک لاین گروں زدنی ہی تھے فاروق اعظم کا خطاب ایسے
 ہی شخص کے لئے زیادہ ہے جو کہ اس قسم کے احکام خلافت عقل صیادہ فرائے کسی گورنمنٹ کا اصول
 آفکار نہیں بنا گیا تھا کہ ووٹ دینے والے بھرم خلافت رائے قیل بھی کر دیئے جا دیں اور
 عمر یہ کیا تاعدہ قابل تقلید ہے باتفاق اہل سنت مشہور حدیث جس میں عشرہ مبشرہ جتنے بیان
 کئے گئے ہیں۔ آنحضرت حضرت امیر عثمان و طلحہ و زبیر کو معہ دیگر صحابہ بلجھت فرما میں
 اور حضرت عمر فایت دینداری سے اول ہشتون کے قتل پر فتوے صادر فرمائیں طلباء کو مسلم
 ہو جائے گا کہ خلیفہ دوم نے یہ تدبیر صرف اس غرض سے کی تھی کہ اس طوفان بے تیزی
 میں حضرت امیر قتل کر دیئے جائیں گے تمام انتظام محض اذن کے قتل ہو جائے یا محروم از خلافت
 رہنے کے لئے کیا گیا تھا وہی حلال قریشی اپنی دوسری کتاب سہی داب حیدری کے صفحہ ۱۶ پر
 تحریر فرماتے ہیں: "جب عمر نے امر خلافت کو چھ آدمیوں میں محصور کر دیا تو حضرت علی نے
 اپنے چچا عباس سے کہا کہ خلافت مجھ کو نہیں مل سکتی کیونکہ سعد و قاص عبدالرحمن کا چچا زاد
 بھائی ہے وہ اس کی مخالفت کرے گا اور عبدالرحمن ابن عوف عثمان کا خسر ہے ان
 دونوں میں اختلاف ہو گا یہی آپس میں ملے گا کہ کسی ایک کو خلیفہ بنالینگے۔ حقیر عرض کرتا
 ہے کہ الکشن (انتخاب) میں آجنگ کہیں یہ قید نہیں سنی گئی تھی کہ جس طرف نلال شخص
 ہوا اس جماعت کو قوت دیا جائے حضرت عمر کا یہ ایجا و طبع زاد محض حضرت امیر کو محروم
 کرنے کے لئے تھا۔ کیونکہ حضرت عمر علم الیقین جانتے تھے کہ عبدالرحمن کسی نہ کسی حیلہ سے
 علی کو محروم از خلافت کر دیگا اوراق بالا میں دکھلایا گیا ہے کہ حضرت دوم نے اپنے چچے
 عبداللہ سے کہا کہ اگر علی خلیفہ ہو گئے تو اون کی گود پر کوئی چہرہ بھی رکھ دے گا تو سوائے

سچائی کے دو سرا پہلو اختیار کر چکے یہ بھی ارحمن کا اہل ہے کہ اگر علی کو اپنے سے نہیں لکھتا
 یہی امور شری و مسلمانی و سیاسی ہیں اگر حضرت امیر المومنین علیؑ کے سے جبکہ اہل کلمہ
 نے تو یہ اقتدار خلافت نظر خلافت سے گر جاتا اور نظام اسلام میں خرابی داغ ہو جاتی انہوں
 حضرت نے ایک نئی حکم جاری فرمایا تھا کہ جو جو علیؑ کوئی شخص ٹکوپے میں سبقت نہ کرے
 تعجب ہو کہ جو شخص اسی نظر میں یہ اقتدار رکھتا تھا وہ عبدالرحمن ابن عوف کو ترجیح دیکر
 فعل خلافت کی کبھی ہاتھ میں دیدی یہ سب باتیں صرف زمانہ فوج میں داخل تھیں اگر ان کے
 دلیں کچھ بھی وقت مقرر ہوئی تو قتل کی تدبیر نہ کرتے عمر جانتے تھے کہ علیؑ ضرور باب
 شورش کی مخالفت کریں گے اور یہی اختلاف ان کو تلوار کے گھاٹ اوتار دے گا۔
 عبدالرحمن خوب جانتے تھے کہ علیؑ ابوبکر و عمر کو اچھا نہیں جانتے ہیں۔ دونوں کے نام ہی
 ان کو طعنات فرماتے ہیں لہذا اس نے عمر صاحب کا زوی ارادہ پورا کرنے کی غرض سے اول ہی وہ
 اڑ گیا یا کہ جس سے روح عمر چھ لکڑی لکڑی جاہلین سمائی ہوئی۔ وہ یہ کہ کتاب نظام عثمانی
 متذکرہ صدر کے صفحہ ۱۲۲ سطر ۱۳ پر لکھا ہے کہ عبدالرحمن ابن عوف نے اہل حضرت علیؑ سے چچا
 کہ تم مجھے وعدہ کرتے ہو کہ خلیفہ ہوئے پر کتاب التمدد سنت رسول و سیرۃ شیعین پر عمل کر کے
 حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ بقدر طاقت اور امکان اور بقدر مبلغ علم کے میں اوسیں کوشش کروں گا۔
 حالانکہ سلاخات زمانہ میں محکوم بالکل داخل نہیں ہی۔ حضرت علیؑ کا یہ جواب کچھ اسوجہ سے تھا کہ ان کو
 خلافت حاصل کرنے کی غیبت نہ تھی بلکہ یہ وجہ تھی کہ خلفاء سابقین کی کل باتیں ان کو پسند نہ تھیں
 بلکہ وہ اپنے اختیار کے مطابق بعض باتوں کے خلاف تھے۔ کتاب اب حمیدی کے صفحہ (۱۷۰)
 پر یہ عبارت ہے کہ خلفاء اہل کی بہت سی باتیں حضرت علیؑ کے خلاف تھیں جن کو ضرور وہ
 اپنی خلافت میں بدلتے۔ سیدنا علیؑ صاحب سیر شریف لا الہی صنفہ کتاب تاریخ الاسلام کے
 صفحہ (۱۷۰) پر لکھتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے ابن عوف سے کہا کہ خلافت مجھ کو دو یا نہ دو مگر میں
 سیرۃ شیعین کی متابعت نہ کروں گا تاریخ الخلفاء مطبوعہ مطبع محمدی لاہور کے صفحہ (۱۰۵) سطر
 ۳ پر لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل کی سند میں ہے ابواء اہل نے عبدالرحمن بن عوف سے
 کہا کہ تم نے علیؑ کو جوہر کر عثمان کا نیت کیونکر کر لی اس نے جواب دیا کہ میں سیرۃ شیعین سے

ہے۔ میں نے اول علی کو خلافت نبی چاہی تھی۔ مگر اوہ نہول کے سیر و سنجین پر کار بند ہوئی
 (انکار کیا۔ تاریخ طبری بطور مصر کے صفحہ ۳۷۴) سطر ۱۲ پر لکھا ہے کہ امیر المومنین نے مجلس
 شورہ میں عاتق فرایا کہ میں شاعت سنجین کی شرط خلافت نہیں لے سکتا میں اپنے بیٹے علی
 پر عمل کر دینگا۔ پس عثمان کو خلافت دیدی گئی۔ حضرت علی یہ کہہ کر طلب سے ادا ٹھکرتے ہوئے
 کہ مجھ پر ہر آدمی کا ظلم کا نہیں ہے۔ سمیت مجھ پر ظلم ہوتا رہا کہ اپنے یہاں یہ مبارکہ ثلاث فرمائی۔
 فضیحا جمیل واللہ المستعان علی ما لتصفون۔ طلبا چونکہ ماثاء اشرع عامل و
 فزانہ ہوتے ہیں اور اصلیت معاملہ پر نظر کرنا فرض عقل جانتے ہیں وہ توجہ فرمایا کہ ایسے
 شخص کے سامنے جب کہ مال دینے کے کچھ نہ کہتا تھا (علی) اتنی بڑی سلطنت جو کہ غیر و کسری
 کی سلطنت سے شرمی ہوئی ہے پیش کی جاتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ پہلے بادشاہ مل کے طریقہ پر
 چلو تو سلطنت آپ کو مل سکتی ہے۔ وہ درویش صورت و امیر سیرت کہتا ہے کہ مجھ کو بھی ایسا
 کی ضرورت نہیں جس میں شرط متابعت ہو میں اپنی عقل سے کام لینگا۔ سنجین کے طریقہ کی پیروی مجھ کو
 ضروری نہیں ہے۔ یہ بات وہ حال سے خالی نہیں اول یہ کہ شیخ فاج اقل تھا جسے سلطنت کی
 محبوب چیز کو چھوڑ دیا۔ مگر واقعات کی پیش نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہرگز خفیف العقل
 نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو سر دفتر مجلس شوریٰ اول اور علی کی طرف سے کیا ہاتھ نہ اوٹھاتا۔ دوم یہ
 کہ وہ انتہا درجہ کا عطاء و پابند سلسلہ شریعت تھا سلاطین اگر شک کے طراز عمل کو وہ خدا اور رسول کے
 تحت حکم نہ جانتا تھا۔ اس کو انکار کر دیا کہ میں اوٹھنا طراز اختیار کرونگا۔ مصنف کا مضموع کلام یہی
 تھا کہ قیصر کو بکر ایسی شایستہ و لائق ماسی ہے کہ ہر مسلمان پر اوٹھکی پیروی واجب لازم ہے تو عنینات
 خیرتہ سنجین اب ہو گیا کہ اول حضرت عمر نے خود خلافت میں اونٹنی اٹھائی پس استعفا دیا ابتدا حضرت
 ابرہہ علیہ السلام نے دونوں کی متابعت سے انکار کر کے سلطنت عرب کو چھوڑ بیٹھے۔ چونکہ طلبا کیلئے مسقط
 تصدیقہ کو ادا فرما کر یہ کہہ کر ان پر راوٹھا ہاتھ اوہ اپنے دلیں سوچیں کہ ہر حال سیر و سنجین میں کوئی ایسا
 ہی سخت خرابی تھی جس پر عمل کرنے سے مجلس شوریٰ میں حضرت علی ایسے عامل الناس نے انکار کر دیا
 یہ امر سلمات امت ہے کہ لشکان روز عشر کو آجے فرج باب امیر علیہ السلام اپنے دست مبارک سے
 عبات فرمایاں گے جو فت کہ مصنفہ مگر وہ طلبا جو من کو شہر پر جا میں گئے تو عجب نہیں کہ نہ

وہی مسکراتی رہا میں کہ میں سیرۃ النبیؐ کے ایک سیرۃ البکرہ و تیسری قابل
 کہ اس کے طالبین بادشاہت کو چھوڑ دیں اور آپؐ کی باتیں پڑھ کر دیکھیں کہ تم
 اسکی متابعت کرو۔ آپؐ اپنی بیاس اور عین سے بھجوائے، خلی سیرۃ پیکر کیلئے اس سیرۃ ہائی
 بچو کلکچو بنایا تھا۔ وہاں سے جماعت بچکان مصنف حصا، اپنی بیٹیاں دین کی تلاش میں پیدا
 حشر کی جھوم گشت فرمائی گئے۔ وہاں لوگوں سے معلوم ہوا تھا۔ کہ انکو فرشتے پکڑ کر جہنم کو تر کھڑے
 حضرت کے پاس لے گئے تھے۔ حضور نے دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ تو میری اصحاب ہیں۔ انکو کیوں پانچواں لگا گیا
 وہ عرض کریں گے کہ بعد آپؐ کے ان لوگوں نے دین میں احداث کر کے فرق اسلام کو بدنام کر دیا تھا۔ حضرت
 فرمائیں گے کہ اچھا انکو میرے سامنے سے دور کر کے جہاں لیجا نا چاہتے ہو لیجاؤ۔ اگر شیخین متابعت
 خدا و رسول کرتے تو حضرت امیر کبھی اونکی سیرت پر کار بند ہونے سے انکار نہ فرماتے۔ حضرت امیر
 کے انکار سے پورا یہ چلے گا کہ جو لوگ حسب ایات مندرجہ بخاری و مسلم ہجوم احداث بدنام فرشتگان
 عذاب کی گرفت میں آئیں گے یہ وہی ہوں گے خلی سیرت کہنے میں مصنف قلم فرمائی کی یہ تھا
 مصنف نے ہدایت فرمائی کہ زمانہ ابتدائی کے لوگوں کی بکثرت سیرت لکھی جا تا کہ خلافت
 مطلع ہو کر راہ راست اختیار کرے۔ اس تحریری ہدایت سے ثابت ہوا کہ جناب مصنف کا نشانہ
 خاطر یہ ہے کہ کہنے البکرہ کی سیرت لکھ دی۔ دیگر خیر خواہان اسلام اور صحابہ کے حالات تہذیب میں
 لائیں۔ اسکی نسبت عرض کیا جا تا ہے کہ جن لوگوں کو جناب مصنف اور ان کے جہنیاں بسترین خلائق
 بوجہ صحابیت جانتے ہیں وہ ہرگز اس قابل نہ تھے کہ اونکی سوانح عمری ناظرین کے لئے لکھی گئی تھی
 پہونچا سکے۔ اوراق اولین میں بوضاحت دکھلادیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ
 عنقریب تم حرم امارت کر کے چاہ نہ امت میں ایسے غرق ہو گے کہ قیامت میں بارندامت سر نہ
 رکھے ہوئے خجالت کے کنوئیں سے سر اٹھاؤ گے۔ ہجوم احداث بدعات نکو فرشتے پکڑ کر جہنم میں
 لیجائیں گے۔ تم لوگ متوئی امر اسلام ہو کر زمین خدا میں فساد پکڑ کر قطع رحم کر ڈالو گے جس سے
 اہل ایمان و ناک تمہاری گردن میں طوق لعنت ڈالا جائے گا۔ میں تمہاری افعال ذکر و ارادہ کا
 ذمہ دار نہیں ہوں۔ مینے پورے طور پر تبلیغ احکام الہی کر کے ہر حرام و حلال سے تمکو آگاہ کر دیا
 ذی شرف مصنف اور نازکیاں طلبہ توجہ فرمائیں کہ صحابہ کرام سے کون بزرگ ایسے تھے

جو کہ آنحضرت کے احاطہ اعتراض سے باہر رہے ہیں۔ لفظ اصحاب علم ہی اور انھیں چھوڑ کر دوسروں طرح سے حضرات تھے اکثر اصحاب ایسے ہیں جن کی خوبی و طہارت و لطافت پریشانی و شید و ذول اتفاق رکھتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جن کا اہل سنت اچھا اور شیعہ بُرا سمجھتے ہیں۔ وہ بزرگوار حضرات مثلاً اور انکی پارٹی کے جوان ہیں۔ انھیں کے باب میں سلف سے ان میں سنی و شیعہ گفتگو چلی آتی ہے۔ شیعہ صدائے اول میں ثابت کر چکے ہیں کہ ان لوگوں سے یہ اخبار علاوہ کہیں نہ رہے اصحاب مثلاً اور ان کے ہوا خواہ و غیر طلب لوگ تھے انھوں نے کہ اہل سنت اور ان مطعون و اعتراضات کا مطلبی جواب نہیں دیتی مگر رنگ بدل ہلکے وہ ہی مضامین لکھتے رہتے ہیں کہ صدائے مرقبہ مناظرین کے زیرِ قلم آچکے ہیں۔ خیر صحیح مسلم سے اوپر ثابت کر چکا ہے کہ آنحضرتؐ اپنے صحابہ سے فرمایا کہ: "وَمَنْ دَانَ يَرْيَاكَ دَانَ بِلَاكٍ دَانَ يَرْيَاكَ دَانَ بِلَاكٍ"۔ دہ دایران پر تم قابو پا کر دہان کے خزانے پر تصرف ہو گے تو احکام خدا کو پس پشت ڈال کر تمہارا سد و تباہی کر کے راہ نفسانیت اختیار کر دے اور مساکین و غربا کے گھر و بیڑہ و دیار کو تمام دنیا کے مومنین کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے در حکومت میں روم و ایران فتح ہوا ہے تعجب ہے کہ آنحضرتؐ اور ان لوگوں کی توہین فرمائیں اور جناب مصنفؒ کو کہ گویہ ہدایت کریں کہ انکی سیرت پر عمل کرنا لایق فلاح آخرت ہے۔ ہاں انھوں نے جب تفسیر صحیحہ حضرت فرما کر کہ اسے ابوبکرؓ کے قلب میں شرک چھپائی کی چال چل رہا ہے۔ دقیقہ منجھ دیکھ داں طلباء و توجہ فرمائیں کہ آنحضرتؐ ابوبکرؓ صاحب کو شرک خفی بتلا میں جس سے بدتر کوئی دوسری چیز نہیں اور مصنفؒ صاحب کہیں کہ انکی سیرت پر کار بند ہونا شایان شان اہل اسلام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علیگڑھ ایسے نامور دارالعلوم کا ادنیٰ تعلیم یافتہ لڑکا بھی کبھی شرک کی سیرت پر عمل کو نیکی کے لئے آمادہ نہ ہو گا۔ صفات اولین میں لکھا گیا ہے اور اب بھر حضرتؐ کے لکھا ہوا ہے۔ موطا امام مالک کے صفحہ ۷۳ پر ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ مثل شہداء احد میں آخر حیات تک ہر کام ایمان مرنے کی شہادت بہن فرمائیگا۔ کیونکہ وہ معلوم تم بعد سیری دین خدائیں کیا کیا خود سازیاں کر دے گا۔ کمال تعجب ہے کہ آنحضرتؐ خود ابوبکرؓ صاحب کے منہ پر کہیں کہ میں تمہارے با ایمان رہنے کا گواہ نہیں ہو سکتا اور مصنفؒ ایسے شخص کی سیرت پر عمل کرنے کے لئے لڑکو کو جو تحریص فرمائیں کچھ در نہیں ہے کہ طالب علم حضرت مصنف سے موافق

کہیں کہیں شخص کے ایمان پر آنحضرتؐ کی ایسی بڑی جگہ انکو موجب بیعت و محال شریک
 بنایا آپؐ ایسے لوگوں کے شرف کو جس سے بے تحاشہ شرف کیوں جو تیرا کرتے ہیں۔ ہاؤ ذرا
 مصنف نے اپنے کتب خانہ پر گہری نظر نہیں ڈالی ورنہ وہ یقین فرماتے کہ قرنِ اول کے اکثر آدمی
 ایسے تھے کہ جبکہ دلوں میں نفاق بھرا ہوا تھا۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے متعدد دوسروں
 لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا ان کا لہجہ مستعمل ملکِ بلخ
 یعنی میری امت بعد میری دنیا کے تھے راہِ خدا اختیار کرے گی۔ حضرت مصنف ارشاد فرماتا
 کہ قرنِ اول کے وہ لوگ جن کو اسلام علی کا منظر تیار کیا جو نفاق ہی معلوم سے خطابِ خداوندی
 حاصل تھے ہوئے تھے جو لوگ کہ خدا ہوئے میں اذکی پروی کسی عاقل کے لیے جائز نہیں ہو سکتی
 ممکن ہے کہ کسی صاحب کو یا خیال پیدا ہو کہ وہ خدا کو ان لوگ تھے جن کی خبر آنحضرتؐ
 حضرت علیؑ کی دی تھی اذیکہ کہتا رہ کر رہے کے لئے عرض کرتا ہوں کہ وہ بزرگوار حضرت ابو بکرؓ
 عمرؓ تھے چنانچہ حسب اندراج صحیح مسلم مندرجہ بالا حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ اسے علیؑ تم پہلو اور ابو بکرؓ
 کا ذبے غادر و خانِ داثم جانتے ہو۔ سجدائے جنِ غداروں کا ذکر آنحضرتؐ فرمایا تھا اذیکہ کہ
 حضرت عمرؓ کے بیان سے پورے طور پر حل گیا۔ بلکہ مزید سے بیان یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ غدار
 کر نیوالے جوئے اور خیانت شعار و گنہگار بھی تھے۔ مجھ کو امید نہیں ہے کہ کوئی طالبِ علم ایسے
 لوگوں کی سیرت اختیار کرنے پر کم لبتہ ہو جو کہ چار قسم کی صفاتِ مذیلہ کے حامل تھے۔ یہ مقام
 غور طلب ہے اگر عبد الرحمنؓ ابنِ عوفؓ کی خواہش کے موافق حضرت امیرِ سیرتؓ شخصین پر پابندی نہ کیا
 اقرار کر لیتے تو معترض کہہ سکتا تھا کہ جنکو آپؐ بے ایمان جانتے تھے۔ انہیں کی امر دین
 میں پیروی اختیار کر لی۔ لائقِ مصنف اور قابلِ طلباء کو آگاہ ہونا چاہیے کہ اس وقت
 جتنے صحابہ تھے سوائے معدودے چند کے اور سب آنحضرتؐ کے خیالِ مبارک میں جو کہ ہاں
 صحیح اور مطابق واقعہ تھا راہِ خدا را کر نیوالے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں واقعہ پیشی صحابی
 سے ایک قول عبارتِ نقل ہوئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے صحابہ سے فرمایا
 کہ لَنْ تَكُنَّ مِنْ سَفَرٍ مِنْ بَلَدٍ قَبْلَ لَمْ۔ یعنی جو بھائیوں ان اُمم سابقہ سے سرزد ہوئے ہیں
 وہ بالضرورت ہماری ذات سے بلطاس سلطانِ ظہر پذیر ہوں اگر وہ سولہ سو سنہ زکوم

ہے ہاں کے لئے بھی اگر وہ دن میں ضرور سر پہناتا ہے۔ سلطان علی علیہ السلام نے جو جو
 عملیاں پہلی امت کے لوگوں نے کی ہیں ان سب کا از کتاب سے ہر جامع میں صحیح
 کی اکیسویں حدیث میں ابی سعید الخدری صحابی سے نقل کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے
 فرمایا کہ تم لوگ شہر لشہر و ذراع و ذراع اور دن لوگوں کی راہ نا اہل با اختیار کر دے
 جو کہتے پہلے گزر گئے ہیں۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ تو یہود اور نصاری
 تھے کیا ہم ایسے ہو جائیں گے حضور نے فرمایا کہ بے شبہ تم وہی روش اختیار کر دے جو کہ
 اہل حق صاحب تہانہ نے اقرار کیا کہ لتوکلن سنن من قبلکم و دخلوا علی
 بالاسل و القلہ بالقلہ اکثر احادیث میں وارد ہوا ہے یعنی جیسے کہ ایک سرور
 تیرے یا جتنی کا ایک تہ دوسرے تلے سے ملا جلا ہوا ہے ایسے ہی تم لوگ یہود و نصاری
 سے افعال و کردار میں مساوات حاصل کر دے بسا تعجب ہے کہ آنحضرت انہر صحابہ کو کم گدیش
 کفار بتلائیں اور باقیہ مصنف انکو اسلام صلی کا منظر تسلیم کریں جناب مصنف اپنے کردہ کے
 لوگوں کو سمجھا دیوں کہ آئندہ حضرت سادہ و نیرید و مردان و عمار بن العاص و ابوموسیٰ اشعری
 و سعد و قاص و خالد بن ولید و غیرہ کی سیرت گمنام کو کوئی ارادہ نہ کرے ورنہ شدید آفت ہمارے
 سب کے کچے چھٹے سے ظلم کو آگاہ کر دینگے جیسا کہ حضرت ابو بکر و عمر و دیگر صحابہ کے غنی حالات
 سے معلوم کر دیا ہے حضرت مصنف کو ایک اور ذلت افزا بات سنا تا ہوں بولجالیں آتا ہے
 کہ فلاں شخص ایسا برا ہے کہ کسی بُرے کو بھی برا سمجھنے میں نال نہیں ہے اسوقت پر مناسب جگہ
 میں ایک ایسے شخص کا بیان سیرت شخص کے متعلق پیش کرتا ہوں۔ جس میں برائی اور بھلائی دونوں
 موجود ہیں۔ بھلائی تو یہ ہے کہ بغاوت اور احادیث مسلم و بخاری کے جس آنحضرت نے فرمایا ہے
 کہ ہمارے بعد بارہ خلیفہ قریش سے زید ہے ہر ایک اسلام ہوں گے علمائے اہل سنت اور دوازہ
 امام میں چھابڑا کو بھی دیا ہے وہ بزرگ اہل سنت ایسا ہی باقتدار خلیفہ ہے کہ جیسے حضرت
 ابو بکر و عمر تھے رسالہ اعطایا ان مؤلفہ حقیر مطبوعہ مقبول پریس دہلی میں اوس کی سبب بحث موجود
 ہے اور بڑی ہے کہ صبح اوٹھ کر لکھا بہرے دہلی میں بھی کوئی ادس کا نام لینا گوارہ نہیں
 کرتا وہ مرد و وزیر یہ ہے جسکو مزاحرت دہلی حضرت اور علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں خواجہ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت ابوبکر صدیق کبریا کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوبکر صدیق نے نبی سے کہا کہ جب تم لوگ بادشاہ ہو جاؤ گے حکم خدا اور رسول و سیرت ابوبکر پر عمل کرنا اور اس سے جواب دیا کہ حکم خدا اور رسول کے حکم سے صرف یہی سیرت ابوبکر سے کچھ سزاوار نہیں اور نہ اس نے کہا اگر ابوبکر کی سیرت کو اپناتے ہیں تو عمر و عثمان کی رفتار اختیار کرنا وہ بولا ہرگز نہیں اس میں ہرگز شیعوں کے چھپے خلیفہ نے بھی ہر خلیفہ کے اولین کی سیرت کو اپناتے ہوئے اپنا سیرت کے تین خلفائے یکے بعد دیگرے پابندی سیرت کے انکار کیا عمر نے ابوبکر کی سیرت کے خلاف امر شور مچایا۔ علی المرتضیٰ نے دونوں شیخ صاحبان کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کر کے سلطنت کو چھوڑ دیا چھپے خلیفہ نے بدست ملوث کی سیرت سنبھال کر باجن لوگوں کی سیرت سے بڑا ایسا برا شخص انکار کر کے ابوبکر کی سیرت کے لئے پہلے انہوں نے ناواقف مذہب بچو مصنف آباد فرمائیں اگر کسی غیر طبیعت اور خضناک عالم نے مصنف کا دامن بکڑ کر کہا وہ حضرت آپ بھی عجیب خبر ہیں جن لوگوں کی سیرت کو بڑا ایسا برا شخص اپناتے تھے تو کیا ہم اوشے گھل «رحمہ اللہ» کے ہیں جو تین خلفاء کی مردود کی جی سیرت پر عمل کریں۔ اس نتیجہ کا نتیجہ بھی خلاف امر و مصنف برآمد ہوا۔

نتیجہ ہفتم

یہ کہ امت محمدی میں حضرت ابوبکر صدیق کبریا کے سوا اے ان کے کوئی اور شخص اس خطاب جلیل کا حامل ہے۔

نتیجہ دوم میں یہ بحث پورے طور پر طے ہو چکی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ہی خواہ مخواہ صدیق مشہور ہو گئے نہ وہ سابق الاسلام تھے اس لئے آنحضرت نے کبھی ان کو صدیق کا خطاب دیا تھا صدیق و فاروق و زبیرہ جملہ القاب حبیب علم علماء اہل سنت حضرات امیر علیہ السلام کے ہیں۔ حضرات طلباء و چند ورثہ و لشکر صدیقیت کی پوری بحث کو ملاحظہ فرمائیں۔

نتیجہ ہفتم

کتاب کا نام جو سیرت الصدیق لکھا گیا یہ باعتباریاتی صحیح ہے یا غلط۔

